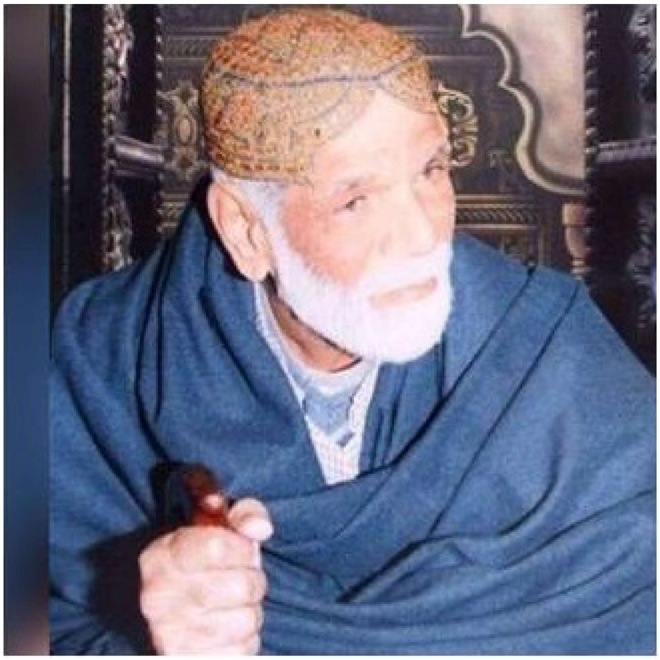

قُربِ حق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد و ثناء اُس حقیقی بادشاہ، نہایت مقدس اور پاک ذات کیلئے جس نے زمین کو اپنی بہترین تخلیق کیلئے امتحان گاہ اور ہزار ہا عالمین کو اپنے عاشقوں کی روحانی پرواز کیلئے خلق فرمایا۔ وہی سب سے بالا، بزرگ و برتر اور بُلند کرنے والی ذات جس نے آسمانوں کو بُلند کر کے ستاروں سے سجایا، روشن کیا اور اپنے اپنے محور میں پابند کیا۔ اُسی عظیم القدر اور حکمت والے نے کائنات کی تہوں کو لطیف اشاروں کا حامل بنایا۔ وہی پیدا کرنے والا اور اپنے بندوں کو چاہنے والا ہے جس نے انسانی وجود کو کائناتِ اصغر کا مظہر بنایا۔ سب تعریفیں اُس بغیر منفعت کے خوب

عطا کرنے والے اللہ پاک کیلئے جس نے تمام مخلوقات میں انسان کو احسن تقویم قرار دیا اور شعور واختیارِ مجازی دیکر اپنی ہی ملکیت پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ وہی کارسازِ حقیقی جو اول و آخر، ظاہر و باطن ذات اور تمام مخفی اسرار و رموز سے باخبر ہے۔ اللہ ہی خالقِ کُل جس نے مقصودِ تخلیق کیلئے انبیاء اور مرسلین علیہ اسلام کو اپنے نور سے روشن کر کے رہبرِ انسانیت بنایا۔ وہی پاک اور مستحقِ حمد وستائیش ذات جو اپنی پسندیدہ مخلوق پر اُنکے گمان سے کہیں زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ ہی وہ ذاتِ قدیم جس نے رہبری کے تسلسل کو اپنی عنائیتوں کی بارش سے جاری و ساری رکھا اور بھٹکتی و سسکتی انسانیت کو اپنے دامنِ رحم و کرم کی آغوش میں جائے پناہ عطا فرمائی۔ اللہ ہی وہ حسین ذات جس نے حضرت آدم علیہ اسلام کو اپنی موج اور مرضی سے پسندیدہ اور مقبول بنایا اور تمام انبیاء علیہ السلام کو اپنی قوتِ خاص سے اپنی عظمت کی گواہی بنایا، وہی مالکِ حقیقی جس نے ظالم فراعینِ مصر کے ظلم سے نجات کیلئے حضرت موسیٰؑ کو پیکرِ قوت بنایا۔ اللہ عزوجل ہی وہ اعلیٰ ذاتِ عظیم جس نے شہنشاہ ختمِ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانی پردوں سے ظاہر فرمایا اور سراپا نور اور لطف و کرم کی زینت بنایا۔ وہی صاحبِ جبروت اور مُحبِّ اعلیٰ جس نے سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور آپکو قرآن پاک کی نعمتِ عظمیٰ عطا کر کے آپکے قلبِ مُطہر کے نور کو رُشد و ہدایت اور نجات کی رحمت بنایا۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس والضحیٰ تیرے چہرۂ نورِ فضا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زُلفِ دوتا کی قسم

کیا ہی حسین رب جو اپنی صفات میں یکتا ہے۔ جس نے اپنے محبوبؐ کو ملن کی شبِ اسریٰ عطا فرمائی اور محبوب کی ہر سانس کو عالمین کی فلاح و بقا کا وسیلہ قرار دیا۔ اللہ ہی وہ مقدم اور

مقتدر ذات ہے جس نے اپنے محبوب کے عاشقوں کو محبت کی دیوانگی اور لاخوفی کے پاکیزہ جذبوں سے روشن کیا۔ واہ کیا ہی صاحبِ ذوالجلال والاکرام، جس نے اپنے حبیب ﷺ کے عاشقوں کو مقامِ صبر و رضا کا حُسن عطا فرمایا۔ وہی ذاتِ بے مثل، جس نے صحابہ رسول ؐ کو اپنے پیارے نبیؐ کی اطاعت و پیروی کیلئے انکی ہر سانس کو اپنی قوتِ محبت سے روشن فرمایا۔ وہی عظیم القدر اور وسعت دینے والا، جس نے مولا علیؓ کو نورِ فقر عطا فرمایا اور دشتِ کربلا میں شہادتِ امام حسینؓ کی عظیم قربانی سے دینِ اسلام کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ وہی تعریف کے لائق ذات جو پہلا وجود بخشنے والا اور دوبارہ زندگی عطا کرنے والا ہے، جس نے کربلا کی آگ میں اہلِ بیتِ اطہارؓ کو عظمت، بہادری، لاخوفی اور ایمان کی اعلیٰ قوت سے روشن فرمایا۔ اللہ ہی صاحبِ رُشد و حکمت ہے جو اپنی کمال رحمت اور مرضی سے اپنے دوستوں کا انتخاب کرتا ہے اور انہیں اپنی نورانیت سے قربِ حق میں حضوری کی نعمتِ عظمیٰ عطا کرتا ہے۔ جو اپنے محبوبؐ کی سچائی کے تسلسل کیلئے اولیاء کرام کو فنا کی منزلوں سے گزار کر بقا میں اپنی صفتِ خاص سے روشن فرما کر بھٹکتی انسانیت کیلئے رہبر بناتا ہے۔ اللہ ہی رحمٰن و رحیم، عزیز و جبار، قوی و قھار، مالک و مختار، اعلیٰ ترین رفیق اور سب سے حسین ذات ہے جو نفسی سرکشی کی گھٹن سے مردہ قلوب کو نئی زندگی بخشتا ہے اور منفی سوچوں کو خیالِ پاکیزہ کی روشنی سے صراطِ مستقیم کی طرف گامزن کرتا ہے۔

اھدناالصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

اللہ پاک کی جانب سے بھیجے گئے تمام انبیاء اور مرسلین کی پاکیزگی اور سچائی کو سلام۔

سیّد الانبیاء ، فخرِ موجودات، شافع محشر حضور پرنور ﷺ کی اعلیٰ ترین پاکیزگی، عظمت،

حُرمت اور سچائی پہ کروڑوں درودوسلام۔

اُمہات المومنینؓ اور دُخترانِؓ پاکیزہ کی حُرمت، رفعت اور پاکیزگی کو سلام۔

خُلفائے راشدینؓ کی اعلیٰ تقلید و محبت اور عظمت کو سلام۔

صحابہ کرامؓ کی الفت و اخلاص اور پاکیزہ تقلید کو سلام۔

کربلا کے شہنشاہ امامؓ عالی مقام اور اہلبیت کی بہادری، جرات اور جذبہ ایمانی کو سلام۔

تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام اور قلندرانِ عُظّام کی یکسوئی اور محبت الٰہیہ کی خوشبوئے تسلسل کو سلام۔

قلندر پاک کاکیاں والی سرکارؒ کے بحرِ بیکراں فیض کی موج کو سلام۔

مردہ قلوب کو زندگی عطا کرنے والے کو سلام۔

آلِ نبیؐ اور اولاد علیؓ کی انسانیت سے محبت کو سلام سب سے بڑھ کر شہنشاہِ پاک حضور نبی کریم ﷺ کی روشنی کے تسلسل کو سلام۔

الا ان اولیای الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون(سورۃ یونس)

خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

حدیثِ مبارکہ: ”جس نے میرے ولی کے ساتھ عدوات رکھی اسکے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے“۔ صحیح بخاری شریف ج۲ ص ۹۶۳(963)

سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ہوا ”**ولمن خاف مقام ربه جنتان**“(آیت ۴۶)

ترجمہ: ”اور جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اسکے لئے دو جنتیں ہیں“۔

لٰہذا معنی یہ ہوگا کہ اولیاء اللہ کو خوفِ نقصان نہیں ہوگا بلکہ خوفِ نفع ہوگا۔ خوف دو قسم کا ہوتا ہے:

خوف ضرر: جو اللہ پاک اپنے دشمنوں کو دیتا ہے۔
خوف نفع: جو اللہ پاک اپنے دوستوں کو دیتا ہے اور اسکا سبب حق تعالیٰ کا قُرب اور معرفت ہے۔ اور تخلیق کا مقصود معرفتِ الٰہیہ ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (سورۃ الزاریات)

ترجمہ: اور ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت (یعنی معرفت) کیلئے پیدا کیا۔

عبادت معرفت کا ہی نام ہے۔ جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنی محبت زیادہ ہوگی۔ جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا قرب زیادہ ہوگا اور جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنا خوف زیادہ ہوگا۔

اسلیئے حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ: ''میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرانے والا اور اللہ کی معرفت والا ہوں''۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''خدائے رحمٰن کے ایسے بندے بھی ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب انکے ساتھ کوئی جہالت کی بات کرتے ہیں تو وہ انکو سلامتی کی دعا دیتے ہیں''۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''جو اہل تصوف کی دعا کو سنے اور اس پر آمین نہ کہے تو عنداللہ وہ غافلین کی فہرست میں لکھا جاتا ہے''۔

بشر مٹی سے بنا ہے اور مٹی میں غلاظت ہے اور پاکیزگی صفتِ بشر نہیں اور بشر کو کدروتِ نفس سے چھٹکارا نہیں ہے کیونکہ اسکی فطرت یا خمیر مٹی سے ہے۔ اسلئے نہ اعمال سے صفائے قلب آسکتی ہے اور نہ مجاہدات سے کدورتِ بشریت جاسکتی ہے۔ دوستانِ خدا کے اندر صفائی یعنی نورانیت انکی فطرت میں ہوتی ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ اعمالِ نیک کے بغیر آدمی خُدا

رسیدہ ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ولایت و معرفت اور قرب کا حصول کسبی نہیں وہبی ہے۔یعنی کوشش سے نہیں بلکہ عنایتِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔اللہ کی عنایتوں کا تسلسل اسی نورانیت کی عطا سے آلِ نبیؐ اور اولادِ علیؓ کو مسحور کئے ہوئے ہے۔مخدوم سیّد صفدر حسین بخاریؒ اللہ پاک کی عطا کردہ نورانیت سے روشن چراغ اور صاحبِ ولایت ہیں۔

حضرت مخدوم سیّد صفدر حسین بخاریؒ المعروف کا کیاں والی سرکارؒ سادات حُسینی سے ہیں۔آپؒ کے جدِ امجد حضرت سیّد جلال الدین سُرخ پوش بخاری سہروردیؒ ۶۳۰ ہجری بمطابق 1232ء عیسوی میں بخارا سے (جسے موجودہ ازبکستان کہا جاتا ہے) ہجرت کر کے موجودہ پاکستان تشریف لائے۔آپؒ کا مزار بہاولپور کی تحصیل اُچ شریف میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔آپؒ کی اولاد اور آگے نسل میں اللہ پاک نے ولایت کے سلسلے کو جاری رکھا۔ پاک وہند اور کشمیر میں موجود ان گنت زیارت گاہیں آپؒ کی نسل کی دینِ اسلام کی ترویج ومحبت کی گواہ ہیں۔قلندر پاکؒ اِسی خاندانِ ولایت کے روشن چراغ ہیں۔آپؒ کے پڑدادا سیّد ستار شاہ بخاریؒ ڈھڈی تھل میں آ کر آباد ہوئے۔ یہ جگہ للّہ ٹاؤن کے قریب ہے جسکی تحصیل پنڈدادن خان اور ضلع جہلم ہے۔حضرت سیّد جملے شاہ بخاریؒ قلندر پاک سیّد صفدر علی بخاریؒ سرکار کے دادا محترم تھے۔آپؒ کا وصال ۱۹۱۵ء میں ہوا۔آپؒ اپنے دور کے جید ولیِ کامل تھے اور آپؒ کی بہت ساری کرامات زبانِ زدِ عام ہیں۔آپؒ کی ایک مشہور کرامت جس کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی کی تفصیل کچھ یوں ہے۔چکوال کے معروف گاؤں بھلہ سے ایک 70 سالہ عبداللہ کھوٹ نامی بزرگ جن کا تعلق چکوال کے ایک معروف زمیندار خاندان سے تھا آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہے اور میری بیوی بھی وفات پا

گئی ہے۔آپؒ نے فرمایا ''کہ تمہارے گھر میں ایک 25 سالہ لڑکی موجود ہے اس سے نکاح کر لو، اللہ آپ کو بڑھاپے میں اولاد کی نعمت سے نوازے گا۔اس کا نام مرید حسین رکھنا، وہ بڑا ہو کر عشقِ رسول ﷺ میں غازی کے عظیم منصب پر فائز ہوگا''۔ پھر وہی ہوا عبداللہ کھوٹ نے بابا جملے شاہؒ سرکار کے حکم پر شادی کی اور اللہ کریم کے فضل سے وقتِ مقررہ کے بعد مرید حسین کی ولادت ہوئی۔مرید حسین نے عالمِ جوانی میں جب گوپال داس نامی ہندو جو کہ ویٹنری ڈاکٹر تھا اور اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی کے بارے میں اخبار میں پڑھا تو عشقِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار پہلے ڈھڈی تھل سیّد جملے شاہؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور پھر لاہور جا کر اس ہندو کو قتل کر کے واصلِ جہنم کیا۔غازی مرید حسین کو اس پاداش میں پھانسی پر چڑھایا گیا اور یوں حضرت بابا جملے شاہؒ سرکار کا فرمان کہ'' آپ کے ہاں پیدا ہونے والا بیٹا عشقِ رسول ﷺ میں غازی کے عظیم منصب پر فائز ہوگا'' پورا ہوا۔

قلندر پاکؒ اکثر خاندان اور خاندان سے باہر حضرت بابا جملے شاہؒ سرکار کی کرامات اور ان کے روحانی فیض کا ذکر کرتے اور فخر سے فرماتے کہ ''میں بابا جملے شاہؒ سرکار کا پوتا ہوں''۔اور جب ڈھڈی تھل تشریف لاتے تو اپنے دادحضور کی قبر مبارک پر حاضری دیتے۔قلندر پاکؒ نے اپنی زندگی میں ہی سیّد منشاء عباس بخاری اور سیّد فرحت عباس بخاری کو مزار کی تعمیر کا حکم دیا اور مزار کا سنگِ بنیاد بھی خود رکھا۔بابا جملے شاہؒ سرکار کے مزار مبارک کی تعمیر قلندر پاکؒ کی زندگی میں ہی مکمل ہوئی۔

قلندر پاکؒ کے ماموں سیّد غلام شبیر شاہ بخاریؒ، جو کہ آپؒ کے سُسر بھی تھے، اپنے اعلیٰ اخلاق،متعدل طبعیت اور روحانیت کی وجہ سے علاقہ میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔

قلندر پاکؒ فرماتے تھے ''کہ میری ساری تربیت میرے ماموں سیّد غلام شبیر شاہ بخاریؒ نے فرمائی اور مجھے اپنے ماموں کی تربیت پر فخر ہے''۔ بابا سیّد غلام شبیر شاہ بخاریؒ کے دو بیٹے تھے سیّد حسن اختر شاہ بخاری اور سیّد سلیم اختر شاہ بخاری جو کہ باباجیؒ کے کزن تھے اور آپس میں ان کا بہت پیار تھا۔ سیّد حسن اختر بخاری کی وفات پر قلندر پاکؒ بہت رنجیدہ ہوئے اور جب آپؒ نے جنازے کو کندھا دیا تو فرمانے لگے حسن اختر بخاری جنّتی ہے۔

ڈھڈی تھل موٹروے بننے سے قبل ایک Remote علاقہ تھا، قلندر پاکؒ نے اسکی پسماندگی کو دور کرنے کیلئے انتھک محنت کی اور سب سے پہلے للّہ ٹاؤن تک رسائی کیلئے ڈیفنس روڈ کا پلان دیا، جو آجکل موٹروے کی شکل میں موجود ہے۔ آپؒ نے اپنے گاؤں اور ملحقہ کچی سڑکوں کو پختہ کروایا اور گاؤں کے غریب لوگوں کی تعلیم کیلئے اسکولوں کی تعمیر کروائی۔ صحت کے حوالے سے ڈسپنسریوں کا قیام بھی عمل میں لائے۔

قارئین کرام! آپ قلندر پاکؒ کے تفکر کا اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپؒ نے اپنے چاہنے والے ڈاکٹروں کو بھی نصیحت فرمائی کہ باباؒ کے پردہ کر جانے کے بعد بھی ڈاکٹر حضرات ہفتہ کا ایک دن گاؤں کی ڈسپنسری پر مریضوں کیلئے وقف کریں۔ چنانچہ گزشتہ 12 سال سے اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے آپکے عقیدتمند ڈاکٹر شہزاد اور ڈاکٹر ارمغان اس تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپؒ گاؤں اور ملحقہ علاقوں کے مسائل کی طرف توجہ دلانے کیلئے مختلف NGOs کو بھی بلاتے اور اپنے علاقے کے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ کڑوے پانی کے مسئلے کو حل کرانے کی کوششیں کرتے۔

قلندر پاکؒ کو اپنی والدہ ماجدہ سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ آپؒ نے فرمایا

"1960ء میں میرے اوپر جذبی کیفیات طاری ہونا شروع ہوئیں لیکن والدہ کی شدتِ محبت کے غلبہ کے سبب آپؒ جلد ہی نارمل ہوگئے"۔ کچھ عرصہ کے بعد جب آپؒ کی والدہ محترمہ خالقِ حقیقی سے جاملیں تو آپؒ بہت اداس رہنے لگے اور کسی کام میں دل نہ لگتا تھا، اسی اثنا میں خاندانی رسم کے مطابق آپؒ کی دستار بندی کا اہتمام کیا گیا۔ آپؒ نے فرمایا"دستار پہنائے جانے کے دوران ہی ایسا لگا جیسے آسمانی بجلی وجود سے آرپار ہوگئی"۔ ہوش جاتا رہا، مصلحتیں ختم ہوگئیں، جذب ومستی جیسے غالب آگئی، جلالی دیوانگی دودھاری تلوار بن گئی۔ اردگرد موجود تمام لوگوں سے جیسے بیگانے ہوگئے، سب ڈر گئے، گھر والوں نے کبھی نہ ایسا دیکھا اور سنا، ہر ایک متفکر ہوا۔ سب یہی سمجھے کہ شاید آپؒ کو کوئی ذہنی عارضہ لاحق ہوگیا ہے۔ سب نے آپؒ کو علاج کیلئے ہسپتال لے جانے کا ارادہ کیا۔ اسی عالمِ دیوانگی میں آپؒ اُچ شریف تشریف لے گئے اور اپنے دادا حضرت سیّد سُرخ پوش بخاریؒ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی بارگاہوں میں دیوانہ وار پھرتے رہے۔

فناء فی اللہ

دینِ اسلام سے وابستہ تمام مسالک کے لوگوں کا ایمان ویقین ہے کہ اسلام کی غرض و غایت حصولِ قرب ہے۔ جس کو قرآنِ مجید میں معیت، قرب، لقاء، رویئت کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ جبکہ احادیث مبارکہ میں قرب، وصل، معرفت وحقیقت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرب کیا ہے؟

اب چونکہ انسانی ذہن زمان ومکان کے مقید ہیں۔ اس لئے قرب اور وصال حق کو مجازی

وصل وقرب سمجھتے ہیں۔ جیسے ایک دوسرے سے گلے ملنا، بیٹھنا اور گفتگو کرنا۔ لیکن اللہ پاک ہمارا ہم جنس نہیں اور جسم، شکل وصورت سے منزہ اور پاک ہے۔ لہٰذا ہماری محدودیت اس قرب، وصل کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اللہ نور ہے اور انسان کی روح بھی نور ہے۔ اب قرب، وصال کا مطلب ہے نورِ روحِ انسان کا نورِ روحِ حق تعالیٰ کے ساتھ قریب ہونا اور اسکے ساتھ واصل ہونا۔ فناء فی اللہ سے بھی یہی مراد ہے کہ نورِ روحِ انسان نورِ روحِ حق تعالیٰ کے ساتھ اسقدر قرب، وصال حاصل ہوجائے کہ اسکے اندر فناء ہوجائے اور خود باقی نہ رہے۔

(اقتباس شرح کشف المحجوب)

اب قلندر پاکؒ حالت فنا کے عالم میں اُچ شریف سے سیہون شریف تشریف لے گئے اور حالتِ دیوانگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

سلطان باھوؒ نے کیا خوب فرمایا۔

مرن تھیں اگے مر گئے باھو

تاں مطلب نوں پایا ھو

مجھے یاد ہے ایک دن آپؒ فرما رہے تھے "بابا تو کب کا مر چکا اب بابے کو کونسی موت آنی ہے، یہ تو خاک اُڑتی پھرتی ہے"۔ دیکھنے میں تو سب کو جسم یا وجود ہی نظر آتا ہے اور ہے بھی لیکن عطائے ربانی کی موج نے ان کا انتخاب کرلیا تھا۔ اب معاشرے کی ظاہری آنکھ تو اس عطا کو نہیں دیکھ سکتی۔

حدیث مبارکہ: میرے اولیاء میری صدری کے نیچے پوشیدہ ہیں اور انکو میرے سوا اور میرے دوستوں کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

اِدھر اہل خانہ پریشان اُدھر باباجیؒ اپنی محویت میں سفر کرتے کرتے لاہور کے بازارِ حُسن پہنچ گئے۔ ہر طرف چیخ و پکار ''کیا ہوگیا ہے اس سیّد کو، خاندان کا نام ڈبو دیا''۔ ذلت کے بازار میں دیوانگی نے نچانا شروع کردیا، سب نے سمجھایا مگر عشق نے عقل کی فولادی دیواروں کو توڑ کر گمنامیوں اور بدنامیوں میں پناہ حاصل کرلی۔ مایوس، گنہگار اور اجڑے لوگوں نے سینے سے لگالیا۔ اب پتہ چلا اندر باہر ایک ہوجائے تو سچ کیا ہے۔ جھوٹ اور منافقت کا پردہ تار تار ہوگیا، ٹوٹے دلوں کا کرب سکون دینے لگا، طنز کے نشتر اپنی حدیں پار کرگئے، سمجھانے والے تھک گئے اور روشنی نے راہ بنالی۔

ملامت

ملامت خلوص و محبت میں بہت موثر اور محبوب چیز ہے۔ اس لئے اہل حقیقت ہمیشہ ملامتِ خلق کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔ خصوصاً بزرگانِ دین نیز خود رسول اللہ ﷺ جو اہل حقیقت کے امام اور عاشقانِ الٰہی کے پیشوا ہیں۔ جب تک آپ ؐ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی سب کے نزدیک نیک نام اور بزرگ مانے جاتے تھے۔ لیکن خلعتِ دوستی (نبوت) کے ظاہر ہوتے ہی لوگوں نے زبانِ ملامت دراز کی اور کسی نے آپ ؐ کو کاہن، کسی نے شاعر اور کسی نے مجنون کہا (نعوذ باللہ)۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''اور وہ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے''۔

حق تعالیٰ کی سنت (دستور) یوں جاری ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کا نام لیتا ہے لوگ اسکے

مخالف ہوجاتے ہیں اور اسکو برا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ انکو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اور یہ اسکی غیرت اور دوستی کا تقاضا ہے کہ اپنے دوستوں کو لوگوں کی نظروں سے غائب رکھتا ہے تاکہ انکے جمالِ حال پر کسی کی نظر نہ پڑے۔ نیز حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو خود اپنا جمالِ حال بھی نہیں دیکھنے دیتا تاکہ مغرور نہ ہو جائیں اور تکبر کی آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ خلقت کو انکے خلاف لگا دیتے ہیں تاکہ اُن پر لوگ ملامت کی زبان دراز کریں۔ نیز حق تعالیٰ نفسِ لوامہ (ملامت کرنے والا ضمیر) کی بھی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ وہ بھی انکی ملامت کرے اور اگر اُن سے کوئی برا کام سرزد ہو تو نفسِ لوامہ خوب ملامت کرے اور اگر ان سے نیکی سرزد ہو جائے تو نفسِ لوامہ یہ ملامت کرتا ہے کہ جو کچھ بھی کیا ہے بہت کم ہے زیادہ کرنا چاہیے تھا۔

(اقتباس شرح کشف المحجوب)

''اسی لئے بزرگوں نے فرمایا تصوف یہ ہے کہ تو ہمیشہ اپنے کئے کو کم اور اللہ کی عطا کو بے انتہا گردانے۔ پس جو شخص برگزیدہ حق ہوتا ہے خلقت اسکو پسند نہیں کرتی اور جو شخص اپنے تن کا غلام ہوتا ہے اسکو حق تعالیٰ پسند نہیں کرتا''۔

اور یوں قلندر پاکؒ کے بازارِ حُسن میں قیام نے انکو بے اختیاری سے ہمکنار کر دیا آپؒ حوالہ رب ہو گئے، یکسوئی نے ہر چیز سے بے نیاز کر دیا جو بچا وہ صرف درد تھا۔ درد ہی تخلیق کار ہے، ممتا ہے، احساس ہے۔ بے غرض، خلوص سے بھرپور ہر وقت ایک ہی آلاپ ''دُکھیوں کے دکھ چھین لو، چہروں پر مسکراہٹیں بکھیرو۔ ایک ہی نقطے میں یکسو ہو جاؤ''۔ عشق کی تعریف بھی یہی ہے ''ماسوائے اللہ کے ہر شے جلا ڈالے''۔ اور ایسا ہی ہوا قلندر پاکؒ عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر ذلت کے بازار میں پناہ گزیں ہوئے اور کا کی غزالہ نذر کے گھر میں آستانہ بنایا۔

قلندر پاکؒ نے کا کیوں کے گائے ہوئے عارفانہ کلام پر توجہ دی تو درد کی ایسی دولت روشن ہوئی جسے آپؒ نے غمزدہ، دکھی، بہکے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کیلئے وقف کر دیا۔ آپؒ بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو آنکھیں بند کر کے بٹھاتے اور عارفانہ کلام سنواتے، جس سے وہ نشے جیسی لعنت اور برائی سے نجات پا جاتے۔ پھر رقص کے شوقین لوگوں کیلئے دھمال پر کام کرنا شروع کر دیا اور قلندر پاکؒ کی بارگاہ میں دھمال کے حُسن کو فلاحِ انسانیت کیلئے استعمال کیا۔ اس انوکھے اندازِ فکر و علاج نے عوامی غیض و غضب اور منفی ردِعمل کو اپنے عروج پر پہنچا دیا۔ تمام اخبارات، رسائل و جرائد نے آپؒ پر بے حد تنقید کی اور آپؒ کو پیر کاکی تاڑ کا خطاب دیا گیا۔ جسے آپؒ نے اپنے سینے پر میڈل سمجھ کر سجا لیا، جبکہ غیر ملکی چینلز نے آپؒ کے اس جرات مندانہ طریقہ علاج کو ریکارڈ کر کے پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ **1997ء** میں اسلام آباد کے مارگلہ ہوٹلز میں لائنز کلب کی طرف سے دھمال کے موضوع پر ایک پروگرام کا انعقاد ہوا، جس میں اس طریقہ علاج کے بارے میں آپؒ نے فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں لائنز کلب کا ممنون ہوں جنہوں نے یہاں تک مجھے اپنا پروگرام پیش کرنے کا موقعہ دیا۔ میں خاص طور پر NNI کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے مجھے پیر کاکی تاڑ کے نام سے نوازا اور اُنکا یہ اعزاز میں نے نشانِ جرات سمجھ کر سینے پر سجا لیا۔ ملامتی فرقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے اِسی نام سے صحافت میں کالم لکھے جو پاکستان کے علاوہ دنیا بھر کے اخباروں میں چھپے۔ مجھے یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ اتنے بدنامِ زمانہ ہونے کے باوجود صحافت نے مجھے دل کھول کر چھاپہ اور میں اِسکے لئے ضیا شاہد اور خوشنود علی خان کا مشکور ہوں کہ مجھے پیر کاکی تاڑ کے کالم سے پوری دنیا میں متعارف کرایا، یہ انکی جرات رندانہ

ہے۔میں ایک اتفاقی حادثے سے موسیقی سے متعارف ہوا اور موسیقی کے متعلق علماء کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ موسیقی اور رقص اسلام میں حرام ہے جسکا میں شدت سے قائل ہوں۔یہ میری بدقسمتی ہے کہ امت مسلمہ اس غیر اسلامی چیز کو اپنا چکی ہے۔مغربی اور مشرقی تہذیب، موسیقی اور رقص کے ذریعے بے راہ روی پیدا کررہی ہے اسکو قبول کرلیا گیا ہے۔ میں بھی ایک قوت کو اجاگر کرنے کی کوشش کررہا ہوں کہ اس موسیقی کے ذریعے خیر اور انسانیت کا کام لیا جائے۔یہ سسٹم پوری دنیا میں مروّج ہے اور پاکستان میں پہلی بار کررہا ہوں جسکی وجہ سے میری شدت سے مخالفت کی گئی۔میں اپنے ناقدین اور اس علم سے آگاہ لوگوں سے اپیل کروں گا کہ تنقید چاہے جتنی مرضی آئے کریں اگر اس میں کوئی مثبت پہلو ہے تو اس پر بھی توجہ دیں۔کوئی بات بری نہیں ہے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ موسیقی کے ذریعے روحانی طور پر علاج ہوسکتا ہے لاعلاج امراض کا علاج ہوسکتا ہے تو اس پہ ریسرچ کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔میں موسیقی کی مختلف کیسٹ سے امراض کا علاج کررہا ہوں، لاہور اور اسلام آباد میں خاصے کامیاب تجربے ہوئے ہیں۔Radiation کیا ہے؟ موسیقی کیا ہے؟ میرے نقطہ نظر سے موسیقی ایک درد ہے جو گانے والے کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔اسکا نہ کوئی شاعری سے تعلق ہے نہ شکل سے تعلق ہے، نہ کچھ سننے سے تعلق ہے۔اسکو وہی قبول کرے گا جو اندھا ہو گا، بہرہ ہوگا، پوری Concentration کرے گا تو اسکی اور گانے والے کی Frequency ایک ہوگئی تو اسے فائدہ پہنچ جائے گا۔تجربے کررہا ہوں اور مجھے کامیابی ہوئی ہے۔مجھے پتہ چلا ہے کہ اس سلسلے میں اور بھی لوگ موسیقی پر اپنے اپنے دعوے کررہے ہیں کہ ہم اس طریقہ علاج سے امراض کا علاج کریں گے۔میرے لئے یہ خوشخبری ہے کہ کم ازکم کچھ لوگ آگے تو آرہے

ہیں۔ میں تو دکھی انسانیت کے علاج پر ریسرچ کر رہا ہوں اور لوگوں نے مجھے پیر بنا دیا۔ بڑے لوگ اگر بڑے ہوٹلوں میں موسیقی اور رقص کے فنکشن کروائیں تو وہ ثقافت ہے اور اگر بابا یہ کام کرے تو پیر کا کی تاڑ ہے۔ ہاں میں تو کنجریوں کا پیر ہوں کم از کم درد کی دولت سے آشنا تو ہوں''۔

حضرت سیدنا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''درحقیقت ملامت کی محبت سے بہتر کوئی محبت نہیں، اس وجہ سے دوست کی ملامت کا دوست کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور دوست کو رضائے دوست کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی اور اغیار کی باتوں کا اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا''۔ کسی نے خوب کہا ہے ''اے **دوست تیری محبت میں میں نے ملامت جیسی لذیذ چیز کوئی نہیں دیکھی کیونکہ ملامت عاشقوں کا باغ ہے، محبوب کی خوشبو، مشتاقوں کی راحت اور مریدوں کے دل کا سرور ہے''۔** اور ساری کائنات میں صرف یہی ایک گروہِ عاشقان (ملامتیہ) ہے جو سلامتی دل کیلئے ملامت کیلئے کوشاں ہے۔ نہ دوسرے مقربین، نہ جن نہ ملائک کو یہ درجہ حاصل ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں جو عابد، زاہد، راغب اور طلب حق ہو گزرے ہیں انکو یہ مرتبہ حاصل نہ تھا اور امت سید انبیاء ﷺ کے صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو سالکان انقطاع دل ہیں (یعنی دنیا کی محبت سے پاک ہے)۔ یاد رکھیئے! **جن بزرگوں کو مجاہدہ کے ذریعے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے انکو سالک مجذوب کہا جاتا ہے اور جسے پہلے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ مجذوب سالک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لہذا قلندر پاکؒ مجذوب سالک ہیں اور آپؒ نے ملامت کو اختیار کر کے سلامتی کو ترک کیا۔** کسی کی بھی تنقید یا ملامت آپؒ کے تسلسل کو نہ روک سکی اور آپؒ دکھی انسانیت کیلئے

شب و روز کوشاں رہے۔آپؒ فرمایا کرتے بیماری صرف جسمانی نہیں بلکہ ذہنی، نفسیاتی امراض اور روحانی الجھنوں کا بھی علاج کرنا ہے۔لوگ صرف حواس خمسہ کی بات کرتے ہیں اور لطائف ستّہ یعنی روح کے لطائف کی کسی کو خبر نہیں۔ مادی دنیا کی دوڑ میں انسان اپنا سکون کھو بیٹھتا ہے اور جب جسم و روح میں ہم آہنگی کا فقدان ہو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ چونکہ صرف جسمانی ضروریات کو ہی پورا کرنا مقصود نہیں بلکہ روحانی تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہے۔لہذا روح اور جسم میں ایک Sync بہت ضروری ہے۔ آپؒ لوگوں کو آنکھیں بند کرا کر بٹھا دیتے اور یہ فرماتے اپنی دھڑکن کو سنو اور عارفانہ کلام کو دل کے کانوں سے سنو اور جان لو تم اللہ کے روبرو ہو۔ جب لوگ ایسا کرتے تو روح جو ایک Driving Force ہے، مادی سوچ کے قطع ہونے کے سبب Energise ہو جاتی اور آنکھیں کھلنے پر لوگ پُرسکون نظر آتے ۔ چند لمحے منفی سوچوں سے منقطع ہو کر انسان کس قدر پرسکون ہو جاتا ہے اس بات کا اظہار و اقرار ان تمام لوگوں نے کیا جو اس شہنشاہ ملامت سے ملے۔

بے انتہا مخالفت کے باوجود آپؒ نے میوزک تھراپی اور دھمال تھراپی کو جاری رکھا۔آپؒ کا مستقل قیام لاہور میں بھاٹی گیٹ کے قریب کوچہ شاہ عنائیت بسم اللہ سٹریٹ میں تھا۔ وہاں سے آپؒ پیدل آستانہ جاتے اور اپنی فکر کو لیکر تمام قسم کے لوگوں کے پاس چل کر جاتے اور ہمیشہ آپؒ کے چہرے پر مسکراہٹ رہتی۔آپؒ نے ایک وزٹنگ کارڈ بھی بنوا رکھا تھا جس پر لکھا تھا۔

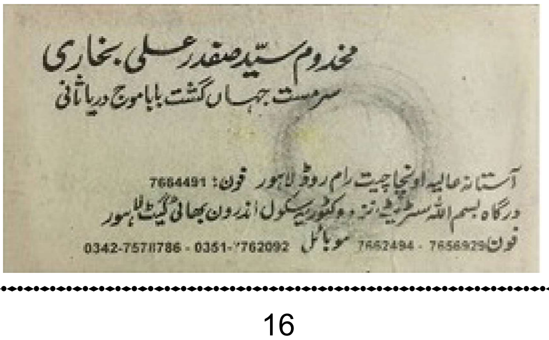
مخدوم سیّد صفدر علی بخاری
سرمست جہاں گشت باباموج دریا ثانی
آستانہ عالیہ اونچا چیت رام روڈ لاہور فون: 7684491
درگاہ بسم اللہ سٹریٹ نزد وکٹوریہ سکول اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
فون 7656929 - 7662494 موبائل 0351-7762092 - 0342-7578786

جب آپؒ نے اخباروں میں کالم لکھنے شروع کیئے تو پھر آپ نے یہ وزٹنگ کارڈ بنوایا:

قارئین کرام! ذرا سوچیں کہ ملامت کے جہاں میں رہنے والا مخلوقِ خدا کو کیا حسین درس دے رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے پیچھے بھی بیان کیا کہ اللہ کے دوست اپنے قرب اور محبت کے سبب اسکی ہیبت اور عظمت کے آگے اپنی خلعتِ دوستی کے باوجود صرف اللہ ہی کا ذکر کرتے ہیں، وہی سب کچھ جاننے والا، عطا کرنے والا ہے۔ مادہ کے پیچھے بھاگنے کے سبب انسان حجابِ غین (تاریکی) اور حجابِ رین (زنگ) کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ کے ہونے کا احساس ہی اسے تاریکی سے نکال سکتا ہے۔ حجاب رین (زنگ) کے شکار تو کُفّار ہی ہوتے ہیں، لہٰذا تھوڑی سی توجہ اور یکسوئی سے دھڑکن کے اندر اس ذات عظیم کا احساس حجاب غین کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔

آپؒ جہاں گشت کے سبب ملک کے طول وعرض میں پھرتے اور لوگوں سے ملتے اور یوں ایک دن آپؒ پی ٹی وی اسلام آباد سینٹر پر تشریف لائے اور یہاں میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی۔

راقم الحروف کا تعارف

میرا نام سیّد شاکر عُزیر ہے۔ میں 1956ء میں باغ منشی لدھا کچا راوی روڈ لاہور میں پیدا ہوا۔ میرے گھر سے بالکل قریب قلندر بابا چھتری والی سرکارؒ کا ڈیرہ تھا۔ آپؒ برلبِ سڑک بڈھے دریا کے کنارے پر ایک چھتری کے نیچے قیام گزیں تھے۔

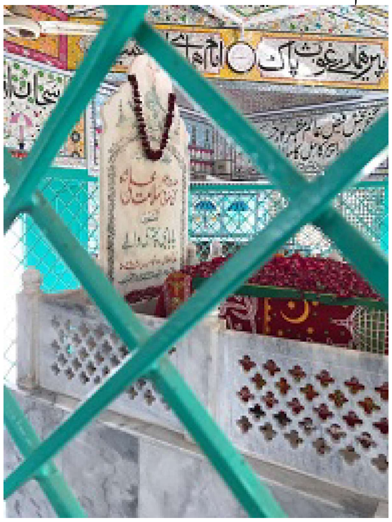

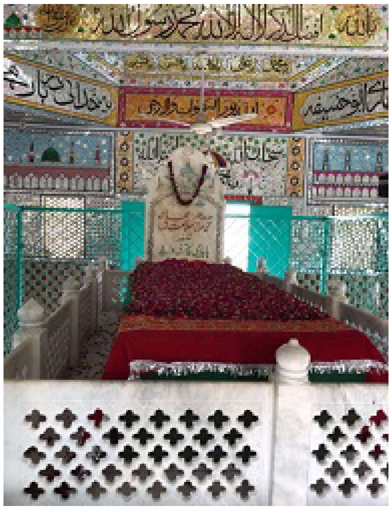

چھوٹی عمر میں میرا اکثر وہاں سے گزر ہوتا تو انکو ہمیشہ ایک کمبل میں لپٹا پاتا۔ میرے والدِ بزرگوار ایک تاجر تھے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے فارغ التحصیل تھے۔ انہوں نے بچوں کی تعلیم اور تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ میرے بڑے بھائی سیّد فضل کمال پی ٹی وی کے بانی لوگوں میں سے تھے۔ پاکستان میں ٹیلی ویژن کی ابتدا نومبر 1964ء میں ہوئی۔ ابھی میری عمر آٹھ برس کی تھی کہ والدہ محترمہ خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ والد صاحب نے گھر کے قریب ہی قبرستان میں انکی تدفین کے بعد انکا مزار بھی بنوایا اور قبرستان سے ملحقہ زمین خرید کر والدہ کے نام پر ایک مسجد بنوائی جو آج بھی شمیم مسجد کے نام سے موجود ہے۔ اُس مسجد میں اسلامی کتب کی ایک لائبریری بھی بنوائی اور ہم بھائیوں کو حکم دیا کہ نماز کیلیئے اُسی مسجد میں جایا کریں۔ اُس مسجد کی

لائبریری سے میں نے چھوٹی عمر میں صحیح بخاری شریف کی جلدیں اپنے نام ایشو کروالیں اور کم سنی کے باوجود انکا مطالعہ بھی کیا اور گاہے بگاہے والد صاحب سے آگہی کیلئے مدد بھی لی۔ والدصاحب مرحوم ہر روز شام کو ہم بچوں کو اکٹھا کر کے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے اور ہمیں تاکید کرتے کہ ہم سب جب بھی فارغ ہوں اپنی انگلیوں پر ہی یہ دعا پڑھا کریں **اللھم رب زدنی علما** ''اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما''۔ یوں گھر میں اسلامی اقدار کی تقلید نے ہم سب کی سوچ پر گہرے اثرات مرتب کیئے۔ والدِ بزرگوار جب بھی اولیاء کرام کا تذکرہ کرتے تو انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔ بالخصوص اپنے پڑدادا، جو ایک مست فقیر ہوئے (حضرت شاہ نقاب دارؒ)، کا ذکر بہت تفصیل سے کرتے۔ اس ذکرِ محبت نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا اور ہم اکثر حضرت سیّدنا علی الھجویریؒ اور حضرت سیّد پیر مکیؒ کے مزارات پر جاتے۔ اسی اثنا میں مسجد ہی سے ایک دن حضرت داتا علی ہجویریؒ کی کتاب کشف المحجوب ہاتھ آئی جسے میں گھر لے آیا اور پڑھنے کی کوشش کی۔ کم عمری کے باعث کوئی بات سمجھ تو نہ آئی لیکن کتاب میں موجود اولیاء اللہ کی کراماتی روایات نے خوب مزہ دیا۔ ایک دن جب حضرت بشر حافیؒ کی توبہ کا یہ واقعہ پڑھا: ''ایک دن آپؒ نشے میں مست ہو کر گھر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ آپؒ نے اسے عزت سے اُٹھایا اور عطر لگا کر پاک جگہ رکھ دیا، اسی رات خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور فرمان ہوا 'اے بشر تو نے میرے نام کو معطر کیا میری عزت کی قسم میں نے بھی تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں معطر کیا۔ جو کوئی تیرا نام سُنے گا اس کا دماغ معطر ہوجائیگا۔' جب خواب سے بیدار ہوئے تو فوراً توبہ کی اور طریقت کا راستہ اختیار کیا۔'' آپؒ مجاہدات میں شانِ عظیم اور بُرہانِ کبیر

رکھتے تھے اور طریقت میں آپؒ کا مقام بہت بلند ہے۔ اور محبت الٰہی میں اُنکا حُسن ملاحظہ فرمایئے، جب توبہ کرلی تو پھر کبھی جُوتی نہ پہنی۔ کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا ''زمین فرشِ خداوندی ہے میں نہیں چاہتا کہ اللہ اور میرے درمیان کوئی بھی حجاب ہو''۔ حضرت امام حنبلؒ سے جب محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، ''حضرت بشر حافیؒ سے پوچھو جب تک وہ زندہ ہیں میں جواب نہیں دے سکتا''۔ آپکے اس واقعہ نے میرے دل پر گہرے اثرات مرتب کیئے اور میں اس واقعہ کو دن میں کئی بار پڑھتا۔ یہ ان دنوں کی بات تھی جب حضرت داتا علی الہجویریؒ کا عُرس مبارک ہو رہا تھا۔ میری سمجھ میں اور کوئی بات تو نہ آئی بس عُرس کے سلسلے میں سجے ہوئے بازار کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے مٹی کی بنی ہوئی دو پلیٹیں جن میں ایک پر اللہ اور دوسری پر یا محمد ﷺ لکھا تھا خرید لیں اور ایک عطر کی بھی شیشی خریدی۔ گھر آ کر پلیٹیں کمرے میں دیوار پر آویزاں کیں اور دن رات اُن پر خوشبو لگانے لگا۔ میری یہ عادت اس لڑکپن سے لیکر قلندر محترمؒ سے ملاقات تک جاری رہی۔ میں اس معاملے سے تو بالکل بے خبر تھا کہ حضرت بشر حافیؒ کو تو مشاہدہ حق حاصل ہوا اور آپؒ منصبِ ولایت پر فائز ہوئے اور میں نے صرف نقل کی لیکن اس نقل کی رحمت سے میری ملاقات اُس وقت کے ایک بزرگ حضرت سیّد احمد شاہ صاحب ابوالبرکاتؒ سے ہوگئی۔ انہوں نے مجھے اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرلیا۔ یہ سلسلہ اشرفیہ قادریہ برکاتیہ تھا۔ ہر جمعرات کو ختمِ غوثیہ آپؒ کے آستانہ عالیہ پر ہوتا اور میں اس میں شرکت کیلئے ضرور کوشش کرتا، کیونکہ ہمارے والد صاحب نے مغرب کے بعد گھر سے باہر نکلنے پر پابندی لگا رکھی تھی۔ میں بعد دوپہر اکثر پینٹ شرٹ میں سرکارؒ سے ملنے جاتا تو آپکو حالتِ یکسوئی اور استغراق میں ہی پاتا۔ اکثر دو یا اڑھائی گھنٹوں بعد جیسے آپؒ کا سانس بحال ہوتا اور

آپؒ کے منہ سے یہی نکلتا "**اللہ ربی رفیق الاعلیٰ**" پھر میری طرف مسکرا کر دیکھتے حال چال پوچھتے اور دوبارہ اسی یکسوئی میں چلے جاتے۔ 1974ء میں مجھے ادارہ ثقافتِ پاکستان کی ملازمت اسلام آباد لے آئی اور میرا رابطہ ان سے منقطع ہو گیا۔ میں نے ایک خط بھی آپؒ کی طرف ارسال کیا جسکا بہت ہی خوبصورت جواب میرے لئے زندگی کی دعا بن گیا۔ سیّد ابو البرکاتؒ احمد رضا بریلویؒ کی خلافت کے علاوہ 7 سلسلوں کی خلافت کے امین تھے۔ آپؒ ایک عاشق رسول ﷺ تھے اور آپؒ نے اپنے تمام عقیدت مندوں کے دلوں میں محبت سیّد الانبیاؐ کو ہی روشن کیا۔ آپؒ کے بہت سارے خلفاء آپؒ کی دی ہوئی تعلیمات کی ترویج میں مصروف عمل ہیں۔ آپؒ 1977ء میں پردہ فرما گئے (اللہ آپکے درجات بلند فرمائے) آمین۔

یہ وہی سال ہے جب میرے والد بزرگوار نے بھی پردہ فرمایا۔ اب طبیعت کی بے چینی بڑھنے لگی تو کوئی صاحب مجھے حضرت بری امام سرکارؒ کی بارگاہ میں لے گئے۔ وہاں جا کر طبیعت نے قرار پکڑا لیکن ہر قسم کی فقیری کے اسلوب اور فقر کی بے پایاں لطافتوں سے عاری تھا۔ بس جانا، فاتحہ پڑھنی اور دیگ بنوا کر بانٹ آنی۔ 1978ء میں میری شادی ہوگئی اور 1981ء میں میرے گھر بیٹے کی ولادت ہوئی، اسکا نام سیّد محمد شازیل رکھا۔ میری بیگم ایک آرٹسٹ اور لکھاری تھیں اور آگے چل کر قلندر پاکؒ جیسے ملامتی فقیر کے ساتھ چلنے میں بہت مدد کی۔ ہر قسم کی سماجی مخالفت کے باوجود میرا ساتھ دیا اور قلندر پاکؒ سے بہت محبت کی۔ رفتہ رفتہ اہل جذب کی صحبت نے رنگ جمانا شروع کر دیا اور میں نے ٹیلی ویژن کی ملازمت کے دوران بحیثیت پروڈیوسر جتنی ڈرامہ سیریل کیں ان سب میں قلندر پاک بریؒ کا تذکرہ ضرور کیا۔ بالخصوص ڈرامہ سیریل آغوش جس میں آپؒ سرکار کے حُسن نے اس ڈرامہ سیریل کو بہت مقبول کیا۔ اللہ

پاک نے مجھے ٹیلی ویژن میں بحیثیت پروڈیوسر بہت شہرت دی۔ وقت گزرتا گیا اب میرے دل میں عجب عجب سوالات جنم لینے لگے۔ جیسے قلندر پاک بری ؒ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، سامنے آئیے، فقیر کیا ہوتا ہے؟ یہ قلندرؒ کسے کہتے ہیں؟ محبت کا تعلق اور عقیدت اپنی جگہ لیکن حقیقت کیا ہے؟

ایک دن میں حضرت قلندر پاک بری سرکارؒ کے والدِ بزرگوار، والدہ محترمہ اور بہن کے مزارات پر بہت دیر بیٹھا رہا اور میرے انجانے میں آنسو بہتے رہے اور اسی عالم میں بارگاہِ قلندر بریؒ پہنچا اور وہاں بھی صرف بیٹھا رہا پھر اچانک جیسے آنکھیں بند کیں تو مجھے اپنے اندر سے ایک ہی آواز آنے لگی ''ایک دن میں تجھے ضرور ملوں گا، پھر تجھے ہر بات کا جواب ملے گا'' میں جیسے ڈر گیا۔ میرے کانوں میں یہ آواز ایک بازگشت کی طرح سنائی دینے لگی اور پھر وہ دن بھی آ گیا جب میں دفتر میں اپنے کمرے میں موجود تھا اور قلندر پاک کا کیاں والی سرکارؒ تشریف لائے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمام واقعات کے باوجود میں ایک دنیاوی گندگی کا شکار تھا اور دنیا کی محبت نے مجھے الجھا رکھا تھا۔ قول اور فعل کا تضاد نفسی پیروی کا آئینہ دار تھا اور نفس کی پہچان کیلئے ایک صاحب نظر کی ضرورت تھی تا کہ تاریکی کا حجاب دور ہو سکے اور اختیار کا فرعون دم توڑ جائے۔

شہنشاہِ جذب و مستی سے ملاقات

ایک تخلیقی پروڈیوسر کی حیثیت سے مجھے دفتر کی طرف سے سماع کی پروڈکشن میں جدت پسندی اور خوبصورت Presentation کی ذمہ داری ملی تھی۔ اور میں اسی سلسلے میں رتہ ھوتر میں موجود ایک مزار کے باہر سماع کی ریکارڈنگ کے سلسلے میں مزار کے گدی نشین اور دیگر لوگوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھا تو آپ قلندر پاکؒ میرے دفتر میں داخل ہوئے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بیٹھے پھر میری مصروفیت دیکھ کر باہر چلے گئے اور دروازہ پر 3 بار دستک دی اور سیّد کہہ کر پکارا میں نے آواز دی ''آپ اندر تشریف لے آئیں''۔ پھر اسی اثناء سب کو رخصت کیا، قلندر پاکؒ کو بٹھایا اور صرف حال ہی پوچھا تھا کہ آپؒ کے کلام کی رفتار نے جیسے چند لمحوں میں ایک سکوت طاری کر دیا۔ اور مجھے درو دیوار سے وہی آواز آنے لگی ''میں نے تجھ سے کہا تھا ایک دن ضرور ملوں گا یہ روشنی کا سفر ہے کبھی اسکا نام سہون سرکارؒ اور کبھی بابا فریدؒ کبھی سیّدنا علی الہجویریؒ کبھی بری سرکارؒ''۔ میں جیسے گم ہو گیا تھا کہ قلندر پاکؒ نے اپنے ساتھ آنے والے راجہ ماجد صاحب سے کارڈ لیکر میرے آگے رکھ دیا اور فرمایا ''میں ملامتی آں''۔ کشف المحجوب کے مطالعہ نے میری حسِ تجسس کو جیسے چھیڑا میں نے کہا ''بابا اگر آپ ملامتی ہیں تو یہ کارڈ کیوں چھپوا رکھا ہے''۔ آپؒ نے فرمایا ''اندھوں کیلئے ہے تیرے لئے نہیں''۔ پھر آپؒ اُٹھ کر جانے لگے تو کمرے میں موجود ایک آرٹسٹ کو دیکھا اور بولے ''سیّد بابا اسکو آدھا گلاس پانی دو'' میں نے جلدی سے آدھا گلاس پانی اسے دیا پھر فرمایا ''آنکھیں بند کرو تین بار دل میں اللہ کہو اور بند آنکھوں سے 3 گھونٹ میں پی لو''۔ اس نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا ''آنکھیں کھول دو، پانی کا

ذائقہ کیسا تھا''؟ میں نے جیسے کلاس روم کے بچے کی طرح ہاتھ کھڑا کیا ''میں بتاؤں بابا''۔ آپؒ بولے ''نہیں اسے ہی بتانے دو'' وہ فنکار جیسے کہیں کھو گیا ہو۔آواز نے جیسے اسکا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔گلاب کی خوشبو تو اسکے پانی پینے کے دوران ہی کمرے میں پھیل گئی تھی، مجھ سے رُکا نہ گیا اور میں بول اُٹھا، ''بابا ذائقہ گلاب کی خوشبو ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے''۔

آپؒ جیسے حالت دیوانگی کے عالم میں مسکرائے ''بے شک گلاب کی خوشبو پسینہ سیّدالانبیاء ﷺ کی خوشبو ہے''۔اور آپؒ ہنستے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔اُنکے کے جانے کے بعد جیسے ایک عجیب سی حالت ہو گئی۔اب اس فنکار نے سکوت توڑا اور بولا یہ کون تھے؟ میں نے کہا ''میں نے ملامتیوں کے بارے میں پڑھ تو رکھا تھا لیکن آج دیکھا پہلی بار ہے''۔اُس فنکار کی رائے مختلف تھی اور بحث کا ایک سلسلہ چل نکلا، میں نے بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا ''اگر وہ بابا سچے ہیں تو دوبارہ یہاں ضرور تشریف لائیں گے''۔ابھی ان الفاظ کی بازگشت بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دروازہ کھلا ''لو بابا پھر آ گیا'' اور آپؒ کرسی پر بیٹھ گئے۔میں نے اُنکو چائے پلائی، کمرے میں آنے والوں کا عجب تانتا بندھا رہا اور میں بھی حیران رہ گیا کہ 1 بجے دوپہر سے لیکر رات 9 بجے تک باباؒ نے وہاں قیام کیا اور مقناطیسی قوت ہر دُکھی اور مصیبت زدہ کو وہاں کھینچتی رہی۔دفتر کا کمرہ ایسے لگ رہا تھا جیسے فقیر کا آستانہ، جو آیا بیٹھ گیا، کرسیاں ختم ہو گئیں، خواتین فنکارائیں تو کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور مرد فنکار گھنٹوں کھڑے رہے۔حالانکہ فنکار صرف اپنے کام اور ضرورت سے پروڈیوسروں کے کمروں میں جاتے ہیں وہ بھی جب کسی نے ڈرامہ یا موسیقی کے پروگرام ریکارڈ کرانے ہوں۔آج ان سب کو کیا ہو گیا تھا، کمرے میں صرف قلندر پاکؒ ہی کی آواز گونج رہی تھی۔وقت جیسے تھم گیا تھا، یا یوں کہیے کہ ہم وقت کی قید سے

آزاد ہو گئے تھے۔ایک ہی وقت میں سب کے اندر موجود سوالوں کے جواب دے رہے تھے۔ ہر ایک جیسے فکروں کے بوجھ سے آزاد ہو کر صرف آپؒ ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔روشنی کی قوت کے سامنے جیسے سب مبہوت ہو گئے تھے۔ پھر جب قلندر پاکؒ اُٹھے تو میں نے غور کیا کہ تقریباً 8 گھنٹے گزر چکے تھے سب کھڑے ہو گئے، آپؒ کمرے سے باہر نکلے تو میں پیچھے پیچھے تھا۔آپؒ اپنی موجِ بیکراں کے ساتھ ایک **Zig Zag** کی طرح جیسے ہوا میں تیر رہے ہوں اور اللہ پاک کی حمد وثنا کر رہے تھے۔کسی میں ہمت نہ تھی کہ آپؒ کے قریب ہوتا۔اتنے میں ہم بلڈنگ سے باہر آ گئے، آپؒ جب گاڑی میں بیٹھنے لگے تو ایک دفعہ رک کے میری طرف گھومے گلے ملے اور فرمایا ''**سیّد بابا پھر ملاقات ہو گی**''۔آپؒ مسکراتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے اور ہاتھ ہلاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔انکے جانے کے بعد ایسے لگا کہ جیسے ہر چیز بے معنی ہو گئی ہو۔اللہ کے دوست سے تو ملاقات کا ایک لمحہ ہی گوہرِ نایاب ہوتا ہے، آپؒ نے تو ہمیں اتنے قیمتی لمحات عطا کئے۔قلندر پاکؒ کی 8 گھنٹے کے قیام میں کیف و مستی کا رنگ دیکھ کر حضرت ابو بکر شبلیؒ کا فرمان یاد آ گیا ''صوفی دونوں جہانوں میں سوائے حق تعالیٰ کہ کچھ نہیں دیکھتا''۔

''**وکونو مع الصادقین**'' **اور صادقین کی صحبت اختیار کرو۔**

انسان جتنا بھی پڑھا لکھا ہو، کتنا ہی عبادت گزار ہو، اگر ربِ رحمٰن و عظیم کی توفیق عطا نہ ہو تو کبھی پہلو ہمیں تقوے کے تکبر کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے۔عشق کا تو ہم نے سن رکھا تھا۔ابھی تو صرف ابتدا تھی۔ایسے ہی لگا جیسے سورج کے آگے ہم چراغ کی طرح تھے اور چراغ کی روشنی تو سورج کی روشنی کے آگے فنا ہی ہو جاتی ہے۔نفس کی تقلید کے باعث علم و عقل کا جہاں کسی صاحبِ عشق کو کیوں مانے، ہاں انسان اپنے دکھوں، تکلیفوں، الجھنوں کے حل کیلئے چھو منتر کا

تابع ضرور رہتا ہے۔سنی سنائی باتیں ہمیں نفس کی پراگندگی میں الجھا کر سچ سے بہت دور لے جاتی ہیں۔نفس کا تو کام ہی حق کی مخالفت کرنا ہے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بغیر مجاہدہ کے انسان اپنے نفس کو سدھار لے۔ جو لوگ آپؒ سے اس دن میرے دفتر میں ملے اُنہیں ایک دن بعد جیسے نفس نے مخالفت اور بے جا تنقید میں پھنسا دیا۔ مجھے سب کی باتیں تنگ کرنے لگیں تو پہلا سبق جو مجھے ملا کہ کسی کی دل آزاری نہیں کرنی، اپنے نفس کی مخالفت کرو، فرعون مت بنو، لوگوں کی مخالفت نہ کرو اور اچھا خیال ہی نجات ہے۔

نفس کی حقیقت

ریاضت اور مجاہدات کا مقصد نفس کے زور کو کم کرنا ہے۔لیکن بات یہ ہے کہ جب تک نفس کی حقیقت معلوم نہ ہو مجاہدات سودمند ثابت نہیں ہوتے۔یاد رہے کہ لغت کے اعتبار سے نفس سے مراد کسی چیز کا وجود یا حقیقت یا ذات ہے لیکن اصطلاحِ عام میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً ایک گروہ کے مطابق نفس کا مطلب ہے ''روح'' دوسرا گروہ اس کو ''مودّت'' کا نام دیتا ہے۔ایک اور گروہ اس سے ''جسم'' اور ایک گروہ اس سے ''خون'' مراد لیتا ہے۔لیکن محققین ان تمام معنوں کی نفی کرتے ہیں۔انکے نزدیک نفس سے مراد ''منبع شر'' اور ''برائی کا مادہ'' ہے۔ لیکن اس میں بھی دو خیال ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ نفس عین جسم ہے دوسرا کہتا ہے کہ یہ نفس کی صفت ہے جیسے جان، لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نفس تمام ادنیٰ اور خبیث افعال کا منبع ہے۔ان افعال کی بھی دو قسمیں ہیں اول ''گناہ'' دوم گرے ہوئے

اخلاق مثلاً تکبر، حسد، بخل، غصہ اور کینہ وغیرہ۔ غرضیکہ تمام وہ کام جو شرع اور عقل کی رو سے ممنوع و مذموم ہیں۔ چنانچہ ریاضت کے ذریعے ان بُرے اخلاق کو دور کیا جا سکتا ہے مثلاً گناہ کا علاج توبہ کے ذریعے، لیکن بُرے اخلاق (مثلاً تکبر و حسد) جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں انکا علاج ظاہری ریاضت سے ہوتا ہے اور گناہ کے کام جو ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں انکا علاج توبہ سے ہوتا ہے جو باطنی چیز ہے (یعنی توبہ دل سے کی جاتی ہے)۔ نیز نفس اور روح دونوں جسم کے اندر لطیف چیزیں ہیں جیسے ملائک، شیطان، جنت، دوزخ وغیرہ، لیکن نفس محلِ شر ہے اور روح محلِ خیر ہے جیسے آنکھ محلِ بصارت اور کان محلِ سماعت۔ پس تمام مجاہدات و عبادات کا مقصد و مدعا مخالفتِ نفس ہے اور مخالفتِ نفس کے بغیر انسان کی حق تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں۔ اس لئے نفس کی موافقت میں انسان کی ہلاکت اور مخالفت میں نجات۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نفس کی مخالفت کا حکم دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے ترجمہ ''جس نے نفس کی مخالفت کی اس کا ٹھکانہ جنت ہے''۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے ''جب اللہ تعالیٰ کسی کو بچاتا ہے تو اسکو اپنے نفس کی برائی سے آگاہ کر دیتا ہے'' پھر فرمایا ''جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا''۔ یعنی جس نے اپنے نفس کو فنائیت سے پہچانا اس نے اپنے رب کو بقائیت سے پہچانا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''جس نے اپنے نفس کی ذلت کو پہچانا اس نے اپنے رب کی عزت کو پہچانا''۔ یہ بھی کہا گیا ہے ''جس نے اپنے نفس کو عبودیت سے پہچانا اس نے اپنے رب کو ربوبیت سے پہچانا''۔ روایات میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا ''اے داؤد نفس کی مخالفت کرو کیونکہ میری محبت نفس کی مخالفت میں پوشیدہ ہے''۔

(اقتباس از کشف المحجوب)

شہنشاہِ ولایت و معرفت حضرت سیّد علی الجویریؒ پر لاکھوں سلام۔ آپؒ کی ولایت کے حُسن کا تسلسل آج بھی بھٹکے ہوئے لوگوں کیلئے رہبری کا نایاب تحفہ ہے۔

جی بات ہو رہی تھی قلندر پاکؒ سے پہلی ملاقات کی۔ اسوقت صبح کے 4 بجے ہیں اور اسی دوران قلندر پاکؒ کی ایک چاہنے والی کا کی Hilda (جو چیکوسلوا کیہ کے شہر پرّاگ میں رہائش پذیر ہے) نے مجھے نفس کی الجھن کے حوالے سے SMS کیا ہے، جس نے مجھے پہلی ملاقات کے دوران قلندر پاکؒ کی ایک فکر کو یاد کرا دیا۔ آپؒ نے فرمایا ''شہد کی مکھی ہمیشہ پھلوں اور پھولوں پر بیٹھتی ہے اور شہد اکٹھا کرتی ہے جسے اللہ پاک نے شفاء قرار دیا ہے۔ جبکہ گندگی کی مکھی ہمیشہ گندگی پر ہی بیٹھتی ہے اور گندگی ہی پھیلاتی ہے اور جب وہ شہد پر بیٹھتی ہے تو اسکی ٹانگیں شہد میں پھنس جاتی ہیں اور اسکی موت واقع ہو جاتی ہے''۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاکیزہ نے ہر تخلیق کو اپنی مرضی اور مقصد کیلئے پیدا فرمایا، فرمان نبی ﷺ ''ہر شخص کسی نہ کسی کام کیلئے تخلیق ہوا ہے اور جس کام کیلئے خلق ہوا ہے وہ کام اسکے لئے آسان کر دیا گیا ہے''۔

ہمیں کس کام کیلئے خلق کیا، ارشاد باری تعالیٰ: **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ ترجمہ: ''ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت یعنی معرفت کیلئے پیدا کیا''۔ پھر جس عبادت و معرفت کیلئے پیدا فرمایا اسے اپنی ہدایت کاملہ کے صدقے آسان بنایا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا: ''نیز آپ کے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور (انگور وغیرہ کی) بیل میں اپنا گھر (چھتا) بنا پھر ہر قسم کے میوں سے اس کا رس چوس اور اپنے پروردگار کی ہموار کردہ راہوں پر چلتی رہ۔ ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے۔ یقیناً اس میں ایک

نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں'' (سورۃ النحل)۔

شہد کی مکھی کی طرف وحی کرنے سے مراد فطری اشارہ یا تعلیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کی جبلت میں ودیعت کر رکھی ہے۔ جیسے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے تاکہ وہاں سے اپنے لئے غذا حاصل کر سکے حالانکہ اس وقت اسے کسی بات کی سمجھ نہیں ہوتی۔ یہ اسی فطری وحی کا اثر ہے کہ شہد کی مکھی اپنے لئے چھتّا بناتی ہے جسے دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ماہر انجینیر نے اس کی ڈیزائننگ کی ہے۔ اور جیسا کہ قرآن پاک نے غور وفکر کی دعوت دی ہے تو جن وانس کو مقصودِ تخلیق پر غور کرنے کیلئے شعور کی نعمتِ عظمیٰ بھی عطا فرمائی اور اپنی قدرتِ کاملہ کی مثالوں سے شعور کو تقویت بھی دی۔ اللہ عزوجل نے وحی مبارک کی صورت میں ہماری تخلیق کے حُسن کو احسن تقویم قرار دیا، اگر پھر بھی ہم اس رحمت سے بے بہرہ ہیں تو قصور ہمارا ہی ہے۔ ہر فرد کو اپنی رحمتِ خاص سے خلق فرمایا، اور عبادت ومعرفت، قرب ووصل کی نعمتِ عظمیٰ کیلئے اختیار دے کر لائقِ آزمائش بنایا۔ ہم شہد کی مکھی کی عظمت اور شہد سے استفادہ تو کرتے ہیں لیکن اپنی تخلیق کے مقصود کو نہیں جاننا چاہتے۔

شہد کی مکھی کو جب کوئی نیا باغ یا پھول ملتا ہے تو واپس جا کر اپنی دوسری مکھیوں کو بھی اسکے متعلق صحیح سمت اور نقشے سے آگاہ کرتی ہے جسکو مکھی کا ناچ یا Bee Dance کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے تمام مخلوق کیلئے ایک نظام مقرر کر رکھا ہے، اسی طرح اللہ کے پسندیدہ بندے قرب حاصل کرنے کے بعد سب کو اُسی طرف کی ہی دعوت دیتے ہیں اور اللہ تک پہنچنے کا راستہ بتاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ میرے بندوں کو بتا دیں کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا جو بندہ نوافل (زائد عبادت) کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے

تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں اسکے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے۔ اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں اور میری طاقت سے کام کرتا ہے اور میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں اور مجھ سے چلتا ہے اور مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے اسکو دیتا ہوں اور جب میری پناہ طلب کرتا ہے تو پناہ دیتا ہوں''۔ حضرت علی الہجویریؒ فرماتے ہیں ''علم روحانیت کی اصطلاح میں اس قسم کے قرب کو فنافی صفات اللہ کہا جاتا ہے''۔ ارشاد خداوندی ''انی جاعل فی الارض خلیفہ''۔ خلیفہ کا مطلب ہے نائب اور نائب وہ ہوتا ہے جو بادشاہ کی طرف سے اختیارات لے کر حکومت کرتا ہے، چنانچہ انسان کامل جب مقام فنافی صفات اللہ سے متصف ہوتا ہے تو اسکے سر پر خلافتِ الٰہیہ کا تاج رکھ کر اسے دنیا پر بطور خلیفتہ اللہ حکومت کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ جب اللہ کا دوست اپنے خالق کے قرب وصل کا مشاہدہ کرتا ہے تو حُسنِ لافانی کے سرور میں کیف و مستی اور بے خودی کے عالم میں اس پروانے کی مانند ہو جاتا ہے جو روشنی کے حُسن کی دیوانگی میں اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اللہ پاک اسے خلقت کیلئے رہبری کی مثال بنا دیتا ہے۔

ہم سب جب پرندوں کو اُڑتے دیکھتے ہیں تو ہمارا دل بھی کرتا ہے کہ کاش ہم بھی اڑ سکتے، جب کسی فقیر سے ملتے ہیں تو ویسے بننے کی خواہش کرتے ہیں۔ ہماری خواہش ہمیں نفس کے جال میں پھنسا دیتی ہے یہ تو صرف اپنا آپ مٹا دینا ہے اور تابع امر ہو جانا ہے۔ **ایک موقعہ پر** قلندر پاکؒ نے فرمایا ''بابا کی اصل ڈیوٹی تو خیر اور شر کا بیلنس ہے''۔

حقیقتِ انسان

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں ''محققین کے نزدیک کامل تر انسان کی ترکیب تین عناصر سے ہوتی ہے۔اول 'روح' دوم 'نفس' سوم 'جسد' یعنی جسم۔ان تینوں عناصر کی ایک ایک صفت ہے جس سے وہ قائم ہیں۔روح کی صفت عقل ہے، نفس کی صفت خواہش ہے اور جسم کی صفت حس ہے۔نیز انسان کو کائناتِ اصغر کہا گیا ہے کیونکہ کائنات مجموعہ ہے دو جہانوں کا (یہ دنیا اور آخرت) ان دونوں جہانوں میں جو کچھ موجود ہے انسان کے اندر بھی موجود ہے۔'' مثلا کائنات میں چار عناصر پائے جاتے ہیں۔آب، آتش، خاک اور باد (ہوا) اسکے مقابلے میں انسان کے اندر چار مزاج یا طبائع ہیں بلغمی، خونی، صفراوی اور سودائی۔اِسی طرح جہانِ آخرت میں دوزخ، بہشت اور عرصات (میدان قیامت) ہیں تو انسان کے اندر بھی بہشت کے بالمقابل جان ہے اور دوزخ کے بالمقابل نفس کی خرابی ہے اور عرصات کے بالمقابل جسم ہے۔ جس طرح بہشت حق تعالیٰ کی رضا کا نام ہے اور دوزخ اسکے قہر کا، اسی طرح مومن کی روح کو معرفت الٰہی سے راحت حاصل ہے اور نفس کی خرابی کی وجہ سے جمال حق سے محروم ہے۔ نیز جس طرح انسان قیامت کے دن جب تک دوزخ سے نجات نہیں پائے گا بہشت میں نہیں پہنچے گا اور رویت باری تعالیٰ سے بہرہ ور نہیں ہوگا اسی طرح جب تک بندہ دنیا میں نفس کی شرارت سے نجات نہیں پاتا تب تک وہ قربِ حق تک نہیں پہنچ سکتا۔اور جب وہ قربِ حق کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے اور غیر اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور شریعت پر چلتا ہے قیامت میں وہ پل صراط اور دوزخ سے مامون رہے گا۔غرضیکہ اگر دنیا میں انسان پر نفس کا غلبہ ہوگا تو وہ اسکو

دوزخ میں لے جائیگا۔ اگر روحانیت کا غلبہ ہوگا تو وہ اسکو بہشت میں لے جائیگا، روح کی رہنما عقل ہے اور نفس کی رہنما نفسانی خواہشات۔ عقل اسکو نیکی کی طرف اور نفس اسکو گناہ کی طرف بلاتا ہے لہذا طالبِ حق کو چاہیے کہ نفس کی مخالفت کرے تاکہ روحانی قوت میں اضافہ ہو اور قربِ حق میں پہنچ سکے"۔

قلندر پاکؒ اپنے تمام چاہنے والوں کو یکسوئی اور مخالفت نفس کی تربیت دیتے رہے "پیار کرو، پیار کرو، پیار سے نفرتوں کو ختم کردو"۔ پھر فرمایا "کوئی ایک برائی چھوڑ دو"۔ اپنے اردگرد جمع ہونے والوں کو جو مادی دنیا میں گم تھے ایک مخصوص انداز سے تربیت دیتے اور یہ کام بحثیت ایک Balance پیدا کرنا صرف خاصانِ حق کا ہی وصف ہے۔

پہلی ملاقات کے بعد میں جب دیر سے گھر پہنچا تو میری بیگم (آصفہ شاکر) صاحبہ نے پوچھا "آج بڑی دیر کردی"۔ میں نے واقعہ سنایا تو پہلے تو وہ خاموش رہیں پھر کہا "یہ موسیقی اور رقص والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی یہ تو اسلام میں حرام ہیں"۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا اور جواب دیا۔ چلو جس دن آپؒ گھر تشریف لائیں گے اس دن خود ہی سوال کر لینا۔ رات بستر پر کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ اگلے دن جب میں دفتر پہنچا تو قلندر پاکؒ کے خیال نے ہر دنیاوی سوچ سے جدا کر دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ان سے دوبارہ ملاقات کیسے ہو؟ اسی دوران ہمارے ایک دوست محمد عباس جو کیمرہ مین تھے، کمرے میں داخل ہوئے۔ جب ان سے بات کا تذکرہ ہوا تو وہ گویا ہوئے "ایک منٹ یہ وہی بابا تو نہیں جو سرخ رنگ کی ٹوپی اور گلے میں سندھی اجرک پہنتے ہیں"۔ ہم نے فوراً کہا بالکل تو عباس بولے میری ان سے ملاقات اُچ شریف میں ہو چکی ہے۔ میں مرحوم فیاض الحق (جو ہمارے ایک محترم سینئر ساتھی تھے) کے ہمراہ

اُچ شریف پرڈاکومنٹری بنانے گیا، وہاں قلندر پاکؒ پوری موج اور جذب و مستی کے عالم میں گھوم رہے تھے۔ مرحوم فیاض الحق نے ان کو Shooting کے دوران آگے سے ہٹ جانے کو کہا تو قلندر پاکؒ مڑے اور جلال میں نہ جانے کیا کچھ کہا، میں تو ڈر گیا، میرے پورے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میری تو عقل جواب دے گئی۔ Recording ختم ہونے کے بعد میں ڈرتے ڈرتے بابا کے پاس گیا جونہی آپؒ نے مجھے دیکھا مجھے ایسا لگا کہ جیسے شدید نوعیت کا زلزلہ برپا ہوگیا۔ انہوں نے مجھے بٹھا کر پانی بھی آنکھیں بند کر کے پلایا، لیکن میرا پورا جسم چھالوں سے بھر گیا اور آج بھی آپ مجھے دیکھ سکتے ہیں میں تو ان چھالوں کا علاج کراتے کراتے تھک گیا ہوں۔ کیا ہی حسین بات ہے کہ وہ یہاں بھی تشریف لائے، پھر عباس صاحب خاموش ہوگئے۔ اچانک آنسوؤں سے بھری آواز میں بولے ''اس واقعہ کے بعد فیاض الحق صاحب بیمار ہوگئے اور جب میں ان سے ملنے گیا تو فیاض صاحب یہی کہہ رہے تھے کہ میرے سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے اور میں جلالی بابا کے جلال کا نشانہ بن گیا''۔ قلندر پاکؒ یہی فرماتے ''بابا نے کبھی کسی کو بددُعا نہیں دی جلالی کیفیت میں مُنہ سے نکلنے والے الفاظ کسی بھی منفی سوچ کے حامل فرد پر نہ جانے کیا کر گزریں یہ تو بابا کو بعد میں پتہ چلتا ہے''۔ لہٰذا جب میں بری امام سرکارؒ پر ڈاکومنٹری بنا رہا تھا تو آپؒ نے حکم دیا کہ عباس کو کیمرہ مین کے طور پر رکھو اسطرح اسکے چھالوں کا علاج بھی ہو جائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اس ریکارڈنگ کے دوران عباس صاحب کے چھالوں کو خاصا آرام آ گیا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ بابا جیؒ کے ساتھ راجہ ماجد صاحب بھی آئے تھے اور انہوں نے مجھے اپنا visiting card بھی دیا تھا، فوراً اس نمبر پر فون کیا تو راجہ صاحب نے باباؒ سے پوچھنے کے بعد کہا آپ شام کو میرے گھر واقع ویسٹرج آجائیں۔ ہماری تو خوشی کی انتہا نہ رہی

اور میں اپنے دوست جناب رشید مرزا (کیمرہ مین) کے ہمراہ شام کو ویسٹرج پہنچا۔

قارئین: یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ راجہ ماجد صاحب ایک نہایت ہی نفیس اور وضع دار شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ نے قلندر پاکؒ کی بہت خدمت کی اور اس سلسلے میں بے انتہا مخالفتوں کا سامنا بھی کیا۔ میں جب بھی ان سے ملتا انکے چہرے پر میں نے مسکراہٹ ہی دیکھی۔ اللہ ماجد صاحب کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے! آمین۔

جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو قلندر پاکؒ ڈرائنگ روم میں کارپٹ پر بیٹھے تھے اور چند لوگ ان کے اردگرد جمع تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بولے ''آ گیا سیّد بابا'' میں نے اپنی عقیدتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؒ سے ہاتھ ملایا اور ہاتھ پر بوسہ دیا۔ آپؒ نے اپنے قریب ہی بٹھا لیا اور حال پوچھا۔ میرے منہ میں جیسے زبان ہی نہ تھی۔ آپؒ کے وجود کو جیسے زوردار جھٹکا لگا، قلندر پاکؒ کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک ایسے ہی جھٹکے لگتے، جیسے ارتعاش کو محسوس کرتے ایک زوردار طریقے سے جسم لرزتا اور آپؒ کے منہ سے نکلتا ''اللہ''۔ اس ملاقات کے دوران نہ جانے کیا کیا بات ہوئی میں تو صرف ایک گم سم کی کیفیت سے دوچار رہا جیسے گونگا اور بہرہ۔ آپؒ بہت دیر تک محوِ کلام رہے اور کئی بار استغراق کی حالت میں بھی گئے اور پھر ہمیں رخصت فرمایا۔ میں آج بھی یہی سوچتا ہوں کہ کسی بات کا سمجھ نہ آنا ہی میرے لئے رحمت بن گیا۔ میرے پاس کوئی سوال نہ تھا، کسی خواہش کی طلب نہ تھی، صرف ایک بے بسی کا عالم تھا، نہ اعتراض تھا اور نہ ہی جستجو ایسے لگتا تھا جیسے کسی انجانی قوت نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔ ایک موقعہ پر آپؒ نے فرمایا ''بابا کو جو بھی ملا اس نے کسی نہ کسی چیز کی خواہش ضرور کی سوائے سیّد بابا کے جس نے بابا سے کچھ بھی نہیں مانگا''۔ یہ تو بابا کی نظرِ عنائیت تھی وگرنہ میرے لئے شوبز کی دنیا کا حُسن میرے

پاؤں کی بیڑیاں تھا اور آگے چل کر اس فقیر کی نظر نے مجھے دنیا کی مقناطیسی کشش سے نجات دلا دی۔

کسی فقیر کے بارے میں آگہی کا نہ ہونا بھی ایک الجھن کا باعث بنتا ہے پھر دنیا میں مصروفیت کا عمل ہمارے فوکس کو خراب کرتا ہے۔ ہم بہت جلد باتوں کو بھول جانے کے عادی ہیں اور ایسے ہی میری اپنی زندگی کی مصروفیات ،شوبز کی دنیا انسان کو اپنے اندر سمو لیتی ہے، گفتگو کا بدلتا رنگ آپ کے ساتھ رہنے والوں کو بہت متاثر کرتا ہے۔ میں شاید اپنے آپ کو بھی اتنا نہیں جانتا تھا جتنی میری بیگم محترمہ آصفہ شاکر جانتی تھیں۔ وہ اب میرے رویے میں ایک عجیب انوکھے پن کو محسوس کر رہی تھیں۔ شوبز کی دنیا کی کشش اور دوسری طرف باباجیؒ کا ذکر اور وہ بھی بازارِ حسن کے حوالے سے تذکرہ کا کیاں، میوزک، دھمال، اس دو آتشہ سنگم پر وہ خاصی پریشان نظر آئیں اور میں نے کئی بار تذکرہ بھی کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کے باباجیؒ ہمارے گھر آئیں اور اُن سے ملو مگر وہ انکاری تھیں۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ نمازِ عصر کے بعد ہماری بیگم کے سر میں درد ہوا اور وہ کچھ دیر کیلئے ماتھے پر بازو رکھ کر لیٹ گئیں، آنکھ لگ گئی۔ اسی اثنا میں انھوں نے محسوس کیا کہ جیسے کسی نے ماتھے پر سے اُن کا ہاتھ ہٹایا اور اپنا دستِ شفقت رکھ دیا اور پوچھا بیٹی طبیعت کیسی ہے اور سر درد غائب ہو گیا۔ آنکھ کھلنے کے بعد انھوں نے مجھے باباجیؒ کے بارے میں بتایا کہ ''وہ سندھی ٹوپی پہنتے ہیں اور اجرک پہنتے ہیں'' میں نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ بولیں کہ ٹھیک ہے انھیں گھر بلاؤ۔ پھر ایک دن آپؒ آستانہ عالیہ کی کا کی غزالہ نذر، اور دیگر لوگوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ آنے والوں میں ہارمونیم اور طبلے والے کے ہمراہ باجی مسرت اور راجہ ماجد بھی شامل تھے۔ غزالہ نذر نے دھمال ڈالی اور ہماری بیگم نے موسیقی، رقص کے

حوالے سے شرعی ممانعت پر سوال پوچھے۔ باباجیؒ نے کہا۔ ''بیٹا اور کتنے ایسے احکام شرعیہ ہیں جن پر آپ عمل پیرا ہو''؟ یعنی ان دو چیزوں پر تو آپ کا اعتراض بالکل درست ہے لیکن اپنی زندگی پر غور کرو اور دیکھو کہ ہم نے کتنے احکامات کو اپنایا یا قبول کیا۔ بات تو بالکل درست تھی اور ایسے ہی لگا جیسے کسی نے جھنجھوڑ دیا ہو۔ بیگم صاحبہ نے مہمانوں کی خوب خاطر مدارت کی جس سے باباجیؒ بہت خوش ہوئے اور اپنے ساتھ آئے ہوئے مہمانوں سے فرمایا ''مہمانوں کی آؤ بھگت اور خاطر ایسے کی جاتی ہے''۔ کچھ دیر قیام کے بعد قلندر پاکؒ رخصت ہوئے اور میرے بیٹے سیّد محمد شازیل کو بہت پیار کیا۔ آپؒ کے تشریف لے جانے کے بعد بیگم صاحبہ یوں گویا ہوئیں: ''ہم لوگ کتنی غفلت میں رہ رہے ہوتے ہیں اور کسی کی ایک بات کو لیکر اسے رد کرنا ہمارے نفس کا وصف ہے ہم صرف دوسروں کے بارے میں اعتراضات کو اُسکی خامیاں اور اپنے سیدھے راہ پر ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔ سچ کیا ہے؟ یہ تو صرف اس راہ کا مسافر ہی جانتا ہے۔ باباجیؒ سے ملکر سب سے حیرت انگیز سچ یہ سامنے آیا کہ انہوں نے میری کسی بات پر کوئی جذباتی ردعمل نہیں دکھایا بلکہ مسکرائے، سر پر ہاتھ رکھا اور بیٹی کہہ کر مخاطب ہوئے، جیسے کوئی بڑا اپنے بچے کی لاعلمی پر اسکو کچھ سکھانا چاہتا ہو۔ ownership کی انتہا دیکھی، سچ کو محسوس کیا اور ایک اللہ کے دوست کو قوت ارادی کے ساتھ، وقت کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کو گمراہی سے نکالنے والا پایا''۔

میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور آنے والے وقت نے ثابت کیا کہ کیسے ہم دونوں میاں بیوی نے معاشرتی طنز اور ملامت کا سینہ تان کر مقابلہ کیا طعنے اور تشنیع مُسکرا کر قبول کئے۔ چند ہی دنوں بعد باباجیؒ دوبارہ تشریف لائے اور ہمارے گھر پر ہی قیام فرمایا۔ آپ کو ملنے والے

جوق در جوق آتے اور ہمہ وقت ہر فرد کے ساتھ محبت کا کلام کرتے اور سب کو دعا کرواتے۔ مہمانوں کے لئے لنگر کا بندوبست میری بیگم صاحبہ ہی کرتیں کیوں کہ گھر میں کوئی ملازم وغیرہ نہ تھا اور یہ بات حیران کن ہے کہ اپنی تمام تر جذب و مستی کے ہی دوران آپ اُٹھ کر کچن میں چلے جاتے اور بیگم سے حال دریافت کرتے۔ ہم نے بہت سارے لوگوں کو آپؒ سے ملوایا۔

اگلے دن آپ نے ہم دونوں کو ساتھ لیا اور Hotel Holyday Inn پہنچے۔ یہ دور بہت مخالفت اور ملامت کا تھا۔ یہاں ایک فنکشن ہو رہا تھا جس میں بہت سے فنکار، شاعر وغیرہ موجود تھے۔ میری بڑی بھابھی بھی ادھر ہی موجود تھیں۔ قلندر پاکؒ کی موجودگی کو کسی نے بھی پسند نہیں کیا حتیٰ کہ میری بڑی بھابھی نے میری بیگم کو کچھ کچھ کہہ بھی دیا، جسے میری بیگم نے قطعی طور پر پسند نہیں کیا اور قدم بہ قدم باباجیؒ کے ساتھ رہیں۔ یہ ایسا سبق تھا جس نے نہ صرف ہمیں ملامت کے سامنے کھڑا ہونا سکھایا بلکہ مردہ قلوب سے بھی آگاہی دی۔ باباجیؒ ہمیشہ عملی طور پر سکھاتے تھے کیونکہ 'جوتن لاگے سوتن جانے'۔ اسی دوران میں ایک دن قلندر بری امام سرکارؒ کے مزار پر گیا اور وہاں آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔ اسی دوران مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے دل کی

دھڑکن سے آواز آرہی ہو ''مکان سے نکل اور لا مکانی کی طرف جا''۔ گھبرا کر میری آنکھ کُھل گئی میں نے ادھر اُدھر دیکھا تو سب کو مصروف پایا مگر ایک مجذوب جو بہت سارا لوہا پہن کر مزار کے اردگرد گھومتے رہتے تھے، میرے قریب آئے اور کہا ''شاہ جی یہ لوہا پکڑیں تاکہ میں بیٹھ سکوں۔ جب میں نے گلے میں پہنے اس لوہے کو ہاتھ ڈالا تو اندازہ ہوا یہ بہت وزنی تھا۔ اُس مجذوب نے ایک بندے کو بلایا اور کہا دودھ پتی لیکر آؤ۔ اور پھر گویا ہوئے ''شاہ جی! ایہہ قلندر بہت ڈاڈے نیں، بہت مشکل پینڈا اے''۔ آنے والے وقت نے لا مکانی کے اس خیال کو روشن کر دیا اور اپنی تلاش کے سچ نے خوب لذت دی۔

ابتدائی ایام کے دوران جب آپؒ لاہور تشریف لے گئے تو ایک دن میں نے آپکے گھر فون کیا، پتہ چلا آپؒ آستانے میں ہیں پھر وہاں فون کیا، پہلے کسی خاتون نے فون اٹھایا اور پہلے میری پوری تفتیش کی پھر Hold کرنے کا کہا 5 منٹ کے بعد ایک اور خاتون کی آواز سنائی دی انہوں نے بھی میری پوری تفتیش کی اور کہا ابھی بات کراتی ہوں کچھ دیر توقف کے بعد ایک صاحب نے ہیلو کہا اور اس سے بیشتر کہ میں خود ہی اپنا تعارف کرواتا (جیسے میرے اندر زچ پن پیدا ہو چکا تھا) انہوں نے کہا یہ باباجیؒ سے بات کریں اور پھر ہیلو کی آواز نے جیسے مجھ سے بولنے کی صلاحیت ہی چھین لی۔ آپؒ نے پھر کہا ہیلو اور میں نے سلام کیا، آپؒ نے جواب دیا۔ کیا حال ہے سیّد بابا۔ میں نے اپنی عقیدت ظاہر کرنے کی کوشش کی تو آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا ایک نمبر لکھو'' میں نے کاغذ قلم لیا اور آپؒ نے بہاولپور کے بازارِ حُسن بستی حمایتیاں میں مقیم ایک کاکی جس کا نام کلّو تھا، اُسکا نمبر لکھوایا اور حکم دیا ''اسکو فون کرو اور اس سے کہو کہ تمہارے لئے دعا کرے اور پھر بابا کو فون کر کے بتاؤ'' اور ''اللہ حافظ'' کہہ کر فون بند کر دیا۔ یہ ان دنوں کی بات

ہے جب موبائل فون نہ تھے اور Land line بھی ہر گھر میں نہ تھا۔ پھر بابا جیؒ کے حکم نے بھی نفس کو جھنجھوڑا اور میں نے محسوس کیا کہ نفس نے مجھے زچ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے اپنی سوچ کو رد کرتے ہوئے فون ملایا۔ پہلے تو نمبر connect ہی نہیں ہوا اور کئی کوششوں کے بعد بالآخر جب میں مایوس ہونے کے قریب تھا کہ نمبر مل گیا اور پھر وہی ہوا جو کہ ہونا چاہیئے تھا۔ پہلے ایک صاحب نے فون اٹھایا اور مجھے صاف جواب دے دیا کہ یہاں کوئی اس نام کی لڑکی نہیں رہتی۔ لیکن جب میں نے بابا جیؒ کا ذکر کیا تو دوسری طرف کے لہجے میں نرمی آ گئی اور کہا وہ تھوڑی دور رہتی ہے آپ کو تھوڑا Hold کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ 10 منٹ گزرنے کے بعد ایک خاتون نے ہیلو کیا تو میں سمجھا کہ شاید کلّو ہیں میں نے تیزی کے ساتھ وہ سب کچھ کہہ دیا جس کا مجھے حکم تھا۔ بات سننے کے بعد ان خاتون نے ہنستے ہوئے کہا میرا نام کلّو نہیں ہے آپ Hold کیجئے اور پھر اگلے 15 منٹ تک خاموشی۔ اس گھر میں موجود لوگوں کی آوازیں آتی رہیں اور بالآخر ایک دلکش آواز نے ہیلو کہہ کر میرے اضطراب کو ختم کیا اور کہا میں کلّو ہی بول رہی ہوں اور غزالہ نذر کی کزن ہوں۔ میں نے بابا جیؒ کے حکم کا بتایا تو ایک لمحہ توقف کے بعد وہ بولیں ''بابا تو خود ایک دعا ہیں۔ آپ سیّد ہیں میری دعا کی کیا حقیقت ہے آپ باباؒ کو میرا مودبانہ سلام دیجئے گا''۔ یقین جانیئے فون بند ہونے کے بعد مجھے ایسا سکون ملا جسکا بیان ممکن نہیں۔ اس حکم کی اطاعت نے مجھے نفسی سرکشی سے محفوظ کیا اور میں نے فوراً آستانے کا نمبر ملایا پہلی ہی گھنٹی کے بعد بابا جیؒ کی آواز آئی ''اسلام علیکم سیّد بابا''۔ میں نے پہلے وعلیکم السلام اور پھر سلام کیا اور آپکو بتایا کہ میری بات ہو گئی ہے۔ پہلے نفس نے خیال دیا کہ پوری روداد سناؤں لیکن ہمت نہ ہوئی اور باباؒ نے فرمایا ''اچھا سیّد بابا موج کرو۔۔۔اللہ

حافظ۔۔۔نفس نے ورغلایا یہ کیا بات ہوئی ؟ تو نے اتنا معرکہ مارا اور ایک سیّد ہوتے ہوئے ایک بازارِ حُسن کی کاکی سے دعا کیلئے کہا، مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے باباجیؒ کا چہرہ خیال میں اُبھرا اور نفس جیسے خاموش ہو گیا اور اللہ پاک نے اس کے ورغلانے سے بچا لیا۔

قرآن مجید وفرقانِ حمید میں انسانی نفس کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔اوّل نفسِ امّارہ یعنی سرکش نفس جو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔دوم نفسِ لوامہ جب کچھ تزکیہ نفس ہو جائے تو نفس میں سرکشی نہیں رہتی بلکہ جب انسان بُرا کام کرتا ہے تو ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے۔سوم نفسِ مطمئنّہ جب انسان کو کمال تزکئیہ نفس اور تصفیہ قلب نصیب ہوتا ہے تو اُسکا نفس تابع اور فرمان ہو جاتا ہے اور راضی بارضائے حق ہو جاتا ہے۔

حضرت سیّدنا علی ہجویریؒ فرماتے ہیں ''طریقت میں اس سے بڑا حجاب اور اس سے بڑی آفت اور کوئی نہیں کہ آدمی اپنی نیکی پر مغرور ہو جائے۔غرور دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اوّل جاہ و مرتبہ اور لوگوں کی تعریف و آفرین کی وجہ سے دوم اپنے افعال کو خود پسند کرتا ہے اور اس وجہ سے خود مغرور ہو جاتا ہے''۔

بچانے والا بہت بڑا ہے کہ باباجیؒ سے نسبت کی ابتدا سے ہی رحمت حق نے مغروری سے محفوظ رکھا۔قلندر پاکؒ کی محبت مخالفتِ نفس ہی ہے۔آپؒ نے ہر قدم پر ایسی تربیت فرمائی جسکا نقطہ مرکز نفس کی مخالفت ہی تھا۔آپ دھمال کے حوالے سے اس قدر یکسو تھے کہ جہاں بھی جاتے جگہ دیکھ کر یہی فرماتے یہ جگہ دھمال کے لئے موزوں ہے۔میرا نفس مجھے بزدلی اور خوف کی طرف دھکیلنے سے باز نہ آتا لیکن سلام ہے قلندرؒ محترم کو جنہوں نے ہر قدم پر ان خطرات سے محفوظ رکھا۔آپؒ اکثر میرے دفتر تشریف لاتے اور میں نے معاشرتی نفرت کو یہاں تک

دیکھا کہ آپؒ جب میرے دفتر تشریف لاتے تو لوگ آپؒ کو دیکھ کر منہ موڑ لیتے۔ نفس کی سرکشی نے ہمیں اتنا گھیر رکھا ہے کہ ہمیں اپنے ہی لوگوں سے نفرت ہوگئی۔ بس اخبار پڑھا اور آپؒ کے ''پیر کا کی تاڑ'' کی ملامت اور تنقید کے سبب اپنی رائے بنالی، ابلیس نے ورغلایا اور محبت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سنی سنائی باتوں پر یقین کر لینے پر سخت ممانعت آئی ہے فرمان سید الانبیا ﷺ ''کسی مسلمان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات لوگوں کو کہتا پھرے''۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مجاہد وہ ہے جس نے قربِ حق کی خاطر نفس کی مخالفت کی''۔ پھر فرمایا ''ہم جہاد اصغر (چھوٹے جہاد) سے جہاد اکبر (بڑے جہاد) کی طرف آئے ہیں'' جب آپ سے جہادِ اکبر کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ جہاد بالنفس (یعنی نفس کے ساتھ جنگ)۔ آپ ﷺ نے جہاد بالنفس کو اس لئے افضل قرار دیا کہ نفس کی مخالفت بہت مشکل کام ہے۔ مختلف بزرگانِ دین نے اپنے اپنے نفس کو مختلف شکلوں میں دیکھا۔ کسی نے لومڑی، کسی نے کتا اور کسی نے سانپ کی شکل میں دیکھا۔ حضرت شیخ ابو علی سیاح مرویؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے دیکھا کہ کسی نے میری صورت کو بالوں سے پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور میں نے اسے درخت سے باندھ کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا اے ابو علی تجھے معلوم ہونا چاہیے میں لشکرِ خداوندی ہوں تو مجھے ختم نہیں کر سکتا''۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نفس بذات خود ایک حقیقت ہے نہ کہ انسان کی ایک حقیقت ہے۔ چنانچہ شہنشاہ ختم المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تمھارا سب سے بڑا دشمن تمھارا نفس ہے جو تمھارے دو پہلوؤں کے درمیان ہے''۔ بزرگوں نے کہا تھا ''نفس ایک بھونکنے والا کتا ہے اور تربیت یافتہ کتا رکھنا جائز ہے''۔ روح کا

تقاضہ قربِ حق ہے اور نفس کا تقاضہ حق تعالیٰ سے دوری اور گمراہی ہے۔ ہوس نفس کی صفت ہے اور انسان ہمیشہ دو تقاضوں میں رہتا ہے۔ ایک عقل کا تقاضہ جس سے ایمان حاصل کرتا ہے، دوسرا نفسانی خواہش جس سے کفر اور گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ''جس نے حق تعالیٰ سے خوف کھایا اور نفس کی مخالفت کی اسکا ٹھکانہ جنت ہے''۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''سب سے زیادہ خوف جو مجھے امت کے متعلق ہے، خواہشاتِ نفس کی پیروی اور طویل آرزوئیں باندھنا ہے''۔

ارادہ طبیعت کی دو اقسام ہیں۔ اول جسمانی لذت اور شہوت اور دوم عزت و مرتبت کی خواہش۔ اور شیطان کو بندے کے دل میں گھسنے کی اُس وقت تک طاقت نہیں جب تک اسکے دل میں گناہ کی خواہش نہ ہو اور یہ ہوس اور ارادہ طبیعت ہر روز 360 لباس پہن کر انسان کو گمراہ کرتی ہے۔ تصوف میں اصطلاح ''ہوا'' انہی معنوں میں استعمال ہوا۔ لہذا جو شخص وصلِ حق تعالیٰ سے مشرف ہونا چاہتا ہے اسے کہو کہ ہوا ترک کرے، کسی عبادت سے بندہ کو اسقدر قرب حاصل نہیں ہوتا جسقدر ترکِ ہوا سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ بہت مشکل کام ہے اسی لئے یہ کہا گیا کہ ''ناخن سے پہاڑ کھودنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ ہوا کو ترک کرنا ہے''۔ نفس کی سب سے زیادہ ظاہر صفت شہوت ہے جو انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ لہذا انسان کو اپنے ہر فعل کی نگرانی کرنی چاہیے ورنہ جوابدہ ہوگا۔ حضرت شیخ محمد فضل بلخیؒ فرماتے ہیں ''مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو خانہ کعبہ کی زیارت کی خواہش تو کرتا ہے اور پہنچ جاتا ہے لیکن اپنی خواہشات نفسانی ترک کرے تو خانہ کی بجائے صاحب خانہ کا دیدار کر سکے''۔ خواہشاتِ نفسانی ترک کرنے کیلئے بہترین طریقہ حق تعالیٰ سے توفیق طلب کرے۔ انسان اپنی فطرت نہیں بدل سکتا

البتہ تائیدایزدی اور تسلیم کے ذریعے بدصفات سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ کیونکہ جب تک رحمت حق شامل نہ ہو کوشش سے کام نہیں بنتا، کسی نے خوب کہا ہے ''پنکھے کے ذریعے مکھیوں کو دور کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اپنی چیز کو ڈھانک کر رکھ دو'' لہذا حق تعالیٰ سے رحمت طلب کرنا تمام آفتوں کا علاج ہے۔

(اقتباس شرح کشف المحجوب)

مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ شاید کچھ مشکل مضمون کی طرف میں چل پڑا۔ درحقیقت اس مضمون کو لکھنے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ قلندر پاکؒ کی عظمت اور خاصانِ حق کی سچائی کو موضوع سخن بنایا جائے تا کہ تمام چاہنے والے اللہ کے دوست کے مداحین بنیں نہ کہ خود فقیر ہونے کا دعویٰ کر دیں۔ ہم سب کو اپنے اندر ہی جھانکنا ہے اور یہ جاننا ضروری ہے کہ اُنکے فیض کو پھیلا کر ہم کسی بھی طرح مَنصبِ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتے بلکہ اپنے نفس سے آگہی حاصل کر کے اپنی حفاظت کرنی ہے تا کہ ہم اس نفسی سرکشی اور گمراہی سے بچ سکیں۔ میں آپ کو اپنی نفرت کے پہلو کی بربادی کے حوالے سے ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ قلندر پاکؒ ایک ڈیوٹی کے فقیر تھے اور حضرت ماماں جی سرکارؒ کے وصال کے بعد بازار حُسن راولپنڈی کا چارج بھی انہی کے پاس آ گیا۔ اور ایک دن مجھے ساتھ لیا اور فرمانے لگے چلو، میں نے گاڑی مری روڈ سے نکال کر لیاقت باغ سے راجہ بازار کی طرف موڑ لی اور عین قصائی گلی کے سامنے روک دی۔ آپؒ مُسکرائے اور فرمایا ''سیّد بابا آپکو کیسے پتہ چلا کہ بابا نے یہاں آنا تھا''۔ میرے پاس جواب تو کوئی نہیں تھا میں نے کہا باباجیؒ ادارہ ثقافت پاکستان کی نوکری کے دوران مجھے ایک اسائنمنٹ (assignment) ملی کہ تمام آرٹسٹوں سے ایک فارم "who is who" پُر

کرانا ہے۔اسی سلسلے میں یہاں آنے کا اتفاق ہوا تھا اور میں نے بہت ساری گانے والی اور رقص کرنے والی کاکیوں کے فارم بھروائے اور بیرون ملک بھیجے جانے والے ثقافتی طائفوں کیلئے آرٹسٹوں کی لسٹ بنائی۔ باباؒ مسکرائے اور گاڑی سے اُتر کر بازار کی طرف چل پڑے۔ میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑا۔ایک جگہ گلی سے گزر کر کچھ سیڑھیاں چڑھے اور باباؒ نے اپنی stick سے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک صاحب باہر نکلے اور انھوں نے باباؒ کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا باباجیؒ ''ایک منٹ کاکی اندر پیشاب کر رہی ہے'' یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ میں ڈر گیا، یہ ہم نے کہاں دستک دے دی۔ یہ باتھ روم ہے؟ اور نہ جانے کیسی کیسی گندگی کے خیالات لمحات میں میرے اندر سے گزر گئے۔اور نفرت کے پہلو جیسے مکمل طور پر جاگ گئے،اب یہ جگہ اور اہل کمرہ سب ایک معمہ بن گئے۔ابھی اسی ذہنی کرب میں مبتلا تھا کہ دروازہ کھلا اور چار پانچ کاکیاں زرق برق لباس میں باہر آئیں اور سب نے سلام کے بعد باباجیؒ کے پاؤں پکڑ لئے۔ باباجیؒ نے سب کے سر پر ہاتھ رکھا ''اچھا جیتے رہو بیٹا چلو اندر چلو'' اور وہ باباؒ کو بازوؤں سے پکڑ کر اندر کی طرف چل پڑیں۔ باباؒ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا ''سیّد بابا آجاؤ اندر''۔ان کاکیوں نے جب یہ سنا تو ایک بولی ''شاہ جی آیئے'' اور میرے قدموں کی طرف جھکی مجھے اپنا آپ اِسقدر گرا ہوا محسوس ہوا کہ ابھی میں کچھ لمحے پہلے کیا سوچ رہا تھا۔ میں ڈر کے دو قدم پیچھے ہٹا اور انجانے میں اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور اندر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جہاں روشنی اس کے آخری حصے کو روشن کئے ہوئے تھی، جبکہ ابتدائی حصہ قدرے تاریک تھا۔ میرے نفس نے پھر ورغلایا اور میں نے چاروں جانب دیکھا تو سوائے کھڑکیوں کے کوئی دروازہ نہ پایا۔ پھر وہ شخص جو پہلے آیا تھا وہ کیا کہہ رہا تھا؟ دائیں ہاتھ

میں نے 3 خواتین کو زمین پر بیٹھے دیکھا اور بائیں جانب دو افراد جیسے بھنگ گھوٹ رہے ہوں۔ 3 قدم بعد مجھے stink محسوس ہوئی بائیں ہاتھ کی جانب ایک کھُرا نظر آیا، ذرا قریب ہوا تو بدبو بڑھی تو اب میری سمجھ میں معاملہ آ گیا۔اس کھُرے میں ایک فٹ کی اونچائی والے پائپ پر نلکا لگا ہوا تھا اور ساتھ ہی لکڑی کی ایک پھٹی تھی جس پر ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ابھی اسی خیال میں تھا کہ باباؒ کی آواز آئی ''سیّد بابا کیا سوچ رہے ہو ادھر آ جاؤ''۔باباؒ نیچے ایک دری پر پڑے گاؤ تکیئے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور میں ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گیا۔روشنی میں کاکیوں کے خوبصورت چہرے نظر آئے تو جیسے نفسانی خواہش نے گندگی سے توجہ ہٹا کر ایک نئے لباس سے مجھے ورغلا کر حرص و ہوا کی طرف دھکیل دیا۔تمام کاکیاں باباجیؒ کے پیر دبانے میں مصروف ہو گئیں اور یہ کہہ رہی تھیں ہم ایک فنکشن کے لئے جا رہے ہیں ہمارے لئے دعا کریں۔ایک کاکی نے اچانک پوچھا ''باباجیؒ آپ چائے پیئں گے کہ ٹھنڈی بوتل''۔باباجیؒ نے فرمایا ''بس بیٹا ایک گلاس پانی پلا دو''۔اس فقرے نے جیسے مجھے ایک جھٹکا دیا۔اب میں متجسس ہوا کہ یہ پانی کہاں سے لائے گی۔وہ باباجیؒ کی بات سن کر پاؤں میں پازیب پہنے اُس کھُرے کی طرف گئی تو میں گھبرا گیا، اسے روکنا چاہتا تھا لیکن میرے اندر ہمت نہ تھی۔اُس نے کھُرے میں پیر رکھے وہاں رکھے گلاس کو پکڑا اور جھک کر شانِ بے نیازی کے ساتھ نلکے کو جیسے ہاتھ مارتے ہیں تیز پانی اور اس نے گلاس بھرا۔ چھینٹے کہاں کہاں پڑے اللہ بہتر جانتا ہے۔اور وہ گلاس لے کر باباجیؒ کے طرف لوٹی۔جونہی وہ روشنی کے قریب پہنچی میں نے دیکھا کہ وہ گلاس اس قدر گندا تھا کہ توبہ۔میرے ذہن سے تو تمام بیماریاں ناپاکیاں اور نہ جانے کیا کیا گزر گیا۔زندگی میں اتنا شدید جھٹکا۔ابھی نہ جانے کیا سوچ رہا تھا کہ وہ گلاس لے کر باباجیؒ کے پاس بیٹھ گئی اور بولی

''باباجیؒ پانی'' آپؒ نے گلاس پکڑا اور آنکھیں بند کر کے 3 سانسوں میں پی لیا۔ جب گلاس واپس کیا تو وہ کاکی بولی اور پانی لاؤں.... فرمایا ''ایک گلاس سیّد بابا کو بھی پلا دو''۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ میرے اوپر کیا گزری ہوگی۔ باباؒ تو ٹھہرے فقیر اور میں نفس کا قیدی، اُس کاکی کو دوبارہ پانی بھرنے کے لئے اس طرف جاتے ہوئے میرے اندر خیال آیا کاش یہ کاکی گر جائے اس کا پیر slip ہو جائے۔ ساتھ ہی خیال آیا کہیں ایسا نہ ہو کہ شیشے کا گلاس ٹوٹنے کے سبب کانچ سے زخمی نہ ہو جائے۔ پھر خیال آیا اللہ کرے نلکے میں پانی ختم ہو جائے اور بے بسی کے عالم میں نہ جانے کیا کچھ ذہن سے گزرا۔ اور ابھی یہ سوچ ختم ہی نہ ہوئی تھی کہ ایک آواز نے میرے خیالات کی گندگی کے تسلسل کو جیسے توڑا ''شاہ جی پانی پی لیں''۔ کاکی میرے سامنے موجود تھی میں نے گلاس کو پکڑا ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کیں اور دل میں سوچا ''جب باباجیؒ پی سکتے ہیں تو تُو کیا عرش سے اترا ہے۔ میں نے دل میں 3 بار اللہ پڑھا اور بند آنکھوں سے پانی پی لیا۔ ایسے لگا جیسے پانی ہر رگ سے گزر رہا ہو۔ اچانک جیسے میرے اندر ہی سے آواز آئی ''سیّد کان کھول کر سن لے اگر اللہ پاک کسی کو بھی بیمار کرنا چاہے تو کوئی فولادی دیوار اور کسی قسم کا حفاظتی حصار یا تدبیر بھی اُس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اور اگر اللہ کسی کو محفوظ رکھنا چاہے تو کوئی virus یا گندگی اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتی'' اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے گلاس کاکی کو شکریہ کے کلمات سے واپس کیا۔ ایسے جیسے آبِ حیات اس نے پلا دیا ہو۔ اور جب میں نے قلندر پاکؒ کی طرف دیکھا تو آپؒ مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ کچھ کہوں لیکن آپؒ مسکرائے اور ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ یہ وہ واقعہ تھا جس نے میری زندگی سے ایک ایسی گندگی کا صفایا کیا جس نے آگے چل کر میرے اندر سے خوف کو ختم کر دیا اور بدگمانی

کے جہنم سے نجات دی۔اس واقعہ کے چند ایام کے بعد ایک ایسی ہی مشکل صورتحال سے دوچار ہوا اور اللہ پاک نے مجھے سُرخرو کیا۔ ہوا کچھ اس طرح کہ میرے گھر واقع سیٹلائیٹ ٹاؤن میں ایک ہمسائے طاہر صاحب ایک دن تشریف لائے اور ہم دونوں میاں بیوی سے استدعا کی کہ وہ ایک پرائیویٹ ڈرامہ سیریل بنوانا چاہتے ہیں۔جس کے لئے وہ ایک کتاب بھی لے کر آئے جو کینسر کے موضوع پر تھی۔ چونکہ میری بیگم آصفہ شاکر صاحبہ ایک لکھاری بھی تھیں اس لئے انھوں نے درخواست کی کہ وہ لکھیں اور میں اس کو Produce کروں۔اس سلسلے میں ہونے والے اخراجات وہ اور اُنکے ساتھی کرینگے۔مزید برآں اس کے لئے کینیڈا کا visit بھی ہوگا۔کیونکہ اس کی ریکارڈنگ کا پس منظر یہی ملک ہوگا۔اس میٹنگ کے بعد وہ 3 دفعہ مزید آئے اور مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ایک دن انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا آج آپ کو اپنے دیگر ساتھیوں سے ملوانا چاہتا ہوں جو اس پراجیکٹ کے لئے مالی معاونت کرینگے۔ہم دونوں گھر سے روانہ ہوئے اور قریب ہی کمرشل مارکیٹ میں واقعہ ایک پراپرٹی کے دفتر پہنچے۔ جب اند داخل ہوئے تو ایک زبردست دفتر تھا، ہر طرف کلام الٰہی کی آیات دیواروں پر آویزاں تھیں،کرسی پر بیٹھے ایک صاحب نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور بٹھایا۔ میں نے بیٹھتے ہی ان سے پوچھا یہ تو پراپرٹی ڈیلر کا دفتر ہے پھر ہر طرف آیات قرآنی کے ڈسپلے کا مطلب کیا ہے۔اُن صاحب نے جواب تو نہ دیا صرف مسکرائے پھر دو اور دوست آگئے،سب سے تعارف ہوا۔میں نے اس دفتر کے مالک کو کہا کہ آپ پریشان لگتے ہیں، خیریت تو ہے۔وہ کچھ دیر بعد بولے میری بیگم صاحبہ بیمار ہیں۔سارے علاج کروالئے ہیں لیکن آرام نہیں آرہا۔میں نے کہا آپ ایک بوتل پانی منگوالیں جلد ہی ایک پانی کی بوتل میرے سامنے تھی میں نے اسے غور سے دیکھنا شروع کردیا

اور دل میں ''اللہ، اللہ پڑھنا شروع کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کو بوتل واپس کی اور کہا اپنی بیگم صاحبہ سے کہیے گا اسمیں سے 3 گھونٹ پانی لیں اور آنکھیں بند کر لیں اللہ کا تصور باندھیں جیسے اللہ کے روبرو ہیں، اللہ رحمت فرما رہا ہے، شفا دے رہا ہے پھر دل کی دھڑکن سے 3 بار'' اللہ'' کہیں اور بند آنکھوں سے 3 گھونٹ یا 3 سانسوں میں پی لیں۔ شفا منجانب اللہ ہے۔ یہ بات ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ ان کے ایک ساتھی بولے میرے والد صاحب کو liver cancer ہے کیا ان کا علاج بھی ممکن ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں یہ تو ایک فقیر کا فیض ہے اور سب کے لئے ہے۔ اس نے کہا آپ کو میرے ساتھ گھر پر چلنا ہوگا کیونکہ ہم نے ان کو کمرے تک محدود کر رکھا ہے اور ایک ملازم اُنکے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ڈاکٹروں نے جواب دے رکھا ہے اور ایک کفن انہوں نے اپنے سرہانے منگوا کر رکھا ہوا ہے۔ میں تو جیسے کانپ گیا۔ اے خدا یہ کیسا وقت آ گیا ہے وہی virus والی بیماری کی سوچ، یہ تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ بھلا والدین کو ایام مرض میں کون تنہا نوکر کے رحم و کرم پر چھوڑ سکتا ہے۔ میں نے کہا ابھی اٹھیں اور پہلے اُن سے ملنے چلتے ہیں پھر دوسری بات ہوگی۔ اور یوں ہم گاڑیوں میں I-10 اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب گھر پہنچے تو صاحب خانہ مجھے لے کر انکے کمرے تک آئے دروازہ کھولا اور مجھے اندر جانے کے لئے کہا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو پیچھے سے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور کہا جب تک آپ سب اندر نہ آئیں گے میں بیمار کو دعا نہیں کرواؤں گا۔ دروازہ کھل گیا اور چاروں دوست بمع صاحبزادے سائیڈ پر پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اب میں پلٹا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کمرے کے وسط میں ایک بیڈ پڑا ہوا ہے، جس پر ایک صاحب صرف شلوار پہنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ رنگ پیلاہٹ کی انتہا کو چھو رہا تھا اور لاغر پن اتنا تھا کہ سینے

پرصرف ہڈیاں ہی عیاں تھیں۔اور وہ گلاس سے پانی پی رہے تھے اور فوراً ہی انہوں نے الٹی کردی۔ میں نے غور کیا کہ فرش الٹی کی گندگی سے بھرا ہُوا ہے۔ میں جب انکی طرف چلا تو وہ صاحب مجھے حیرت سے دیکھنے لگے۔ میں چلتے چلتے انکے بستر کے قریب پہنچا اور بیٹھ گیا۔ سلام کے بعد ہاتھ ملایا، اپنا تعارف کروایا پھر انہوں نے اپنا نام بتایا تو پتہ چلا کہ آرمی سے ریٹائیرڈ میجر صاحب ہیں۔ میں نے ان سے باتیں شروع کر دیں، اسی دوران وہ گھونٹ گھونٹ پانی بھی پیتے رہے۔ میں نے ان سے بابا جیؒ کا ذکر فرمایا اور یہ کہ دنیا میں ہر بیماری کا علاج ممکن ہے کیونکہ شفاء صرف منجانب اللہ ہے۔ ڈاکٹر جواب دے سکتے ہیں اللہ نے تو جواب نہیں دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ''لوگوں کو خوشخبریاں دو''۔ کسی کو بیماری کے عالم میں چھوڑ دینا یا چہرے پر مایوسی اور بے بسی کے تاثرات لانا، درحقیقت ہماری اللہ سے دُوری کی علامت ہے۔ دنیا میں چاہے ہر جگہ سے جواب مل جائے اللہ کی پاک ذات تو ہمیشہ موجود رہتی ہے اور کائنات کے تمام معاملات کو چلانے والی تو صرف ذاتِ ربّانی ہے۔ اصل خوشخبری تو اللہ کے ہونے کا احساس دلانا ہے۔ اور جب فقیر کے فیض سے آپکے اندر اللہ کے ہونے کا احساس قوت پکڑ جائے تو تمام مخلوق کیلئے آپکا پیغام صرف اللہ پاک کی مقدس ذات کے ہونے کا احساس دلانا ہے۔ یہی وہ پاک خیال ہے جو اُمید کے جہان کو روشن کرتا ہے۔ فانی دنیا کی بے ثباتی سے مایوسی فطری ہے کیونکہ ہر چیز فانی ہے۔ جس چیز سے محبت کرو وہ ارتقائی توڑ پھوڑ کے سبب صرف مایوسی ہی کو جنم دیتی ہے۔ لہٰذا قلندر پاکؒ کے تمام چاہنے والوں کو چاہیئے کہ اس حقیقت سے روشن ہوں کہ صرف اللہ ہی رحمت ہے اور وہی ہمیشہ رہنے والی ذات ہے اور اللہ کا ذکر سب سے افضل ذکر ہے۔ دُکھی، پریشان اور بیمار لوگوں کو اللہ کے ہونے کا شدت سے احساس دلانا اُنکو ہر

بدبختی اورنحوست سے نجات دلا دے گا۔ یہی قلندر پاکؒ کا پیغام ہے۔اور پھر میں نے انھیں آنکھیں بند کروا کر دعا کروائی۔ بعد میں پانی پینے کا طریقہ بتایا کہ اب آپ اسی طرح پانی پیتے رہیں۔دعا میں وہ تمام ساتھی بھی شامل تھے لہٰذا آنکھیں کھولنے کے بعد ایک شخص تو دھاڑیں مار مار کر رو یا۔ میں نے چلتے چلتے میجر صاحب سے کہا ''کسی کی بھی زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں یہ تو سب کا ایک عجیب خیال ہے کہ جو بیمار ہے وہ مر جائے گا اور جسے کوئی مرض لاحق نہیں اسے موت نہیں آئے گی۔آپ اللہ پاک پر بھروسہ کریں وہی شفاء دینے والا ہے۔اوراس کے بعد میں نے ان سے ہاتھ ملایا اور باہر نکل آیا۔اُنکے صاحبزادے نے مجھ سے پوچھا ہم ایک گھنٹہ وہاں بیٹھےاس دوران میرے والد صاحب نے کئی بار پانی بھی پیا لیکن الٹی(vomit) نہیں کی جبکہ وہ کچھ بھی کھائیں الٹی(vomit) کر دیتے ہیں۔میں نے جواب دیا''نفرت چھوڑ دو،محبت، پیار ہی ہر مشکل کا حل ہے۔اللہ ہی شفاء دیتا ہے۔خوفِ خدا میں رہنا ہی عین عبادت ہے صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔تمہارا نفس کس قدر سرکش ہے کہ تم لوگوں نے اپنے والد کو تنہا کر دیا، کس چیز کا خوف ہے''۔پھر وہ بازارِ حسن کا سارا واقعہ سنایا،سب ڈر گئے،سہم گئے۔اور یہ بھی بتا تا چلوں کہ وہ میجر صاحب چند ماہ بعد پردہ فرما گئے لیکن میرے ساتھ آنے والوں میں سے مالک پراپرٹی شاپ دودن بعد ہارٹ اٹیک سے دوچار ہوئے اور راہی ملک عدم ہوئے۔ جبکہ دوسرے صاحب ایک ہفتے بعد کینیڈا میں ایک حادثے کے دوران انتقال فرما گئے۔اللہ سب کی مغفرت فرمائے۔آمین!

ان دونوں واقعات کو لکھنے کا مقصد نفس کی حقیقت کو آشکار کرنا ہے۔کیسے ہمارے اندر کی پراگندگی اور اخلاقی گراوٹ ہمیں اللہ پاک سے دور لے جاتی ہے اور ہم بے سکون ہو جاتے

ہیں۔قلندر پاکؒ کی تعلیمات اور تربیت مُردہ قلوب کو زندہ کرنا ہے۔ایسے ان گنت واقعات ہیں مگر مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف چند واقعات کا قلمبند کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

قارئین کرام: قلندر پاکؒ گاہے بگاہے اسلام آباد تشریف لاتے اور جن جن لوگوں کے گھر آپ نے اکثر قیام فرمایا ان میں پولیس انسپکٹر ملک غلام مرتضٰی مرحوم، راجہ ماجد اور چوہدری سکندر کے نام قابل ذکر ہیں۔ بالکل ابتدائی ایام آپؒ نے پیرودہائی میں ملک غلام مرتضٰی مرحوم کے گھر گزارے، پھر راجہ ماجد صاحب کے گھر خاصہ قیام رہا، بعدازاں چوہدری سکندر صاحب کے گھر واقع G-6 میں قیام کرتے رہے۔ چوہدری صاحب کا گھرانہ بالخصوص انکی بیگم باجی مسرت صاحبہ قلندر پاکؒ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ اللہ پاک اُن سے پیار کرنے والوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔آمین!

لاہور میں آپؒ جن گھروں میں بہت زیادہ جاتے تھے ان میں ڈاکٹر میمونہ صاحبہ، سائیرہ سلیم صاحبہ، شاہد صاحب، یونس انصاری صاحب اور بہت سے دوسرے پیار کرنے والے شامل تھے۔ یونس انصاری صاحب محکمہ انہار میں ایک افسر تھے اور قلندر پاکؒ سے آپکی محبت لاجواب ہے۔علاوہ ازیں بالکل شروع کے ایام میں محترمہ ریحانہ مشہدی صاحبہ نے آپؒ سے بے حد پیار کیا اور ہمہ وقت آپؒ کے ساتھ رہتیں اور جگہ جگہ آپؒ کو لے کر جاتیں اور لوگوں سے ملواتیں۔آپؒ ہمیشہ گھومتے رہتے اور یہی فرماتے ''بابا کو شکار کرنا ہے''۔آپؒ کی یہ ساری نقل وحمل اللہ پاک کے امر کے تابع تھی اور آپ کسی بھی جگہ بیٹھے ہوتے تو یکایک کھڑے ہو جاتے اور یہی فرماتے ''بابا کو جانے کا امر آ گیا ہے'' اور آپ باہر نکل جاتے۔ چاہنے والے آپؒ کو اپنی اپنی گاڑی میں لیکر جانے کے خواہاں رہتے اور آپؒ کسی کا بھی دل نہ توڑتے اور سب کے

ساتھ باری باری سفر کرتے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''فقیر کیلئے کوئی جغرافیائی حدود نہیں ہوتیں یہ مُلکی باؤنڈری لائن تو ایک محدود خطہ زمین کی علامت ہے جبکہ فقیر لامحدود ذات ربانی کے قرب کی آغوش میں ہوتا ہے۔ وہ سب کیلئے ہے''۔ قلندر پاکؒ زیادہ تر سرکاری دفاتر میں اعلیٰ عہدوں پر فائیز لوگوں کو ضرور ملتے اور انکے منفی یا مثبت رویوں کے مطابق اپنی جیب سے کارڈ نکال کر اسکے پیچھے قلم سے کچھ لکھتے؛ وقت، تاریخ اور اپنا نام لکھ کر ان صاحب یا اُنکے PS کے حوالے کرتے۔ لکھی جانے والی تحریر Code Word میں ہوتی، جسکا ادراک یا مفہوم آنے والے وقت میں پتہ چلتا۔ آپؒ نے فرمایا ''بابا کو خود بھی نہیں پتہ کہ وہ کیا کہتا پھرتا ہے یہ تو بعد میں پتہ چلتا ہے جب کوئی رزلٹ سامنے آتا ہے''۔ اسکے علاوہ آپؒ نے بھاٹی گیٹ تھانے اور ویسٹرج تھانے میں علیحدہ علیحدہ رجسٹر رکھے ہوئے تھے اور اپنی موج و مستی کے ساتھ اس پر لکھتے اور دستخط کرتے۔ تھانوں کے SHOs کیلئے لازم تھا کہ وہ اس تحریر کو اپنی stamp کے ذریعے Endorse کریں اور اگر کبھی کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ اسی شام تک معطل ہوجاتا۔ کارڈز پر لکھ کر دینا آپؒ کی ڈیوٹی کا ہمیشہ ایک حصہ رہا۔ چند ایک ایسی تحریریں نقل کر رہا ہوں تاکہ مفہوم واضع ہوجائے۔

(1) ''قوم کی قسمت بدلنے کیلئے ذہن بدلنے ضروری ہیں، ثقافت بدعت نہیں عبادت ہے''۔

16 جولائی 1997 صفدر بخاریؒ

(2) ''عدالت لگا رہے ہیں، عدل ہوگا۔ ہر فرعون اپنے انجام کو پہنچ جائیگا''۔

بوقت 8 بجے شام 22 اکتوبر 1997 پیر کا کی

(3) ''اعترافِ جرم اور خوف خدا سے معافی ہوتی ہے''۔

بروز جمعرات 12:06 بجے دوپہر 6 نومبر 1997 پیر کا کی

(4) ''تم اپنا دروازہ بند رکھو، بابے کیلئے دروازہ ہمیشہ کھلا رہیگا''۔

10 دسمبر 1998، 3 بجکر 11 منٹ پیر کا کی

(5) بنام آئی جی موٹروے اسلام آباد

''وقت تمہارے ماتحت نہیں ہمارے تابع امر ہے''۔

بروز جمعہ بوقت 11 بجے قبل دوپہر بتاریخ 18 جنوری 2002

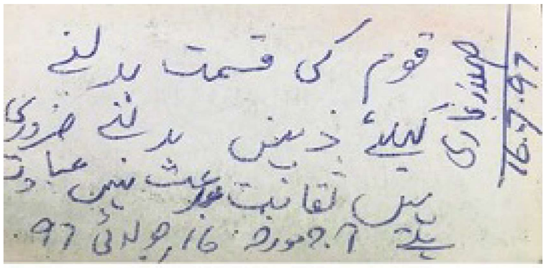

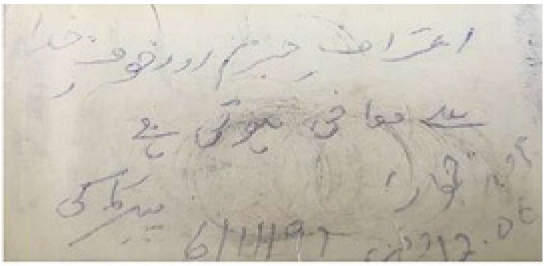

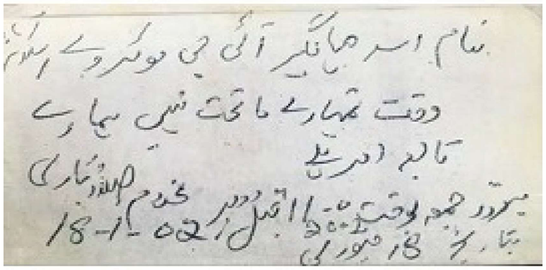

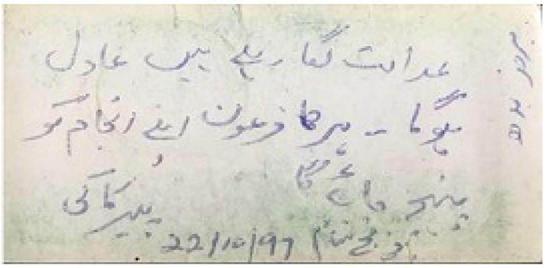

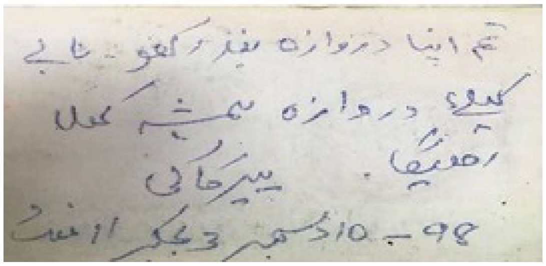

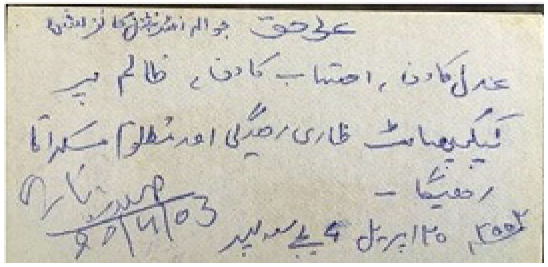

یہ چند ایک مثالیں میں نے لکھ دیں، ہر تحریر کسی ایک خاص موقع اور واقعہ کے حوالے سے ہے اور اسی طرح تھانوں میں پڑے رجسٹر میں آپؒ کی تحریر کسی بھی پیش آنے والے واقعے کی ایڈوانس پیش بندی پر ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ آپؒ قصور میں حضرت شیر علی شاہ قلندرؒ کے عرس کے موقع پر دھمال ڈلوا رہے تھے کہ علاقے کی انتظامیہ نے اجازت نامے کے باوجود وہاں پر چھاپہ مارا اور لوگوں کو مارا پیٹا اور قلندر محترمؒ کو گرفتار کر لیا۔ تھانے پہنچنے کے بعد ان لوگوں نے آپؒ کو چھوڑنے کا قصد بھی کیا لیکن آپؒ نے فرمایا ''جہاں بابے کی کاکیاں اور کاکے جائیں گے وہیں میں بھی جاؤں گا'' اور بالآخر آپ کو JudicialLock-up میں بند کر دیا گیا۔ آپؒ 3 سے 4 دن وہاں رہے۔ اس دوران قیدیوں کی قسمت کھل گئی وہ آپؒ کے پیر دباتے اور انکی ضمانت ہو جاتی۔ اور یوں بہت سارے قیدی آپؒ کے مختصر قیام کے دوران ایک فقیر کی نگاہِ الفت سے مست مست ہو کر اسیری کی لعنت سے آزاد ہو گئے۔ پھر جب آپؒ ضمانت کے بعد باہر تشریف لائے تو آپؒ نے مجھے فون کر کے کچھ یوں کہا'' بابا کو تو اپنے اماموں کی سنت پوری کرنے کا موقع ملا''۔ پھر جلال سے بولے'' جس کسی نے بھی یہ شرارت کی اصل ذمہ دار تو حاکم ہوتا ہے''۔

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی

اس دور کے حاکم سے کوئی بھول ہوئی ہے

''اس بار موسیٰ نہیں آئیگا۔ امیر مختار آ رہا ہے۔ اسکی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ طوفان کی طرح آئیگا اور طوفان کی طرح چلا جائیگا۔ اسکے دور میں تمام قدرتی آفات اور مصیبتیں آئیں گی مگر وہ بحسنِ خوبی ان سے نبرد آزما ہو گا۔ اسکا نام تاریخ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا''۔

یہ اپریل کا واقع تھا اور اکتوبر کو ایک مارشل لاء قیام عمل میں آیا اور حکومت کی تختہ داری ہوگئی۔اس بات کا اندازہ یا علم تو کسی کو آج تک بھی نہیں ہے۔لوگ عقل اور اسباب کی کشتی کے مسافر رہتے ہیں جبکہ نظام کائنات اللہ چلاتا ہے اور انسان اس سے ہمیشہ بے بہرہ رہتا ہے۔ فقیر کسی کا ذاتی دشمن یا دوست نہیں ہوتا اس نے کسی سے چندا نہیں لینا ہوتا وہ تو خود گمنامیوں میں رہتا ہے۔ایک اور موقع پر آپؒ نے کسی VIP کو یہ کارڈ لکھ کر دیا تھا۔

''مست کی تحریر سے ڈرو کہ اس کی تحریر کاتبِ تقدیر کی تحریر ہوتی ہے''

جیسا کہ فرمان نبی ﷺ ہے **''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''**۔ آلِ نبیؐ اور اولادِ علیؑ کتاب وسنت کی سچائی کے امین ہیں قلندر پاکؒ کی یکسوئی نا قابل بیان ہے۔ آپؒ دھمال سے طریقہ علاج پر ایک طویل عرصہ تک نہایت یکسُو رہے۔اب ہمارے لیئے بھی میوزک سے علاج معمول بن چکا تھا۔ جو بھی بیمار آتا اُسے نور جہاں کی آواز میں گائی ہوئی قلندری دھمالیں سناتے اور اُسکی بیماری اور پریشانی دور ہو جاتی۔اس طرزِ علاج پر تنقید کرنے والے بھی بہت تھے۔اور کسی قسم کی سوچ کے بغیر ہی گفتگو کرتے۔اگر کسی بیمار یا پریشان کو تکلیف سے نجات مل جائے تو اس بات پر غور و فکر بہت ضروری ہے۔اس طریقہ علاج سے تو ایسے بھی ہوا کہ شوگر کے مریضوں نے نجات پائی، حتیٰ کہ ایک ہمارے فنکار ساتھی جب Migrate کر کے لندن چلے گئے تو وہاں اُنکو ایک صاحب ملے جو اپنی طرز زندگی سے بہت بیزار تھے۔اُنھوں نے کئی بار راجہ صاحب سے دعا کا کہا اور راجہ صاحب نے دُعا بھی کی پھر راجہ صاحب نے اپنے اور میرے نظریاتی اختلافات کو دور رکھتے ہوئے وہ کیسٹ نکالی اور اُن صاحب کو کہا کہ آنکھیں بند کر کے سُنیں۔بس تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اُن صاحب نے خوب چیخیں ماریں اور بے تحاشہ

روئے۔ ۷ دن تک وہ کیسٹ سننے کے بعد اُنہوں نے توبہ کی اوراب انگلینڈ میں ایک پرسکون زندگی گزار رہے ہیں اورلوگوں کودُعا کرواتے ہیں۔ ساری بات تو فقیر کی ہے وہ علاج کیلئے کوئی بھی طریقہ استعمال کرے ہرطریقے میں اللہ کے روبرو ہونا ہے۔قلندر پاکؒ یہی فرماتے سننے کے بعد آدھا گلاس پانی لو، آنکھیں بند کرلواور اللہ کے روبروتصور کرو۔ پھردل میں ۳ بار اللہ کہہ کر ۳ گھونٹ یا ۳ سانسوں میں پی لو۔لوگوں کے پیچھے دیوانگی کی موج میں پھرنا اور پھرلوگوں کے ردعمل نے ایک دفعہ اسقدر بے بس کردیا کہ میں نے قلندر پاکؒ کوفون کیااور کہا ''میرا استعفیٰ قبول کریں آپؒ مُسکرائے اورفرمایا'' بابا نے بھی کئی بار استعفیٰ دیا مگرکسی نے قبول نہیں کیا۔ بابا سارادن گندگی کا بوجھ اکٹھا کرتا ہے۔شام کووہ گندگی کا ڈھیر پھینکتا ہےاور یہ طے کرتا ہے کہ بس بہت ہوگئی کل سے یہ کام نہیں کرونگا۔صبح پھرتازہ دم ہوجاتا ہےاور پھر معاشرتی سوچوں کی گندگی کواکٹھا کرنا شروع کردیتا ہے۔سیّد بابا یہاں بندہ نہ اپنی مرضی سے داخل ہوتا ہےاور نہ ہی اپنی مرضی سے جاسکتا ہے۔'' اور پھرایسا ہی ہوتا بے حسی کی سوچیں ارادوں کوکمزورکرنے کی کوششیں کرتیں مگررحمت کی موج اُس نفسی شر سے نجات دیتی۔قلندر پاکؒ فرماتے'' بھاگنا چاہتے ہو، بھاگ لو، کہاں بھاگو گے، ہرشے ملکیت خداوندی ہے کوئی ایسی جگہ نہیں جواسکی حدود سے باہر ہو، تم بھاگ نہ سکو گے''۔نفس کی جنگ میں اونچ نیچ ہمارے بشر ہونے کی علامت ہے۔ مجاہدہ اسی لئے ضروری ہے تاکہ عزت دار ہونے کا خیال دل سے نکل جائے۔ ملامت کوسہنا اور مُسکرانا ہی وہ عزت ہے جواللہ پاک کی محبت میں ملے۔ گمراہی ذلت ہےاور دنیا کی محبت میں اللہ سے غافل ہوجانا ہے۔ ایک شام راجہ ماجد صاحب کے گھر کے لان میں دھمال کا پروگرام ترتیب دیا گیا مجھے Anchor کے فرائض سونپے گئے اور بہت سارے مہمانوں کومدعو کیا گیا،

ان مہمانوں میں جناب زاہد شیرازی بھی موجود تھے جو اس وقت DSP تھے۔ شیرازی صاحب نہایت محبت اور عقیدت سے بھرپور ایک سیّد ہیں اور قلندر پاکؒ سے آپکی محبت بھی لاجواب ہے۔ دھمال بہت دیر تک جاری رہی۔ دھمال کا آغاز رسمی طور پر شعوری انداز سے ہوتا ہے پھر فقیر کی توجہ سے دھمال ڈالنے والا وجدانی کیفیت میں چلا جاتا ہے اور دنیا مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے وہ بس ایسے گھوم رہا ہوتا ہے جیسے کچھ بھی اسکے اختیار میں نہیں ۔ ایسے موقع پر قلندر پاکؒ میوزک بند کرا دیتے اور سب سے کہتے باری باری دھمال ڈالنے والا یا والی کو نام لیکر اونچی آواز میں پکارو، سب ایسے ہی کرتے مگر بے سود اور دھمال ڈالنے والی گم اور گھومتی ہی رہتی۔ پھر قلندر پاکؒ ایک آواز دیتے تو وہ ہوش میں واپس آجاتی۔ اس شام بھی ایسا ہی ہوا کہ میری بیگم (آصفہ شاکر) صاحبہ فرطِ بے خودی میں اٹھیں اور دھمال ڈالنے والی غزالہ نذر کو ہاتھوں سے تھام لیا۔ قلندر پاکؒ جلدی سے اٹھے اور میری بیگم کو علیحدہ کیا۔ غزالہ نذر کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ ہوش میں آگئی آپؒ نے فرمایا ''اس حالت میں ایسے وجود کو اگر کوئی ہاتھ لگائے تو 24000 وولٹ کا جھٹکا لگ سکتا ہے''۔ میری بیگم نے اپنے ہاتھوں سے سونے کی انگوٹھی اتاری اور غزالہ کو پہنا دی۔ قلندر پاکؒ بہت مسکرائے اور بیگم کی آنکھوں سے نکلتے آنسو اور محبت دیکھ کر فرمایا ''آج کی شام میری بیٹی آصفہ کے نام'' اسی طرح مضمون کے شروع میں میں نے 1997ء میں ہونے والی دھمال کا ذکر کیا۔ یہ دھمال Lions Club والوں نے مرگلہ ہوٹل میں arrange کی تھی اور اس پروگرام کی میزبانی کے لئے قلندر پاکؒ نے میری بیگم کا ہی انتخاب کیا تھا۔ مختلف لوگوں نے مجھے سمجھایا کہ محبت وعقیدت اپنی جگہ لیکن ایسے پروگرام کی میزبانی بھابھی سے نہ کرائیں، کل یہ دھمال اخباروں کی زینت بنے گی اور بازار والیوں کے

ساتھ آپکی بیگم کا نام بھی لکھا جائیگا۔لیکن میری بیگم نے ایسے تمام مشوروں کو نہ صرف رد کیا بلکہ سب کو کہا کہ اگر وہ ایسی باتیں کریں گے تو ہمارے گھر آنے کی ضرورت نہیں۔فنکشن کے حوالے سے تمام تحریر بیگم نے خود ہی لکھی۔اس فنکشن میں ایک باکمال فقیر بابا ؒ ہارلے اسٹریٹ جنکا نام گرامی بابا جی محمد حسین ؒ ہے، بھی موجود تھے اور تمام وقت انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔اور انکے عقید تمندانکے بہتے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں میں لیکر پی جاتے۔فنکشن رات 2 بجے کے قریب ختم ہوا اور پھر صبح کی اخباریں چیخ اُٹھیں جو کچھ توقع تھی وہی لکھا گیا۔کسی کو بھی اس فکر یا طریقہ علاج سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔شعور تو بہت دور کی بات ہے انھیں تو یہ بھی نہ پتہ چلا کے اس محفل میں عاشقانِ اللہ بھی موجود تھے۔اب میں اس دور کے ہمعصر فقیروں کا تذکرہ کرتا چلوں، چونکہ سب سے میری ملاقات قلندر پاک ؒ کی ہی نسبت سے ہوئی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ بحرِ احدیت کا تیراک تھا۔

ہمعصر فقیر

حضرت باباجی محمد حسینؒ المعروف باباہارلے اسٹریٹ

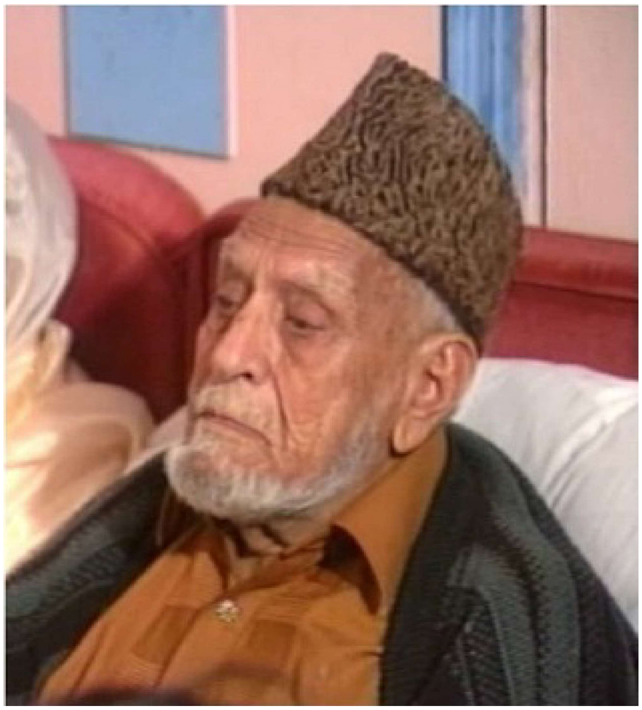

قلندر پاکؒ سے ملن کے ابتدائی ایام میں آپؒ جب بھی تشریف لاتے تو سارا دن گشت کرنے کے بعد شام کو راجہ صاحب کے گھر پر آرام کرتے، ملنے والے آتے اور دعا کے بعد چلے جاتے۔ میں اور راجہ ماجد صاحب آپؒ کی تنہائی میں ضرور موجود ہوتے اور راجہ صاحب کوئی نہ کوئی چٹکلہ ضرور چھوڑتے اور خاموشی کو مسکراہٹوں میں بکھیر دیتے۔ قلندر پاکؒ اپنی موج میں

گفتگو شروع کرتے اور ہم ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہتے۔ راجہ صاحب کا ہمیشہ خیال یہی رہا کہ فقیر کو چھیڑنے سے ہی کام ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک دن صبح کے وقت قلندر پاکؒ اخبار پڑھنے میں مصروف تھے کہ راجہ صاحب مجھ سے یوں گویا ہوئے ''میری ایک خطیر رقم سنگاپور سے مال کے Export میں پھنسی ہوئی ہے اگر آپ دعا کریں تو میں آپکی یہ پرانی FX Suzuki کی جگہ آپکو ایک نئی کروا لے کر دونگا'' اور اس بات کو دوبار دھرایا۔ قلندر پاکؒ نے ایک دم اخبار نیچے کیا اور فرمایا ''تم گاڑی لے دو پھر تمہاری پھنسی رقم بھی نکل آئیگی''۔ میں مسکرایا اور راجہ صاحب خاموش ہو گئے۔ راجہ صاحب کو مجھ سے بہت محبت تھی اور میری گاڑی کی ناگفتہ بے حالت پر پریشان رہتے تھے۔ مگر قلندر پاکؒ نے انہیں عملی قدم کی ترغیب دی۔ جب قلندر پاکؒ لاہور تشریف لے جاتے تو ہم دونوں بے چین ہو جاتے اسی اثنا راجہ صاحب نے خبر دی کے ہارلے اسٹریٹ میں ایک باباجی ہیں وہاں کیوں نہ چلیں میں آ کر آپکو اپنی گاڑی میں پک کر لیتا ہوں۔ ہم دونوں جب اِدھر اُدھر سے پوچھتے ہوئے اس گھر پہنچے جہاں آپکا قیام تھا، ہمیں فقیر کے گھر گھنٹی دے کر اور اندر سے آنے والے کی بے رُخی کے جواب سے کوئی حیرت نہ ہوئی بلکہ تصدیق ہو گئی کہ ہم صحیح گھر آئے ہیں اور فقیر بھی سچا ہے حتٰی کہ گھر والے بھی ماننے سے گریزاں ہیں۔ ہم نے جب ان سے ملنے کیلئے اصرار کیا تو ان صاحب کو نہ جانے کیوں ترس آ گیا اور ہمیں اندر داخل کر کے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ہم جب اس دروازے سے داخل ہوئے تو ایک شاندار کمرے میں ایک خوبصورت بیڈ پر ایک نہایت روشن چہرے نے مسکرا کر ہمارے سلام کا جواب دیا۔ ہم نے فرط محبت میں انکا ہاتھ چوما اور پہلے سے موجود کچھ لوگوں کے ساتھ فرش پر بیٹھ گئے۔ آپکے پیار کرنے والے آپکو باباجی کہہ کر پکارتے۔ ہمارے

بیٹھ جانے کے بعد آپؒ نے بات کی ابتدا اس حدیث مبارکہ سے کی ''فرمان نبی ﷺ ہے فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے'' اور پھر آپ ایک جذبی فقیر کی طرح محو کلام ہوئے اور بولتے رہے۔ اس وقت آپؒ کی عمر تقریبا 90 برس کی تھی اور آپکا انداز گفتگو اور روانی سے لگتا تھا جیسے 18 سال کا نوجوان سامنے بیٹھا ہو۔ جہاں تک مجھے یاد ہے آپؒ کی گفتگو کا مرکز عشق اور عاشق ہی کے اردگرد تھا۔ جب ہم آپؒ کے پاس پہنچے تھے اس وقت شام کے 5 بجے تھے اور پھر آپؒ دربار عشق کی بات کرتے کرتے اچانک خاموش ہوئے تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا ''بابا جی اجازت ہے'' آپؒ نے فرمایا ''بیٹھے رہو اگر میں تم سے کہوں ساری رات بیٹھے رہو تو کیا بیٹھے رہو گے''۔ میں نے فوراً مسکرا کر جواب دیا ''جی بالکل'' تو آپؒ کے چہرے پر مسکراہٹ کا سمندر اُمڈ آیا فرمایا ''جاؤ عیش کرو'' ہزاروں سال کی عبادت ہوگئی'' ہم نے انکا دست مبارک چوما اور الٹے قدم کمرے سے باہر آگئے جب گھڑی دیکھی تو رات کے اڑھائی بج رہے تھے۔ ساڑھے نو گھنٹے ہم کہاں تھے، عام حالت میں تو 5 منٹ نہیں گزرتے تھے، آپؒ کی نگاہ کرم نے ہمیں ظاہری دنیا سے منقطع کر دیا تھا اور ہم جیسے استغراق کے عالم میں چلے گئے۔ انکی شخصیت کا سحر بہت ہی حسین تھا۔ آپؒ بہت ہی بارعب آواز کے مالک تھے۔ میں اور راجہ صاحب گھر تک بالکل تحیر کے عالم میں رہے اور یوں ہم دونوں اکثر و بیشتر آپؒ کے پاس جاتے۔ آپؒ نے بہت پیار کیا مجھے ہمیشہ ایسے محسوس ہوا کہ آپؒ تصوف پڑھانے کے استاد ہیں آپکا اندازِ گفتگو اور استعارہ کا استعمال بہت ہی حسین تھا۔ ایک دو دفعہ ہم قلندر پاکؒ کے ہمراہ بھی آپؒ کے گھر گئے۔ بابا جی محمد حسینؒ اور قلندر پاکؒ کی باہمی گفتگو کا حُسن آفاقی تھا۔ لاہوت لامکان اور دیگر مضامین پر آپ دونوں کی گفتگو عام آدمی کیلئے سمجھنا مشکل تھا۔ بابا جی محمد حسینؒ کو ہمیشہ میں نے

انا الحق یعنی مغلوب الحالی ہی کی کیفیت میں پایا، قلندر پاکؒ اپنے تمام عقیدتمندوں کو ہمیشہ ہوش کی ترغیب دیتے اور یہی فرماتے ''مجذوب بن جاؤ گے تو اپنے کام کے بھی نہیں رہو گے، ہوش میں رہو گے تو انسانیت کی خدمت کرسکو گے''۔

میں اکثر باباجیؒ سے ملنے جاتا تو وہ اپنے کسی انگریز عقیدتمندوں کے لکھے گئے خطوط مجھ سے با آواز بلند پڑھواتے اور ترجمہ بھی کرواتے۔ میں آج اس نقطے میں پہنچا ہوں کہ آپؒ کے پاس چندسالہ قیام نے مجھے بہت مضبوط کیا اور نفس کی آگہی میں آپکی تعلیمات ہمیشہ شامل حال رہی ہیں۔

مجھے حضرت بری امامؒ اور دمڑی والی سرکارؒ پرڈاکومنٹری بنانے کا دفتری حکم ملا اور اسکے لئے میں نے چکوال، کرسال، نیلا بھوتوں، لوئے دندی اور دیگر جگہوں پرریکارڈنگ کی۔ یہ وہ پی ٹی وی کا پہلا پروگرام تھا جسمیں قلندر پاکؒ کا انٹرویو بھی شامل تھا۔ جوانہوں نے بری امامؒ کے والد بزرگوار حضرت سیّدمحمود بادشاہ کاظمیؒ کی بارگاہ میں ریکارڈ کروایا۔ بعدازاں قلندر بریؒ کے عرس کے دوران بھی کچھ ریکارڈنگ ہونا تھی۔ میں نے باباجی قلندر پاکؒ سے عرض کی اگر اس ڈاکومنٹری میں آپؒ اور باباجی محمد حسینؒ بھی شامل ہوں تو آنے والے وقتوں کیلئے فقیروں کی Video بھی محفوظ ہوجائیگی اور قلندر بریؒ کے حسن کی سچائی دیکھنے والوں کیلئے رحمت بن جائیگی۔ اگلے دن میں دفتر میں موجود تھا اور ہم بری امامؒ کے مزار پر جانے کی تیاری کررہے تھے کہ گیٹ سے سیکورٹی والوں نے فون کیا کہ آپکے باباجیؒ باہر گاڑی میں بیٹھے آپکا انتظار کررہے ہیں۔ میں باہر کو بھاگا اور پروگرام اسسٹنٹ حسنین ملک کو کہا کہ سب ٹیم کو گاڑی میں بٹھالیں اور باہر آجائیں۔ جب میں باہر نکلا تو قلندر پاکؒ گاڑی میں موجود تھے۔ اسکے علاوہ گاڑیوں کا ایک

قافلہ تھا اور ایک گاڑی میں بابا جی محمد حسینؒ بھی بیٹھے تھے میں نے انہیں سلام کیا اور معذرت بھی کی کہ بس 2 منٹ کی مہلت دے دیں۔ اتنی دیر میں دفتر کی van ریکارڈنگ کا سامان اور کچھ لوگوں کے ساتھ باہر نکلی، میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور یوں یہ قافلہ بابا جی محمد حسینؒ کی قیادت میں بری امامؒ کی طرف روانہ ہوا۔ ہم گاڑیوں سمیت اندر داخل ہوئے اور ایک جگہ شامیانے کے اندر بہت سے لوگ موجود تھے وہاں ان فقیروں نے قیام کیا۔ ان میں ایک اور فقیر بابا لال شاہؒ بھی موجود تھے۔ سماع شروع ہوگئی پھر کچھ ہی دیر بعد بابا جی محمد حسینؒ نے خطاب شروع کیا اور جیسے خاموشی ہوگئی۔ ہو کا عالم اور آپؒ اپنی جذبی مستی کے ساتھ محو کلام تھے نہ جانے کتنا وقت گزر گیا پھر سب ان تین فقیروں کے پیچھے پیچھے مزار بری امامؒ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم ساتھ ساتھ ریکارڈنگ بھی کر رہے تھے۔ بابا جی محمد حسینؒ نے مزار مبارک پر پہنچ کر پھولوں کی چادر چڑھائی اور پھر دعا مانگی، اسکے بعد قلندر پاکؒ نہایت جلال میں بولے ''یہ مزار ہی نہیں ہمارا تخت بھی ہے یہاں ہم فیصلے کرتے ہیں'' آپکی گرجدار آواز سے جیسے در و دیوار کانپنے لگے۔

''کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے''

ہم جیسے سہم گئے اور پھر آپؒ باہر کی جانب نکلے اور اس کیفیت میں بولتے جا رہے تھے اور مزار کے ارد گرد گھوم رہے تھے۔ ان لمحات کی کچھ ریکارڈنگ آپکو پی ٹی وی کی تیار کردہ ڈاکومنٹری ''مرکز تجلیات بری امامؒ'' میں نظر آئیگی۔

بابا جی محمد حسینؒ ایک بار بابا دیدار شاہ گردیزی (اللہ انکو سلامت رکھے) کی بارگاہ بھی تشریف لے گئے تھے اور یہ ملاقات بھی کمال تھی۔ جب بابا جی محمد حسینؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ایک رات جب میں انکے پاس سے رخصت ہونے لگا اور ہمیشہ کی طرح ہاتھوں کو

بوسہ دینا چاہا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا ''میں سیّد نہیں ہوں آپ سیّد ہیں اور قابل احترام بھی آپکے بابا بخاریؒ بہت بڑے عاشق ہیں اور میں بہت چھوٹا عاشق ہوں۔ آپکو لوگ ورغلانے کی کوشش کریں گے کبھی بھی کسی کی بات نہ سننا اور ہمیشہ انکے پیچھے رہنا۔ جاؤ موج کرو''۔ میرے ہاتھ کو انہوں نے چوما اور مسکراہٹ سے رخصت فرمایا۔ اس سے اگلے دن آپ کی طبعیت خراب ہوئی اور آپکو ہارٹ انٹرنیشنل ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ پر مدہوشی طاری ہوگئی اور چند ایام کے بعد جب آپ ہوش میں آئے تو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپکا مزار ہارلے اسٹریٹ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ قلندر پاکؒ آپکے جنازے میں شرکت کیلئے لاہور سے By Air تشریف لائے اور گاڑی میں بیٹھتے ہی فرمایا: ''ایک جرنیل جا رہا ہے اور ایک جرنیل آ رہا ہے''۔ ہم انکی نماز جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے۔ اور آپؒ کے ساتھ گزرے لمحات اور واقعات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ایک علیحدہ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ قلندر پاکؒ نے قُل اور چہلم میں بھی شرکت فرمائی اور ہمیشہ مجھ سے فرمائش کرتے ''سیّد بابا وہ بابا کیا کہتے تھے عاشقوں کے بارے میں'' اور میں پھر اسی انداز سے بیان کرتا۔ آپؒ کا چہرہ مبارک ہر لمحے میرے سامنے ہے اور آپؒ کے لطف و کرم کی نگاہ ہمیشہ میرے اندر ایک معطر پن رکھتی ہے۔ اللہ پاک باباجی محمد حسینؒ کے عشق کو توڑ چڑھائے اور انکے درجات بلند فرمائے، آمین۔

حضرت سیّد دیدار حسین شاہ گردیزی

(آپؒ ۱۶ شعبان 21 اپریل 2019 کو واصل بحق ہوئے، اللہ پاک آپؒ کو عشق کی انتہا عطا فرمائے۔)

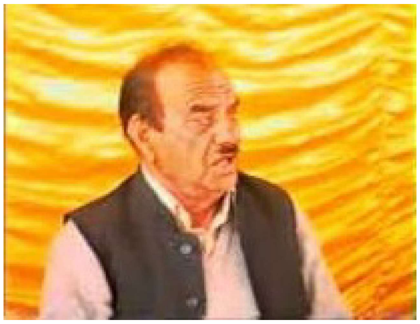

آپ کو لوگ بابا دیدار شاہ کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ حضرت شاہ یوسف گردیزیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ پھلگراں بہارہ کہو کے قریب ایک بستی ہے، یہاں حضرت سیّد منور شاہ گردیزیؒ المعروف شاہ سچیار شاہ زر قلندر شہنشاہ کا مزار مبارک ہے۔ بابا دیدار شاہ صاحب آپکی چودیں پشت میں سے ہیں۔

ہوا کچھ اس طرح کہ میرے ایک دوست اور پیار کرنے والے مشتاق پیرزادہ، جو مظفر آباد میں رہتے ہیں اور سرکاری افسر ہیں، ایک دن شام کے وقت گھر آئے۔ پیرزادہ صاحب اگر اسلام آباد تشریف لائیں تو ملنے ضرور آتے ہیں لیکن اس دفعہ تحیر کا ایک جہاں اپنے ساتھ لائے۔ جب ہم رات کے کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ آج میں ایک ایسے شخص سے مل کر آرہا ہوں جنکی گفتگو میں ایک عجب خوبصورتی تھی۔ معاشرتی رویوں پر انہوں نے دیر تک گفتگو کی اور معاشرتی منافقت کو بالخصوص ہدف تنقید بنایا۔ مجھے انکی باتوں میں سچائی اور بہت درد محسوس ہوا۔ کچھ کچھ اپنے بابا جیؒ کا رنگ بھی دکھائی دیا پھر کہا "ہاں ایک بات جو آپ شاہ

صاحب اکثر کہتے ہیں کہ جب کسی گھر میں ماتم ہو جائے تو فاتحہ پوری طرح نہیں پڑھی جاتی۔ حالانکہ اگر واقعی کسی کیلئے فاتحہ پڑھی جائے تو الحمد شریف، 3 مرتبہ سورہ اخلاص اور درود شریف پڑھنے میں وقت لگتا ہے، لیکن مروجہ طریقہ عجیب ہے ایسے لگتا ہے جیسے ہاتھ اٹھائے اور 1 سے 10 تک گنتی کی اور دعا ختم۔ خلوص محبت اور جذبوں سے بے نیاز صرف ایک رسم ہی رہ گئی ہے۔ اسی قسم کی گفتگو بابا جی دیدار شاہ صاحب نے بھی کی"۔ میں نے کہا اچھا کل قلندر پاکؒ تشریف لانے والے ہیں پھر ان سے ذکر کرتے ہیں۔ اگلے دن جب یہ تذکرہ میں نے آپؒ سے کیا تو فرمایا "ابھی چلتے ہیں" راجہ ماجد صاحب کی گاڑی میں ہم روانہ ہوئے۔ پیرزادہ صاحب نے صرف بہارہ کہو کا ذکر کیا تھا لہذا ہم وہاں پہنچے۔ وہاں ایک مجذوب عابد شاہ صاحب بھی مشہور تھے جب ہم انکے پاس پہنچے تو قلندر پاکؒ کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھ جوڑ لئے۔ آپؒ نے فرمایا یہ وہ نہیں ہیں۔ اب ہم نے ادھر اُدھر لوگوں سے پوچھا تو کسی نے ہمیں پھلگراں کا پتہ دیا کہ تھوڑا آگے جائیں اور پھر ایک پل کو جب کراس کر لیں گے تو آپکو ایک سبز گنبد نظر آئیگا، وہاں ہو سکتے ہیں۔ ہم اس مزار تک پہنچ گئے۔ باہر ایک بہت بڑا بورڈ آویزاں تھا جس پر لکھا تھا۔

مزار مبارک

سیّد منور شاہ گردیزیؒ

شاہ سچیار شاہ زر قلندر شہنشاہ

بورڈ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ ہم اندر داخل ہوئے تو بائیں جانب ایک کشتی نما تعمیر پر نظر پڑی جسکی آنکھ بھی تھی اور آگے سیڑھیاں جو اوپر کی طرف جاتی تھیں ہم اوپر گئے تو مرقد مبارک قلندر شاہ سچیارؒ پر پہنچ گئے۔ وہاں حاضری کے بعد ہم واپس نیچے آئے اور ایک خدمت گار نے ہمیں دائیں

جانب بنے کمروں میں سے ایک کمرے میں بٹھا دیا۔سبز رنگ کا کارپٹ اور گاؤ تکیئے موجود تھے۔ جلد ہی ایک صاحب جو بالکل clean shave تھے، شانِ بے نیازی سے داخل ہوئے۔ پہلے تعارف ہوا۔ پھر قلندر پاکؒ اور بابا دیدار شاہ صاحب محوِ گفتگو ہوئے اور لاہوت لامکان کے ذکر کے ساتھ مختلف اشاروں میں گفتگو ہوتی رہی۔ میں اور راجہ ماجد خاموشی سے اس گفتگو کو سن رہے تھے کہ اچانک بابا دیدار شاہ صاحب نے قلندر پاکؒ سے فرمایا ''فیر ہُن ایس نوں دریا اچ دھکا دیو'' یعنی اب انکو دریا میں پھینکو مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ میرے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے اچانک کہا یہ آپ میرے بارے میں کچھ کہہ رہے ہیں۔قلندر پاکؒ مسکرائے اور اسی دوران چائے آ گئی۔ مجھے بس اتنا یاد ہے کہ بابا دیدار شاہ صاحب کی گفتگو سے دل کو بہت سکون آیا۔ بات سمجھ میں نہیں بھی آئی مگر اسکی مہک کا تعلق صرف باطن سے ہی تھا۔ ہم جب وہاں سے رخصت ہوئے تو بابا دیدار شاہ صاحب نے بڑی محبت اور گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

بابا دیدار شاہ صاحب کی فیملی کشمیر میں آباد تھی اور مزاج میں کھرے پن کی دلکشی نمایاں تھی۔قلندر پاکؒ نے ہمیں بتایا کہ آپ صاحب مزار سے روشن ہیں اور بہت خوب روشن ہیں۔ 3 دن کے بعد میں نے اپنی بیگم اور بیٹے کو ساتھ لیا اور بابا دیدار شاہ صاحب سے ملنے کیلئے پہنچا۔ اس جگہ کا دستور یہی ہے کہ جو بارگاہِ قلندر میں حاضری کیلئے آئے وہ اوپر جا کر حاضری دے اور واپسی پر اگر روٹی کھانے کا دل ہو یا چائے پینے کا من چاہے تو خدام آپکو وہ لنگر کھلاتے ہیں۔ ہم نے حاضری دی، لنگر کھایا اور خادم سے بابا جی کا پوچھا تو اس نے ہمیں اسی کمرے میں بٹھا دیا جہاں قلندر پاکؒ کے ہمراہ میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر

بعد بابا دیدار شاہ صاحب تشریف لائے۔ محبت سے ملے اور پھر ایک یکسوئی سے محو گفتگو ہوئے اور پہلی بات جو انہوں نے ہم سے پوچھی کہ ''ایہہ سکون کس نوں کہندے نیں'' یعنی یہ سکون کسے کہتے ہیں، پھر خود ہی بولے سہہ کون (سکون) اور گفتگو کو بڑھاتے ہوئے استعارہ اور تشبیح کا بے حد استعمال کیا۔ میری بیگم نے انہیں کہا مجھے sugar ہے تو چہرہ دیکھتے رہے پھر بولے بیٹا تمھارے اوپر اس مرض کے کوئی اثرات نہیں ہیں اور آئندہ بھی نہیں ہونگے۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ بابا دیدار شاہ صاحب بہترین اردو بولتے ہیں۔ آپکی روانی کو دیکھ کر عقل ششدر رہ جاتی ہے۔ آپ عارفانہ کلام ڈھولک کی تھاپ پر خوب گاتے ہیں۔ آپ جب ڈھولک پر ہاتھ مارتے تو دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔ اس ملاقات کے دوران میں نے ان سے سگریٹ پینے کی اجازت مانگی تو آپ نے کہا مجھے بھی پلاؤ اور یوں ہم بے تکلفی کی حدود میں داخل ہوگئے۔ قلندر پاکؒ کے سامنے میں نے کبھی ایسا نہیں کیا لیکن نہ جانے بابا دیدار شاہ صاحب کے سامنے جی چاہا اور انہوں نے اجازت بھی دے دی، یہ ملاقات بہت حسین تھی۔ فقیری کا یہ رنگ جدا گانہ مگر بے حد خوبصورت تھا۔

جب قلندر پاکؒ لاہور ہوتے تو ہمارے دو ہی ٹھکانے تھے یا بابا جی محمد حسینؒ یا پھر بابا دیدار شاہ صاحب یہاں ہم آتے تھے اپنی تڑپ کے ساتھ لیکن پھر واپسی فقیر کی مرضی سے ہی ہوتی تھی۔ میں نے بہت سارے لوگوں کو بابا دیدار شاہ صاحب سے ملوایا۔ آپ کی گفتگو اور انداز کی لطافت لوگوں کو محظوظ تو بہت کرتی مگر کیونکہ وہاں دعا کا ایسا کوئی مروجہ نظام نہیں تھا جسکی تلاش میں لوگ رہتے ہیں بابا دیدار شاہ صاحب ہمیشہ فرماتے ''اوپر جا کر دعا مانگو یہ سب اوپر والا کرتا ہے میں تو یہاں صرف خادم ہوں جسے مخدوم کہتے ہیں''۔

رفتہ رفتہ میں وقت بے وقت یہاں آ جاتا اور بابا دیدار شاہ صاحب کی یکسوئی اور درد سے لطف اندوز ہوتا۔ آپ کے انداز میں سختی کے باوجود مجھے ان سے ملنے کا ہمیشہ اشتیاق رہا۔ ایک دن آپ نے پوچھا ''سیّد صاحب آپ اپنے باباجی کے بہت لاڈلے ہیں آپکو کیا ملا'' انکے اچانک سوال نے مجھے جھنجوڑ دیا کیونکہ میں نے تو کسی چیز کی تمنا ہی نہیں کی تھی۔ پھر وہ مجھے تکتے رہے میں بولا ''ایک مثبت سوچ ملی'' آپ نے کچھ دیر کیلئے آنکھیں بند کرلیں اور پھر مسکراتے چہرے سے گویا ہوئے'' آپ نے بالکل ٹھیک اور خوب کہا'' بعد میں جب اس بات کا تذکرہ قلندر پاکؒ سے کیا تو آپؒ فرمانے لگے'' سیّد بابا جو ابتدا ہے وہی انتہا ہے''۔ ایک طویل وقت دیدار شاہ صاحب کی صحبت میں گزرا۔ میرے بیٹے کو وہ اپنا استاد کہتے تھے کیونکہ شازیل نے انہیں Exercise کے گُر انکے پوچھنے پر بتائے۔ اور بحیثیت ایک باڈی بلڈر انکو باڈی بلڈنگ کیلئے ایک دو Dumb Bell تحفے میں پیش کئے۔

بابا دیدار شاہ صاحب نے مجھ سے بے حد پیار کیا جسکی وجہ صرف اور صرف قلندر پاکؒ تھے۔ آپ نے ایک دن مجھے اپنی کہانی بھی سنائی کہ کیسے وہ پولیس میں نوکری کرتے تھے اور پھر زندگی کا U-Turn آیا اور مجذوبی کیفیات نے حال بے حال کردیا۔ اس سارے مجاہدے سے نکل کر آپ نے قلندر پاکؒ منور شاہ گردیزی کا مزار مبارک تعمیر کروایا۔ آپ کے چاہنے والوں میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے اور آپ نے ہمیشہ سب کا خیال رکھا۔

باباجی محمد حسینؒ المعروف بابا ہارلے اسٹریٹ بھی آپ سے ملنے کیلئے تشریف لائے، اس ملاقات میں نور جہاں پانیزئی جو باباؒ ہارلے اسٹریٹ کی عقیدتمند تھیں بھی موجود تھیں۔ میرے ساتھ میری بیگم اور بیٹا بھی موجود تھے اور اس دن بابا ہارلے اسٹریٹ مرکزِ نگاہ تھے اور باقی تمام

لوگ سمیت بابا دیدار شاہ مصاحبین میں شامل تھے۔ باباؒ ہارلے اسٹریٹ نے بہت دیر تک فقر پر گفتگو فرمائی، اس ملاقات کا رنگ اس لحاظ سے بھی منفرد تھا کہ یہاں لنگر بھی باباؒ ہارلے اسٹریٹ کے چاہنے والے ساتھ لائے تھے اور آپکی ایک عقیدتمند مہر النساء سیب کاٹ کاٹ کر سب کو کھلا رہی تھیں جبکہ ایک صاحب cold drink پلا رہے تھے۔ جب باباؒ ہارلے اسٹریٹ رخصت ہوئے تو بابا دیدار شاہ صاحب نے پوری محبت کے ساتھ آپکو گاڑی میں بٹھایا اور جب وہ گاڑی روانہ ہوگئی تو میری طرف متوجہ ہوئے ''بہت بڑا فقیر ہے بھئی بہت بڑا'' اور یہ کہتے ہوئے وہ اپنی رہائش گاہ کی طرف چلے گئے۔ میں بیگم اور بیٹے کو ٹیکسی پہ لیکر آیا تھا۔ واپسی کیلئے نکلے تو بہارہ کہو بازار تک پیدل پہنچنے میں ہمیں 40 منٹ لگے اور وہاں سے ٹیکسی لیکر واپس گھر پہنچے اور یہی فیصلہ کیا کہ بغیر گاڑی کے آئندہ وہاں نہیں جانا۔ ظاہر ہے نفس کی سرکشی نے تھوڑی دیر کیلئے تنگ تو کیا لیکن اسکے بعد بس ایسا ہی ہوا کہ جب بھی ان سے ملنے کا ارادہ ہوتا کوئی نہ کوئی ہمیں اپنی گاڑی میں لینے آجاتا۔ آپ کے کہنے پر مختلف گائیک کو لیکر انکے پاس جاتا آپ گیت، غزل، عارفانہ کلام سنتے اور نہ جانے بس جیبوں میں ہاتھ ڈالتے اور نوٹ گانے والے پر نچھاور کرتے جاتے اور یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا جب تک کہ گانے والا گانا گا تا رہتا۔ اکثر آپ اپنا ہارمونیم بھی منگواتے اور خود بھی اسے بجاتے ایک دن میرے عزیز دوست سیّد پرویز حیدر میرے ہمراہ بابا دیدار شاہ صاحب سے ملنے گئے۔ میں نے تعارف کروایا کہ پرویز حیدر صاحب ایک کمپوزر، گلوکار اور شاعر بھی ہیں۔ اس پر بابا دیدار شاہ نے فرمائش کی کہ ہمیں بھی کچھ سنائیں۔ پرویز حیدر نے گاڑی سے اپنا ہارمونیم منگوایا اور خوب کلاسیکل انگ میں غزلیں پیش کیں۔ بابا دیدار شاہ صاحب نے آپ پر بے تحاشہ نوٹ نچھاور کیئے اور آخر میں فرمایا ''یہ نوٹ

حقیقت میں لفظوں کی قیمت ہے'' پھر اپنا ہارمونیم منگوایا اور پرویز حیدر صاحب کو کہا ذرا یہ چیک کریں۔ انہوں نے اسے بجایا پھر رک گئے۔ بابا دیدار شاہ صاحب نے پوچھا'' شاہ جی کیسا ہارمونیم ہے'' پرویز حیدر نے برجستہ جواب دیا'' مزاج کی سختی بالکل آپ جیسی ہے''۔ ہم سب بہت مسکرائے پھر بابا دیدار شاہ صاحب نے ہمیں گیت گا کر سنائے۔ جب باباؒ ہارلے اسٹریٹ مدہوشی میں چلے گئے تو انکی ایک بیٹی نے راجہ ماجد صاحب سے قلندر پاکؒ کی بابت دریافت کیا۔ جب پتہ چلا کہ وہ تو لاہور میں ہیں تو کہا کوئی اور ہے ادھر قریب میں اپنے ابا جی کے بارے میں دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اس مدہوشی کے حال میں کیوں ہیں۔ راجہ ماجد نے انہیں بابا دیدار شاہ صاحب کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کہا آپ مجھے لے چلیں، راجہ صاحب کہنے لگے مجھے تو ان سے بے حد ڈر لگتا ہے اگر سیّد بابا ساتھ چلیں تو پھر ممکن ہے۔ راجہ صاحب نے مجھے فون کیا اور میں نے حامی بھر لی۔ جب وہ گاڑی میں تشریف لائے تو باباؒ ہارلے اسٹریٹ کی بیٹی بھی گاڑی میں پچھلی نشت پر موجود تھیں۔ راجہ صاحب اکثر مجھے چھیڑتے تھے اس بار بھی انہوں نے ایسا ہی کیا کہ شاہ صاحب بابا جی کے بہت لاڈلے اور قلبی روشنی کے حامل ہیں ان سے بھی پوچھ لیجئے۔ میں نے فوراً وہی فقرہ کہہ دیا جو انہیں اس مدہوشی کے دوران دیکھنے کے بعد راجہ صاحب کو کہا تھا'' یہ کچھ دن ایسے ہی رہیں گے پھر ہوش میں آئیں گے اور ایک دو دن کے بعد وصال فرما جائیں گے''۔ انکی بیٹی کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھ کر میں نے کہا آپ بُرا نہ مانیں یہ تو میری رائے ہے البتہ بابا دیدار شاہ صاحب ایک حقیقی فقیر ہیں وہ بہتر بتا سکتے ہیں۔ ہم بارگاہِ قلندر شاہ سچیارؒ پہنچے اور دستور کے مطابق بابا کی بیٹی کو پہلے اوپر لیکر گئے حاضری دی پھر نیچے کمرے میں بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ بابا دیدار شاہ صاحب باہر ٹہل

رہے ہیں لیکن اندر نہیں آ رہے، میں نے جا کر آپکی قدم بوسی کی اور آنے کا مقصد بتایا۔ پھر آپ اندر تشریف لائے اور دیوار سے ٹیک لگا کر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے اس وقت پھٹی ہوئی جرابیں پہن رکھی تھیں اور اپنے دونوں پاؤں مسلسل ہلا رہے تھے۔ بابا دیدار شاہ صاحب نے بیٹھنے کے بعد میرے سے گفتگو شروع کی اور سب سے پہلے قلندر پاکؒ کا حال دریافت فرمایا پھر میرے حال پر چند سوالات کئے۔ میں نے اُن کی توجہ باباؒ ہارلے اسٹریٹ کی بیٹی کی طرف مبذول کرائی تو فوراً بولے ''اچھا آپ اس بڑے فقیر کی بیٹی ہیں۔ کہاں رہتی ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا، انگلینڈ۔ بابا دیدار شاہ صاحب نے بات کو فوراً پکڑا ''کیا کہا انگ تے لینڈ۔ آپ نے دو لفظ اکھٹے بول دیئے۔ اس کا کیا مطلب ہے''؟ باباؒ ہارلے اسٹریٹ کی بیٹی بولیں۔ انگلینڈ کا مطلب انگریزوں کا دیس، یعنی انگریزوں کے رہنے کی جگہ۔ بابا فوراً بولے ''تو پھر آپ وہاں کیا کرتی ہیں؟ اور یاد رکھیں اگلی دفعہ جب آپ دوبارہ میری طرف آئیں تو انگلینڈ کا صحیح مطلب پوچھ کر آئیں، دوسرا یہ کہ آپ کے والد صاحب ایک خوبصورت فقیر ہیں وہ ایک کیفیت کے سبب محوِ استغراق ہیں۔ 3 دن بعد ہوش میں آئیں گے، کچھ کھائیں گے، پیئں گے اور پھر واصلِ بحق ہو جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ اوپر جا کر دعا مانگیں یہ سب اوپر والے کی مرضی ہے میں تو صرف یہاں خادم ہوں''۔ باباؒ ہارلے اسٹریٹ کی بیٹی نے مجھے دیکھا جیسے یہ کہہ رہی ہو'' آپ سب ایک جیسے پاگل ہیں''۔ بابا دیدار شاہ صاحب نے انہیں اجازت دی۔ میں بھی جانے لگا تو فرمایا ''شاہ جی آپ کدھر جا رہے ہیں''؟ میں نے کہا، جناب جن کیساتھ آیا تھا انہیں کے ہمراہ واپسی، پھر آپ نے اجازت دی۔ بابا دیدار شاہ صاحب قلندر پاکؒ سے بہت پیار کرتے تھے اور ہمیشہ جب بھی میں اُن سے ملنے جاتا وہ قلندر پاکؒ کے بارے میں ضرور گفتگو کرتے۔ قلندر

پاکؒ کے وصال کے بعد آپ نے انہیں مارشل فقیر کا خطاب دیا کہ ایسا فقیر بہت عرصے کے بعد آتا ہے۔ اللہ بابا دیدار شاہ صاحب کو صحت اور عشق کی سلامتی عطا فرمائے۔ آمین!

ایک بات بتا تا چلوں بابا دیدار شاہ صاحب اور باباؒ ہارلے اسٹریٹ کے رہن سہن میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ باباؒ ہارلے اسٹریٹ lords کے انداز میں رہتے تھے۔ اپنے ہاتھوں کی تمام انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتے تھے، جبکہ بابا دیدار شاہ صاحب کا انداز سادہ تھا۔ میں نے باباؒ ہارلے اسٹریٹ کے شاہانہ انداز پر قلندر پاکؒ سے سوال بھی کیا تھا جس پر آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا فقیری میں ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جب آپکو مادہ کا زہریلا سانپ ڈس نہیں سکتا''۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے ایک وقت ایسا گزارا جب پتے کھا کر روزہ رکھتے اور پتے کھا کر ہی افطار کرتے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ آپؒ بہت بڑے تاجر تھے اور آپکے ships چلتے تھے اور آپؒ جو لباس زیبِ تن کرتے وہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ ایک صاحبِ ثروت اور بڑے بزرگ تھے۔ آپؒ نے اپنی دولت فلاحِ انسانیت کیلئے خرچ کی۔ آپکے وصال کے بعد جب یہ تمام آپکے بیٹوں میں تقسیم ہوئی تو آپکے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت صدرالدین عارفؒ نے اپنا حصہ اسی وقت تمام غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔ جب کسی نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ نے ایسا کیوں کیا جبکہ آپکے والد بزرگوار تو باقاعدہ ایک نظام کے تحت اسے خرچ کرتے۔ تو آپؒ نے فرمایا ''میرے والد اس دنیا پر حاوی تھے اسلیئے یہ زر انھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اور میں کبھی اس پر حاوی اور کبھی برابر کی سطح پر آجاتا ہوں۔ اسلیئے اس سانپ کے زہر سے ڈسے جانے سے ڈرتا ہوں''۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ نے یہ فرمایا ''میرے والد سانپ کاٹے کا منتر جانتے تھے''۔ حضرت

صدرالدین عارفؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ رکن عالمؒ ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس کا میں مولا اسکا علی مولاؓ ''۔حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا'' اصولِ طریقت اور بلا کی برداشت میں حضرت علی المرتضیٰؓ ہمارے امام ہیں''۔حضرت مولا علیؓ نے فرمایا'' اے دنیا میں نے تجھے طلاق دی،طلاق دی،طلاق دی''۔

حضرت ابوبکرصدیقؓ کا اختیاری فقراور صفائے قلب ایک نہایت ہی روشن حقیقت ہے۔ آپؓ نے تمام مال واسباب تقسیم فرمایا اور دل کو غیر اللہ سے پاک کیا، گلیم پہنی اور شہنشاہ پاک سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا '' پیچھے یعنی گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو'' آپؓ نے جواب دیا'' اللہ کی محبت اور آپ ﷺ کی متابعت'' واہ سبحان اللہ۔حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' عمرؓ کی زبان پر حق تعالیٰ بولتا ہے'' پھر فرمایا'' اگلی امتوں میں محدث ہوئے ہیں اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہیں''۔حضرت عمرؓ نے فرمایا'' دنیا کی بنیاد بلا ہے اور بلا میں سکون محال ہے''۔آپؓ ساری ساری رات گلیوں میں پھرتے کہ کہیں کوئی بھوکا نہ رہ جائے۔سفیرِ روم جب آپؓ سے ملنے آیا تو لوگوں سے آپؓ کے رہنے کی جگہ پوچھی۔اُسے بتایا گیا کہ قریب ہی ایک ویرانے میں تمہیں ایک شخص زمین پر لیٹا ہوا ملے گا اور تکیے کی جگہ سر کے نیچے پتھر رکھا ہوگا وہی خلیفہ وقت ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین بہت ہی زیادہ صاحبِ ثروت صحابیؓ اور دامادِ شہنشاہ پاک ﷺ تھے۔آپؓ نے اس دولت کی کثرت کے سبب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ کسی طرح انہیں اس دولت سے نجات مل جائے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آپکی یہ دولت اسلام کے کام آئیگی''۔حضرت عثمان غنیؓ کے 400 غلام تھے ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ آپؓ

لکڑیوں کا گھٹا سر پہ رکھے جا رہے ہیں تو کسی نے وجہ پوچھی اور یہ کہا کہ آپؒ کے اتنے خُدّام ہیں پھر آپؒ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو آپؒ نے کیا خوب جواب دیا ''میں اپنے نفس کو آزما رہا ہوں''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''ہماری دنیا فانی ہے، ہماری زندگی عاریتاً ہے، ہمارے سانس گنے ہوئے ہیں اور ہماری غفلت ظاہر ہے''۔ یعنی جو فانی ہے اس نے ختم ہونا ہے، جو زندگی عاریتاً ہے وہ واپس لے لی جائے گی اور جو سانس گنتی کے ہیں وہ جلد ختم بھی ہو جائیں گے۔

قلندر پاکؒ ایک feudal گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر کسی نے آپؒ سے پوچھا کہ بابا آپ نے یہ سب کیسے چھوڑا فرمایا ''کوئی چھڑوا لیتا ہے'' آپؒ ہمیشہ یہی فرماتے ''دعا کرو بابے کی ہر سانس انسانیت کے کام آئے''۔ آپؒ بھاٹی گیٹ کے کوچہ شاہ عنائت میں رہائش پذیر رہے آپؒ کے کمرے کی وسعت اور چوڑائی کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں صرف ڈبل بیڈ کا میٹرس بچھا ہوا تھا اور اطراف صرف اتنی جگہ تھی کہ وہاں سے گزر کر باتھ روم تک پہنچا جا سکے۔ آپؒ وہاں ایک طویل عرصہ رہے، حالانکہ آپؒ کے چاہنے والے صاحبِ ثروت تھے اور انہیں اپنے گھر بھی رہنے کی دعوت دیتے تھے، لیکن آپؒ کو وہی جگہ پسند تھی۔ فرماتے تھے ''جو اللہ کی مرضی ہے''۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ''میں تو وہی اختیار کروں جو اللہ میرے لئے پسند کرے''۔

حضرت ابوتراب نخشبیؒ فرماتے ہیں ''فقیر کی خوراک وہ ہے جو مل جائے، اس کا لباس وہ

ہونا چاہیے جس سے ننگا پن ڈھانپ سکے اور اسکا مسکن وہ ہے کہ جہاں رات بسر کرے''۔ اِن تینوں چیزوں میں تصرف کرنا غیر اللہ میں مشغول ہونا ہے اور سارا جہاں اسی آفت میں مبتلا ہے۔

فقر

اللہ تبارک تعالیٰ نے درویشوں کو بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ''صدقات کا حق ان مساکین کا ہے جو راہ حق میں اسقدر محو ہیں کہ اِدھر اُدھر نہیں جاسکتے اور چونکہ وہ زبانِ سوال دراز نہیں کرتے ناواقف لوگ انکو غنی سمجھتے ہیں''۔

پھر فرمایا ''اللہ کے نزدیک ضرب المثل ہیں وہ اللہ کے بندے جو اپنی عبدیت میں غرق ہیں اور کاروبار نہیں کر پاتے''۔

''ان دونوں آیات میں دو ایسے الفاظ ہیں جو حق تعالیٰ نے اپنے درویشوں کے حق میں فرمائے ہیں۔ پہلی آیت میں لفظ ''احصروا'' ہے، جس کے لفظی معنی ہیں ''گھرا ہوا'' یعنی وہ راہِ حق میں اسقدر مغلوب الحال منہمک اور مست و محو ہیں کہ دنیا کے کاموں کا ہوش نہیں اور دوسری آیت میں لفظ ''عَبدَ امملوکا'' یعنی وہ خدا کا عبد مومن جو حق تعالیٰ کا مملوک یعنی زر خرید یا بے زر خرید غلام بن چکا ہے اور اسکی رضا کے سوا کوئی قدم نہیں اٹھاتا یہ دونوں مقامات یعنی ''محویت فی الحق اور مملوکیت حق'' عبد مومن کی شان ہے اور ان کا یہ مشغلہ حق تعالیٰ کو اسقدر محبوب ہے کہ جہاں ساری بنی نوع انسان کو حق تعالیٰ نے کسب اور روزی کمانے میں جدوجہد کا حکم دیا ہے اپنے ان بندوں کیلئے حق تعالیٰ نے باقی لوگوں کو حکم دیا ہے کہ انکی ضروریاتِ زندگی کا خیال

رکھیں"۔ (شرح کشف المحجوب)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"الفقرفخری والفقرمنی"

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

فقر کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں۔ عام طور پر اس سے تنگ دستی، غربت، مفلسی اور ناداری مراد لی جاتی ہے۔ دین اسلام میں"فقر" سے وہ راہ یا وہ طریق مراد ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان تمام حجابات کو ہٹا کر بندے کو اللہ کے دیدار اور وصال سے فیض یاب کرتا ہے "فقر" دراصل دین اسلام کی حقیقت ہے جو اولیاء کرام اور ہمارے سلف صالحین کا اللہ تک رسائی کا طریقہ رہا ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حساب کمالات اور اوصاف سے نوازا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوبی پر فخر نہیں فرمایا۔ حتٰی کہ فرمایا"میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن اس پر فخر نہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اور صرف فقر پر فخر فرمایا۔ فقر یعنی روح کی اللہ تعالیٰ سے قرب کی وہ انتہا جہاں روح اللہ کا دیدار اور اللہ سے وصال کی تکمیل پاتی ہے، معراج کی رات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے تحفہ مانگ لیا۔ چنانچہ ظاہری پاکیزگی کیلئے نماز اور روزوں کا تحفہ ملا اور باطنی پاکیزگی کیلئے فقر کا نور عطا کر کے دیدارِ الٰہی کی راہ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھول دی گئی۔ حدیث مبارکہ ترجمہ"فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے"۔

معراج کے حوالے سے قرب و وصال کے بارے میں قرآن پاک کی سورۃ النجم میں ارشاد ہوا۔ ترجمہ"پھر اللہ اور اسکے محبوبؐ کے درمیان صرف دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا

اس سے بھی کم''۔

فرمان سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت حاصل ہے''۔ فقر دراصل روحانیت کی وہ معراج اور کمال ہے جب روح نورانیت اور پاکیزگی کی اس انتہا کو چھو لیتی ہے جہاں وہ اپنے پاک رب سے یوں وصال پا لیتی ہے جیسے قطرہ سمندر سے مل کر خود سمندر ہو جاتا ہے۔ فقر کی انتہا خود کو اپنے رب کی ذات میں یوں گم کر دینا ہے کہ انسان کا اپنا وجود ختم ہو جائے اور باقی رہے وہ ذات جسے دائمی بقا ہے۔ فقر کے اس انتہائی مقام پر پہنچ کر شہنشاہ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذاتِ الٰہی کے کامل مظہر بن گئے۔ حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا: ترجمہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے چہرے کا آئینہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور ہر صفت ان میں منعکس (ظاہر) ہے''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے دیکھا بے شک اس نے حق کو دیکھا''۔

فقر کی یہ نعمت فقر کی پہلی سلطان حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حاصل کی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کی حقیقت تک رسائی حاصل کی تو سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''فاطمہؓ مجھ سے ہے''۔ پھر بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں فنا ہو کر حقیقتِ فقر کو پا گئے تو فرمایا ''علیؓ مجھ سے ہیں'' پھر امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو یہ خزانہ عطا ہوا تو فرمایا ''حسنؓ اور حسینؓ مجھ سے ہیں''۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں۔

''فقر کی ایک ظاہری شکل ہے اور ایک اس کا باطن ہے، اس کی ظاہری شکل افلاس اور بے قراری ہے اور اس کا باطن اقبال مندی، کامرانی اور اطمینانِ قلب ہے اور جو شخص فقر کے

ظاہر یعنی ظاہری محتاجی میں رہ گیا اور اس کی باطنی دولت تک نہ پہنچا وہ ناکام ہو کر بھاگ گیا۔ اور جس نے فقر کی حقیقت یعنی باطنی دولت کو پالیا وہ سارے جہاں سے منہ موڑ کر ذاتِ حق میں فنا یعنی واصل باللہ ہو گیا اور بقاباللہ کے مرتبہ پر پہنچ گیا''۔

بزرگوں نے فرمایا ہے۔ ''جو شخص فقر کی ظاہری صورت میں پھنس گیا وہ سوائے لفظ فقر کے اور کچھ نہیں جانتا'' پس فقیر وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور نہ اُس کے پاس چیز کا ہونا اس کے حال و مقام میں خلل انداز ہو سکے''۔

حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ نے فرمایا۔ ''فقیر وہ ہے جو اللہ کے ساتھ غنی ہو یعنی جس کی دولت اللہ کا قرب ہے''۔ ایک اور فقیر فرماتے ہیں۔ ''فقیر وہ نہیں جو مال سے فارغ ہے بلکہ فقیر وہ ہے جو مراد سے خالی ہے یعنی اختیار اور تصرف سے فارغ ہے''۔

اس کا مطلب ہے کہ فقیر وہ نہیں جس کے پاس مال و دولت نہیں بلکہ فقیر وہ ہے جو اپنے اختیار و تصرف سے بالاتر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کا آنا یا نہ آنا منجانب اللہ ہے اور فقیر کو اس میں قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ مال آتا ہے تو حق تعالیٰ کی مہربانی اور اگر جاتا ہے تو تب بھی اس کی مہربانی۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے فرمایا ''فقیر وہ ہے جس کو حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز میں چین نہ آئے''۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ''فقر نام ہے قلب کو خالی کرنا تصورِ غیر اللہ سے''۔

قولِ قلندر پاک رحمتہ اللہ علیہ ''عشق ماسوائے اللہ کے ہر شے کو جلا ڈالتا ہے''۔ آپؒ نے فرمایا ''جب میرا فقر مکمل ہوا تو مجھ سے پوچھا گیا کیا چاہیے؟ میں نے کہا میرے شہر للّٰہ ٹاؤن کو نور پور شاھان بنا دے''۔

سلطان العارفینؒ نے فرمایا۔

مُڑن محال تنہاں نوں باھو　　　　جنہاں صاحب آپ بلاوے ھو

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''عشق ایک کھلے سمندر کی طرح ہے جس میں سے کوئی بھی ایک قطرہ پانی نہیں پی سکتا اور جسے اجازت مل جائے وہ سمندر جتنا پانی بھی پی لے یہ سمندر ختم نہیں ہوتا''۔

اس موضوع کو چھیڑنے کا مقصود فقیری کے معاملات کے حوالے سے تنگ نظری سے بچانا ہے۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''جو ہے وہ نظر نہیں آتا اور جو نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہے''۔ مجھے آج بھی یاد ہے ابتدائی ایام میں جب کبھی میں لاہور ٹیلی فون کرتا تو آپ ہمیشہ اپنی موج و مستی میں گفتگو فرماتے اور ایک نقطہ جو انہوں نے ابتداء ہی میں میرے اوپر واضح کر دیا کہ ''بیٹا مقناطیس صرف لوہے کے ذروں کو ہی اپنی طرف کھینچتا ہے، اسٹیل کو کبھی بھی attract نہیں کرتا۔ لوہے کے ذرے کو اپنی حیثیت سے آگاہی اسی وقت ہوتی ہے کہ جب کوئی مقناطیس (magnet) اسے اس کی مرضی کے بغیر اپنے سے مَس کر لیتا ہے۔ لوہے کے ذرے کو اس مقناطیس کے ساتھ مَس ہونے سے کیا ملتا ہے۔ بالکل نہیں پتہ ہوتا۔ وہ جب مقناطیس سے جدا ہوتا ہے تو خود اس میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے۔ یعنی لاخوفی کی انتہا دیکھیں کہ وہ کسی بھی لوہے کے ذرے کو اپنی طرف کھینچ لے گا اور اسے مَس کرنے کے بعد اس میں بھی وہی مقناطیسی قوت پیدا کر دیگا۔ یعنی لوہے کا ذرہ کسی مقناطیس کی صفتِ کشش سے روشن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ''ہم جسے چاہتے ہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں''۔ نیز

فرمایا ''ولی، اللہ کے دوست ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی حزن وملال''۔

قلندر پاکؒ فرماتے ہیں ''جو لاخوف سے مس ہوا وہ لاخوف ہوا اور جو لاخوف سے مس ہونا سمجھتا ہے اور پھر لاخوف نہیں ہوا تو گویا وہ لاخوف سے مس بھی نہیں ہوا''۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ختم المرسلین ﷺ نے فرمایا ''میری امت میں چالیس آدمی ہمیشہ رہیں گے جن کے دل، قلبِ ابراہیمی علیہ السلام کی مانند ہوں گے۔ اُن کے صدقے سے اللہ تعالیٰ اہلِ زمین سے عذاب ٹالے گا، انہیں ابدال کہا جائے گا''۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''انھوں نے یہ (ہدایت والا) رتبہ کثرتِ نماز و روزہ اور صدقے کے ذریعے نہیں پایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ! پھر کس چیز کے ذریعے انہوں نے یہ مقام و مرتبہ پایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''سخاوتِ قلب اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی چاہنے کے ذریعے'' (اسے امام طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔)

قلندر پاکؒ ہمیشہ ہی فرماتے ''صرف اللہ ہی عطا کرنے والا ہے۔ بابا کسی کو کچھ نہیں دے سکتا''۔ مجھے یاد ہے ایک دن بعد دوپہر آپؒ استغراق کے عالم سے باہر آئے تو فرمایا ''آج بابا نے بقاباللہ میں یہ فریاد کی کہ میرے کاکے شگری کو بھی کچھ عطا کیا جائے۔ آگے سے بابا کو جواب ملا اپنا کام کیا کرو ہماری مرضی ہم جسے عطا کریں''۔ یہ بتاتا چلوں کہ ایئر کموڈور شاہد حامد شگری قلندر پاکؒ کے چاہنے والوں میں سے تھے اور انہیں باباجیؒ سے بہت پیار تھا۔ قلندر پاکؒ کے وصال کے بعد وہ اکثر ملنے آیا کرتے اور جس بیڈ پر قلندر پاکؒ نے پردہ فرمایا، اُس پر آ کر کچھ دیر کیلئے ضرور آرام فرماتے۔ شگری صاحب ایک حادثے کے سبب واصل بحق ہوئے (اللہ انہیں ہمیشہ موج میں رکھے۔ آمین)۔ جب قلندر پاکؒ نے شگری صاحب کے حوالے

سے بات سنائی تو میں نے حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ واقعہ سنایا ''ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ کو بہت تیز بخار ہو گیا اور اُس نے طول پکڑ لیا۔ آپ کے ایک ہمعصر دوست فقیر آئے اور انہوں نے جب آپ کا حال دیکھا تو پوچھا کیا آپ نے اللہ سے دعا مانگی؟ آپؒ نے فرمایا ''بالکل دعا مانگی'' دوست نے پوچھا پھر کیا جواب ملا؟ آپؒ نے فرمایا ''اللہ نے فرمایا جنید جسم ہماری ملکیت ہے ہم اسے جیسے رکھیں ہماری مرضی۔ تم اپنا کام کرو''۔ قلندر پاکؒ یہ واقعہ سننے کے بعد مسکرائے اور فرمایا ''جو کرتا ہے صرف اللہ کرتا ہے، جیسے چاہے، جب چاہے، جہاں چاہے اپنی مرضی سے کرتا ہے، بندے کا کام بندے سے لیتا ہے مگر کرتا خود ہے''۔

جیوندیاں مر رہنا ہووے تاں دیس فقیراں بہیئے ھو
جے کوئی سٹے گدڑ کوڑا وانگ اروڑی سہیئے ھو
جے کوئی دیوے گالھاں مہنے اس نوں جی جی کہیئے ھو
گلہ، الھاماں بھنڈی کھواری یار دے پاروں سہیئے ھو
قادر دے ہتھ ڈورا ساڈی باھو جیوں رکھے توں رہیئے ھو

حضرت بابا لال شاہؒ

بابا لال شاہؒ سے میری ملاقات چوہدری سکندر صاحب کے گھر ہوئی۔ آپؒ ایک خوبصورت اندازِ فکر رکھتے تھے۔ آپؒ ایک طویل عرصہ شاہدرہ لاہور میں مجاہدہ حق میں مصروف عمل رہے۔ چوہدری سکندر اور اُن کی بیگم باجی مسرت جو کہ ایک کالج میں پروفیسر ہیں، کو فقیروں سے بے حد محبت ہے۔ بابا لال شاہؒ ہمیشہ انہی کے گھر قیام پذیر رہے۔ شروع کے ایام

میں کچھ عرصہ میرے اندر اُن سے اختلاف رہا۔ پھر قلندر پاکؒ کی نظرِ کرم سے میرے نفس کی یہ خرابی بھی دور ہوئی اور میں نے اُن سے پیار بھی بے حد کیا اور قلندر پاکؒ کے سب چاہنے والوں کو بھی ان کا احترام کرنے کی نصیحت کی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بابا لال شاہؒ راجہ ماجد صاحب کے گھر واقع ویسٹریج میں قیام پذیر تھے۔ مجھے کسی نے یہ خبر دی کہ باباؒ ہارلے اسٹریٹ کی طبیعت کی ناسازی کے سبب انہیں ہارٹ انٹرنیشنل ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے ایک دوست اور آرٹسٹ جناب سید انجم جیبی سے کہا کہ اگر آپ مجھے اپنی گاڑی پر راجہ صاحب کے گھر تک چھوڑ آئیں تو یہ آپ کی مہربانی ہوگی۔ ۲ آرٹسٹ اور بھی شاملِ سفر ہوئے اور جب ہم ویسٹرج پہنچے اور گھر میں داخل ہوئے تو باہر باغ میں بابا لال شاہؒ کرسی پر موجود تھے ہم سب نے انہیں سلام کیا اور قدم بوسی کے بعد انہوں نے بیٹھنے کا کہا اور پھر وہ محوِ گفتگو ہوئے۔ بابا لال شاہؒ پر جب بھی ایسی کیفیت طاری ہوتی آپ کی گردن گفتگو کے ساتھ ساتھ اس طرح اوپر نیچے کی جانب حرکت کرتی کہ دیکھنے والے پر رقت طاری ہو جاتی۔ چہرے کا رنگ عملی طور پر سرخ ہو جاتا۔ اُس دن آپؒ نے شہادت امام عالی مقامؓ پر گفتگو فرمائی اور کیا خوب فرمائی۔ گرمیوں کے دن تھے شام کا وقت تھا راجہ صاحب کے ملازم نے اس حسین گفتگو کے دوران مشروب لا کر دیا تو بابا لال شاہؒ خاموش ہو گئے۔ پھر ہم راجہ صاحب کے ہمراہ ہسپتال کی جانب روانہ ہوئے۔ ہسپتال کے فرسٹ فلور پر بے تحاشہ رش تھا اور بابا محمد حسینؒ کے عقیدت مندوں کا ایک جمِ غفیر، جس کے باعث اُن کا دیدار مشکل نظر آیا۔ پھر جیسے سب کچھ دائیں بائیں ہوا اور ہمیں آئی سی یو تک رسائی ہوگئی۔ ایسا حسین چہرہ، اللہ کے انعام یافتہ کا چہرہ۔ میں اور راجہ صاحب آپؒ کا دیدار کرنے کے بعد واپسی کے لئے نکلے تو راجہ صاحب نے چھیڑا، کیا حال ہے؟ کیا ہوگا؟ میں بے

ارادہ بول پڑا '' لگتا ہے محواستغراق ہیں ہوش میں ضرور آئیں گے مگر پھر پردہ فرما جائیں گے''۔
مجھے دو دن پہلے والی اُنکی نصیحت یاد آ گئی جس میں آپؒ نے فرمایا '' آپ کو لوگ ورغلانے کی کوشش کریں گے کبھی بھی کسی کی بات نہ سننا اور ہمیشہ بابا بخاریؒ کے پیچھے ہی رہنا چاہے کچھ ہو جائے''۔

آپؒ کی عیادت کرنے کے بعد جب راجہ صاحب مجھے گاڑی پر چھوڑنے کے لئے میرے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے راجہ صاحب کو کہا '' جب آپ اپنے گھر پہنچیں گے تو آپ کو بابا لال شاہؒ ٹہلتے ہوئے ملیں گے اور وہ یہ پوچھیں گے '' شاہ صاحب دا میرے بارے وچ کیہ خیال اے'' تو یہ کہہ دیجیئے گا کہ آپ صاحبِ مقام ہیں میری رائے کی کیا حیثیت ہے۔ راجہ صاحب مسکرائے جیسے کہہ رہے ہوں '' جان دیو شاہ جی ایسی باتیں آپ کو زیب نہیں دیتیں''۔ ویسے اُن کا یہ خیال تو بالکل درست تھا۔ جب راجہ صاحب مجھے چھوڑ کر گھر پہنچے تو انہوں نے مجھے فون کیا اور پوچھا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ بابا لال شاہؒ یہ پوچھیں گے بخدا ایسے ہی ہوا۔ آپ کا جواب سن کر بابا لال شاہؒ بہت مسکرائے۔ اس واقعہ کے بعد ایک دن میرے ایک دوست مجھ سے ملنے آئے تو میں نے اُن سے کہا۔ مجھے ایک کارڈ بنوانا ہے کیونکہ آپ کی ڈرائنگ اچھی ہے لہٰذا میں آپ کو ایک خیال دیتا ہوں آپ اُسے ویسے ہی بنا دیں۔ میں نے کہا کہ کارڈ کا رنگ سرخ ہوگا۔ پہاڑ ہوں گے اور سورج جیسے نصف انہار پر ہوتا ہے، اور سورج کی پیلاہٹ کے درمیان ''علی حق'' لکھا ہو اور نیچے یہ لکھا ہو۔ ''پیر کاکیاں والی سرکار''۔
اس پر انہوں نے ڈرائنگ کر دی اور میں نے نہ صرف اس کی پرنٹنگ کروائی بلکہ یہی ڈیزائن کو جھنڈے کی شکل بھی دے دی اور لاہور قلندر پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت و محبت

کا اظہار کرتے ہوئے اُن کی خدمت میں پیش کر دی۔ قلندر پاکؒ نے کارڈ کو غور سے دیکھا، پھر مسکرائے اور فرمایا ''سید بابا یہ خیال آپ کے دل میں کیسے آیا؟ یہ جو آپ نے '' کا کیاں والی سرکار'' لکھا ہے یہ بابا کی قبر کا کتبہ ہے۔ میرے پاس کوئی جواب ہی نہ تھا، بس یہ کہا '' یہ سب آپ کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے''۔

آپؒ نے فرمایا ''سیّد اس کارڈ کو ابھی چھپا لو' میرے اندر نہ جانے کہاں سے یہ خیال آیا اور میں نے زیادہ سوچنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی اور آنے والے وقت میں قلندر پاک کی تصویر لے کر اور بھی کارڈ بنوائے جو لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔

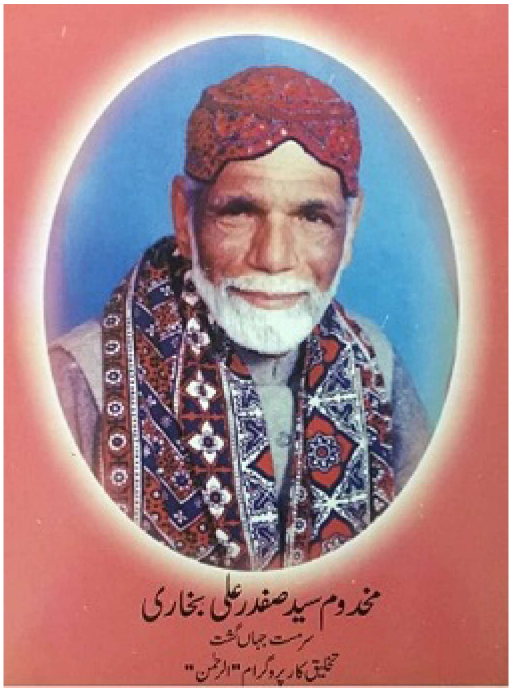

جی بات ہورہی تھی بابا لال شاہؒ کی۔ اُن سے ملاقاتوں کا تسلسل رہا، ایک دن مجھے کسی نے یہ کہا کہ بابا لال شاہؒ فرماتے ہیں کہ بابا بخاریؒ اُن کے شاگرد ہیں۔ میں نے اس بات پر قلندر پاکؒ سے استفسار کیا تو آپؒ نے فرمایا ''میری بابا لال شاہؒ سے ملاقات حضرت داتا علی ہجویریؒ کے مزار پر ہوئی اور انہوں نے مجھے کچھ پڑھنے کا کہا جو کہ میں نے ویسا نہیں کیا''۔ پھر سیّد بابا جیسے اس دنیا میں ایک پولیس کا محکمہ ہوتا ہے اور ایک فوج کا ادارہ ہے، تو عہدوں کے حساب سے درجہ بندی ہے۔ اسی طرح فقیروں کے جہان میں بھی ایسے ہی مختلف درجہ بندی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ بابا لال شاہؒ پولیس کے محکمہ کے DSP ہیں اور تمہارا بابا فوج کا جرنیل ہے، بیٹا بابا لال شاہؒ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ تمھارا باباؒ کدھر کو نکل گیا۔ یاد رکھو اوپر والا اپنے سے نیچے کے بارے میں باخبر ہے جب کہ نیچے والے کو اوپر والوں کی کوئی خبر نہیں''۔ حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے فرمایا ''حضرت جنید بغدادیؒ اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ کے مرید تھے۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا کہ کیا کسی مرید کا اپنے پیر سے بھی درجہ زیادہ بلند ہوسکتا ہے تو آپؒ نے فرمایا ہاں اور اسکا ثبوت جنیدؒ ہیں۔ جس کا مقام میرے سے زیادہ بلند ہے لیکن حضرت سری سقطیؒ کا یہ قول تواضع کی بناء پر ہے اور اس میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ کہ آپ اہلِ طریقت پر واضع کرنا چاہتے تھے کہ اپنے مقام سے اوپر کوئی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ نظر ہمیشہ نیچے کے مقام پر پڑتی ہے، اوپر جا ہی نہیں سکتی اسلیئے جب انہوں نے حضرت جنیدؒ کا مرتبہ دیکھا تو لامحالہ نیچے دیکھا اگرچہ انکساری کی وجہ سے ''اوپر'' کا لفظ استعمال کیا۔

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سری سقطیؒ کی زندگی میں حضرت جنیدؒ کے مریدوں کی خواہش تھی کہ آپ پندونصیحت دیا کریں تا کہ انکے قلوب کو راحت نصیب ہو۔ لیکن انہوں نے

فرمایا کہ جب تک میرے شیخ موجود ہیں یہ کام نہیں کرونگا۔

ایک رات خواب میں حضرت جنید بغدادیؒ کو زیارتِ رسول مقبول ﷺ نصیب ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اے جنید وعظ کیا کرو کیونکہ تیرے کلام کو خداوند تعالیٰ نے خلق کی نجات کا ذریعہ بنایا ہے''۔ جب آپؒ بیدار ہوئے تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید میرا مرتبہ میرے شیخ سے زیادہ بلند ہے اتنی دیر میں حضرت سری سقطیؒ نے آپؒ کے پاس ایک مرید بھیج کر کہلا بھیجا کہ تم نے مریدوں کی بات نہ مانی اور نہ مشائخ بغداد کی اور نہ میری بات مانی کہ پندو نصیحت کیا کرو۔ اب جبکہ تجھے شہنشاہ رحمت العالمین ﷺ کا فرمان ملا ہے تو انکے حکم کی تعمیل کرو۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ پیغام سن کر میرے دل سے وہ وہم دور ہوگیا کہ (میرا رتبہ میرے شیخ سے زیادہ بلند ہے) اور مجھے معلوم ہوگیا کہ حضرت سری سقطیؒ کو میرے تمام ظاہری وباطنی حالات کا علم ہے اور انکا درجہ میرے درجے سے اونچا ہے اس وجہ سے کہ ان کو میرے اسرار ورموز کا علم ہے اور مجھے انکے اسرار ورموز کا علم نہیں ہے۔ اسکے بعد آپؒ حضرت سری سقطیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی اور ان سے دریافت کیا کہ آپکو کیسے علم ہوا کہ رسول محترم ﷺ کی طرف سے مجھے یہ حکم ملا ہے۔ آپؒ نے جواب دیا کہ مجھے خداوند تعالیٰ کی خواب میں زیارت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ جنید کے پاس جا کر وعظ کا حکم دیں تاکہ اہل بغداد کی مراد پوری ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیروں کو ہر حال میں مریدوں کے حالات کا علم ہوتا ہے''۔

حضرت بابا لال شاہؒ کا تعلق چکوال کے ایک سیّد گھرانے سے ہے۔ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے ہیں اور آپ قلندر بری کاظمیؒ سے روشن ہوئے۔ جبکہ قلندر پاکؒ بخاری سیّد

ہیں اور آپؒ نے مجھے خود بتایا کہ میرا اسلسلہ سہروردی بھی ہے۔ چونکہ آپؒ کے دادا حضرت سیّد جلال الدین سرخ پوش بخاریؒ کو خرقہ خلافت حضرت بہاؤالدین زکریا سہروردیؒ سے ملا۔ آپؒ اویسی بھی کہلاتے ہیں۔ اور آپؒ کو ہاٹ لائن کا فقیر کہا جاتا ہے جس سے مراد ڈائریکیٹ عطائے خداوندی ہے۔ آپؒ اپنے دادا حضرت سیّد جلال الدین سرخ پوش بخاریؒ کے جلالی رخ کی طرح صاحب جلال تھے۔ ملامتی فقیر تھے اور مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی طرز پر جہاں گشت تھے۔ لہذا جن لوگوں کے ذہن میں یہ غلط فہمی ہے کہ بابا لال شاہؒ قلندر پاکؒ کے مرشد تھے، وہ اب دور ہو جانی چاہیئے۔ دونوں صاحب نورانیت اپنے اپنے میدان کے مردِ حق تھے۔ ویسے بھی قلندر پاکؒ آپکا بے حد احترام کرتے تھے اور اولیاء اللہ سے محبت و احترام میرے اندر آپؒ ہی کی نگاہ سے روشن ہوا۔ حضرت بابا لال شاہؒ قلندر پاکؒ کی حیات ہی میں پردہ فرما گئے، میری یہ خوش قسمتی ہے کہ پردہ کرنے سے چند دن پہلے قلندر پاکؒ نے مجھے ان سے ملنے کیلئے بھیجا اور انکی نماز جنازہ اور تدفین میں بھی شامل ہوا۔ آپکا مزار آپکے گاؤں خان پور میں آپکے گھر کے سامنے مرجع خاص و عام ہے۔ اللہ پاک آپکے درجات بلند فرمائے، آمین۔

حضرت سیّد صدیق حسین شاہ حسن عسکریؒ المعرف لٹل سٹار

مجھے اکثر دفتر میں خط موصول ہوتے جن پر ایڈریس یہ لکھا ہوتا۔

بخدمت جناب وزیر اعظم پاکستان

معرفت سیّد شاکر عُزیر

نمائندہ خاص

پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سینٹر

اور دائیں یا بائیں جانب ایک چاند ستارہ بنا ہوتا، اندر کی عبارت بھی عجب ہوتی ''عبدالمجید کی عدالت لگائی گئی اسے فارغ کر دیا گیا'' اور ایسے ہی عبارت بے ترتیب نظر آتی لیکن مجھے بعد میں پتہ چلا کہ آپ ایک صاحبِ بصیرت فقیر اور اپنی طرز میں کشمیر کے علاقہ گڑھی دوپٹہ میں اللہ کے لطف و کرم سے فقر کی نعمت سے روشن ہیں۔

ایک طویل عرصہ خطوط آتے رہے میری تو سمجھ میں کچھ نہ آیا لیکن یہ خیال دل میں پختگی اختیار کر گیا کہ یہ یقیناً قلندر پاکؒ سے ملنے کا کوئی طریقہ ضرور ہے۔ چنانچہ میں نے ایک دن قلندر پاکؒ سے تذکرہ کیا تو آپؒ نے فرمایا ''انہیں خط لکھ دو کہ وہ ملنے اسلام آباد تشریف لے آئیں''۔

یہاں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ قلندر پاکؒ نے ایک موقعہ پر مجھے کہا ''سیّد بابا تم فقیروں کا کھاجہ ہو'' میرے چہرے پر نہ سمجھی کے تاثرات دیکھ کر فرمایا ''جیسے کسی بڑی مچھلی کو پھنسانے کیلئے چھوٹی مچھلی کو کانٹے میں لگایا جاتا ہے، تاکہ بڑی مچھلی اسے نگلنے کی کوشش میں

پھنس جائے وہ چھوٹی مچھلی تم ہو‘‘۔

میں نے شاہ صاحب کو ہدایت کے مطابق خط لکھ دیا اور چند ایام بعد چاند ستارہ اور اسی طرح وزیراعظم کے نام معرفت سیّد شاکر عُزیر میں نے خط کھولا اسمیں تحریر تھا۔

نمازِ عاشقاں

تحریر وہدایت وپیشکش: سید شاکر عُزیر

وزیراعظم آٹا سستا کر

نہیں تو ملتان کی گرمی میں جا کر سڑ

کہ شاہ شمس تبریز نے نہ سِکھ چھوڑے نہ انگریز

خاتونِ اول اپنی گاڑی کی رفتار کر دے تیز۔۔۔

اور آگے ویسی ہی گفتگو جو کم از کم عبارت کے طور پر تو پڑھی بھی جا سکتی تھی لیکن اُس کے باطن سے میں بے بہرہ تھا۔

میں نے قلندر پاکؒ کو لاہور فون کیا اور خط کے بارے میں بتلایا کہ ابھی تو حکومت آئی ہے اور یہ کیا فرما رہے ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ملک میں آٹے کا بحران تھا اور ہر طرف ایک بے چینی کا عالم تھا۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ’’میں دو دن بعد آؤں گا پھر چلتے ہیں اس فقیر کو ملنے، اب میں اس بات کو جان گیا کہ مستقبل قریب میں ہونے والے واقعہ کا ذکر کرنے سے مراد درحقیقت قلندر پاکؒ سے ملن کی تڑپ ہے۔2 دن بعد قلندر پاکؒ اسلام آباد تشریف لائے اور یہ طے ہوا کہ اگلے دن ہم آزاد کشمیر جائیں گے۔اور اس کے لئے راجہ ماجد صاحب کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ راجہ صاحب کے پاس کرولا تھی انہوں نے مجھے کہا، کونسا روٹ اختیار

کریں؟ کوہالہ یا پھر ایبٹ آباد سے ہوتے ہوئے مظفر آباد جائیں۔ میں نے انہیں کہا کہ بہتر ہے کہ ہم ایبٹ آباد سے ہوتے ہوئے مظفر آباد جائیں کیونکہ راستہ بہت خوبصورت ہے اور میں کئی دفعہ مظفر آباد اِسی روٹ سے جا چکا ہوں، راجہ صاحب نے فوراً کہا اگر راستے میں مانسہرہ بھی پڑتا ہے تو پھر بابا دُھنکہؒ سے بھی ملتے جائیں گے، سنا ہے جس کو وہ دو ڈنڈے ماریں اُس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں مجھے (Prado) پراڈو گاڑی ملے۔ اس لئے اگر اس بہانے اُس فقیر کی بھی زیارت ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگلے دن صبح 8 بجے ہم روانہ ہوئے، راستے بھر قلندر پاکؒ نے پہلے اخبار پڑھا پھر کسی کتاب کے پڑھنے میں محو ہوئے۔ راجہ صاحب حسبِ مزاج مجھے چھیڑتے رہے، شاہ صاحب آپ کو اپنے مستقبل کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے کیا آپ کے پاس کوئی پلاٹ وغیرہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔نہیں، پھر انہوں نے کہا ریٹائرمنٹ سے پہلے سب کچھ پلان کرلیں وقت تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ راجہ صاحب سب کچھ اللہ کے حوالے، وہ بہتر کرنے والا ہے۔ اور وہ میرے غیر یقینی مستقبل کے خودساختہ تصور سے بہت پریشان نظر آئے۔ قلندر پاکؒ ایک دم بولے ''راجہ، سیّد کے توکل کو خراب کرنے کی کوشش بھی نہ کرو'' راجہ صاحب خاموش ہو گئے۔ ابھی تھوڑا آگے ہی گئے تھے کہ قلندر پاکؒ کو جیسے زوردار جھٹکا لگا اور آپ کے منہ سے 'اللہ' کا پاک نام اونچی آواز میں گونجا۔ فرمایا'' گاڑی روکو، ادھر کوئی فقیر رہتا ہے۔ ادھر بائیں جانب چلو''۔ ہم تو بھول ہی گئے تھے کہ یہ سڑک بابا دھنکہؒ کے آستانے کی طرف جاتی تھی۔ اب ہم اُس سڑک پر رواں دواں تھے۔ راجہ صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ صاف طور پر دکھائی دے رہی تھی اور بالآخر ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ نیچے بہت سارے پلنگ اور بستر نظر آئے۔ قلندر پاکؒ نیچے اتر کر پلنگ پر لیٹے ہوئے بستر

سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ راجہ صاحب نے چائے کا آڈر دیا اور میں نے ذراہٹ کر اور چھپ کر سگریٹ پینی شروع کر دی۔ راجہ صاحب میری طرف آئے اور بابا دُھنکہؒ کی سوٹیوں والی کرامت کا پھر سے تذکرہ کیا۔ میں نے کہا ابھی اوپر چلتے ہیں آج یہ راز بھی افشاں ہو جائے گا۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد قلندر پاکؒ اُٹھے اور ہم اوپر سیڑھیاں چڑھ گئے۔ آگے کھلا صحن تھا اور سامنے جیسے کسی کمرے پر بڑا سبز کپڑا پڑا ہوا تھا۔ صحن کے شروع میں کچھ نوجوان اکھٹے بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ہمیں آتے ہوئے دیکھا تو ایک بولا جناب کس سے ملنا ہے؟ قلندر پاکؒ نے راجہ ماجد کو حکم دیا کہ وہ اُن کا کارڈ اُسے دیں اور بتائیں کہ لاہور سے فقیر آیا ہے بابے کو دیکھنا ہے۔ اُس نوجوان نے کارڈ کو دیکھا اور شانِ بے نیازی سے کہا ''دوپہر ۲ بجے آئیں ابھی ملنے کا وقت نہیں'' بس پھر کیا تھا صاحب جلال قلندر پاکؒ کا جلال ایسا تھا کہ ہر ذرہ کانپ اٹھا۔ سچی بات ہے کہ ہم دونوں تو بالکل سہم گئے اور پھر آپ اُس سبز پردے والے کمرے کی طرف چل پڑے سامنے ایک صاحب نے آکر آپ کو آگے جانے سے روک دیا۔ قلندر پاکؒ کا جلال اور تیز ہو گیا ''تم اس بابے کو بیچتے ہو، یادرکھو آج کے بعد یہاں کبھی کوئی بندہ سوٹیاں کھا کر وزیرِ اعظم نہیں بنے گا۔ بابا وہ ڈنڈا ہی اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہے۔ اس بابے کے پردہ کرنے کے بعد یہ جگہ اوقاف کے حوالے ہو گی تاکہ تم لوگوں کی دوکانداری ختم ہو جائے۔ فقیر کو بیچتے ہیں'' آپؒ کے ہاتھ میں آپؒ کی چھڑی گھوم رہی تھی اور آگے آنے والا شخص کانپ رہا تھا۔ ہر چیز جیسے ساکت ہو گئی تھی۔ پھر اچانک آپؒ مڑے اور فرمایا ''چلو سیّد بابا'' آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور ہم دونوں پیچھے پیچھے ایک سکتے کے عالم میں جیسے ہوں، چل پڑے۔ گاڑی میں بیٹھے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ گاڑی میں بالکل خاموشی تھی۔ راجہ صاحب نے بیک مرر

(Back Mirror) سے مجھے دیکھا میں نے کہا آپ کھالیں سوٹیاں۔ راجہ صاحب نے کلام باھو کی کیسٹ لگا دی اور سفر جاری رہا۔ بہت دیر بعد جب یہ شعر آیا:

عشق جنہاں دیں ہڈیں رچیا　　　　رہن اوہ چپ چپاتے ھو

تو قلندر پاکؒ نے فرمایا "سیّد بابا یہ بابا دُھنکہّؒ ایک جینوئن (Geniun) فقیر ہیں۔ اُن کے مجذوب ہونے کے سبب یہ دنیا والے اپنا ڈرامہ کرتے ہیں اور فقیر کو بیچتے ہیں۔ پردہ کرنے کے بعد تو بیچنے کا آپ نے دیکھا ہے ابھی زندہ ہوتے ہوئے بیچنے کا بھی نظارہ دیکھ لیا"۔ پھر آپؒ نے آنکھیں بند کر لیں اور محوِ یکسوئی ہوئے۔ ہمارے لیے جلال کا یہ پہلو تو نیا نہیں تھا مگر واقعاتی اعتبار سے یہ ایک حیران کن واقعہ ضرور تھا۔ ۳ گھنٹے مزید سفر کرنے کے بعد ہم مظفرآباد پہنچے اور بحکم قلندر پاکؒ سیدھے سنگم ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہوٹل پہنچے تو ہمارا استقبال کمشنر مظفرآباد سردار صاحب نے کیا وہ قلندر پاکؒ کے عقیدت مند تھے۔ انہوں نے دوپہر کا کھانا کھلایا اور باباؒ کو بتایا کہ آپؒ کے ٹھہرنے کا بندوبست میں نے گیسٹ ہاؤس میں کر دیا ہے۔ پھر وہ سردار قیوم صاحب کے بارے میں پوچھنے لگے تو قلندر پاکؒ ایک ہی جملہ دہرا رہے تھے۔ "گھوڑے کو نچائیں گے، گھوڑے کو نچائیں گے" شاید سردار صاحب کا انتخابی نشان بھی گھوڑا ہی تھا۔ کمشنر صاحب نے جب آپؒ سے کہا کہ بہت سارے لوگ آپؒ سے ملنا چاہتے ہیں تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ابھی تو مجھے گڑھی دوپٹہ جانا ہے ایک فقیر سے ملنے، پھر بتاؤں گا۔ ایک بات تو بتانا ہی بھول گیا۔ سنگم ہوٹل پر قلندر پاکؒ کے استقبال کرنے والوں میں مشتاق پیرزادہ بھی تھے۔ یہ وہی ہمارے دوست ہیں جنھوں نے ہمیں بابا دیدار شاہ صاحبؒ کے بارے میں بتایا تھا اور انہیں میں نے اس لئے مدعو کیا تھا کہ وہ گڑھی دوپٹہ کی جانب سفر میں ہماری رہنمائی کر

سکیں۔ کھانے کے بعد ہم گڑھی دوپٹہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو خیال آیا کہ صدیق شاہ صاحبؒ کا ایڈریس تو نوٹ کر کے رکھا ہی نہیں۔ اس وقت گھرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ راجہ صاحب نے پیرزادہ کے کہنے پر گاڑی روک دی اور راجہ صاحب نے قلندر پاکؒ سے فرمایا ''اب تو صرف آپ کے محکمے کا کوئی ڈیوٹی کرنے والا مجذوب ہی ہماری رہنمائی کر سکتا ہے''۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو پیچھے سے ایک شخص کو کندھے پر آٹے کا تھیلا رکھے اپنی طرف آتے دیکھا۔ جب وہ قریب آیا تو ہم نے صدیق شاہ صاحبؒ کا پوچھا اس نے کہا آپ گاڑی کی ڈگی میں یہ آٹے کا تھیلا رکھوائیں پہلے، ہم نے ایسا ہی کیا پھر وہ ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور ایک کچی پکی سڑک جو پہاڑ کی طرف جاتی تھی اُس طرف جانے کا کہا۔ بادلوں کی گھن گرج کے ساتھ پہلے بارش تیز ہوگئی پھر ژالہ باری ہوئی۔ اسی اثناء پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا اور ہم مختلف چڑھائیوں کے بعد جب ایک کھلی جگہ پہنچے تو اس نے ہمیں گاڑی روکنے کا کہا۔ میں نے دیکھا کہ بارش بند ہوگئی۔ وہ صاحب باہر نکلے، اپنا آٹے کا تھیلا لیا، کاندھے پر رکھا اور مجھے دائیں جانب ایک دامن میں گھر کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں رہتے ہیں۔ اور خود وہ پیدل بائیں جانب جہاں کوئی مکان ظاہری طور پر نظر نہیں آیا تھا اُس طرف چل پڑا۔ ادھر قلندر پاکؒ گاڑی سے باہر تشریف لے آئے، میں نے انہیں اشارے سے گھر کا بتایا۔ ابھی ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک دبلا پتلا درمیانے قد کے صاحب جیسے نیچے سے چڑھ کر اوپر آئے ہوں، نمودار ہوئے۔ سیدھا میری ہی طرف آئے، سلام کیا اور گلے لگ گئے، فرمانے لگے، شاہ صاحب کیسے ہیں؟ پھر کہا ''یہ آپ کا پیٹ کیسے باہر نکل آیا؟ آپ تو بہت سمارٹ تھے۔ میں دم بخود سوچ رہا تھا کہ یہ شخص کون ہے اور مجھے کیسے جانتا ہے۔ پھر انہوں نے

جیسے میری پریشانی بھانپ لی۔فرمایا میں صدیق حسین شاہ حسن عسکری المعروف لٹل سٹار ہوں، میرے چہرے پر اطمینان اور مسکراہٹ مگر ایک خیال ساتھ ساتھ.... یا اللہ یہ تیرے دوستوں کی دنیا.....سب ایک دوسرے سے باخبر۔میں نے جلدی سے انہیں قلندر پاکؒ کی طرف موڑا اور تعارف کرایا۔شاہ صاحب نے قلندر پاکؒ کو سلام کیا۔گھٹنوں کو ادب سے چھوا اور پھر آپؒ کی چھڑی کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا ''اللہ چار کتاباں اتاریاں تے پنجواں ڈنڈا''۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد چلو بابے کو لے کر اپنے گھر'' اور یوں شاہ صاحب نے باباؒ کا ہاتھ تھاما اور ہم پہاڑ سے نیچے اترنے لگے۔بارش کے سبب پھسلن بھی تھی۔لیکن اس تحیر کے جہان میں کون سی فکر۔اور ہم شاہ صاحب کے گھر میں داخل ہوئے۔یہاں پتہ چلا کہ صدیق شاہؒ کو لوگ پاگل سمجھتے ہیں۔اور بڑے بھائی کا خیال تھا کہ یہ نشے کا عادی ہے۔قلندر پاکؒ اخبارات میں بڑھتی تنقید کے سبب خاصے بدنام ہائے زمانہ تھے۔اسی تجسس کے سبب اردگرد کے بہت سے لوگ انھیں دیکھنے اور ملنے کے لیے امڈ آئے۔پھر میری شہرت بحیثیت ڈرامہ پروڈیوسر بھی بہت تھی، اور لوگ حیران تھے کہ یہ شاہ صاحب سے ملنے کیوں آئے ہیں۔قلندر پاکؒ شاہ صاحب کو لے کر ایک علیحدہ کمرے میں چلے گئے۔جبکہ لوگ میرے اردگرد بیٹھے رہے۔میں نے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش بھی کی کہ شاہ صاحب ایک فقیر ہیں اور تم لوگوں کا ان کے بارے میں منفی خیال ورجحان غلط ہے۔اس کمرے کی کھڑکی سے باہر ایک خوبصورت سرسبز میدان تھا۔میں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ تم لوگ دیکھو گے کہ شاہ صاحب جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو وہاں ایک خوبصورت مزار ہوگا اور تم سب اور تمھاری نسلیں وہاں حاضری دیا کریں گی۔لوگ اس بات پر خاموش تھے پھر باباجی کا تعارف کرایا اور حقیقت بتانے

کی کوشش بھی کی۔ گفتگو کے دوران ہی قلندر پاکؒ اور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ شاہ صاحب میرے ساتھ بیٹھے اور فرمایا سیّد صاحب اپنے ان دو دوستوں کا تعارف تو کروائیں۔ میں جونہی بولا کہ یہ راجہ ماجد صاحب ہیں تو شاہ صاحب نے فرمایا ''راجہ کی آئے گی بارات'' ان دنوں راجہ صاحب اپنی شادی کے متعلق خاصے فکرمند تھے۔ میں نے راجہ صاحب کو دیکھا تو اُن کے چہرے پر بے تحاشہ مسکراہٹ اور اطمینان پایا۔ پھر مشتاق پیرزادہ کا تعارف کرایا، شاہ صاحب نے فرمایا'' آپ کا خط مجھے مل گیا تھا لیکن کچھ اسرار تھے جن کے سبب میں نہ آسکا، باباجی کو میں نے بتادیا ہے وہ آپ کو بتادیں گے''۔ پھر انہوں نے میری انگوٹھی کی طرف دیکھا اور شانِ کریمی اللہ جل شانہ پر ایک روانی سے گفتگو کی۔ ہر ذرے میں خدائی شان کا ذکر اس خوبصورتی سے کررہے تھے جیسے کوئی کسی کو دیکھ کر تفصیل میں ذکر کررہا ہو۔ مشاہدۂ حق میں قرب حاصل کرنے کے بعد انسانی حجابات کی دوری کے لئے تزکیہ نفس تسلسل سے ضروری ہے اور شاہ صاحب کی بے انتہا مخالفت، طعنہ زنی اور اطراف کی سختی نے انہیں اللہ سے قریب کردیا اور صبر و استقلال کے ساتھ وہ ذاتِ حق کے قرب کے مقام کو مضبوطی سے تھامے ہوئے لگے۔ اُن کی اردو اور انگریزی زبان کی روانی بھی مسحور کن تھی۔ پتہ چلا کہ آپ نے میٹرک کا امتحان لالہ موسیٰ سے امتیازی حیثیت (distinction) کے ساتھ پاس کیا۔ اچانک انہوں نے میری طرف دیکھا اور بولے ایک سگریٹ تو پلائیں۔

I know you are a smoker۔ میں نے اشارہ کیا کہ قلندر پاکؒ تشریف رکھتے ہیں اور میں انکے سامنے یہ نہیں کرسکتا۔ پھر بھی انہوں نے اصرار کیا اور میں نے انہیں سگریٹ پیش کردی۔ اسی دوران چائے آگئی کچھ دیر بعد ہم شاہؒ صاحب سے اجازت لیکر رخصت

ہوئے۔ واپسی پر ریسٹ ہاؤس پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی اور ہم سو گئے۔ علی الصبح ہم مظفر آباد سے روانہ ہوئے اور کوھالہ کے راستے واپس اسلام آباد آ گئے۔ بعد میں ایک دفعہ میں نے مشتاق پیرزادہ کے ہاتھ کپڑے اور سینڈل شاہؒ صاحب کیلئے بھیجے۔ پیرزادہ صاحب نے مجھے بتلایا جب میں انکے گھر پہنچا تو شاہ صاحبؒ مزدروں کی طرح گھر کی ایک دیوار بنانے میں مصروف تھے اور انکے بڑے بھائی انکو بُرا بھلا کہہ کر ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہے تھے۔ میں کھڑا دیکھتا رہا۔ شاہ صاحبؒ کی میری طرف پشت تھی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور کہا سیّد صاحب کو میرا اسلام دیجیئے گا اور یہ سامان ادھر پلنگ پر رکھ دیں۔ کچھ عرصے بعد ایک دن میرے mobile پر آپکا فون آیا اور آپؒ نے حال دریافت کرنے کے بعد یہ کہا ''یہ میرا بیٹا ہے ذرا اسکو تو سمجھائیں میرے بارے میں۔ اور میں نے خاصی دیر تک اسکے ساتھ گفتگو کی۔ اسکے بعد آخری دفعہ انکا فون آیا۔ اب میں نے واضع طور پر انکی آواز میں درد اور دنیا سے بیزارگی کو محسوس کیا۔ اس بار انہوں نے یہ فرمایا ''سیّد صاحب یہ عجب لوگ ہیں دیکھ کر بھی نہیں مانتے۔ یہ میرے داماد کو بھی سمجھائیں شاید کسی کا نصیب روشن ہو جائے''۔ اس فون کے بعد پھر کبھی رابطہ نہ ہوا۔ ایک دن بعد دوپہر انکے بیٹے نے فون کر کے مجھے اطلاع دی کہ شاہؒ صاحب 3 دن پہلے دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں۔ اسکے بعد اس نے کیا کہا میں تو جیسے انکی ملاقات، ملامت کے تسلسل اور محبت میں کھو گیا۔ اللہ پاک شاہؒ صاحب کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ مشتاق پیرزادہ نے یہ بھی بتلایا کہ شاہؒ صاحب اکثر اوقات لوگوں کے درمیان آ کر حکومتی منافقت اور روّیوں پر تنقید فرماتے اور پولیس والے انہیں حوالات میں بند کر دیتے، شام کو رہائی ملتی پھر دوبارہ اسی جگہ جا کر انسانی غفلت اور بے راہ روی پر گفتگو فرماتے پھر گرفتار کر لئے جاتے۔

انکی بے باکی بھی بے مثل تھی۔

قلندر پاکؒ کے ساتھ زندگی کا سفر بہت ہی خوبصورت تھا اور آپ کی ownership نے میرے اندر کی غیرت کو اس قدر جھنجوڑا کہ اگر کوئی اُن کے بارے میں کوئی بھی غلط بات کرتا تو مجھ سے برداشت نہ ہوتا۔ واقعات بڑھنے لگے تو لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی۔ قلندر پاکؒ نے مجھ سے فرمایا ''سیّد میں نے تمھیں آگ سے نکال کر برف میں لگا دیا ہے، آگ کا جلا تو پھر بھی بچ جاتا ہے برف کا ڈسا نہیں بچتا۔ ہاتھ پاؤں بھی کاٹنے پڑتے ہیں''۔

پھر ایسی برداشت بڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا کہ لوگوں نے طعنے بھی دیئے تو مسکرا کر سہنا شروع کر دیا۔ خود بخود ہی ایسا ہو گیا۔ یہ قلندر پاکؒ کی نظر کی کرامت تھی اور چاروں اطراف مخالفت کا ایسا جہاں آباد ہوا کہ بس اللہ ہی اللہ۔ ایک دن بابا دیدار شاہ صاحب نے فرمایا ''میں آپ کی محبت کو اُس دن تسلیم کروں گا جس دن اخباریں بھی آپ پر کھلی تنقید کریں'' پھر یہ بھی ہو گیا اور قلندر پاکؒ کے حوالے سے تنقید شروع ہو گئی۔ میں نے اخبار کے تراشے اکھٹے کئے اور آپ کی خدمت میں پیش کئے اور یہ کہا اب تو میرا سایہ بھی میرے ساتھ نہ رہا۔ بابا دیدار شاہ صاحب بہت مسکرائے۔ پھر جب میں نے قلندر پاکؒ کے حوالے سے تحفہ قلندر کے عنوان سے کتاب تحریر کی اور ایک پروڈیوسر کے ہاتھ بابا دیدار شاہ صاحب کیلئے بھجوا دی۔ آپ نے اس کا ابتدائیہ بار بار پڑھوایا اور کتاب لانے والے سے پوچھا آپ بھی انہی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اُس پروڈیوسر نے اثبات میں جواب دیا کہ وہ میرے جنرل منیجر ہیں۔ فرمایا ''اگر کچھ چاہیے تو اُن کے پاس اور اُن کے سامنے بیٹھو۔ ان کے پاس ایک خیال ہے جو نہایت قیمتی ہے''۔ جب پروڈیوسر نے یہ واقعہ مجھے سنایا تو میری آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ خیال تو

صرف ایک ہی ہے اور اللہ کی عطا سے ہمیشہ رہے گا اور وہ خیال قلندر پاک رحمتہ اللہ علیہ کا ہی ہے۔

قلندر پاکؒ ہمیشہ محبت الٰہی سے سرشار سفر ہی میں رہے اور نہ جانے کن کن فقیروں سے ملاقات کی۔ میں نے تو صرف ان اللہ کے دوستوں کا ذکر کیا جن کے ساتھ میری بھی ملاقات ہوئی۔ اور اِن تمام فقیروں کے ذکر کا مقصود انکے روشن باطن سے آگہی ہے۔ ہر فقیر کا اپنا رنگ، اپنا انداز اور اپنا حسن ہے، کسی بھی طرح انکا ذکر کسی قسم کے تقابلی جائزے کا مظہر نہیں ہے۔ میں نے بابا جی محمد حسینؒ اور بابا دیدار شاہ صاحب کی صُحبت میں خاصا وقت پایا، اور ان دونوں اللہ کی برگزیدہ ہستیوں نے جس محبت اور پیار کا اظہار کیا میں تو ان میں سے کسی کے بھی ایک لمحے کی محبت، اپنائیت اور خلوص کا احسان نہیں اتار سکتا۔ میرے قلب میں ان سب کا عمدہ اور پاکیزہ خیال ایک خوشبو کی طرح آج بھی موجزن ہے اور ان سب کی محبت کا مرکزی نقطہ صرف اور صرف قلندر پاکؒ ہیں۔ آپ ہی کے صدقے سب نے پیار کیا اور اپنی اپنی محبت کی نگاہ سے اس عاجز کو شعور بخشا۔

اے سلطان حُسن دی نگری راج سلامت تیرا
میں پردیسی ھاں فریادی عدل کریں کجھ میرا

(میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ)

ہر فقیر اللہ عزوجل کے بے تحاشہ لطف وکرم کا مظہر ہے عام طور پر سب اپنے اپنے مرشد کی تعریفیں کرتے ہیں اور دوسرے فقیروں کی قبولیت یعنی احترام ومحبت سے عاری ہوتے ہیں۔ میں نے ان سچوں کی صحبت سے یہی نقطہ پایا ہے کہ اگر آپ کسی سچے سے روشن ہیں تو سب سے

پہلے جو دھڑکن میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے وہ ادب ہے۔ادب ہی وہ اصل حُسن ہے جو آپ کو ان فقیروں کی صحبت سے ملتا ہے۔ یہ وہ اللہ کے پسندیدہ ہیں جنہیں وہ اپنے قرب کی نعمت عطا کرتا ہے اور یہ صاحب قرب، دیدار حُسن لافانی کے بغیر قرار نہیں پکڑتا۔ان انعام یافتگان کے پاس جب بھی بیٹھو اللہ پاک کی عظمت کے ذکر کی خوشبو ہی ان کے ادب کا حُسن ہے۔حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں ''فقیر وہ ہے جسکو حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز میں چین نہ آئے''۔حضرت خواجہ رویمؒ فرماتے ہیں ''فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اپنے اسرار کو اغراض سے محفوظ رکھے اور نفس کو آفات سے بچائے اور احکام الٰہی کی پابندی میں مشغول رہے''۔ میں نے ان تمام فقیروں کو ہمہ وقت صرف اللہ پاک ہی کے ذکر و خیال میں پایا۔ جب بھی کسی صاحب نورانیت سے ملا قلب کو ہمیشہ سکون ملا اور گھنٹوں انکی صحبت میں گزارنا ایسے ہی تھا جیسے ایک لمحہ ہی گزرا ہو۔اور انکی صحبت سے جدا ہونے سے پہلے ہی اگلی ملاقات کا ہمیشہ متمنی رہا۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''فقیر چاہے کتنا ہی بڑا فقیر ہو جائے رب نہیں بن سکتا، بندہ ہی رہتا ہے۔اللہ ہر شے پر حاوی ہے''۔آپؒ سے جب کبھی بھی کوئی دعا کیلئے کہتا آپؒ یہی فرماتے ''بابا دُعا کر رہا ہے اللہ جو کرتا ہے بہترین کرتا ہے، وہی سب کچھ کرنے والا ہے''۔حضرت ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں کہ راستے دو ہیں ایک راہِ ضلالت (گمراہی) اور دوسرا راہِ ہدایت۔ راہِ ضلالت وہ راستہ ہے جو بندہ سے خدا تعالیٰ تک ہے اور راہِ ہدایت وہ راستہ ہے جو خُدا تعالیٰ سے بندہ کی طرف آتا ہے۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا ہوں تو وہ نہیں پہنچا اور جو یہ کہتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ نے پہنچا دیا ہے تو وہ پہنچ چکا ہے۔ کیونکہ پہنچنے کا دعویٰ کرنا نہ پہنچنے کی علامت ہے اور نہ پہنچنے کا اقرار کرنا پہنچنے کی علامت ہے۔قلندر پاکؒ نے کبھی بھی فقیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپؒ اُٹھتے بیٹھتے ہر لمحہ

صرف اللہ پاک ہی کا ذکر کرتے اور اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں کے دلوں میں اللہ کے پاک ذکر کی بنیاد رکھتے۔

حضرت معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔اوّل غافل علماء، دوئم لالچی فقراء اور سوئم جاہل صوفیاء''۔

''غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو قبلہ اوّل بنایا ہوا ہے۔شریعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں اور سلاطین اور جابر لوگوں کی پوجا میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی کوٹھیوں کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ان کی جاہ وحشمت سے مرعوب ہیں اور اپنی زیرکی، دانائی اور فصاحت و بلاغت پر خوش ہوتے ہیں۔ائمہ سلف پر طعن و تشنیع کی زبان دراز کرتے ہیں۔بزرگان دین کی توہین کرتے ہیں اور ان باتوں میں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں کہ اگر ساری کائنات کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ان کی مبالغہ آمیزی زیادہ ہوگی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حرص وحسد کو دین بنایا ہوا ہے، یہ علم نہیں بلکہ جہل ہے۔علم وہ ہوتا ہے جس سے جہل رفع ہو نہ کہ جہل کی پرورش۔

لالچی فقراء وہ ہیں جو کہ جذبہ لالچ میں آکر امراء کے ہر کام کی تعریف کرتے ہیں خواہ وہ کام بُرے اور باطل کیوں نہ ہوں اور جب کوئی شخص انکی مخالفت کرتا ہے خواہ وہ حق بات کیوں نہ ہو وہ اسکے مخالف بن جاتے ہیں۔

جاہل صوفی وہ ہیں جن کو مشائخ کی صحبت نصیب نہیں ہوتی نہ کسی بزرگ سے ادب سیکھا ہوا ہوتا ہے نہ انہوں نے زمانہ کے مصائب دیکھے ہیں''۔

(اقتباس: کشف المحجوب)

میں نے قلندر پاکؒ کے ساتھ جتنا بھی وقت گزارا وہی میری زندگی کا حاصل ہے۔ آپؒ جب کبھی بھی اولیاء اللہ کا ذکر کرتے تو کیا خوب انداز میں کرتے اور اگر کبھی کوئی انکے سامنے کسی ولی اللہ کا کوئی واقعہ سناتا تو آپؒ ہمیشہ یہی فرماتے ''یہ بہت بڑے صوفی ہوئے ہیں''۔

تصوف اور صوفی

حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ '' دنیا سے اچھائی اُٹھ گئی ہے اور گندگی باقی رہ گئی ہے''۔ کسی چیز کی اچھائی کو اس کی صفوت کہتے ہیں۔ اسی لئے اربابِ تصوف نے اپنے اخلاق و اعمال کو پسندیدہ بنایا اور نفسانی خواہشات سے نجات پائی تو صوفی کے نام سے مشہور ہوئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انکے احوال اصحابِ صفہ کے مطابق ہیں اور کچھ کے نزدیک یہ لفظ صفا (یعنی پاکیزہ) ہے۔ بعض لوگوں نے تصوف کا یہ مطلب بیان کیا ہے'' کہ اللہ کے ساتھ سچے دل سے معاملہ رکھے اور خوش اخلاق ہو''۔ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' اللہ تعالیٰ صوفی کو اپنی حکمتوں اور اپنے اعمال کے چشموں سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ پھر اُسے امن کا مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ اولیاء اور ابدال کی پناہ گاہ میں ہوتا ہے۔ ان کی بازگشت دوسروں کیلئے راحت و مسرت کا مقام ہوتا ہے۔ صوفی مشقت اور محنت کی منزل طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ محبوب کا وصل اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کا نفس اللہ کی محبت میں جل جاتا ہے، اس کے دل سے دنیا کی ہوس دور ہو جاتی ہے، اس کی کوئی خواہش باقی نہیں رہتی تب وہ صوفی کہلاتا ہے، وہ صرف خدا ہی کا بوجھ اٹھاتا ہے، تقدیر الٰہی کا جو بوجھ اس پر ڈالا جاتا ہے اسے صرف اسی قدر اٹھاتا ہے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے، اس کی بارگاہ میں کوئی دم نہیں مار سکتا''۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا'' وہ ہمارے کام میں مداخلت نہیں کرتا اور ہم اُسکے کام میں مداخلت نہیں کرسکتے''۔ آپ اندازہ لگائیں ایک شخص جاگیردار ہو اور اردگرد خُدام کا ہجوم ہو تو اسکا طرز زندگی کیسا ہوگا، جیسا کہ آپؒ نے فرمایا'' ایک وقت تھا بابا بہت بڑا فرعون تھا'' پھر رحمت خداوندی کے غلبہ رحمت نے ان کے دل سے دنیائے غدار کو نکال دیا اور ہر قسم کی جائیداد و دولت کے خیال سے آزاد کردیا۔ اس راہ میں ملامت انکے نفس کا مجاہدہ بنی اور تمام ذلتوں کا حجم بھی اُنکے پائے استقامت میں کوئی معمولی لغزش بھی نہ پیدا کرسکا اور صرف ایک کام پر توجہ رکھی ''خوف خدا میں رہنا عین عبادت ہے''۔ لوگوں نے تو صرف میوزک اور دھمال تھراپی کے طریقہ علاج کو دیکھا اور ظاہر میں پھنس گئے اور حقیقت سب سے چھپی رہی۔ فرق صرف یہ ہے کہ کس کے سینے کو اسکی سچائی کی حقیقت سے روشن کیا گیا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ اگر میں نے کبھی بھی کسی کو قلندر پاکؒ کی سچائی کا بتانے کی کوشش بھی کی تو اس نے ظاہری بدنامی کے سبب اس بات کو قبول نہیں کیا اور اپنی فکر پر قائم رہا۔ پھر مجھے حدیث مبارکہ یاد آئی ''میرے دوست میری صدری کے نیچے ہیں جنہیں میرے اور میرے خاص دوستوں کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا''۔

صوفیاء نے اہل تصوف کی تین اقسام بتائیں:۔

(1) صوفی: جو اپنے آپ سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو چکا ہے اور بشریت سے نکل کر حقیقت میں واصل ہو چکا ہے۔

(2) متصوف: جو اس مقام کو حاصل کرنے کیلئے جد وجہد میں مشغول ہے اور صوفیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ صوفی اور متصوف میں فرق یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہے اور صوفی منتہا، اسی لئے صوفی صاحب وصول اور متصوف کو صاحب اصول کہا جاتا ہے۔

(3) مستصوف: جس نے دنیا کے مال و دولت اور جاہ و حشمت کی خاطر صوفیاء کی شکل اختیار کرلی ہے اور نہ صوفی سے اسکا کوئی تعلق ہے اور نہ متصوف سے، اسی لئے مستصوف کو صاحب فضول کہتے ہیں۔

کسی بھی صوفی کے پیچھے چلنا بہت ہی مشکل کام ہے اور خاص طور پر راہ ملامت کے مسافروں کی تقلید ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔ کیونکہ ملامتِ خلق دوستانِ خدا کی غذا ہے اور اس میں آثار قبولِ حق ہیں لیکن عام لوگ قبولِ خلق سے خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُنکے ارد گرد عوام الناس کا ہجوم ہو اور لوگ اُنکی خدمت کریں اور اُنکو بہت نیک اور پہنچا ہوا سمجھیں یہی نفسِ امارہ یعنی سرکش نفس ہے جو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا ہمیں کوئی بھی نہ مانے کوئی فرق نہیں پڑتا ہمیں ایک ماننے والا ہے''۔ بلھے شاہؒ نے کیا خوب فرمایا:۔

چل بلھیا چل اوتھے چلئے جتھے سارے انّے
کوئی نہ ساڈھی ذات پچھانے کوئی نہ سانوں منّے

''پس جو لوگ ایمان لائے، اللہ تعالیٰ انکا ذمہ دار بن گیا ہے، کہ انہیں گمراہی اور تاریکی سے نکال کر نورِ ہدایت تک پہنچا دے، خدائے تعالیٰ نے انہیں اپنے رازوں سے آگاہ اور دلوں

کی جنت سے آگاہ کر دیا ہے، دلوں کا محافظ بنا دیا ہے دلوں کے خفیہ رازوں کا انہیں امین بنا دیا ہے۔ یہ لوگ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اللہ تعالیٰ انکی حفاظت کرتا ہے۔ انہیں شیطان گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی نفس کی حرص و ہوا ان پر غالب آ سکتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے شیطان، ہرگز تو میرے خالص بندے پر غلبہ نا پا سکے گا''۔ ایسے آدمی کا نفس بھی سرکش نہیں ہوتا نہ اس پر شہوتوں کا غلبہ ہو سکتا ہے (غنیۃ الطالبین)۔

مجھے یاد ہے ایک دن قلندر پاکؒ کے سامنے اُنکے ایک عقیدتمند نے کسی اور عقیدتمند کے حوالے سے یہ بات بتائی کہ وہ چادر پہن کر قلندر پاکؒ کے چاہنے والوں کے گھر جاتا ہے اور سب کو یہی بتاتا ہے کہ قلندر پاکؒ کے پردہ کرنے کے بعد میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں یہ بوجھ کیسے اٹھا سکوں گا؟ قلندر پاکؒ اس دن میرے ساتھ للّہ میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا ''سیّد بابا مجھے پتہ ہی نہیں چلا اور سارے خود سے ہی فقیر بن گئے، آج بابا ہاتھ اٹھا لے سب ہوا ہو جائیگا''۔ آپؒ کی آواز کے کرب نے مجھے دہلا کر رکھ دیا، کیونکہ فقیر کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ نوشتہ تقدیر ہوتے ہیں۔ اور پھر یہی ہوا ایسے تمام دعویدار بھٹک گئے اور مرشد سے دوری نے انہیں کہیں کا نہ رکھا۔ میرے دل میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی ''اللہ پاک باباؒ کو لمبی عمر عطا کر اور ہم سب کو ہدایت عطا فرما''۔ یہی بات میں نے قلندر پاکؒ کے پردہ کرنے کے بعد عام سنی کہ ''ہم سب فقیر ہیں'' اور بابا نے کہا تھا کہ ''میں نے تمام مصائب و آلام کاٹ لئے اور تم لوگ موج کرو''۔ میں تو سن کر حیران ہو گیا اور ہر وقت یہی دعا کرتا کہ بارالٰہی اپنے آپ کو فقیر ظاہر کرنے کی اس گمراہی سے محفوظ فرما۔ قلندر پاکؒ نے اسکے بعد فرمایا ''بابا نے صرف فیض دیا ہے فقیری کسی کو نہیں دی''۔ اور یہ فیض سب کو کردار دیکھے بغیر دیا۔ بازار حُسن کی کاکی جو قلندر پاکؒ

سے عقیدت رکھتی ہے اگر وہ بھی اُنکے بتائے ہوئے طریقے پر دعا کروائے تو وہی اثر ہوگا جو کسی عام آدمی کی دعا کرانے سے ہوتا ہے۔

ولایت کیا ہے؟ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ولایت یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کسی کے دل میں کوئی بات الہاماً ڈال دی جائے کیونکہ خدائے تعالیٰ اپنے اولیاء کے حق میں الہام کا ذمہ دار ہے اور جو شخص اس الہام کو نہ مانے وہ کافر نہیں مگر مایوسی کے عالم میں ہوتا ہے کیونکہ نہ ماننے کے باعث اس پر وبال ہوتا ہے اور وہ پریشانی میں گرفتار ہو جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس الہام کا منکر ہو جاتا ہے جو خدا تعالیٰ اپنی محبت کے سبب ولی کے دل میں داخل کرتا ہے''۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس جہان فانی سے پردہ کرتے ہی نبوت کے دعویداروں کا شر پیدا ہوا جسے حضرت صدیق اکبرؓ نے سختی سے کچل دیا اور عبدیت کے بلند مقام پر فائض ہو کر شہنشاہ پاک ﷺ کے وصال کے موقع پر فرمایا ''اے لوگو جو شخص حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ اس جہان سے چلے گئے ہیں اور جو رَبِّ حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو یاد رکھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرتا''۔

پس جس نے بھی حضرت محمد ﷺ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا آپ ﷺ کے اس جہاں سے پردہ کرنے کے بعد آپؐ کی تعظیم اس کے دل سے نکل گئی اور جس نے شہنشاہ پاک ﷺ کو چشم حقیقت سے دیکھا اس کے لئے آپؐ کا اس جہاں سے پردہ پوش ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کے محبوبؐ کے دیوانے تھے اور انکی زندگیوں کا عمل احکامات شہنشاہ پاک ﷺ کی متابعت ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہودی اور مسلمان کے زمین کے

تنازع پر جب مقدمہ سنا اور کوئی فیصلہ دینے سے قبل ہی اس یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ حضور پرنور ﷺ اس مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں دے چکے ہیں اتنا سن کر حضرت عمرؓ نے تلوار سے مسلمان کا سر قلم کر دیا اور فرمایا ''جس کو نبیؐ کا فیصلہ منظور نہیں عمرؓ اسکا فیصلہ ایسے کریگا''۔

خلفاء راشدین کی محبت کی انتہا دیکھئے کہ شہنشاہ پاک ﷺ کے پردہ کر جانے کے بعد بھی اُنکی متابعت کی حسین خوشبو ویسے ہی قائم رہی اور آج بھی ان پاکیزہ ہستیوں کا خیال اندر کی تاریکی کو ختم کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جب وصال کا وقت قریب آیا تو سب نے پوچھا ''کیا آپ کو حجرہ حضرت بی بی عائشہؓ میں سرکار ﷺ کے قریب ہی مدفن کیا جائے تو آپؓ نے کیا خوب فرمایا ''مجھے غسل دے کر کفن پہنا کر حجرے کے باہر رکھ دینا اور اجازت طلب کرنا پھر جو حکم ہو ویسے ہی کرنا'' چنانچہ ایسے ہی کیا گیا اور جب اجازت طلب کی گئی تو آواز آئی ''دوست کو دوست کے پاس ہی بھیج دیا جائے''۔

حضرت عمرؓ نے کیا خوب فرمایا ''پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو''۔

میں نے قلندر پاکؒ کے قریب رہنے والوں کی یہ خواہش بھی سنی کہ انکو قلندر پاکؒ کے مزار ہی کے قریب دفن کیا جائے۔

مرید کیلئے سب سے ضروری چیز ادب ہے پھر سب سے پہلے اس اعتقاد پر مضبوطی لازم ہے کہ جو بزرگ پہلے گزرے ہیں ان کا طریقہ کار اختیار کرے، انبیاء ورسل، صحابہ، تابعین، اولیاء اور صدیقوں کا عقیدہ اختیار کرے یعنی قرآن وحدیث کو اپنے بازوؤں کی طاقت جان لے کیونکہ اسی طریقے سے خدا تک پہنچ سکتا ہے پھر صدق اور کوشش اختیار کرے تاکہ ثابت

قدمی نصیب ہو۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''جولوگ ہماری طلب میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنی راہ دکھاتے ہیں'' (اقتباس غنیۃ الطالبین)۔

پس یاد رہے کہ اعتقاد کے باعث انسان کو حقیقت یا علم حاصل ہو جاتا ہے اور کوشش سے راہ حق پر چلنے کا راستہ ملتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''اے لوگو تم ایماندار ہو تو جو بات تم خود نہیں کرتے اسکے لئے دوسروں کو کیوں کہتے ہو کیونکہ یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے کہ جو بات تم خود نہ کرو دوسروں کو اس کی دعوت دو''۔

جو شخص اپنے نفس کو نہیں پہچان سکتا وہ اسکی شرارت کو کیسے پہچانے گا اور جو شخص اپنے نفس کی مخالفت پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا تو ایسا شخص مراد نہیں حاصل کر سکتا۔حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی طلب کرے، اللہ کی اطاعت کو دوست رکھے اپنی حرکت وسکون کیلئے بھی اللہ ہی کی رضامندی چاہے اور لازم ہے کہ وہ خدا کے اولیاء، ابدالوں اور سخیوں کی دوستی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے چاہے کیونکہ ان امور کے باعث ہی ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہوسکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش عطا کی ہے اور اپنی آیات کے ذریعے انہیں عبرت سے آگاہ کیا ہے اور ان کے دل صاف ہیں۔مرید کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مرشد کیلئے اپنے نفس کا دشمن بن جائے اور پیر کے مقابلہ میں اپنے نفس کو ملامت کرے اور ظاہر و باطن میں اپنے پیر کی مخالفت ترک کردے''۔

ان تمام احکامات کے بعد شاید ہی کوئی دعویٰ کرے۔مرشد ایک وسیلہ ہے اللہ تک پہنچنے کا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص نے بادشاہ تک رسائی حاصل کرنی ہو تو اسکے کسی بہت ہی قریبی

سے دوستی پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ بادشاہ تک پہنچنے کا راستہ اور طریقہ معلوم ہو۔

اللہ کا راستہ بہت مشکل اور کھٹن ہے اور اسکے لئے کوشش ایک پہلو اور نصیب دوسرا پہلو ہے۔ راستے کی نشاندہی مرشد نے کردی تو اب صرف اسکو اختیار کرنا ہے اور اپنی عقل وسوچ کو ترک کرنا ہے کہ کہیں حرص و ہوس کے 360 لباسوں کے ہاتھوں لٹ نہ جائے۔ قلندر پاکؒ کے حوالے سے تمام چاہنے والے اس پہلو پر ضرور غور کریں کہ کیا انہوں نے مرید ہونے کے اسلوب کو اختیار کیا یا صرف انکو یہ فیض حاصل ہوا کہ سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو دکھی انسانیت تک پہنچائیں، بحث نہ کریں اور یہی بتائیں کہ یہ ہمارے باباؒ کی ریسرچ ہے۔ میں بھی بیمار تھا یا کسی الجھن میں تھا، مجھے بھی سننے کے بعد نجات ملی آپ بھی سنیں یہ کلام الٰہی ہے، اگر کوئی سنے بغیر اسکو پھیلائے یا کسی کو پھیلانے کا کہے تو اس نے تصرف کیا اور فرمانِ قلندر پاکؒ کی نفی کی۔ کسی حکم کی تعمیل سعادت ہے نہ کہ اسکی آڑ میں فقیری اختیار کرنا۔ قلندر پاکؒ کے حکم کی تعمیل نہ کرنا، نفرت ، کینہ، حقارت اور منافقت کی علامت ہے۔

ایک شیخ فرماتے ہیں'' صفا یعنی پاکیزگی صفت بشر نہیں کیونکہ بشر مٹی سے بنا ہے اور مٹی میں غلاظت ہے اور بشر کو کدورتِ نفس سے چھٹکارہ نہیں ہے کیونکہ اس کی فطرت یا خمیر ہی مٹی سے ہے''۔ چنانچہ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں'' جو غرقِ محبت ہوا وہ صافی کہلاتا ہے اور جو غرق محبوب اور غیر اللہ سے آزاد ہوا وہ صوفی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا قلندر پاکؒ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ آپؒ ایک کامل صوفی تھے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں'' صوفی وہ ہے کہ جس کا کلام بیان حقائق ہے اور جسکی خاموشی میں اسکے اعضاء زبان حال سے قطع علائق یعنی فقر کی بات کررہے ہوں''، یعنی

اس کا کلام اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے''۔

سب کو جان لینا چاہیے کہ قلندر پاکؒ کے تمام اقوال آج بھی سننے والوں کے قلوب کو سکون دیتے ہیں کیونکہ آپکا قول آپؒ کے حال کے مطابق رہا ہے۔ جب آپؒ اس جہاں سے پردہ فرما گئے تو تیسرے دن رات سونے سے پہلے میرے دل میں حال اور مقام سے متعلق بہت الجھاؤ پیدا ہوا اور اسی عالم میں مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں قلندر پاکؒ کو دیکھا آپؒ نے فرمایا'' سیّد بابا بندے کا جو حال ہے وہی اسکا مقام ہے'' یعنی حال کی کیفیت کے دوام کو مقام کہتے ہیں۔ جب صبح میری آنکھ کھلی تو ایک بات مجھے سمجھ آ گئی کہ ظاہری دعوے یا کسی بھی قسم کی علمی گفتگو کرنے سے آپ کسی مرتبے پر نہیں پہنچ پاتے بلکہ آپ کے باطن کا روشن ہونا اور آپ کے اعمال کی استقامت ہی کسی مقام کی علامت ہے۔ قلندر پاکؒ جب کسی کو دعا کرواتے تو یہی فرماتے'' آنکھیں بند کرو، تم اپنے آپ کو روبرو اللہ کے تصور کرو، وہ تمھیں دیکھ رہا ہے اور تم پر رحمت کر رہا ہے''۔

ذرا سوچیں اللہ کے روبرو ہونے کا تصور کتنا اہم ہے، اندر کی گندگی کے سبب آنکھیں ندامت کے آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں۔ گندگی دور ہو جاتی ہے، انسان کو ہلکا پن محسوس ہوتا ہے پھر یہ نہیں کہ آپ اندر سے صاف ہو گئے اور آگے ضرورت نہیں۔ یہی تو مسئلہ ہے استقامت اور اپنے نفس کی مخالفت ہی اصل راز ہے۔ یہ ایک لمحے کا تزکیہ نہیں یہ آخری سانس تک کا جہاد ہے۔ اور پھر جس حالت میں انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اسی استقامت کے مطابق اسکا مقام ہوگا۔ قلندر پاکؒ ہی کی طرف ایک دفعہ غور سے دیکھو تمام مخالفت اور ملامت کے باوجود اللہ پاک کی محبت اور سرورِ دو جہان ﷺ کی متابعت کا درس دیا اور دردِ انسانیت کا حُسن

روشن کیا اور استقامت کا دوام اوّل دن سے آخری سانس تک صرف ذات ربانی کے احکام کی تعمیل۔ حتیٰ کہ آخری وقت میں مجھے حکم دیا "تمہارے بابے کو کچھ بھی ہو جائے اسکی پرواہ کیئے بغیر پرسوں لاہور میں سورۃ الرحمٰن کا سیمینار ہے اس میں شرکت کرنا بہت ضروری ہے اور سیّد بابا آپکے بغیر وہ سیمینار نہیں ہوسکتا"۔ سوچیئے زندگی کے آخری لمحات میں بھی فقیر کی یکسوئی، اللہ سے محبت اور قرآنی پیغام پھیلانے میں استقامت ہی قلندر پاکؒ کی سچائی ہے اور یہ تسلسل ہی ایک عمدہ مقام کی علامت ہے۔

حضرت ابن جلاء دمشقیؒ فرماتے ہیں "تصوف ایک حقیقت ہے نا کہ رسم"۔ اسکی وجہ ہے کہ رسم کا تعلق خلق سے اور حقیقت کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے۔ جب تصوف نام ہی خلق سے روگردانی ہے تو لامحالہ رسم سے بالاتر ہوگا۔

حضرت شیخ حصریؒ فرماتے ہیں "تصوف صفائے قلب کا نام ہے مخالفت سے"۔ اس کا مطلب ہے دل کو مخالفتِ حق سے باز رکھے۔ اب چونکہ دوستی کی ضد مخالفت ہے لہٰذا دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ سارے جہاں میں دوست کے فرمان کی تابعداری کے بغیر کچھ نہ کرے۔

قلندر پاکؒ کے ایک چاہنے والے جناب زاہد جھنگوی جو کہ جرنلسٹ ہیں، وہ ہمیشہ یہی کہتے "کمال ہے ہر وقت ایک ہی بات اللہ صرف اللہ اور درد انسانیت وہ بھی مفت میں۔ لوگ ہمیشہ اُس ڈاکٹر سے ملنے کو ترجیح دیتے ہیں جسکی فیس سب سے زیادہ ہو"۔

قلندر پاکؒ ہمیشہ اُنکی بات سن کر مسکراتے اور یہی فرماتے "اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ایک روپیہ خرچ نہیں ہوتا تو اسکا خریدار بھی کوئی نہیں جبکہ تمام لوگ مہنگی مادی چیزوں کے خریدار ہیں"۔ یعنی حق تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں ادا کرنی پڑتی۔ آپ صرف

اپنے ارادے کی مضبوطی اور خلوص کے ساتھ پیش ہوں اور سود وزیاں سے پاک ہوکر آخری سانس تک حق تعالیٰ کی محبت میں قائم رہیں اور دوستانِ حق کی متابعت اختیار کریں۔

حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں "تصوف خوش خلقی کا نام ہے لٰہذا جو شخص سب سے زیادہ خلیق ہے سب سے بڑا صوفی ہے"۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں "نیک خوئی دو قسم کی ہوتی ہے ایک حق کے ساتھ دوسری خلق کے ساتھ۔حق کے ساتھ نیک خوئی اسکی رضا پر راضی اور اسکی قضا پر خوش رہنے کا نام ہے اور خلق کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ لوگوں کی بدتمیزی کو لِلّٰہ برداشت کرتا رہے۔اور ان دونوں صورتوں میں طالب کا اپنا فائدہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ طالب کی رضا اور نافرمانی دونوں سے مستغنی ہے اور یہ دونوں صورتیں نظریہ واحدانیت کا نتیجہ ہیں"۔

قلندر پاکؒ نے ہر مشکل میں اللہ ہی کی بات کی، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت اور ہم عمروں کے ساتھ انصاف کیا اور کسی سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ بے تحاشہ مخالفت اور ملامت کے باوجود آپؒ نے ہمیشہ دنیا کے ڈسنے سے آگاہی دی اور آپؒ کی پُرخلوص محبت کا یہ عالم تھا کہ جب آپؒ نے پردہ فرمایا تو ہر کسی نے ایک ہی بات کی کہ مجھ سے بے حد پیار کیا۔ میں تو اس بات پر بھی حیران ہوں کہ اب تک لوگ جو ملتے ہیں وہ کہتے ہیں قلندر پاکؒ سے اُنکی ملاقات ہوچکی ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے پورا پاکستان آپؒ سے مل چکا ہو۔ آپؒ ہمیشہ سماجی برائیوں کی نشاندہی کرتے اور اسکے لئے آپؒ اخبارات میں "ٹونے ٹوٹکے" کے عنوان سے لکھتے تھے۔ آپؒ نے سیاستدانوں اور بیوروکریسی کے تقریباً تمام لوگوں سے اُنکے دفاتر میں جا کر ملاقات کی۔ شاید اسی وجہ سے لوگوں نے اُنکی قدر نہ کی، آپؒ مختلف مسائل کی نشاندہی کرتے

اور اُسکا حل بھی بتاتے ، جو پیار کرتا اسے سکون حاصل ہوتا جو رد کرتا یا نفرت رکھتا وہ آج بھی کسی اذیت میں مبتلا ہے۔ پھر بھی آپؒ ان تمام لوگوں کو جنھوں نے مخالفت کی، نفرت کی ، سورۃ الرحمٰن کا پیغام خود بھی دیتے اور اپنے عقید تمندوں کو بھی بھیجتے۔ لیکن آپؒ صاحب بصیرت تھے اور عقید تمند صاحبِ بصارت بہر حال آپؒ کی مخلوق سے محبت صرف اور صرف سب کو اللہ ہی کے آگے جھکانا تھا۔ آپؒ یہی فرماتے ''اللہ کی محتاجی سب سے حسین محتاجی ہے۔ دنیا کی محتاجی سے بچو یہ تمہیں اللہ عزوجل سے دور کردے گی''۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے''**ورضوعنه**'' اور وہ یعنی صحابہ کرامؓ خدا سے راضی ہیں نیز فرمایا''**لقد رضی الله عن المومنین**''یعنی حق تعالیٰ مومنین سے راضی ہے۔ حضور اشرف الانبیاء ﷺ نے فرمایا'' جو اللہ تعالیٰ سے راضی ہوا اس نے حلاوت ایمان کا مزہ چکھ لیا''۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے رضا کہتے ہیں یعنی پہلے اللہ پاک کا بندے کے کاموں سے راضی ہونا اور دوسرے بندے کا حق تعالیٰ کے کاموں سے راضی ہونا گویا رضائے الٰہی کا ظہور یہ ہے کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کا فیض و کرم ہوتا ہے اور بندہ کی رضا کا ثبوت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے فرمان کی متابعت میں سرگرم رہتا ہے اور اسکے احکام سے گردن نہیں موڑتا۔ (اقتباس: کشف المحجوب)

یہاں رضا کے پہلو کو لکھنے سے مراد تمام چاہنے والوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ قلندر پاکؒ روشن ہونے سے آخری سانس تک صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے سرگرم عمل رہے۔ جیسا کہ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا'' جس نے اختیارِ الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ اختیارِ الٰہی کے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا'' دنیا کا کوئی معاملہ ہوتا یا رشتہ داری کے حوالے سے کوئی بات درپیش ہوتی آپ نے ہر شے کو قربان کیا اور صرف خدائی عظمت اور حکم کی تعمیل پر قائم رہے۔

اسلیئے کہا جاتا ہے کہ پہلے اللہ راضی ہوتا ہے پھر بندہ راضی ہوتا ہے کیونکہ جب تک حق تعالیٰ کی بارگاہ سے فضل وکرم نہ ہواس کی اطاعت اور فرمانبرداری کوئی نہیں کرتا۔قلندر پاکؒ پر اللہ کا فضل وکرم اور آپؒ کی اطاعتِ اِذلٰہیہ کا تسلسل اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے۔ ''سیّد بابا! ہر سانس کا حساب دینا ہے'' کسی نے آپؒ سے بیٹیوں کی نسبت سوال کیا کہ آپؒ نے اپنی بیٹیوں کی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ فرمایا ''یہ سب اسی کی ملکیت ہے اور وہی سب کا سنبھالنے والا ہے''۔ شاید سوال پوچھنے والے کو یہ بات اس وقت سمجھ ہی نہ آئی ہو کیونکہ فقیر کے اردگرد موجود تمام لوگ منطق کے چشمے سے دیکھتے سنتے اور محسوس کرتے۔اور پھر آپؒ کے پردہ کرنے کے بعد 2 بیٹے اور 2 بیٹیوں کے شادی بھی ہوگئی۔قلندر پاکؒ کو سمجھانے والے اور بازارِ حُسن سے نجات حاصل کرنے کیلئے بہت مشورے دیے گئے اور مزے داری کی بات کہ ایسے تمام لوگ کدورت نفس کا شکار تھے اور خود کو اچھا اور نیک گردانتے تھے جبکہ ان سب کے گھر بے سکونی کے جہنم تھے۔جبکہ قلندر پاکؒ مستجاب الدعوات تھے اور مقتول النفس یعنی قتیل محبت اور نفس امارہ پر غالب تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ نام نہاد نیک لوگوں نے آپکو کیسے رد کیا۔ لیکن آپؒ ہمیشہ سب سے ملکر مسکراتے چاہے کوئی کتنی ہی نفرت یا شک کے ساتھ آیا ہو۔آپؒ نے فرمایا ''تم میری آنکھ پر تو پٹی باندھ سکتے ہو اللہ کی آنکھ پر پٹی نہیں باندھ سکتے''۔ مجھے یہاں حضرت غوث الاعظم سرکارؒ کا قول یاد آ گیا۔ آپ نے فرمایا ''قسم خدا کی اگر مجھے شریعت کی روک تھام نہ ہوتو میں تم لوگوں کے بارے میں بتادوں کہ تم لوگ دیواروں کے پیچھے کیا کرتے ہو کیا کھاتے ہو اور کیا سوچتے ہو،تم سب میرے سامنے کانچ کی ان بوتلوں کی مانند ہو جن کا اندر باہر سب نظر آتا ہے''۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''اللہ بصیر ہے ہمیں بصیرت دیتا ہے، اللہ خبیر ہے ہمیں خبر دیتا ہے اللہ حکیم ہے ہمیں حکمت دیتا ہے''۔آج جب میں یہ لکھ رہا ہوں تو ندامت اور شرمندگی کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ مجھے یاد ہے آپؒ ہمیشہ ان تمام لوگوں کو جو آپؒ کے پاس دعا کے سلسلے میں آتے تھے انکو بلاتے اور کھانا بنواتے اور پیار کا دعویٰ کرنے والوں کی بے نیازی دیکھیں کچھ تو آتے ہی نہ تھے اور جو آتے وہ اپنے سارے دنیاوی کاموں سے فارغ ہو کر رات کے 12 بجے ہنستے ہوئے آجاتے ، میں شہنشاہ جذب و مستی پر قربان جاؤں جو پھر بھی سب کو اسی مسکراہٹ سے ملتے اور کبھی کسی کو اسکے غیر ذمہ دارانہ طرز عمل پر سرزنش کرنا تو دور کی بات ایک حرف بھی نہ کہتے۔آپؒ کو ہجوم اکٹھا کرنے کا بالکل شوق نہیں تھا کیونکہ یہی لوگ انہیں ہر وقت فون کرتے اور اپنے مسائل بتاتے رہتے۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا ہمیں کوئی بھی نہ مانے ہمیں **ایک ماننے والا** ہے''۔ شروع کے ایام میں جب قلندر پاکؒ نے میرے گھر واقع سیٹلائٹ ٹاؤن میں ہجوم دیکھا تو فرمایا ''سیّد بابا ان سب کو فارغ کرو یہ تمہیں خراب کریں گے''۔اور بات بھی درست تھی ان لوگوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی جو جادو، جن ،نظر بد،لڑکیوں کے رشتے اور دیگر مسائل لیکر آتے تھے۔قلندر پاکؒ جن لوگوں کو بلواتے تھے اسکا مقصد کیا تھا؟ انسان ایک الجھن سے نکلتا ہے اور دوسرے کسی دنیاوی فریب کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسی دلدل ہے جس میں سے نکلنا محض ایک فون کے ذریعے ممکن نہیں ہوتا۔اگر روح کو خوراک نہیں ملے گی تو وہ اس وجود کی سواری بحیثیت شہسوار نہیں کر سکتی اور یوں یہ بے لگام نفس حرص و ہوا کے جہنم میں دھکیل دیتا ہے۔آپؒ کے پاس محبت سے آنے والوں نے زندگی میں کیا پایا؟ ایک بیلنس! مثبت سوچ وہ ولی اللہ تو نہیں بن سکتے لیکن مقصودِ تخلیق کی سمت میں خیر و

شر کی ایک جہد مسلسل میں ضرور رہ رہے ہیں ۔ایسے لوگ ہی معاشرے میں فعال ہو سکتے ہیں اور ایک فقیر کے خیال سے دکھی انسانیت کی خدمت بھی کر سکتے ہیں انکے لئے قلندر پاکؒ کا فیض اسی مثبت خیال کے سبب ایک بے غرض محبت کا امین ہے اور آنے والے وقت نے یہ ثابت بھی کر دیا۔جن لوگوں نے فقیر کے پاس بیٹھنے کو کسی محنت یا احسان سے تعبیر فرمایا ان کے منفی رویے اور سوچوں نے ان کے نفوس کو ان پر غالب کر دیا اور وہ استدلال کے اسیر ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے جیسے کسی کو دعا کروانے سے جو سکون دعا کرنے والے کو ملتا ہے وہ اصل میں انکی یکسوئی اور سچائی ہے۔اور یہی نفس کی خاص شرارت ہے۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں ''یا الٰہی اگر تو مجھے کسی چیز سے عذاب دینا چاہے تو حجاب سے عذاب نہ دے''۔اسکا مطلب ہے کہ جب تک میں تجھ سے محجوب نہیں ہونگا ہر قسم کا عذاب آسانی سے برداشت کر لوں گا۔لیکن اگر حجاب درمیان میں حائل ہو جائے تو ساری دنیا کی نعمتوں کے باوجود ذلیل وخوار ہونگا۔کیونکہ مشاہدہ حق کے ہوتے ہوئے کوئی آفت آفت نہیں رہتی لیکن حجاب کی حالت میں نعمت بھی آفت بن جاتی ہے۔یہ بات پایہ ثبوت پہنچی کہ دوستانِ حق جو مشاہدۂ حق سے روشن ہوتے ہیں انکی صحبت ہی حق تعالیٰ کی پہچان کا راستہ ہموار کرتی ہے اور حجابِ غین (تاریکی) ختم ہوتا ہے۔پھر اس خیال پاکیزہ کو آخری سانس تک نبھانا ہوتا ہے تاکہ طالب ہونے کا تاج اسکے سر پر پہنایا جا سکے۔یہ حجابِ غین ہی سخت ترین آفت ہے اور لوگوں میں مقبولیت کسی بھی طرح سچائی کی گواہی نہیں ۔اس لئے بزرگوں نے فرمایا'' جو مخلوق میں مقبول ہے وہ اللہ کے ہاں رد ہو جاتا ہے اور جسے مخلوق رد کرتی ہے وہ مقبولِ بارگاہ الٰہی ہوتا ہے''۔دیکھ لیجئے ،قلندر پاکؒ کو کتنے لوگوں نے پسند فرمایا؟ انکو تو صرف رد ہی کیا گیا کیونکہ حق

کی پہچان ہی یہی ہے کہ اسکی دبا کر مخالفت ہو۔اور دوستان حق کو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے خوش رکھتا ہے جس کی بدولت وہ دنیا کے تمام رنج والم، مصائب اور آفات کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔نفسی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگ جب تک کسی اللہ کے دوست کی صحبت اختیار نہ کریں گے اور اس پسندیدہ چہرے کو اپنا خیال کا مرکز نہیں بنائیں گے نفسی ذلت کو برداشت نہ کرسکیں گے اور اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''**وکونو مع الصادقین** ''اور صادقین کی صحبت اختیار کرو'' پھر ارشاد ہوا ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں انکی محبت پیدا کر دیتا ہے''۔یعنی جب وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حُسن خلق سے پیش آتے ہیں، انکے حقوق ادا کرتے ہیں اور انکو خود پر فضلیت دیتے ہیں تو حق تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں انکی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

آقائے نامدار حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''تحقیق تمام تقوی یہ ہے کہ تو تعلیم دے اس کو جو نہیں جانتا''۔

قلندر پاکؒ نے تمام ملنے والوں سے بے حد محبت کی اور سب کو ادب سے پکارتے، آنے والوں کی بہت خدمت کرتے اور سب کو وہ حقیقت بتائی جسے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں انکے لئے محبت کو روشن کیا۔اور کسی اچھے کی صحبت سے سکون ملتا ہے اور انسان ایک اچھے کی صحبت سے اسکی عادات وخصائل اختیار کر لیتا ہے۔جیسے طوطا انسان کی صحبت میں رہ کر بولنا شروع کر دیتا ہے اسی طرح کسی کی بھی صحبت دوسرے پر ویسے ہی اثرات مرتب کرتی ہے۔ایک عالم کی صحبت بندے کو عالم بنا دیتی ہے، فقیر کی صحبت

بہت ضروری ہے اور اگر اس صحبت کا اثر مرید میں نظر نہ آئے تو پھر اس نے صحبت بھی نہ پائی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اکیلے آدمی سے شیطان قریب تر اور دو آدمیوں سے بعید تر ہوتا ہے''۔ ارشاد خداوندی ''جب تم تین ہوتے ہو تو تمھارے ساتھ چوتھا خدا ہوتا ہے''۔

حضرت علی ہجویریؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی ہے کہ کیسے بزرگی کے خیال میں رہنے والا اور اپنے شیخ سے جدا ہونے والا گمراہ ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک مرید کے دل میں خیال آیا کہ اب میں کمال کو پہنچ گیا ہوں اس لئے اب میرے لئے صحبت سے بہتر تنہائی ہے۔ چنانچہ اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی جب رات ہوئی تو اسکے پاس ایک اونٹ لایا جاتا اور اسکو اونٹ پر بٹھا کر بتایا جاتا کہ جناب اب آپ بہشت کی طرف جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ایسی جگہ پہنچ جاتے جو بہت خوبصورت تھی۔ انواع اقسام کے کھانے موجود تھے۔ باغوں میں نہریں چل رہی ہوتیں۔ صبح تک وہ وہاں رہتے اور پھر وہاں سو جاتے تھے۔ جب بیدار ہوتے تو اپنے آپ کو عبادت خانہ میں پاتے اس سے انکے دل میں تکبر بھر گیا اور بزرگی کے دعوے کرنے لگے۔ جب حضرت جنید بغدادیؒ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپؒ اس کے پاس تشریف لے گئے اور دیکھا کہ واقعی وہ اپنے آپ کو بہت با کمال درویش سمجھ رہا ہے۔ اس نے اپنے جنت جانے کا ماجرا بھی سنایا حضرت سرکارؒ نے فرمایا کہ آج رات جب تو اس مقام پر پہنچے تو تین بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ دینا۔ جب رات ہوئی اور اسے لینے کیلئے پھر لوگ اونٹ لے کر آ گئے یہ دیکھ کر اسکے دل میں حضرت جنیدؒ کے متعلق شکوک پیدا ہوئے (کہ شاید غلط نصیحت کی تھی) لیکن پھر دیر کے بعد تجربہ کی خاطر اس نے لاحول ولاقوۃ پڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ سب لوگ بھاگ گئے اور اس نے اپنے آپ کو ایسی جگہ پر

پایا جہاں گندگی پھیلی ہوئی تھی اور چاروں طرف مردار جانوروں کی ہڈیاں پڑی تھیں۔ یہ دیکھ کر اس نے توبہ کی اور پھر شیخ کی صحبت میں واپس آ گیا''۔

میں ایسے بہت سے لوگوں کے بارے میں باخبر ہوں، جنہوں نے اپنے ہی غلبہ نفس اور وسوسہ شیطانی کے سبب کچھ ایسی باتیں کیں۔

مثال کے طور پر ابھی آپکو پردہ کئے ہوئے چند ہی ایام گزرے تھے کسی نے یہ کہا کہ وہ رات خواب کی حالت میں قلندر پاکؒ سے ملا، آپؒ کہہ رہے تھے کہ بابا نے وارث والا فیصلہ غلط کر دیا اور غلطی سے سیّد بابا کو وارث بنا دیا۔

میں تو یہ سن کر بہت حیران ہوا کہ چاہنے والوں نے اپنے مرشد کے کسی حکم پر شک کیا۔ اگر انکی کسی بھی بات پر آپکو ذاتی اختلاف ہے تو اسے اپنا نفس گرا دینیئے اور مرشد کی محبت میں نفس کی مخالفت ڈٹ کر کریں اور اس قسم کی من گھڑت بات صرف آپ ہی کو گمراہ کر سکتی ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں ''ادب یہ ہے کہ جب تو کوئی بات کرے تو سچ کہے، جب کسی سے معاملہ کرے تو حق کو مدِنظر رکھے''۔

قلندر پاکؒ نے ہی فرمایا'' جان لو کہ تم ہر وقت اللہ کے روبرو ہو اور وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔ گویا جس کو حضوری حاصل نہیں وہ کچھ بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر شہزاد نے مجھے بتایا کہ ایک دن قلندر پاکؒ اسکے گھر واقع I-10 تشریف لے گئے اور ڈاکٹر شہزاد کی والدہ سے یوں ہمکلام ہوئے'' راجہ ماجد جو کچھ بھی کرے وہ سیّد بابا جیسا نہیں بن سکتا اور تمھارا یہ بیٹا بھی کبھی سیّد بابا جیسا نہیں بن سکتا''۔ ایک موقعہ پر آپؒ نے فرمایا'' بابے کے پاس کوئی ایسا ٹیکہ نہیں ہے جو لگائے اور سیّد بابا جیسا کوئی بن جائے یہ صرف اللہ کی مرضی ہے''۔ اسی طرح کا واقعہ لاہور

میں بھی پیش آیا اور اس میں تو قلندر پاکؒ بہت جلال میں آئے اور فرمایا ''تم سیّد کی مخالفت کرتے ہو تمہیں معلوم بھی ہے کہ وہ کون ہے'' اسی لئے میں ہمیشہ یہی کہتا کہ آپؒ یہ وارث والا لفظ نہ استعمال کیا کریں، میں نہیں چاہتا کہ صرف میری وجہ سے لوگ آپؒ سے بدظن ہوں لیکن میری یہ کیفیت تمام دیگر بھائیوں کو خود سے بہتر محسوس کرنے کے سبب تھی۔ میرے لئے صرف آپکی ہی ذات لائق محبت واحترام ہے اور قلندر پاکؒ کا احسان ہے کہ آج تک ان سارے طعنوں اور حقارت آمیزی سے میرے نفس کی شرارت سے مجھے محفوظ رکھا۔ میں نے کبھی بھی کسی بات کی قلندر پاکؒ سے شکایت نہ کی، لیکن آپؒ میرے حال سے باخبر تھے۔ لوگ بدتمیزی بھی کرتے اور بعد میں معافی بھی مانگتے۔ حضرت یحیٰی بن معاذؒ نے فرمایا کہ 3 قسم کے لوگ بُرے دوست ہوتے ہیں۔ اوّل وہ جس کو تو یہ کہنے کی ضرورت محسوس کرے کہ میرے لئے دعا کرنا کیونکہ دوست وہ ہے جو بغیر کہے تیرے لئے دعا کرے۔ دوم وہ جس کے ساتھ تکلف کی زندگی برتی جائے۔ سوم وہ ہے کہ اگر تجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو تجھے اس سے معافی مانگنے کی ضرورت پڑے کیونکہ معافی مانگنا بیگانگی کی علامت ہے اور صحبت میں بیگانگی بری بات ہے۔

اللہ نے اپنے دوست کے صدقے ایسے تمام شر سے مجھے محفوظ کر دیا لہٰذا مرشد کے حکم کی اطاعت سب پر لازم ہے اور یہ اطاعت قلبی توبہ کے بغیر ناممکن ہے ورنہ منافقت تو اور بھی خطرناک بیماری ہے جسے قلندر پاکؒ نے ہمیشہ سختی سے رد فرمایا **''بابا کو سب کچھ برداشت ہے منافقت برداشت نہیں''**۔ اللہ کے دوست کے بارے میں بدگمانی پھیلانا یا اپنی گندگی کو اس کے ساتھ منسوب کرنا نہ صرف بُہتان ہے بلکہ حق تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ **''جس نے میرے دوست کے خلاف اعلان جنگ کیا اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا''**۔

ہمارا نقطہ یکسوئی صرف اور صرف اس فیض کو پھیلانا ہے تاکہ خلوص ہماری اخلاقی گراوٹ کیلئے ایک مجاہدہ بن جائے اور ہماری اصلاح ہو جائے۔ آپ اپنے خیال کی طاقت سے ظاہری افعال سے اور اپنے نفسی واہمے کے سبب فقیری کی مسند پر نہیں فائز ہو سکتے۔ صرف ایک سانس آگے پیچھے ہو جائے تو سب دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

آپؒ نے مجھے یہی نصیحت فرمائی "سیّد بابا سب عقیدتمندوں کو یہی بتانا ہے کہ وہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں کیلئے دعا مانگا کریں"۔

راجہ ماجد صاحب کے استاد جو قلندر پاکؒ کے عقیدتمند تھے اور وہ قلندر پاکؒ سے پیار بھی کرتے تھے۔ ایک دن راجہ صاحب نے قلندر پاکؒ سے سوال کیا "یہ میرے استاد اور سیّد صاحب کے درمیان کیا فرق ہے؟ سیّد صاحب تو ہر وقت موج میں رہتے ہیں"۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا "تمھارا استاد کوشش سے ہے جبکہ سیّد منظور نظر ہے"۔ پھر اس بات کی وضاحت آنے والے وقت نے خود ہی کر دی اور قلندر پاکؒ کی نظر عنائیت نے لوگوں کو نا صرف مجھ سے بدظن کیا بلکہ وہ قلندر پاکؒ سے بھی خود ہی دور ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ سیّد صاحب نے بابا کو سورۃ الرحمٰن کے پروگرام میں Trap کر لیا ہے۔ اب آپ سوچیں میں ٹھہرا ٹی وی کا پروڈیوسر اور وہ اللہ کے منتخب اور انعام یافتہ۔ یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ اللہ پاک نے اس کام کیلئے میرا انتخاب کیا۔ اللہ پاک تو قادرِ مطلق ہے جس سے بھی کام لینا چاہے۔ پھر ظاہر ہے راہ چلتا کوئی شخص تو یہ پروگرام الرحمٰن پیش نہیں کر سکتا تھا۔ جیسا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا "موسیٰ کا کردار کرنے کیلئے فرعون محل میں رہنا ضروری ہے"۔ اللہ نے جس سے کام لینا ہے اُسے اُسکی توفیق عطا کرتا ہے۔ حسد بھی ایک عجب نحوست ہے، قلندر پاکؒ نے

فرمایا ''رقابت عشق کی پرواز میں ایک بڑی رکاوٹ ہے''۔ سورۃ الرحمٰن کا پیغام فیضِ قلندر پاکؒ ہے اور اس بارے میں کوئی رائے یا منفی سوچ صرف نفسی سرکشی ہے۔

ایک واقعہ نہایت دلچسپی کا حامل ہے اور یہ اس دن کی بات ہے جس دن بابا جی محمد حسینؒ کلر سیّداں (باغ جمیری) میں ایک سیّد زادیؒ کے مزار پر عرس کے سلسلے میں تشریف لے گئے، ان سیّدہؒ کے بارے میں باباجیؒ نے کچھ یوں بتایا تھا کہ ''میں ایک اسکول میں PT ماسٹر تھا، میری نوکری ختم ہوگئی کسی نے مجھے ایک فقیر کا بتایا کہ اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مراد بر آئے گی۔ چنانچہ میں نے غسل کیا صاف کپڑے پہنے پگڑی پہنی اور ظہر کی نماز ادا کی، اسکے بعد میں نے کھانا کھایا اور دیئے گئے ایڈریس پر پہنچ گیا۔ وہاں پہلے ہی بہت لوگ جمع تھے۔ مجھے دور ایک کونے میں جگہ ملی، میں نے دیکھا کہ ایک بے حال بزرگ سر جھکائے بیٹھے ہیں اور لوگ جیسے خاموشی سے انکے منہ اٹھانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسی اثناء انہوں نے اپنا چہرہ سامنے کی جانب کیا اور اچانک میری طرف دیکھا اور اشارے سے بلایا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے مگر میں یہی سمجھا کہ یہ کسی اور کو بلا رہے ہیں چونکہ میں تو سب سے پیچھے تھا اور بلانا تو آگے بیٹھے ہوئے لوگوں کا حق تھا۔ ان بزرگ نے دوبارہ میری طرف دیکھا اور پھر اشارہ کیا، بس پھر کیا تھا، لوگوں نے جیسے مجھے اٹھا کر انکے سامنے بٹھا دیا اور انہوں نے کہا تمہاری فائل ایک سیّدہؒ نے میرے پاس بھیجی ہے۔ میں یہ سن کر حیران بھی ہوا اور پریشان بھی کہ میں نے تو کہیں بھی کوئی درخواست نوکری کیلئے نہیں دی پھر یہ کون ہیں؟ ابھی اسی سوچ کی کشمکش میں گم تھا کہ ان بزرگوں نے میرے سر کی طرف دیکھا اور فرمایا ''تمہارے سر میں جوئیں (Lice)''، میں نے ایک دم سر پر ہاتھ رکھا تو پتہ چلا میں نے پگڑی پہن رکھی ہے پھر مجھے ہوش نہ رہا اور نہ جانے کتنے

برس اسی مدہوشی اور چپ کے عالم میں رہا"۔ درحقیقت یہ آپؒ کے مرشد تھے اور انہی سے آپؒ روشن ہو کر منصب ولایت تک پہنچے۔ یہ سیّدہؒ کا عرس تھا۔ قلندر پاکؒ مجھے بھی ساتھ لے گئے، جب اس بارگاہ پہنچے تو خاصا رش تھا، قلندر پاکؒ جناب باباجی محمد حسینؒ کے ہمراہ مزار کے اندر داخل ہوئے، بہت سارے اور لوگ بھی ساتھ تھے میں بمشکل ہی اندر داخل ہوا۔ اس احاطے میں بہت ساری قبریں تھیں لیکن مجھے ایک کونے میں جگہ مل ہی گئی۔ لوگ دو فقیروں کے اردگرد جمع تھے اور کھڑے تھے جبکہ میں بیٹھ گیا۔ یہ گرمیوں کے دن تھے، اس کونے میں بیٹھ کر مجھے یہ فائدہ ہوا کہ مجھے قبر مبارک کے پختہ فرش پر باباجی محمد حسینؒ اور قلندر پاکؒ نظر آرہے تھے۔ ساتھ ہی سیّدہؒ کی قبر مبارک کی تختی بھی مجھے نظر آرہی تھی۔ دونوں بزرگ ٹھنڈی بوتل پی رہے تھے کہ اچانک مجھے بھی پیاس لگنے لگی میں نے دل ہی دل میں سیّدہؒ سے کہا کہ میں بھی آپکا مہمان ہوں اور پیاس مجھے بھی لگ رہی ہے۔ اچانک قلندر پاکؒ نے مجھے آوازیں دینا شروع کر دیں۔ رش اسقدر زیادہ تھا کہ جب لوگ اِدھر اُدھر دیکھنے کیلئے مڑے تو جس gap میں سے مجھے قلندر پاکؒ اور باباجیؒ نظر آرہے تھے اب وہ gap بالکل ختم ہو گیا، بس جیسے لوگوں کے ہاتھ سے وہ ٹھنڈی بوتل سفر کرتی ہوئی مجھ تک پہنچ گئی۔ اسقدر باخبری! شیخ ہمیشہ اپنے مریدوں کے حال سے باخبر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ایک دفعہ قلندر پاکؒ نے مجھے فون کیا اور پوچھا "سیّد تم کہاں ہو" میں نے بتایا کہ میں دفتر میں ہوں فرمایا "فوری طور پر باباؒ ہارلے اسٹریٹ کے گھر پہنچو"۔ اس وقت رات کے 8 بجے تھے، میں نے کام کو چھوڑا اور ایک نمبر ویگن جو سیکرٹریٹ سے صدر جاتی تھی اس میں بیٹھ گیا۔ کوئی 45 منٹ بعد وہ مریڑ چوک پہنچی وہاں سے میں نے ٹیکسی لی اور ہارلے اسٹریٹ باباجی محمد حسینؒ کے گھر پہنچا اسوقت تقریباً سوا نو بجے تھے۔ جب

میں نے گھنٹی بجائی تو دروازہ کھولنے والے نے میرا نام بولا اور کہا آپ میرے پیچھے آئیں اور بابا جیؒ کے کمرے کی بجائے گھر کے اندر کی طرف سے ہوتا ہوا سیدھا صحن سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں ڈائننگ ٹیبل پر بابا جی محمد حسینؒ، قلندر پاکؒ، راجہ ماجد اور 2 افراد اور تھے۔ داخل ہوتے ہی جونہی میں نے سلام کیا۔ بابا جی محمد حسینؒ نے میری طرف دیکھا میں نے فرطِ محبت سے قدم بوسی کی تو فرمایا''اچھا تو یہ آپ ہیں جن کیلئے انتظار ہو رہا تھا، بیٹھو''۔ میں نے قلندر پاکؒ کی قدم بوسی کی اور کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر سب نے کھانا شروع کیا۔ قلندر پاکؒ کی توجہ اور محبت کی مثال کوئی نہیں۔ آپؒ کی شفقت اور نظرِ عنائیت نے تکبر اور غرور سے محفوظ رکھا وگرنہ شوبز کی زندگی میں بھٹکنے میں کیا دیر لگتی ہے اور میرے جیسے بھٹکے ہوئے کو ایک مثبت سمت کی عطا، اللہ پاک ہی کی مہربانی اور رحمت ہے۔ واقعات تو بہت ہیں لیکن کچھ واقعات جو جنوبی پنجاب کے سفر سے جڑے ہوئے ہیں اب میں اسکی طرف چلتا ہوں کیونکہ ہر دنیاوی رشتے اور مصروفیتوں سے دور فکروں سے آزاد ایک مردِ قلندرؒ کی صحبت کس قدر حسین ہے اور کیسے آپکے اندر کی الجھنیں دور کرتی ہے۔

قلندر پاکؒ نے مجھے حکم دیا کہ''سیّد بابا کل آپ اور میں جنوبی پنجاب چلیں گے چند کپڑے بیگ میں ڈال لینا۔ صبح راجہ ماجد تمہیں گھر سے pick کر لے گا اور ایسے ہی ہوا جب راجہ صاحب تشریف لائے تو قلندر پاکؒ بھی گاڑی میں موجود تھے۔ ہم ایئرپورٹ پہنچے راجہ صاحب نے جہاز کی دو ٹکٹیں میرے حوالے کیں اور بتایا کہ یہ اسلام آباد ملتان اور واپس اسلام آباد کی ہیں۔ تمام ضروری رکاوٹیں عبور کر کے ہم جہاز میں داخل ہوئے۔ یہ جہاز پہلے لاہور اترا پھر وہاں سے ملتان پہنچا۔ جب ہم ایئرپورٹ سے باہر آئے تو قلندر پاکؒ کے پیار

کرنے والے یونس انصاری صاحب کو مسکراتے چہرے سے منتظر پایا۔ انکی سرکاری گاڑی میں بیٹھے تو قلندر پاکؒ نے انہیں حکم دیا کہ بابا شمس سبزواریؒ کے مزار پر چلو، ایسے لگا جیسے میری مراد برآئی۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی میں کئی دفعہ یہاں کے مزارات کی زیارت کر چکا تھا اور قلندر پاکؒ ہمیشہ یہی فرماتے کہ "بابا شمسی ہے شمس کی آگ کبھی نہیں بجھی"۔

لہٰذا بابا شمسؒ کے مزار کی کشش ہمیشہ دل کی دھڑکن میں موجزن رہی۔ یونس انصاری صاحب ہمیں سیدھا اس مزار پر لے گئے، وہاں حاضری کے بعد قلندر پاکؒ نے گدی نشین کے بارے

میں دریافت فرمایا، کسی خادم نے ہماری گدی نشین صاحب کے گھر تک جو بالکل عقب میں تھا راہنمائی فرمائی۔ قلندر پاکؒ ان سے نہایت خندہ پیشانی سے ملے، لیکن میں یہ دیکھ کے حیران رہ گیا کہ گدی نشین دوریش کے راز سے بے خبر ہوتے ہیں لیکن ایک انتظامی امور چلانے کیلئے انکی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ قلندر پاکؒ اپنی موج میں گفتگو کرتے رہے اور پھر وہاں سے نکل کر ہم ڈیرہ غازی خاں کی طرف روانہ ہوئے۔ یونس انصاری صاحب وہاں متعین تھے۔ کچھ سفر کے بعد ہم انکے گھر بعد دوپہر پہنچے۔ انہوں نے ہماری خاطر مدارات کی۔ پھر قلندر پاکؒ کے ساتھ استراحت کے عالم میں گفتگو بھی ہوئی۔ شام کے بعد کمشنر کے گھر پہنچے یہ بخاری سیّد تھے اور اس سے پہلے محکمہ اوقاف میں بھی رہ چکے تھے۔ یہاں بہت دیر تک قلندر پاکؒ نے اپنے بخاری اجداد کے بارے میں گفتگو فرمائی اور فقیری کے اسلوب بیان کئے۔ کمشنر صاحب کے

چہرے پر مسکراہٹ ہمہ وقت رہی اور آپکا ادب بھی دیکھنے کے لائق تھا۔ واپسی پر یونس انصاری صاحب نے ہمیں ایک گیسٹ ہاؤس پہنچایا۔ جہاں دو خوبصورت اور بڑے کمرے ہمارے لئے booked تھے۔ یہاں پہنچتے ہی قلندر پاکؒ کے کمرے میں ملنے والے لوگ آنا شروع ہو گئے جنہیں خاص طور پر یونس انصاری صاحب نے مدعو کیا تھا۔ قلندر پاکؒ اپنی موج میں گفتگو کرتے رہے اور رات کے اڑھائی بج گئے۔ آپؒ نے مجھے حکم دیا کہ سیّد بابا اب آرام کرو لیکن صبح جلدی اٹھنا ہے کیونکہ ہمیں حضرت سخی سرورؒ کی بارگاہ بھی جانا ہے۔ میں نے وقت پوچھا تو فرمایا بس 5 بجے تک اٹھ جانا۔ جب میں کمرے میں آیا تو 3 بج چکے تھے اور بستر پر جیسے لیٹتے ہی مدہوش ہو گیا۔ آپ سوچیں تو سہی سارا دن لگا تار قلندر پاکؒ کی صحبت اور جذب و مستی، ٹھیک صبح 5 بجے دروازے پر دستک ہوئی اور قلندر پاکؒ نے مجھے آواز دی۔ سیّد بابا اٹھ جاؤ اور تیار ہو جاؤ۔ مجھے ایسے لگا جیسے مرنے کے بعد قیامت کیلئے اٹھا دیا گیا ہو۔ میں نے بھاگ کر دروازہ کھولا اور قدم بوسی کے بعد کہا ''بابا صرف 10 منٹ'' نہانے کے بعد تیار ہو کر قلندر پاکؒ کے کمرے میں پہنچا۔ یہ اگست کا مہینہ تھا اور علی الصبح ایسی تمازت تھی گویا سورج سوا نیزے پر ہو۔ آپ نے مجھے بٹھا لیا۔ پھر چائے آ گئی اور کچھ ہی دیر میں انصاری صاحب بھی تشریف لے آئے اور ہم درگاہ حضرت سخی سرورؒ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپکا نام سیّد احمد سلطانؒ ہے اور آپ لکھ داتا، نگاہ والا پیر اور لعلاں والی سرکارؒ کہلاتے ہیں۔ یہ مزار کوہ سلمان کے قریب ہے اور شہری آبادی سے دور بھی۔ صرف اسی مزار کے اردگرد لوگوں نے ایک قصبہ آباد کر رکھا ہے۔ اچھا خاصا پر رونق مزار ہے۔

ہم وہاں پہنچے اس سفر میں میرے پاس video کیمرہ بھی تھا اور جس سے میں نے ایک پورے سفر کی فلم بھی بنائی ۔ میں نے کیمرہ ہاتھ میں لیا اور recording کرتے ہوئے مزار تک پہنچ گیا۔حاضری دی اور پھر اس حسین مزار کی مختلف زاویوں سے ریکارڈنگ بھی کی۔اس مزار مبارک پر نو بیاہتا دلہنوں کو دور دراز علاقوں کے لوگ لیکر آتے ہیں اور جو بھی دلہن مزار کے احاطے میں داخل ہوتی دھمالی کیفیت سے دوچار ہو کر اس پر حال طاری ہو جاتا ہے۔اور دھمال ڈالتے ڈالتے آخر کار جب وہ مدہوش ہو جاتی ہے پھر اسے پانی پلا کر اس احاطے سے نکال کر مزار مبارک پر حاضری دلواتے ہیں۔ اتفاق سے اس دن بھی ایک دلہن کو لایا گیا، میں نے ریکارڈنگ بھی کی۔لوگوں کی آپ سرکار حضرت سخی سرورؒ سے محبت وعقیدت کا سفر صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ یہاں ہم نے ایک روایتی ڈھابے سے ناشتہ بھی کیا۔ ہر کھانے کی چیز کا ذائقہ بھی لاجواب تھا۔

بارگاہ حضرت سخی سرور لعلاں والی سرکارؒ سے ہم راجن پور روانہ ہو گئے جو کہ اڑھائی گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے فوراً بعد ملنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا ہر کوئی دعا کیلئے حاضر ہو رہا تھا۔قلندر پاکؒ اپنی یکسوئی سے سب سے مخاطب تھے اور اللہ کا ذکر جاری رہا اور اسی اثناء میں رات بھی ہو گئی لیکن لوگوں کا آنے اور جانے کا تسلسل قائم رہا۔ میں نے غور کیا کہ قلندر پاکؒ رات صرف 2 گھنٹے بھی نہ سوئے اور سارا دن سفر پھر لوگوں کے ساتھ گفتگو، اللہ

کی محبت اور ذکر کا تسلسل اور آپؒ کے وجود و آواز میں کوئی تھکاوٹ کے آثار بھی نہ تھے اور اسی طرح پھر رات کے 3 بج گئے آپؒ نے ویسے ہی حکم دیا سیّد صبح 5 بجے تیار ہو جانا کل صبح کے ناشتہ پر پیار کرنے والے نے دعوت دی ہے۔ سفر کچھ زیادہ ہے لہٰذا جلدی نکلنا پڑے گا۔ اس رات میں بہتری اس لحاظ سے آئی کے میں پونے پانچ بجے ہی اٹھ گیا اور نہا دھو کر تیار ہی ہوا تھا کہ پورے پانچ بجے باباؒ کی دروازے پر دستک اور آواز آئی۔ میں نے بھاگ کر دروازہ کھولا تو آپؒ مسکرائے ''واہ سیّد بالکل مست مست ہو گیا ہے'' جلد ہی چائے پینے کے بعد ابھی ہم روانہ ہونے کو تھے کہ کچھ سیاسی شخصیات قلندر پاکؒ سے ملنے آ گئیں ایک تو وہ دعا کیلئے آئے تھے پھر قلندر پاکؒ کی بصیرت نے انہیں اسقدر محو کر دیا کہ صبح 6 بجے سے دوپہر 2 بج گئے اور ہم وہیں موجود تھے اور قلندر پاکؒ اپنی الہامی کیفیت سے ایسے محو کلام تھے جیسے کوئی کسی کو دیکھ کر اسکا قصیدہ پڑھ رہا ہو۔ آج میں اس بات کو محسوس کر سکتا ہوں، شاید اسوقت اس حقیقت سے آگہی نہ تھی۔ وہ وقت تو عالم مستی میں ہی گزر گیا۔ آج اس ایک ایک گزرے لمحے میں سے خوشبو اور روشنی آتی ہے۔ ہماری ناپختگی شاید ہمارے ہی لئے رحمت بنی اور ظاہر ہے نگاہ کے بیج کو کونپل سے شجرِ سایہ دار اور پھل دار درخت بننے کیلئے ایک فطری وقت چاہیے اور یہ ذہنی اور روحانی سفر بھی تو کسی کی عطا اور موج ہے۔ میں نے 2 بجے کے قریب قلندر پاکؒ سے سرگوشی میں ناشتے کے حوالے سے دعوت اور ٹائم کے بارے میں تذکرہ کیا تو آپؒ نے سب کو جانے کی اجازت دیدی اور ہم اپنے میزبان کی گاڑی کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور نہ جانے کب صحرا شروع ہو گیا اور گاڑی ایک نشان زدہ ٹریک پر چلتی رہی۔ خاصی دیر کے بعد ہم میزبان کے گھر پہنچے تو ناشتہ لگ چکا تھا۔ ناشتہ تو نہیں کہنا چاہیئے اچھا خاصا لنچ تھا۔ قلندر پاکؒ مجھے لیکر ایک کمرے

میں پہنچے جہاں درمیان میں کھڑکی تھی اور دائیں بائیں دو پلنگ تھے۔ کھڑکی سے صحرا میں چلنے والی لو میں بھی ٹھنڈک محسوس ہوئی، فرمانے لگے ''سیّد بابا یہ مزے کی جگہ ہے'' پھر میزبان سے مخاطب ہوئے ''ہمارے لئے ادرہی لے آؤ'' گرمی کا یہ سفر پھر صبح ساڑھے پانچ بجے سے دو بجے تک تقریباً 4 مرتبہ چائے نے بھوک تو ختم کردی تھی۔ بہرحال چند لقمے لئے اور پھر 4 بجے کے قریب واپسی کیلئے روانہ ہوئے، راستے میں اچانک آپؒ نے ڈرائیور کو کہا کہ گاڑی روکو۔ ادھر کوئی مزار ہے۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو دور دور تک صرف ریت کے ٹیلے ہی نظر آئے۔ ڈرائیور نے بھی نفی میں سر ہلایا۔ آپ نے آنکھیں بند کیں اور پھر ایک زوردار جھٹکے اور لفظ اللہ کی آواز کے بعد گویا ہوئے ''چلو دائیں طرف مڑ جاؤ پھر تھوڑی دیر بعد ایک ٹیلے کے پیچھے کی طرف جانے کا کہا اور یوں میں نے دیکھا کہ ایک کچی سڑک نمودار ہونی شروع ہوئی اور ہم اسی پر رواں دواں رہے دیکھتے ہی دیکھتے ایک مزار نظر آیا اور قلندر پاکؒ مسکرائے۔ ''کسی قلندر کا مزار لگتا ہے، بابے کو دور سے سگنل موصول ہوا تھا''۔ ہم گاڑی سے اترے مزار کے اندر داخل ہوئے ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی اور میں حیران تھا کیسے کیسے درویش اپنے مالک کے حکم پر کیسی کیسی مشکل جگہ پر قیام گزیں رہے اور مخلوقِ خدا کی خدمت اور راہنمائی فرماتے رہے۔ یہاں حاضری دینے کے بعد ہم واپس راجن پور پہنچے تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا نہا دھو کر نئے کپڑے پہن لو آج ہم مٹھن کوٹ خواجہ غلام فریدؒ کی بارگاہ میں حاضری دیں گے کیونکہ وہاں آپؒ کے عرس کی 100 سالہ تقریبات جاری ہیں''۔ واہ کیا ذکر آیا اس عظیم صوفی شاعر کا جن کی کافیاں سرائیکی اور پنجابی زبان کو مٹھاس دیتی ہیں اور سننے والوں کے کانوں میں رس گھولتی ہوئی خالقِ حقیقی سے قلب کو روشن کرتی ہیں۔ آپؒ چشتی نظامی صوفی سلسلے سے تعلق

رکھتے ہیں راجن پور سے مٹھن کوٹ تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے لیکن سڑک نہ ہونے کے باعث 30 منٹ تک کا سفر بن جاتا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو پہلے اُنکے گدی نشین کے گھر پہنچے، سارے علاقے میں بجلی کا شاید صرف ایک ہی فیز آتا تھا ہر طرف بلب مدہم روشنی دے رہے تھے اور رات ہونے کے باوجود گرمی ایسے تھی جیسے لو چل رہی ہو لیکن جونہی ہم گدی نشین صاحب کے گھر داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا حال نما ڈرائنگ روم بجلی کے قمقموں سے روشن اور ائیر کنڈیشنرز کے سبب نہایت ٹھنڈا تھا۔ فرشی نشست تھی اور وہیں پر لنگر لگا دیا گیا۔ کیا شاندار لنگر تھا میں تو ان کھانوں کی مختلف اقسام کی تعداد گننے سے بھی قاصر تھا۔ ایک سیاسی شخصیت جو کہ ملتان کے ایک مزار کے گدی نشین بھی ہیں، وہ مہمان خصوصی تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب باہر نکلے میں نے اپنا کیمرہ ریکارڈ پر ڈال دیا اور یوں ہم سب ایک ٹولی کی شکل میں مزار کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں مزار پر پہنچ گئے۔ عرس کے سبب بے تحاشہ رش تھا۔ لیکن وہاں پر موجود انتظامیہ نے ہمارے لئے راستہ بنایا۔ سب اندر داخل ہوئے جونہی میری باری ابھی آنے کو تھی کہ زائرین نے جیسے ہلہ بول دیا۔ دروازہ بند ہو گیا اور میں باہر ہی رہ گیا۔ میں مزار کی خوبصورتی اور اسکے آرکیٹکچر کو فلمبند کر رہا تھا اور ساتھ ہی میرے دل سے آواز نکلی ''سرکارؒ میں تو باہر ہی رہ گیا'' بس اس خیال کا آنا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک صاحب نے میرا نام لے کر پکارا سب نے ادھر اُدھر دیکھا اور جب میں نے ہاتھ بلند کیا تو جیسے سب نے راستہ دے دیا اور میں شہنشاہِ ولایت حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی بارگاہ میں داخل ہوا۔ ایک بڑا حال تھا جس میں ایک ہی لائن میں چند قبریں ترتیب سے تھیں اور بائیں جانب کونے کی طرف مزار مبارک تھا جونہی میری نظر پڑی تو جیسے جسم ہوا میں اڑنے لگا اور آپکا عارفانہ کلام لُوں لُوں سے بولنے

لگا:۔

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈا روح وی توں
میڈا قلب وی توں جند جاں وی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد ممبر مصحف تے قرآن وی توں

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے خاندان کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ جب آپؒ 27 برس کے ہوئے تو اس وقت آپکے بھائی اور مرشد خواجہ فخر جہاںؒ کا انتقال ہو گیا۔ پھر آپؒ سجادہ نشین بنے۔ آپؒ کے لنگر کا روزانہ کا خرچہ 12 من چاول اور 8 من گندم تھا اور تقریباً 500 کے قریب آدمی ہر وقت آپکے ساتھ رہتے تھے۔ آپؒ کے پاس جو کچھ بھی آتا سب شام تک غرباء و مساکین میں بانٹ دیتے۔ آپؒ کا زیادہ تر کلام پنجابی زبان میں ہے جسکا نام ''دیوان فرید'' ہے۔ اسکے علاوہ اردو، فارسی، عربی، پوربی، سندھی اور ہندی میں بھی شاعری کی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے مسلک کے مطابق آپکا نظریہ بھی ''ہمہ اوست'' یعنی آپؒ توحیدی وجود کے قائل تھے۔ ابھی میں آپؒ ہی کے حُسن خیال میں تھا کہ قلندر پاکؒ نے مجھے آواز دی اور اشارہ کیا کہ ریکارڈنگ کی جائے میں نے اپنا کام شروع کیا۔ سجادہ نشین صاحب نے مہمان خصوصی کی دستار بندی کی اور پھر مہمان خصوصی نے سجادہ نشین کو پگڑی پہنائی۔ دعا مانگی گئی اور سب باہر کو نکلے۔ لیکن میں کچھ لمحوں کے لئے اندر ہی رک گیا۔ اور قبر مبارک کو دیکھ کر سوچنے لگا کہ مادی دنیا کیسا زبردست دھوکہ ہے اور سب اسی کیلئے کوشاں ہیں۔ اگر آپ کو واقعی اللہ کے

دوست سے پیار ہے تو یہ محبت ایک ایسی تقلید پیدا کرتی ہے جس میں انسان دنیا کے زہریلے پن سے نجات پا جاتا ہے۔ اصل بات تو متابعت ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ نے حضرت داؤد طائیؒ کی درخواست نصیحت پر یہ فرمایا، ''اے ابوسلیمان! میں اس بات سے بے حد خائف ہوں کہ کل قیامت کے دن میرے دادا مبارک مجھ سے سوال کریں گے کہ تو نے میری متابعت کا حق کیوں نہیں ادا کیا کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر چیز حسب و نسب نہیں بلکہ حُسن عمل ہے''۔ اور اولیاء اللہ کا حُسن عمل ہی انکی مہک ہے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا، ہر سانس کا حساب دینا ہے''۔ جیسے حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:۔

'' جو دم غافل سو دم کافر مُرشد ایہہ پڑھایا ھو ''

اب اگر غور سے حال و مقام کی ماہیت پر غور کریں تو یہ بات روشن ہوتی ہے کہ حال ایک کیفیت کا نام ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے بندے کے دل میں پیوست ہو جاتی ہے اب اگر وہ آتی ہے تو کوشش سے جا نہیں سکتی اور جب جاتی ہے تو کوشش سے روکی نہیں جا سکتی جبکہ مقام طلب حق میں وہ چیز ہے جو انسان کی کوشش اور جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے اس لئے حال فضل خداوندی اور مقام اعمال کا ثمرہ ہے۔ اس لیئے جو قلندر پاکؒ نے مجھے حالت رویا میں فرمایا ''جو حال ہے وہی مقام ہے'' یعنی جو عطائے خداوندی ہوئی اس کے سبب نفس کے خلاف جہاد اور اللہ پاک کے احکامات کی پابندی ہی اسے کوئی مقام عطا کرتی ہے۔ جیسے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا مجاہدہ ہی آپؒ کے مقام کا حُسن ہے۔ دنیا والے ظاہری اسباب اور رکھ رکھاؤ پر ہی توجہ دیتے ہیں جبکہ فقیر حال کے سبب اپنے باطن کو روشن کرنے کے لئے مجاہدے کی حالت میں رہتا ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجاہدہ وہ ہے جس نے قرب حق کی خاطر نفس کی مخالفت کی''۔

ابھی میں اسی خیال میں محو تھا کہ قلندر پاکؒ نے آواز دی اور میں خواجہؒ سرکار کو سلام کر کے باہر نکلا اور تھوڑی دیر بعد ہم گاڑی میں سوار ہو کر راجن پور کی جانب روانہ ہوئے۔ رات راجن پور میں گزارنے کے بعد صبح ناشتہ کے بعد اب ہم بہاولپور کے لئے روانہ ہوئے، ان دو جگہوں کے درمیان زمینی فاصلہ 286 کلومیٹر ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں جیسے ہم صحرا میں تھے اور دن کے ابتدائی حصے میں سورج کی تمازت کا تو کوئی حساب ہی نہ تھا۔ سڑک پر دور تک کوئی شجر سایہ دار بھی نہ تھا۔ قلندر پاکؒ مراقبہ ذات کی حالت میں تھے، ڈرائیور ایک محتاط انداز ے سے گاڑی چلا رہا تھا کہ اچانک گاڑی کا پہیہ پنکچر ہو گیا۔ ہماری گاڑی کی کافی رفتار ہونے کے باوجود گاڑی بریک لگانے سے رک گئی۔ میں نے قلندر پاکؒ سے عرض کی کہ آپ گاڑی ہی میں تشریف رکھیں میں ڈرائیور کے ساتھ مل کر ٹائر بدل لیتا ہوں۔ جونہی میں باہر نکلا ایسے لگا کہ جیسے پورا وجود جل گیا ہو شاید اس کی ایک وجہ گاڑی کا ائیر کنڈیشنر بھی تھا۔ بہر حال ہم نے ٹائر بدلا اور دوبارہ سفر پر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے وقت تک جب ہم خان گڑھ کے قریب پہنچے تو قلندر پاکؒ نے ایک پولیس چوکی کے باہر گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ گاڑی سے اترے اور پولیس چوکی کی طرف چل پڑے، میں بھی آپؒ کے پیچھے پیچھے آیا کہ یہ جان سکوں کہ اچانک یہاں رکنے کی وجہ کیا ہے؟ جب ہم چوکی کے اندر داخل ہوئے تو ایک صحت مند حوالدار صاحب نے ہمارا استقبال کیا قلندر پاکؒ نے انچارج چوکی کا نام لے کر پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو حوالدار صاحب نے بتایا کہ وہ گشت پر ہیں۔ قلندر پاکؒ نے وائرلیس کو دیکھتے ہوئے فرمایا حوالدار صاحب اس سے رابطہ کرواور بتاؤ بابا آ گیا ہے۔ اس نے بادل نخواستہ وائرلیس اٹھایا اور بابا کا نام پوچھا۔ پھر اس نے اپنے افسر سے رابطہ کیا اب دوسری طرف کی آواز ہمیں سنائی دے رہی تھی جب حوالدار

نے SHO صاحب کو قلندر پاکؒ کا بتایا تو SHO نے حوالدار کو حکم دیا کہ انھیں نہایت احترام اور محبت سے بٹھایا جائے اور ٹھنڈا پلایا جائے، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں اور انھیں جانے نہیں دینا۔ اسکے بعد حوالدار جیسے گھبرا ہی گیا، اپنے فربہ وجود کے ساتھ اس میں بجلی جیسی پُھرتی آ گئی اور وہ بھاگ کر باہر گیا اور جلد ہی 2 کولڈ ڈرنکس لے آیا۔ ٹھنڈی بوتل، باہر لُو کا چلنا اور پولیس چوکی پر پرانے وقتوں کا Ceiling Fan عجب امتزاج تھا۔ لیکن سب سے بڑی نعمت قلندر پاکؒ کا ساتھ تھا جس کیلئے ہر سختی قبول تھی۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ قلندر پاکؒ کو جیسے زور سے جھٹکا لگا اور آپؒ کے منہ سے جیسے ہی اللہ نکلا اس جگہ پر موجود تمام لوگ ڈر گئے۔ قلندر پاکؒ نے حوالدار سے پوچھا یہاں قریب کوئی مزار بھی ہے۔ حوالدار نے اثبات میں سر ہلا دیا تو آپؒ نے اسے حکم دیا کہ وہ ہمیں وہاں لے کر چلے اور ہم حوالدار صاحب کے پیچھے اُس مزار کی طرف روانہ ہوئے۔ بہت جلد چند گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک کھلا سا احاطہ نظر آیا اور وہاں لوگوں کا رش بھی تھا۔ حوالدار کو قلندر پاکؒ نے یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ اپنے صاحب کو بتانا ہم ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتے ہیں۔ میں نے اپنا کیمرہ نکالا اور چلتے چلتے ریکارڈنگ شروع کر دی۔ جلد ہی ہم ایک مزار کے قریب پہنچ گئے باہر ایک ملنگ خاتون کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سید بابا آ جاؤ اندر'' جب میں اندر داخل ہوا تو ایک خوبصورت ٹھنڈک محسوس ہوئی جیسے ائیر کنڈیشنر چل رہا ہو مجھے ایسے لگا جیسے یہ ٹھنڈک خاص میرے لئے تھی کیونکہ مجھ سے گرمی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے قلندر پاکؒ کی تقلید میں آنکھیں بند کر لیں اور سلام پیش کیا۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''یہ بزرگ ایک قلندر ہیں''۔ میں نے ریکارڈنگ شروع کی تو آپؒ نے کہا ''سیّد بابا کیمرے کو سٹینڈ پر لگا کر ریکارڈ پر ڈال دو اور بابا کے پاس آ جاؤ۔ میں

نے ایسا ہی کیا اور پھر آپؒ نے صاحبِ مزار کی تعریف فرمائی اس کے بعد آپؒ باہر کی طرف تشریف لے گئے ۔میں نے پھر کچھ ضروری شاٹس ریکارڈ کئے اور باہر آ گیا، باہر کیا دیکھتا ہوں کہ قلندر پاکؒ بیٹھے ہوئے ہیں اور دو کاکیاں برقعہ پہنے بیٹھی ہیں۔ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ قلندر پاکؒ نے ایک کاکی کو حکم دیا کہ وہ اندر جائے اور مزار پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کرے اور دل میں علی حق پڑھے۔وہ خاتون فوری طور پر جیسے حکم کی تعمیل کی منتظر ہو اندر گئی اور قلندر پاکؒ محو یکسوئی ہوئے، پھر چند ہی لمحوں میں آپؒ کے منہ سے زوردار آواز میں اللہ نکلا آپؒ نے فرمایا''سیّد بابا کاکی کو بابے نے پکڑ لیا ہے اسے لے کر آؤ''۔ میں اندر گیا اور اس کاکی کو کہا آنکھیں کھول دو ایک جھٹکے سے اس کے ساکت وجود میں جیسے جان آ گئی ہو وہ اٹھی اور باہر کی طرف چل دی۔

جب میں ریکارڈنگ کے بعد باہر آیا تو باہر برآمدے میں قلندر پاکؒ اسی کاکی سے فرما رہے تھے یہ آدھا گلاس پانی ہاتھ میں پکڑ لو آنکھیں بند کر لو اور دل میں 3 بار اللہ کہو پھر بند آنکھوں سے تین گھونٹ یا تین سانسوں میں پی لو۔جونہی اس نے پانی پیا تو اسکا پورا وجود لرزنے لگا قلندر پاکؒ نے اسے آنکھیں کھلونے کا کہا اور حکم دیا کہ بقایا پانی اپنی ساتھی سہیلی کو دے دو اور بیٹا تم بھی ایسے ہی پیو۔جب اس نے پانی پی لیا تو اس کا وجود بھی اُسی طرح لرزنے لگا تو قلندر پاکؒ نے فرمایا''بابا نے تمہیں جو فیض دے دیا ہے جاؤ اور اسے مفت لوگوں میں تقسیم کرو۔ایسا کرنے سے لوگوں کی بدبختیاں، نحوستیں اور بیماریاں ختم ہو جائیں گی اور ہاں اسے کبھی بیچنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ یہ بابا کا ڈنڈا دیکھ لو یہ ہوا میں اڑتا آئیگا اور تمہاری مرمت کریگا''(یعنی تم فیض سے محروم ہو جاؤ گی)۔اور پھر اچانک آپؒ نے فرمایا''چلو سیّد بابا'' میں نے عرض کی

اگر دومنٹ دیں تو میں اپنے کیمرے سے متعلق سامان اکٹھا کرلوں میں اندر گیا اور ساری چیزیں اکٹھی کیں لیکن مجھے میری Rayban کی عینک نہ ملی میں نے مزار کے ہر طرف دیکھا حتیٰ کہ مزار کی چادریں بھی ہٹا کر دیکھا لیکن عینک کا نام ونشان نہیں تھا۔ جنوبی پنجاب میں گرمیوں کے سفر کے دوران عینک ایک بہت ضروری چیز ہے اور میں اسکے بغیر یہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں باہر کی طرف آیا جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں بھی نہیں تھی، پھر اندر گیا اور ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ قلندر پاکؒ نے پوچھا ''کیا ڈھونڈ رہے ہو سیّد بابا'' میں نے عرض کی سرکار میری عینک کہیں رہ گئی ہے، ابھی تو میں نے بیگ کے ساتھ ہی رکھی تھی پھر اندر تو گیا بھی کوئی نہیں۔ قلندر پاکؒ مسکرائے اور فرمایا ''سیّد بابا لگتا ہے تمہاری عینک قلندرؒ کو پسند آ گئی اور وہ اس نے لے لی'' میں یہ بات سمجھ نہ سکا اور بس یہی سوچتا رہا یہ کیا بات ہوئی، مجھے میری عینک چاہیئے اور بس۔۔۔۔ لیکن کوئی جواب نہ دارد۔ اور قلندر پاکؒ کے حکم کی تعمیل میں وہاں سے روانہ ہوا۔ لیکن یہ بات اس پورے سفر کے دوران میرے خیال کا حصہ رہی۔

دو ضروری باتیں

(۱) مراقبہ ذات

پڑھنے والوں کی آسانی کیلئے میں نے یہ الفاظ استعمال کئے کہ بابا کو جھٹکا لگتا تھا اور ان کی زبان مبارک سے اسم اللہ نکلتا تھا۔ اسی حال کو مراقبہ ذات کہتے ہیں تصوف میں اسے دائمی توجہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ دائمی کا مطلب ہے بلا تعطل اور اللہ کے دوست اس کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتے اور جب انھیں مشاہدہ حق ہوتا ہے تو تجلی کے سبب وجود لرز جاتا ہے اور صرف اللہ ہی زبان سے نکلتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کا خیال ان پر غالب رہتا ہے۔ اسوقت اگرچہ وہ خلق کے ہی درمیان کیوں نہ ہوں، لیکن وہ خلق خدا سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں ''حضرت عمرؓ بظاہر خلق کے درمیان رہ کر خلافت اور امارت کے فرائض انجام دے رہے تھے اور بباطن خدا تعالیٰ کے ساتھ پیوست تھے اور اہل باطن کے مقام کا یہی خاصہ ہے کہ بظاہر خلق کے ساتھ رہتے ہیں اور بباطن خدا کے ساتھ رہتے ہیں اور ہر حال میں اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں''۔ امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ خلافت کے بعد پہلا خطبہ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے دیا یہ تھا ''خدا کی قسم مجھے خلافت کا ہرگز حرص نہ تھا اور نہ کسی دن یا رات کو میرے دل میں اسکی خواہش پیدا ہوئی اور نہ مجھے اس کی کوئی رغبت تھی اور نہ میں نے خداوند تعالیٰ سے ظاہر یا باطن میں اسکی تمنا کی اور نہ مجھے اس سے کوئی خوشی ہوئی ہے''۔

سوچیں! جب حضرت صدیق اکبرؓ کے غلامانِ غلامانِ غلام یعنی عام اولیاء اللہ کی یہ حالت رہی کہ بادشاہی کو ٹھکرا کر فقیری اختیار کرتے رہے تو آغوشِ نبوت کے پروردہ اصحاب

کرامؓ کے دل میں کس طرح دنیائے دون کی خواہش داخل ہو سکتی تھی۔ اللہ پاک کے محبوب حضرت محمد ﷺ کے اصحابہ کرامؓ کے دل روشن تھے اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علہیم اجمعین کے فقر اور ناداری کا یہ حال تھا کہ جو کی روٹی کے سوا نہ کھاتے تھے اور پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر بادشاہی کے فرائض انجام دیتے تھے اسی لئے اللہ نے فرمایا ''اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں'' کیا ہی حسین لوگ ہیں۔

اولیاء اللہ بظاہر تو مخلوق میں رہے مگر خلقت سے اعراض اور خلقت سے قطع تعلق بھی رہے یعنی خلق کی صحبت چھوڑ کر تنہائی اختیار کی اور خلقِ خدا کے عیوب پر نظر کرنے کی بجائے اپنے عیوب دیکھے۔ لوگوں کے شر سے محفوظ رہے اور خلقت سے قطع تعلق یہ ہے کہ خلق کے درمیان رہے لیکن دل خلق سے نہ لگائے اور دنیا کی کوئی چیز اسے لُبھا نہ سکے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں 32 سال اللہ سے ہمکلام رہا اور لوگ یہی سوچتے رہے کہ میں ان سے محوِ گفتگو ہوں''۔

قلندر پاکؒ کا بھی یہی عالم تھا ہر ایک کو یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ انہی سے ہمکلام ہیں۔ جبکہ آپؒ فرماتے ''بابا صرف امر کا پابند ہے'' پھر فرمایا ''بابا تو کب کا مر چکا اب تو صرف خاک اُڑ رہی ہے''۔ آپؒ کہیں پر بھی بیٹھتے تو جلد یا بدیر ایک دم اُٹھ جاتے اور فرماتے ''جانے کا امر آ گیا ہے''۔ وہ جنکے معاملات ہی اللہ سے جڑے ہوں انکی اپنی کوئی بھی مرضی نہیں ہوتی اصل مرضی تو صرف اللہ کی ہے۔ اسلیئے جب بھی آپؒ کہیں بیٹھتے یا سفر کرتے یا گفتگو فرماتے، آپؒ کا وجود لرزہ بر آندم ہی رہتا اور منہ سے حرف 'اللہ' ہی نکلتا۔ آپؒ نے روبرو ہونے کے مشکل مرحلے کو اپنے اردگرد بیٹھنے والوں کیلیئے بہت آسان کر دیا۔ ہمیشہ یہی فرماتے ''آنکھیں بند کرلو،

تصور باندھو کہ اللہ پاک تمہیں دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے اور تم پر اپنا کرم فرما رہا ہے، رحمت برسا رہا ہے۔ تم اللہ کے روبرو ہو جب یہ خیال تمہارے دل میں قرار پکڑے تو اپنی دھڑکن کو سنو اور دل میں تین بار اللہ کہو اور پھر دل ہی میں بغیر زبان ہلائے دعا مانگو۔ یاد رکھو! دعا جذبے کا نام ہے لفظوں کی ہیرا پھیری نہیں۔ اگر تم نے اُسے اسی قوت اور جذبے سے پکارا تو ہر چیز بدل جائے گی اور اگر تم نہ پکار سکے تو قصور صرف تمہارا ہوگا"۔ ظاہر ہے مادی دنیا کے خیالات ہی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے، اور ہم صرف اپنی ضرورتوں کی لمبی فہرست پڑھ دیتے ہیں۔ اگر صرف اس ذاتِ پاکیزہ کا عمدہ خیال چند لمحے ہی ہمارے اندر قرار پکڑے تو خواہشات دنیا کی کیا حیثیت ہے۔

اکثر لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قلندر پاکؒ نے کوئی وظیفہ نہیں بتایا۔ میں کہتا ہوں کاش اللہ کے روبرو ہونے کا خیال ہمارے اندر مضبوطی اختیار کر جائے اور ہم خواہشات سے آزاد ہوں تاکہ فقیروں کے روشن باطن سے ہمیں آگہی مل جائے اور ہم تسبیحات جو محض اپنی الجھنوں، مشکلوں یا مصائب کے حل لئے پڑھتے ہیں، اس سے نکل کر مسبب الاسباب کی محتاجی اختیار کریں تاکہ نفس کی سرکشی سے ہماری جان چھوٹ جائے اور ہماری دھڑکن میں محبت الٰہی بس جائے۔ ہماری تمام مشکلات کا سبب اللہ پاک سے دوری ہے۔ جز وقتی پریشانی یا مشکلات کیلئے صبر اختیار کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ کو ضرور یاد کریں اور زبان اور دل کو رفیق بنائیں۔ ہر انسان کے اندر نفس ہے اور اللہ کی رحمت سے ہی اسکے عیب ظاہر ہوتے ہیں۔ جو ہمارے نصیب میں لکھ دیا گیا ہے اُس میں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی۔ ہر شئے عطائے ربانی ہے۔ ہر معاملے میں حُسنِ گمان کی دولت سے دلوں کو شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھیں۔ حضور سیّد الانبیاء

ﷺ کا ارشاد ہے ''اللہ فرماتا ہے کہ میں انسان کے گمان کے مطابق ہوں وہ مجھے نزدیک تصور کرے تو میں بہت نزدیک ہوں اور اگر مجھے دور تصور کرے تو پھر میں بہت دور ہوں''۔ ہماری غفلت ہی ہماری بدگمانی اور اللہ سے دوری ہے۔ مشکلات زندگی کا حُسن ہیں اگر روکاوٹ نہ آئے تو ہماری کوشش کا عمل ختم ہو جائیگا کسی چیز کی قدر نہ رہے گی۔ آپ دیکھیں کہ تمام انبیاءؑ اور بالخصوص اللہ کے سب سے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے کس قدر مشکلات اور مخالفتوں کا سامنا کیا اور اللہ پاک کی مدد و رحمت کے ذریعے نفسی تقلید والوں کو صبر و استقامت اور حُسنِ گمان کی دولت سے روشن کیا۔ اردگرد کے لوگوں سے نظر ہٹا کر اپنے اوپر توجہ دیں اور اللہ پاک کی ان گنت نعمتوں کا سوچیں، شکر ادا کریں۔ سورۃ الرحمٰن کا پیغام پھیلائیں اور مخالفت سے نہ گھبرائیں کیونکہ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''مخالفت منجانب اللہ ہے اور اس میں تمھاری تربیت مقصود ہے تا کہ تمھارے میں برداشت بڑھے اور تم بہتر انسان بن سکو''۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا تنہائی اختیار کرو اور غور و فکر کرو'' آپؒ نے مراقبہ ذات کے حوالے سے روبرو ہونے کا جو حُسن روشن کیا یہی اصل لذت ہے اور آپؒ نے اسے لوگوں میں مفت تقسیم کیا۔

حدیثِ مبارکہ ''مسلمان وہ ہے جو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''کیا تم نے کبھی ایسا بابا دیکھا، پڑھا یا سنا'' ارادتمندوں کے لئے لازم ہے کہ وہ صرف اتنا اختیار کرے جتنا کہ آپؒ نے حکم دیا ہے اور کسی بھی طرح نفس کی بے پایاں قوت سے مغلوب نہ ہو جائے۔

(۲) اسمِ اعظم

اکثر عاملین، زاہدین، عابدین بلکہ عام مسلمین صدیوں سے اسمِ اعظم کی تلاش و جستجو میں سرگرداں ہیں۔ کتابیں لکھی گئیں اور مختلف احادیث مبارکہ کے ذریعے اسمِ اعظم کا اشارہ کیا گیا۔ حضرت احمد رضا بریلویؒ اور آپؒ کے والد بزرگوار مولانا نقی علی خان صاحبؒ نے اپنی تحریروں میں ۲۰ بشارتوں کا ذکر کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا وہ اسمِ اعظم نہ بتادوں کہ جب وہ اس سے پکارا جائے اجابت کرے اور جب اس سے سوال کیا جائے عطا فرمائے وہ دعا یہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام نے تین تاریکیوں میں کی تھی۔

''لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین''

کسی نے عرض کی اے اللہ کے حبیب ﷺ یہ خاص حضرت یونس علیہ السلام کے لئے تھا یا سب مسلمانوں کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مگر تو نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہ سنا کہ (ترجمہ) یعنی پس ہم نے یونس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور یوں ہی نجات دیں گے ہم ایمان والوں کو'' ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔

والھکم الہ واحد . لا اِلہ الا ھو الرحمن الرحیم

اور

الم. اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم

سری بن یحییٰ قدس سرہ بعض اولیاء سے راوی ہیں۔'' دعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ سے کہ مجھے اسمِ اعظم دکھادے۔ مجھے آسمان میں ایک ستارہ نظر پڑا جس پر لکھا تھا:

''یا بدیع السمٰوٰت والارض یا ذوالجلال والاکرام''

ابودرداء وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اسم اعظم **رَبِّ رَبِّ** ہے۔ رواہ الحاکم حدیث میں آیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ یارَبِّ یا رَبِّ کہتا ہے۔ رب عزو جل فرماتا ہے لبیک اے میرے بندے مانگ کہ تجھے دیا جائے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسمِ اعظم '' **اللہ اللہ اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم**'' ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسمِ اعظم ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہر شخص کی مناسبت سے اسم اعظم ہوسکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کے صفاتی ناموں کے اعداد نکال لیں اور پھر اپنے نام کے قلبی اعداد اکٹھے کریں، پھر جو نام کے اعداد ہوں اسکے مطابق اللہ کے صفاتی ناموں میں اپنے نام کے اعداد کے مطابق تلاش کریں۔ اگر کوئی صفاتی نام مل جائے جسکے اعداد آپکے نام کے اعداد کے مطابق ہوں تو یہی آپکا اسمِ اعظم ہے۔ وگرنہ دو یا تین صفاتی ناموں کو ملا کر اعداد پورے کرلیں اور اسکا ورد اپنے نام کے اعداد کی تعداد کے مطابق کرلیں۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' میں 4 سال تک بیابان میں سفر کرتا رہا اور نفس کو ٹھکانے لگانے کیلئے ہر میل پر چار سو رکعت نفل ادا کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ مجھے بلا تکلیف وقت پر کھانا کھلا دیتا تھا۔ اس سفر میں حضرت خضر علیہ السلام بھی میرے ساتھ تھے اور انہوں نے

مجھے اسمِ اعظم بتایا جس کی وجہ سے میرا دل غیر اللہ سے بالکل فارغ ہوگیا''۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اسمِ اعظم کیا ہے تو فرمایا ''ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے''۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں تو فرمایا کہ ''میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا حرف با ہوں''۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہوں''۔ المختصر اسمِ اعظم کی برکت یہ ہے کہ یہ نام لے کر جو کام کیا جائے ہو جاتا ہے۔

قلندر پاکؒ کی دھڑکن پر طاری ہونے والا اسمِ اعظم ''علی حق'' انکو اللہ کی عطا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بہت بیمار ہو یا ڈپریشن میں ہو اگر اُسے آنکھیں بند کر کے دل کی دھڑکن سے پڑھوایا جائے تو بدبختی، نحوست، بیماری، مصیبت اور ہر مشکل ختم ہو جاتی ہے۔ جو لوگ قلندر پاکؒ سے نسبت رکھتے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ وہ رات کو سوتے وقت آنکھیں بند کر کے روبرو اللہ کے خود کو تصور کرے، اور دل کی دھڑکن سے 5 بار علی حق پڑھے اور یہ عمل صرف 7 روز تک رات کو سونے سے پہلے کرے۔ اس دوران پانی زیادہ سے زیادہ پیئے۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ مردہ پن یعنی تاریکی کو دور کرنے کیلئے یہ نہایت موثر ہے۔ تعداد کو اپنی جانب سے نہ بڑھائے اور اس بات کو ذہن میں رکھے کہ یکسوئی بہت اہم ہے۔ جیسا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''ہم نے مردے نہیں مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہے''۔ ابتدا میں 5 بار پڑھنا بہت تھوڑا لگتا ہے اگر وہ روبرو ہو کر یکسوئی میں چلا جائے تو پھر ایک مرتبہ بھی نہ پڑھ سکے گا اور وجود ہمہ وقت لرزہ براندام ہوگا۔ ارتعاش کا یہ روشن جہاں عقل کی پہنچ سے بہت ہی آگے ہے۔ لہٰذا جتنی اجازت ہو اتنا ہی کافی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم کئی ایک مہاجر اور انصار حضور نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف فرما تھے کہ اسی دوران حضرت علیؓ گزرے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''حق اسکے

ساتھ ہے اور حق اُس کے ساتھ ہے''، (مسند ابو یعلی ج ۲ صفحہ ۳۱۰۸)۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''کُل بھی علی، ذرہ بھی علی، سارے کے سارے علی ہم وصف علی''۔

اَلعَلِّی'' اللہ پاک کا صفاتی نام ہے اور فقیر صفتِ الٰہیہ سے روشن ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا ''اسمِ اعظم ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے''۔ ساری کائنات ملکیت خداوندی ہے۔ ہر ذرہ اسی ذاتِ ربانی کا اسم پڑھتا ہے۔ اللہ پاک ہے۔ قلندر پاکؒ زندگی کے ان تمام لمحات میں جب کچھ فرما رہے ہوں یا خاموش ہوں اسمِ پاک ''اللہ'' جب بھی منہ سے نکلتا ایسے لگتا ہر شے لرز رہی ہو۔ سلطان باہو نے کیا خوب فرمایا۔

سین سینے وچ مقام اے کیندا　　مرشدا ے گل سمجھائی ہو
ایہو ساہ جو آوے جاوے　　ہور نہ شے کائی ھو
اِسنوں اسم اعظم آکھن　　ایہو سِرِ الٰہی ھو
ایہو موت حیاتی باھو　　ایہو بھیت الٰہی ھو

امام فخر الدین رازیؒ اور بعض صوفیاء نے کلمہ ھُو کو اسمِ اعظم بتایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ اسم اعظم ہے، حضور سیدنا غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں'' شرط یہ ہے کہ تو اللہ کہے اور اس وقت تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو''۔ چنانچہ جب ہم دل میں ۳ بار اللہ کہیں تو ہر اعتبار سے اللہ کے روبرو ہوں اور پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ جس نے دل میں صرف اللہ ہی کو رکھا اُسکی زندگی اور سوچ مکمل بدل گئی۔

قلندر پاکؒ کے چاہنے والے حضرت غوث الاعظم سرکارؒ کے فرمان پر توجہ تو دیں اور یاد کریں کہ قلندر پاکؒ نے کیا حکم دیا تھا۔ ایک دن قلندر پاکؒ نے مجھ سے فرمایا'' سیّد بابا، مجھ پر

علی حق ایسے طاری ہو گیا کہ لُوں لُوں سے اور کائنات کے ہر ذرے سے ایک ہی آواز آرہی تھی ''علی حق، علی حق، علی حق''۔

جب آپؒ سے کوئی استفسار کرتا کہ اس ''علی حق'' سے مراد کیا ہے؟ تو آپؒ فرماتے ''کیا تم نے اللہ پاک کے ننانوے صفاتی نام نہیں پڑھے، انہی میں ایک نام ہے ''العلی'' اور دوسرا ''الحق''، اگر تمہیں اسے پڑھنے میں کوئی اعتراض ہے تو ایسے پڑھ لو اَلعَلِی'' اَلحَق''۔''

راولپنڈی میں AFIC میرے ساتھ گئے اور فرمانے لگے ''بیٹا یہ ہارٹ سرجری نہیں کرانی چاہیے ایک دفعہ انسانی مشین کھل جائے تو دوبارہ اسے کوئی نہیں جوڑ سکتا''۔ اور یہ بات سائنس یا سرجن حضرات کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کہ انہوں نے وجود کو کاٹ کر کھولا پھر اسے ایسے ہی جوڑ دیا جیسے اللہ نے اسے خلق کیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

چنانچہ ہم AFIC کے جنرل وارڈ میں پہنچے تو بستروں پر پریشان مریضوں کو دیکھا، ایک سے قلندر پاکؒ نے پوچھا کہ تمھارا مسئلہ کیا ہے اس نے بتایا میری دو شریانیں بند ہیں۔ آپؒ نے اسے کہا کہ وہ آنکھیں بند کرے اور خود کو اللہ کے روبرو تصور کرے اور دل میں پانچ بار علی حق کہے اس نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے سوال کیا کہ یہ علی حق کیا ہے؟ آپؒ نے اسے سمجھانے کے بجائے تیسرے کی طرف ابھی رخ ہی کیا تھا کہ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور یوں ان دل کے مریضوں پر اسمِ اعظم سے ہونے والے اثرات کی جستجو میں مجھے بہت لطف آیا۔ جس جس نے یہ اسمِ اعظم پوری یکسوئی سے دل میں پڑھا اُن سب کو قلندر پاکؒ نے آدھا گلاس پانی، آنکھیں بند کر کے تین بار دل میں اللہ کہہ کر پینے کا حکم دیا اور پھر اُن سب کے محسوسات کے اظہار کو بہت دلچسپی اور محبت سے سنا۔ جب

ہم وہاں سے نکلے تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سید بابا، تین دن بعد آپ نے یہاں آنا ہے اور وہ تمام لوگ جنہوں نے شک و شبہ سے بالاتر ہو کر اللہ کے روبرو تصور کر کے پڑھا ہے، اُن کے بارے میں معلومات لینی ہیں کہ آیا اُن کے آپریشن ہوئے یا نہیں اور اُن تمام جنہوں نے شک کے سبب سوال کئے اُن کے بارے میں بھی معلومات اکھٹی کرنی ہیں۔ تین دن بعد جب میں وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے فقیر کی بات کو بلا تمل قبول کیا تھا انہیں ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر ڈسچارج کر دیا تھا کہ آپ کی شریانیں کھل گئیں ہیں اور آپریشن کی ضرورت نہیں اور جن لوگوں نے شک و شبہ کے باعث سوال کئے تھے اُن سب کی سرجری ہو چکی تھی۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''علی حق وہ اسم اعظم ہے کہ اگر دل سے پڑھ کر مردے کو دیکھے تو وہ زندہ ہو جائے۔ لیکن یہ صرف اس کے لیئے ہے جس پر طاری ہو جائے۔'' یہ صرف فقیر کو عطا ہے اور آپؒ نے ہمیشہ مردہ دلوں کو زندہ کرنے کی بات کی۔ لہٰذا جب ہم خود اسے یکسوئی سے دل کی دھڑکن کے ساتھ پڑھیں گے تو سب سے پہلے ہمارا مردہ دل زندہ ہوگا حجاب غین دور ہوگا تاریکی دور ہوگی تو ہمیں روشنی نظر آئیگی۔ سچ روشن ہوگا تو مردہ دلوں کو زندہ کر سکیں گے۔

آپؒ کا حکم ہے کہ جو ارادت میں داخل ہو اُسے چاہیئے کہ رات سوتے وقت خود کو اللہ پاک کے روبرو تصور کرے اور دل سے پانچ بار علی حق پڑھے اور سات روز تک پڑھے، اس دوران دن میں کثرت سے آدھا گلاس پانی بند آنکھوں کے ساتھ دل میں تین بار اللہ کہہ کر تین گھونٹ پیئے یا تین سانسوں میں پیئے۔ یہ فیض ہے اور سات دن کرنے سے اس کے قلب کی تاریکی جو اصل حجاب ہے وہ دور ہو گی اور اس کے تسلسل کے لئے اللہ کے روبرو ہونے کے خیال کو مضبوط کرے تا کہ روح کو انرجی ملے اور نفس کے عیب ظاہر ہوں۔

حدیث پاک میں آیا ہے ''اللہ جب کسی پر اپنی مہربانی فرماتا ہے اسے اس کے نفس کے عیب دکھا دیتا ہے''، تو اسم اعظم پڑھنے کی یکسوئی سے عنائیت ربانی حاصل ہوتی ہے اور نفس کے عیوب معلوم ہونے کے بعد نفس کی مخالفت ہی درحقیقت فقیر کی محبت اور تعلق کو جنم دیتی ہے۔ پڑھنے کا طریقہ اور تعداد مقررہ ہے اور کوئی اس میں ردوبدل کریگا تو یہ اس کا اپنا فعل ہوگا اور اس بات کی بھی عکاسی ہوگی کہ فقیر کے فیض اور حکم کی متابعت نہ کرنا دراصل اس کے اپنے نفس کے شر کے سبب ہے۔ محبت یہی ہے کہ جتنا حکم دیا گیا ہے اتنا ہی کرے اور یکسوئی اختیار کرے، جب تک یہ حاصل نہ ہوگی تعداد کے بڑھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''اصل راز یہ ہے کہ جب وہ یکسو ہو جائے گا تو ایک دفعہ بھی نہ پڑھ سکے گا اور اس کا وجود خیال پاکیزہ سے ہی لرز جائے گا''۔

ان دونوں گزارشات سے مقصود کسی بھی ابہام کو دور کرنا ہے بالخصوص مراقبۂ ذات کے سبب وجود کا لرز جانا۔ کیونکہ کچھ لوگوں نے قلندر پاکؒ کے اس حال کے سبب اس لرزنے یا جھٹکا کھانے کو ایک رسم بنا لیا جو قطعی طور پر حقیقت نہیں۔ چنانچہ ہم مزارِ قلندر سے روانہ ہوئے اور پولیس چوکی پہنچے ایس ایچ او صاحب نے بڑی محبت سے آپؒ کی قدم بوسی کی اور اسی چیک پوسٹ کے پیچھے موجود ایک گھر کی طرف لے گئے اور وہاں ایک کمرے میں بٹھایا جہاں پہلے سے بہت لوگ موجود تھے۔ سب نے قلندر پاکؒ کی قدم بوسی فرمائی۔ آپؒ نے سب کو دعا کروائی پھر لنگر لگ گیا اور کھانے کے بعد ہم وہاں سے اُچ شریف کی طرف روانہ ہوئے، یہ تقریباً پونے دو گھنٹے کا سفر تھا اور ہم علی پور سے ہوتے ہوئے مظفر گڑھ روڈ کے ذریعے اُچ شریف کے گدی نشین کے گھر پہنچے۔

گدی نشین سیّد صاحب نے ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا اور ہمیں ایک ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں محبت سے بٹھایا اور خاطر تواضع کی۔ جب دوپہر ڈھل گئی تو گھر سے ملحقہ باغ میں اُن سیّد صاحب کی مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے حوالے سے ریکارڈنگ بھی کی۔ سیّد صاحب کی نظر خاصی کمزور تھی اور انہوں نے متعدد بار مجھ سے کہا کہ آپ اپنے بابا سے کہیں کہ میرے لیے دعا فرمائیں۔ میں نے اُن سے استفسار بھی کیا کہ آپ خود کیوں نہیں کہتے، انہوں نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ وہ صرف آپ ہی کی بات سنتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ڈرتے ڈرتے قلندر پاکؒ سے عرض کر ہی دی۔ آپؒ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دن میں جتنی بار ہو سکے آدھا گلاس پانی آنکھیں بند کر کے دل میں تین بار اللہ پڑھ کر بند آنکھوں سے تین گھونٹ یا تین سانسوں میں پیا کریں اللہ انہیں صحت دے گا۔ شام کے وقت ہم نے سیّد صاحب سے اجازت لی اور قلندر پاکؒ مجھے حضرت سیّد جلال الدین سرخ پوش بخاریؒ کے مزار پر لے گئے۔ مغرب کی آذان ہو چکی تھی۔ جب ہم مزار کے اندر داخل ہوئے تو روشنی مدھم سی تھی اور آنکھیں بند کر کے بارگاہ شاہؒ میں حاضری دی، کیسی موج تھی اور ایسے لگا جیسے سمندر ہو اور میں کشتی میں سوار ہچکولے کھاتا جا رہا ہوں۔

بہت مزہ آیا آپؒ قلندر پاکؒ کے جدِ امجد ہیں اور سادات میں سلسلہ بخاری کی بنیاد بھی آپؒ ہی نے رکھی۔ وہاں سے ہم رخصت ہوئے اور اب پہنچے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی

بارگاہِ خاص میں۔ایک بڑاہال نما کمرہ ہے جس میں داخل ہونے کے بعد دائیں جانب درمیان میں آپ کا مزار روشن ہے۔ یہاں بھی آنکھیں بند کر کے حاضری کا شرف حاصل ہوا، واہ کیا حسین فقیر ہیں۔آپ کی ولادت با سعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ھ ہجری بمطابق ۷ فروری ۱۳۰۸ء بروز جمعرات اُچ میں ہوئی۔نامِ نامی اُن کے جدامجد کے اسم گرامی پر جلال الدین رکھا گیا۔لیکن آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے نام سے معروف ہیں۔آپؒ نے اپنے والد حضرت احمد کبیرؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا اس کے علاوہ حضرت شیخ رکن الدینؒ اور ۱۴ دیگر جیّد بزرگوں سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔آپؒ نے تمام عمر سیر و سیاحت فرمائی اور علمائے عُظام اور صوفیائے کرام سے فیوض و برکات حاصل کیئے۔ اسی لئے جہاں گشت کے نام سے مشہور ہوئے۔آپؒ نے سات بادشاہوں کا دورِ حکومت دیکھا۔محمد تغلق کے دور میں آپؒ شیخ الاسلام بھی مقرر ہوئے اور سیوستان کے علاقے میں ۴۰ خانقاہوں کا نظام آپؒ کے سپرد کیا گیا۔لیکن بہت جلد اس عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور شیخ رکن الدینؒ کی خواب میں زیارت کے بعد اُن کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے حج پر تشریف لے گئے۔آپؒ کے خلفاء کی تعداد ان گنت ہے جو تمام برِ صغیر پاک و ہند اور بنگال میں پھیل گئے اور اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت پر بے حد کام کیا۔

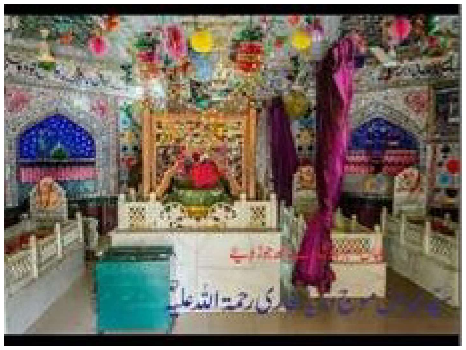

آپؒ ۸۷ برس کی عمر میں ۷۸۵ھ ہجری ۱۳۸۴ عیسوی ۱۰ ذوالحجہ کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔اتنے بڑے بزرگ کے مزار کے پاس میں جیسے ایک ذرہ اور حرفِ مکرر کی طرح تھا۔ آپؒ کی زندگی کے بہت سارے عظیم واقعات چشم زدن میں گزر گئے، کیسے روشن اور صاحبِ مہک تھے۔مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی نسل میں بڑے بڑے فقیر ہوئے انھی میں سیّد علم الدین شاہؒ جنہیں سارے لوگ لاہور میں سیّد میراں شاہ المعروف باب موج دریا بخاریؒ کے نام سے جانتے ہیں آپؒ ہی کے صاحبزادے ہیں۔اس کے علاوہ آپؒ کی اولاد ہندو پاک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہے۔اسی محبت کی سوچ کے دوران ہی قلندر پاکؒ نے وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا اور جب باہر کی طرف نکلے تو ایک طرف مٹی پر حضرت مولا علیؑ کا قدم مبارک کا نشان شیشے میں محفوظ نظر آیا۔

پھر قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا ادھر گیلانی سلسلے کے بزرگوں کے مزار ہیں وہاں بھی چلتے ہیں''۔چنانچہ ہم وہاں پہنچے تو ایک ہال میں شروع کی جانب وہاں بہت سارے بزرگوں کی قبریں تھیں۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد اب تمھارے امتحان کا وقت ہے یہ بتاؤ اس میں سے وہ کون سی قبر مبارک ہے جو اصل بزرگ ہیں اور سب سے پہلے یہاں تشریف لائے''۔میں ہر قبر مبارک پر دونوں ہاتھ رکھتا اور آنکھیں بند کر کے دل میں 'علی حق' پڑھتا اچانک ایک قبر نے ایسا

جھٹکا دیا جیسے قبر میرے ہاتھ کے نیچے سے نکل گئی، میں نے آنکھ کھولی اور قلندر پاکؒ کو بتایا یہ اُن بزرگوں کی قبر مبارک ہے۔قلندر پاکؒ مسکرائے اور اثبات میں سر ہلایا۔ وہاں حاضری کے بعد میں نے قلندر پاکؒ سے عرض کی کہ میری بیگم محترمہ آصفہ شاکر کے عزیز یہیں بہاولپور میں رہتے ہیں وہاں چل کر رات گزارتے ہیں لیکن انہوں نے فرمایا آج آپ کی ملاقات ایک کاکی سے کروانی ہے پھر آپ کو سب کچھ یاد آ جائے گا اور یوں ہم روانہ ہوئے۔رات ۱۰ بج چکے تھے گاڑی کسی تاریک سی جگہ رُکی اور قلندر پاکؒ گاڑی سے نکل کر جیسے غائب ہی ہو گئے۔اندھیرا اس قدر تھا کہ اپنا ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا تھا۔تھوڑی دیر اِدھر اُدھر غور کیا تو ایسے لگا جیسے یہ کوئی بازار ہے اور دکانیں بند ہیں اور کچھ لوگ دوکانوں کے آگے بنے ہوئے تھڑوں پر سو رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک صاحب جو بظاہر کاکی کا لباس پہنے ہوئے تھے لیکن آواز مردانہ تھی، قریب آئے اور کہا بابا جی کا حکم ہے آپ میرے پیچھے پیچھے آئیں۔اب قلندر پاکؒ کا حکم سن کر بغیر کسی سوچ کے چل پڑا اور کئی گلیاں عبور کرنے کے بعد وہ ایک گھر کے احاطے میں لے گئے اور برآمدے سے ملحقہ ایک کمرے میں لائٹ جلائی اور مجھے وہاں بیٹھنے کا کہہ کر خود چلے گئے۔ بلب کی روشنی بہت تیز تھی جب میں نے غور کیا کہ ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم ہے جس کا قالین اور صوفے سرخ رنگ کے ہیں اور پردوں کا رنگ بھی سرخ تھا۔ابھی میں یہی دیکھ رہا تھا کہ قلندر پاکؒ کی آواز سنائی دی اور آپؒ چند کاکیوں کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئے۔آپؒ نے ایک کاکی سے تعارف کرایا ''سیّد بابا یہ کلو کاکی ہے جسے آپ نے فون کیا تھا''۔اُس کاکی نے فرطِ ادب ومحبت سے سلام کیا اور مجھے وہ واقعہ یاد آ گیا جس کا تذکرہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں، شاید نفس کے امتحان کا کوئی اور سلسلہ ابھی اس جگہ سے جڑا ہوا تھا۔آنے والی کاکیوں نے صحن میں دو

پلنگ بچھائے اور فرش پر پانی ڈالا۔ بستر ے لگ گئے اور قلندر پاکؒ نے حکم فرمایا ''سیّد بابا آج کی رات بستی حمائیتیاں کے ایک کوٹھے پر سونے کا شرف حاصل ہوگا''۔ اور یوں ایسے لگا کہ انسان سفر میں ہی رہتا ہے اور ہر بنیاد ہی آپ کی انتہا بنتی ہے۔ میں بستر پر لیٹ گیا مجھے ایسے لگا کہ جیسے ستارے میرے بالکل قریب ہیں۔ کاکیوں نے قلندر پاکؒ کے قدموں اور سر کو دبانا شروع کیا۔ قلندر پاکؒ نے دو کاکیوں کو حکم دیا کہ وہ سیّد بابا کے بھی پیر دبائیں۔ میں تو جیسے ڈر گیا اور کہا ''نہیں، آپ سب صرف انہی کی خدمت کریں''۔ پھر لیٹ گیا کہ اچانک وہ زنانہ لباس والے صاحب اور اُن کے ایک ساتھی تشریف لے آئے اور ایک نے میرے پیر اور دوسرے نے سر دبانا شروع کر دیا اور اسی دوران جیسے میری آنکھ لگ گئی۔ صبح ۵ بجے میری آنکھ کھلی تو قلندر پاکؒ وہاں موجود نہیں تھے، پتہ چلا خط بنوانے گئے ہیں۔ کلو نے تولیہ رکھا اور کہا کہ سامنے باتھ روم ہے آپ نہا لیجیے۔ میں حیرانگی کے عالم میں اٹھا اور نہا کر باہر آ گیا۔ اخبار نظر آیا تو وہ پڑھنا شروع کر دیا۔ سامنے میری نظر کلو پر پڑی جو چوکی پر بیٹھے آٹا گوندرہی تھی پھر اُس نے آلو کاٹنے شروع کر دیئے اور خاصی دیر تک میں یہی دیکھتا رہا کہ کیسی محبت سے قلندر پاکؒ کے لیے ناشتہ تیار ہو رہا تھا۔ جب ناشتہ تیار ہو گیا تو قلندر پاکؒ تشریف لے آئے اور ہم اسی ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے، ناشتہ لگ گیا، بے حد مزیدار اور محبت سے تیار شدہ ناشتے کی لذت بھی لاجواب تھی۔ میں نے تو خوب سیر ہو کر ناشتہ کیا اور ساتھ ساتھ کلو کی محبت اور ذائقے کی تعریف بھی کی۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد بہت ساری کاکیوں کا ہجوم باباؒ سے ملنے آ گیا۔ کمرے میں اب کھڑا ہونا بھی محال تھا کہ ایک صاحب دراز قد کالا لباس پہنے داخل ہوئے قلندر پاکؒ کی قدم بوسی کے بعد وہ نہایت محبت کے ساتھ مجھ سے ملے اور تعارف کے

بعد انہوں نے فرمایا ''آیئے سیّد صاحب میرے گھر چلیں یہاں تو خاصا رش پڑ گیا ہے۔اور وہ مجھ اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے اب دن کی روشنی میں مجھے بستی حمائیتیاں (بازارِ حسن) کی گلیاں دیکھنے کو ملیں اور چند ایک گلیوں کے بعد ہم ایک احاطے میں داخل ہوئے اور چند قدم چل کر برآمدہ آ گیا اور اُن صاحب نے جیب سے چابی نکالی، کمرہ کھولا، لائٹ جلائی، اے سی چلایا اور مجھے صوفے پر بٹھایا۔تھوڑی دیر میں ایک کا کی تشریف لائی تو میزبان نے ان کا تعارف کروایا کہ یہ میری بیوی ہیں۔اسی بازارِ حسن میں رہتی ہیں۔میں ایک سیّد زادہ ہوں اور یورپ میں ملازمت کرتا ہوں۔یہ کمرہ میری بیوی کا ہے میں جب بھی پاکستان آتا ہوں یہیں پہ آ کر ٹھہرتا ہوں کیونکہ جس بات سے میری بیوی خوش ہے وہی میری خوشی ہے۔پھر انہوں نے بیگم کو دودھ پتی بنانے کا کہا اور میرے ساتھ پی ٹی وی کے حوالے سے گفتگو شروع کی۔میرے ایک سئنیر ساتھی تاجدار عادل کے وہ دوست بھی تھے اور یوں ہم گفتگو کرتے کرتے قلندر پاکؒ کے موضوع پر آن پہنچے، اُن کی بیگم دو پیالیوں میں وہ دودھ پتی اور بسکٹ لے کر آئیں اور ابھی قلندر پاکؒ سے تعلق کا ذکر ہی شروع ہوا تھا کہ قلندر پاکؒ داخل ہوئے اور فرمایا واہ سیّد ٹھنڈے کمرے میں موجیں ہو رہی ہیں۔ہم کھڑے ہو گئے۔آپؒ کے تشریف رکھنے کے بعد چائے اور بھی آ گئی اور ہماری گفتگو ایک گھنٹہ جاری رہنے کے بعد بالآخر قلندر پاکؒ کے روانگی کے حکم پر ختم ہو گئی۔میں جب وہاں سے پیدل نکلا اور گاڑی تک پہنچا تو اس تمام راہ میں مجھے ان سیّد صاحب کی باتیں اور اُن کی commitment یاد آئی کہ کیسے کوئی کسی کو اپناتا ہے پھر اس پر قائم رہتا ہے اور اس استقامت کا تسلسل ہی اصل حسن ہے کسی بھی تعلق کی مضبوطی کے لئے۔میں دل ہی دل میں ان سیّد صاحب کو سراہتا رہا اور ہم بہاولپور سے روانہ ہو کر ملتان کی جانب چل پڑے۔

ایک بات کا تذکرہ ضرور کروں گا کہ میں کچھ بھی سوچتا قلندر پاکؒ کا رخ کسی بھی جانب ہوتا وہ ضرور مجھ سے فرماتے کہ سیّد کیا سوچ رہے ہو؟ اور اُس خیال کا خود ہی تذکرہ فرماتے تو اب مجھے یہ بھی خوف لاحق ہوا کہ اُن کے سامنے ہر قسم کی سوچ پر پابندی لگائی جائے کیونکہ یوں آپ غیر حاضر ہو جاتے ہیں اور مرشد کے خیال سے نکل کر جو بے ادبی ہوتی ہے وہ بہت نقصان دہ ہے۔ انسان رک جاتا ہے اور غیر کا خیال آپ کو حق سے محروم کر دیتا ہے۔ یہی تو وہ چیز ہے جس کا آپؒ نے حکم دیا کہ کوئی تمھیں دیکھ رہا ہے جب یہ خیال پک جائے تو تم ظاہر سے بے پرواہ حق کے قریب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ اس سفر کے دوران جس بات نے میرے اندر قوت پکڑی وہ یہی تھی کہ کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچنا صرف مرشد کے خیال میں ہی رہنا ہے۔ دو گھنٹے سفر کے بعد ہم ملتان پہنچے میں نے ڈرائیور کو کہا کہ وہ ہمیں Cantt میں Silver Sand ہوٹل لے جائے۔ اس ہوٹل کے منیجر نوید صاحب تھے جو ایک ہنس مکھ اور پیارے انسان تھے۔ اور اُن سے میری دوستی میرے ایک برخوردار یونس سہیل صاحب کی وساطت سے ہوئی۔ اور اس سے پہلے میں، میری بیگم اور بیٹا یہاں قیام کر چکے تھے۔ ملتان کے لوگوں نے ایک زمانے میں میرے اعزاز میں ایک تقریب بھی منعقد کی تھی۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں ڈرامے کے حوالے سے ایک مشہور پروڈیوسر تھا۔ جب ہم ہوٹل میں داخل ہوئے تو کاؤنٹر پر نوید صاحب کے علاوہ یونس سہیل صاحب کے ایک اور دوست اعجاز جی بھی موجود تھے اور بہت محبت کرنے والے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو تیزی سے میری طرف آئے۔ میں نے قلندر پاکؒ سے اُن کا تعارف کروایا۔ انہوں نے جلدی سے ایک کمرہ کھلوایا اور اے سی چلا کر کھانے کے انتظام میں لگ گئے۔ دونوں دوستوں نے قلندر پاکؒ کی

خدمت بھی کی اور کھانے کے بعد آپؒ کے پیر دباتے رہے۔اس دوران اُنہوں نے قلندر پاکؒ سے دُعا کی درخواست بھی کی ۔آپؒ نے فرمایا ''اب بابا یہاں آہی گیا ہے ، اور یقینی طور پر تمھارے لئے ہی آیا ہے اور اللہ کی مرضی سے ہی آیا ہے''۔ پھر آپؒ نے نہایت یکسوئی میں دُعا کروائی۔ 5 بجے بعد دوپہر دونوں دوست ہمیں گاڑی میں بٹھا کر ایئر پورٹ لے گئے ، جہاں ہمیں بورڈنگ کارڈ لے کر دیا اور قلندر پاکؒ کی قدم بوسی کے بعد رخصت ہوئے۔ جو لوگ ملتان کے رہنے والے ہیں وہ ایک ریسٹورنٹ Bell & Tell کے نام سے واقف تو ہوں گے یہ انہی دو دوستوں کا ہے اور قلندر پاکؒ کی خدمت کرنے کا منہ بولتا مظہر ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''فقراء سے محبت دونوں جہانوں کا نور ہے''۔

جس نے جتنی پر خلوص محبت کا اظہار کیا اتنی ہی موج میں رہا۔ایسی ہزار ہا مثالیں ہیں جو فقیر کی کرامت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ملتان ائیر پورٹ دیگر ائیر پورٹ کی نسبت چھوٹا ہے، لہٰذا جلد ہی سیکورٹی مراحل سے گزر کر ہم لاؤنج میں داخل ہو گئے۔قلندر پاکؒ نے چاروں اطراف بیٹھے ہوئے لوگوں کو غور سے دیکھا اور ذرا فاصلے پر بیٹھے ہوئے ایک عالمِ دین کے برابر خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں ان سے ذرا دور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے قلندر پاکؒ موجود تھے اور آپؒ ان عالم دین سے گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے آواز تو نہیں آ رہی تھی تاہم میرے خیال کی یکسوئی نے مجھے اپنے مُرشدِ اوّل سیّد احمد شاہ ابوالبرکاتؒ کا ایک خواب یاد دلا دیا۔

میں جب قلندر پاکؒ سے ملا تو اسی رات میں نے خواب میں سیّد ابوالبرکاتؒ کو خواب میں دیکھا۔آپؒ ایک خوبصورت اور سرسبز و شاداب باغ میں کھجور کے درخت کے نیچے موجود

ہیں اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں میرے دائیں ہاتھ کو ایسے تھاما ہوا ہے جیسے بیعت کے وقت ہوتا ہے۔ اور آپؒ فرما رہے ہیں ''سیّد تمہاری بیعت دوبارہ ہوگئی'' میں نے پوچھا سرکار دوبارہ کیوں آپؒ نے فرمایا ''بیٹا تم جس راستے پر چل نکلے ہو یہ صرف آگ کا راستہ ہے، اور ہر شے جل جائیگی''۔ میں تحیّر کے عالم میں سوالیہ نشان کی علامت بنا صرف انہیں دیکھتا رہا گویا مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ آپؒ نے فرمایا ''بیٹا جس راہ پر تم چل نکلے ہو وہ جلال کا جہاں ہے۔ یہاں ماسوائے اللہ کے ہر چیز جل جاتی ہے''۔ میں ابھی مزید کچھ پوچھنا ہی چاہ رہا تھا کہ آپؒ نے دائیں جانب اشارہ کیا ''وہ دیکھو'' میں نے دیکھا کہ بہت ہی قد آور سبز درختوں کے درمیان سرخ رنگ کی ایک آگ نیچے سے اوپر کی جانب جارہی ہے، اس آگ کو دیکھ کر ڈرنے کے بجائے میں نے سیّد صاحبؒ سے ہاتھ چھڑوایا اور جیسے اُڑتا ہوا آگ میں کود گیا۔ اُسی لمحے میری آنکھ کھل گئی۔ میرا پورا وجود پسینے سے شرابور تھا اور جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ سیّد ابوالبرکاتؒ کی دعاؤں کا ہی ثمرہ ہے اور آپؒ نے وہی بات کی جو قلندر پاکؒ اکثر فرماتے ''عشق ماسوائے اللہ کے ہر شے کو جلا ڈالتا ہے''۔

سیّد ابوالبرکاتؒ کا مزار مبارک لاہور میں پائلٹ ہوٹل کے بالمقابل مرجع خاص و عام ہے۔

یہ بھی بتاتا چلوں کہ اور بہت سارے ایسے اہم خواب ہیں جو نفسی سرکشی کے خوف سے بیان نہیں کرسکتا بلکہ ایک خواب جو میں نے قلندر پاکؒ کو سنایا تھا تو آپؒ نے سختی سے منع فرمایا کہ اسکا ذکر کسی سے نہیں کرنا۔ خوابوں کے بارے میں قلندر پاکؒ کا فرمان ہے ''انسان کے اندر خیر اور شر کی جنگ کے سبب جو چیز ہاوی ہوجاتی ہے ویسے ہی خواب نظر آتے ہیں۔ ہماری مثبت اور منفی سوچوں کی جنگ ہی ہمارے خیال پر ہاوی رہتی ہے''۔ آپؒ ہمیشہ قِصّوں، کہانیوں اور

خیالوں کی بجائے عملی زندگی پر زور دیتے تھے۔ مثبت سوچ ہی راہ نجات ہے مادی الجھنیں ہمیں گھیرے ہوئے ہیں ایسے عالم میں ہماری مثبت فکر کو دیمک چاٹ رہی ہے اور اسی سبب ہم ذہنی، جسمانی، نفسیاتی بیماریوں اور روحانی الجھنوں کا شکار ہیں۔

واضع رہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم نفس کا خیال ہے یعنی انسان دن بھر جن امور میں مشغول رہتا ہے اور اسکے دل و دماغ پر جن باتوں کا غلبہ رہتا ہے وہی خواب میں نظر آتی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عالمِ بیداری میں جس شخص کے ذہن و خیال پر جو چیز زیادہ حاوی رہتی ہے وہی اسکو خواب میں نظر آتی ہے۔ دوسری قسم ڈراؤنا خواب ہے یہ درحقیقت شیطانی غلبہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ''**انہ لکم عدو مبین**'' **وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔** جب وہ جاگنے کے دوران ورغلانے سے باز نہیں آتا تو سوتے ہوئے کیوں چھوڑ دے۔ سونے والے کو نظر آتا ہے جیسے اسکی زندگی ختم ہو رہی ہے یا اسکا سر قلم ہو گیا ہے اور اس قسم کے مزید ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ پہلی قسم کی طرح یہ بھی بے اعتبار اور نا قابل تعبیر ہوتی ہے۔ خواب کی تیسری قسم وہ ہے جسے منجانب اللہ بشارت کہا گیا ہے۔ کہ حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں یا جسے چاہتا ہے بشارت دیتا ہے اور اسکے قلب کے آئینہ میں بطور اشارات وعلامات ان چیزوں کو مشکل کر کے دکھاتا ہے جو آئندہ وقوع پذیر ہونے والی ہوتی ہیں یا جن کا تعلق مومن کی روحانی و قلبی بالیدگی و طمانیت سے ہوتا ہے۔ وہ بندہ خوش ہو اور طلب حق میں تر و تازگی محسوس کرے۔ نیز حق تعالیٰ سے حُسنِ اعتقاد اور اُمید آوری رکھے۔ خواب کی یہی وہ قسم ہے جو لائق اعتبار اور قابل تعبیر ہے۔ اور جسکی فضلیت و تعریف حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

(مظاہر حق جدید)

قلندر پاکؒ نے حضور پرنور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ بیان فرمائی ''سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں''۔

صادق اور امین کی عظمت کا حُسن ملاحظہ فرمائیں قلندر پاکؒ نے فرمایا ''صادق سے مراد وہ پاکیزہ ہستی ہیں (ﷺ) جن کی زبانِ مبارک سے نکلا ہر لفظ ہر زمانے اور ہمیشہ کیلئے سچ ہے''۔ ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ تو لیں کہ آجکل یہ دونوں لفظ کسی بھی بڑی شخصیت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اور ہم سب کس قدر گمراہ ہوگئے ہیں کہ ہمیں یہ بات یاد ہی نہ رہی کہ یہ دو پاکیزہ صفات حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے جڑی ہوئی ہیں اور کائنات میں آپ ﷺ ہی سب سے پاکیزہ اور اعلیٰ ہستی ہیں۔ آپ ﷺ اللہ پاک کے محبوب اور پسندیدہ ترین رسول ہیں۔

اب رہی بات ہمارے وقت کی جب ہر طرف افراتفری ہے، صحیح سمت اور سوچ تو کسی مردِ حق سے نسبت رکھنے کے بعد ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ حضرت علی بن نبدار صیرانی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے'' قلوب کا فساد میں مبتلا ہونا زمانہ اور اہل زمانہ کے فساد کے مطابق ہوتا ہے''۔

تمام اولیاء اللہ جن کو وصال فرمائے ۸ سے ۹ صدیاں گزر چکی ہیں، ہر ایک نے اپنے وقت کے حوالے سے یہی کہا کہ کیسا ابتری کا وقت آ گیا ہے سچ ناپید ہو چکا ہے اور جھوٹ نے غلبہ پالیا ہے۔ اب اِسوقت جس میں ہم لوگ رہ رہے ہیں اسکے بارے میں کیا کہیں گے۔ قلندر پاکؒ ہر لمحہ انسانیت کی بہتری ہی کی فکر میں رہے اور گمراہی میں مبتلا لوگ انہیں حدف تنقید بناتے رہے مگر آپؒ ہمیشہ اللہ پاک کی صفت رحمٰن ہی کا ذکر فرماتے اور قلوب میں محبت کو بسانے

پر ہی زور دیتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ''جس کے دل میں محبت نہیں اسکا ایمان بھی نہیں''، یہ کلمات آپؐ نے زور دے کر 3 مرتبہ فرمائے۔

ابھی میں انہی خیالات میں گم تھا کہ قلندر پاکؒ کی آواز نے مجھے جیسے جھنجوڑ دیا۔ ''سیّد بابا فلائٹ اناؤنس ہوگئی ہے آؤ چلیں'' اور میں آپؒ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ جہاز میں بیٹھنے کے بعد قلندر پاکؒ نے فرمایا ''کیسا رہا یہ سفر اور بابا کے ساتھ سفر سے کیا سیکھا''۔ میں نے اپنے خیالات کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی پھر کچھ یوں اظہار کیا۔

۱۔ مثبت سوچ ہی ہماری زندگی کیلئے سکون کا باعث ہے۔

۲۔ مادی ضرورتوں کی کثرت ہمارا توازن ختم کر دیتی ہیں۔

۳۔ راہِ حق میں شیخ کامل کے حوالے سے ہمارا نفسی زِچ پن ہمارے لئے ہلاکت ہے۔

۴۔ یکسوئی بہت ضروری ہے تا کہ ہم اپنے اردگرد اور آنے والے واقعات سے باخبر رہ سکیں۔

۵۔ مُرشد کی کسی بھی بات سے اختلاف صرف اور صرف ہمارا نفس ہے۔

میری یہ چند کیفیات کو سن کر قلندر پاکؒ مسکرائے اور اتنی دیر میں جہاز ٹیکسی کرتے کرتے محوِ پرواز ہوا تو میں نے شیشے سے باہر دیکھنا شروع کیا۔ آج جب یہ بات یاد آتی ہے تو اپنے نفس کی حقیقت سے معمولی آگہی کے بعد اس بات کا احساس شدت اختیار کر گیا ہے کہ قلندر پاکؒ سے جو محبت اور احترام ہمیں کرنا چاہیے تھا وہ ہم کیوں نہ کر سکے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں نے محبت و احترام نہیں کیا بلکہ اس مردِ حق کے سامنے میری حیثیت تو ایک کانچ کی بوتل جیسی تھی اور میرا اندر بھی عیاں تھا۔ اف میرے خدایا، ہماری جہالت اور لاعلمی کے سبب نہ جانے کتنی بار انکی

باتوں سے نفس زچ پن کا شکار رہوا۔ ملامت اور احساس ندامت ہی رہ گیا ہے۔ ہر وقت اس شہنشاہ کے روبرو ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس خیالِ حسین میں سے نفسانیت کی آفت کو دور فرمادے۔اور ہر کام میں حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی شاملِ حال رہے۔

توبہ اور ندامت کے حوالے سے چند گزارشات ضروری ہیں یاد رہے کے توبہ بدل جانے کا نام ہے یعنی آپ کی سوچ ہی بدل گئی اگر آپ نے سچے دل سے توبہ کرلی قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

''اے ایمان والو توبہ کرو سچے دل سے''۔

''اے ایمان والو توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تا کہ فلاح پاؤ''۔

حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔''اللہ تعالیٰ کو جوانی میں توبہ کرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں''۔ نیز فرمایا''توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں''۔پھر فرمایا ''جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتا ہے اسکو کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ): اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو طہارت میں رہنے والوں کو''۔

پھر جب صحابہ کرامؓ نے پوچھا توبہ کی علامت کیا ہے تو فرمایا ندامت اور یہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ دوستانِ خدا کو نقصان نہیں دیتا اس کا مطلب ہے کہ بندہ مومن گناہ سے کافر نہیں ہو جاتا اور اس کے ایمان میں خلل نہیں آتا کیونکہ وہ گناہ جس کا انجام نجات ہے حقیقت میں نقصان دہ نہیں ہوتا۔(اقتباس کشف المحجوب)

توبہ کا مطلب رجوع کرنا ہے یعنی خدا کے خوف سے خدا کے منع کردہ کام کو ترک کرنا اور اسکے حکم کو بجا لانا اور فرمان نبی ﷺ کہ توبہ کی علامت ندامت ہے اس میں توبہ کی تمام شرائط

موجود ہیں:

(۱) حکم عدولی پر افسوس

(۲) بُرے کام سے پرہیز

(۳) گناہ نہ کرنے کا عزم

اور لفظ ندامت میں یہ تینوں چیزیں موجود ہیں۔

ندامت کے اسباب میں سزا کا خوف طاری ہونے کے سبب بُرے کام سے دل غمگین ہوتا ہے اور ندامت ہوتی ہے۔ پھر نعمت کے خیال سے گناہ کے سبب محرومی کا احساس اور حد درجہ پریشانی دوسرا سبب ہے۔ تیسرا سبب حق تعالیٰ سے شرم لاحق ہونا اور گناہ سے انسان پشیمان ہوتا ہے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا: توبہ یہ ہے کہ تو اپنا گناہ نہ بھول جائے اور ہمیشہ اس کی پشیمانی دل میں رہے خواہ کتنی زیادہ نیکیاں کرے اور ان پر مغرور نہ ہو جائے غرضیکہ توبہ تائید ربانی سے حاصل ہوتی ہے اور گناہ ایک جسمانی فعل ہے جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو اسے کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی۔

بُرے کام سے نیک کام کی طرف رجوع کرنا عوام کی توبہ ہے کیونکہ گناہ بُری چیز ہے اور گناہ سے توبہ کر کے نیکی کا ارادہ کرنا اچھا عمل ہے جبکہ خواص کی توبہ ایک اچھے کام سے توبہ کر کے زیادہ اچھے کام کا کرنا ہے کیونکہ راستے میں رک جانا اور آگے نہ بڑھنا بھی حجاب ہے۔

قلندر پاکؒ ہمیشہ رابطے پر زور دیتے تھے کیونکہ فقیر کی صحبت ترک کر دینے سے انسان پر غلبہ نفس ہو جاتا ہے اور ساتھ رہنے سے خوف خدا اور عاجزی کے سبب انسان گناہوں کا مرتکب نہیں

ہوتا۔ خواص کو دیکھ کر انسان اپنی ندامت کے محور میں گھومتا رہتا ہے۔ لیکن یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ توبہ کی قبولیت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پھر کبھی وہ گناہ نہیں کرے گا اور توبہ کرنے والا توبہ کے بعد کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو بھی اس کو پہلی توبہ کا ثواب ملتا ہے۔

قلندر پاکؒ ہمہ وقت انسانیت کی خدمت میں سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے اس پیغام کی ترویج اور اس میں تسلسل پر زور دیتے، کیونکہ جب ہم دنیاوی کاموں میں مصروف رہتے ہیں تو حجاب غالب آجاتا ہے اور ہم کوئی غلطی کرنے یا گناہ کرنے کے خیال سے گم ہو جاتے ہیں اور ایسی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں کہ ہمارے اندر احساس توبہ تو کیا ندامت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ فقیر کی صحبت ہمارے اندر اللہ کے ہونے کے احساس کو زندہ رکھتی ہے اور ہم مادی یعنی تاریکی سے دور ہو جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دوست کی متابعت کرنے پر توفیقِ توبہ عطا کرتا ہے۔ قلندر پاکؒ اللہ کے انعام یافتہ ہیں اور اس نسبت سے ہمارے اندر احساس کی دولت نمایاں ہوتی ہے۔ اور محبت کا غلبہ ہمیں نفس کی شرارت سے محفوظ رکھتا ہے۔ نفس کی خطرناک شرارت تقوے کا تکبر ہے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ہم چند اچھے کام کرنے کے بعد خود کو ولی اللہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اور نفسی جال میں الجھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر گزرتے لمحے کی حفاظت کرے اور غفلت کا شکار نہ ہو۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا: ''تم لوگ رات کو سونے سے پہلے اپنے سارے دن کے کاموں کا جائزہ لو کہ کیا کام کئے اور کتنے غلط کئے''، پھر فرمایا ''کوئی ایک بُری عادت ترک کردو اور پھر اس پر کاربند ہو جاؤ تاکہ غلطیوں سے بچ جاؤ''۔

یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا اور لکھنا اس لئے ضروری ہے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ جب

میں پاکستان ٹیلی وژن اسلام آباد سینٹر پر بحیثیت پروڈیوسر کام کر رہا تھا دفتر میں میرے کمرے کا نمبر 011 تھا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں قلندر پاکؒ پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے۔ میرے ایک اور ساتھی پروڈیوسر بھی میرے ساتھ کمرہ share کرتے تھے اور وہ ان دِنوں بچوں کے حوالے سے پروگرام کر رہے تھے جس دن تین لوگوں کے ساتھ میں قلندر پاکؒ کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا اور ہماری یہ گفتگو اسی قول پر ختم ہوئی کہ اپنے اوپر غور و فکر بھی ایک ضروری کام ہے اور کوئی ایک بری عادت ترک کر دینے سے کیا مطلب ہے؟ میرے پاس بیٹھے وہ دوست جب چلے گئے تو میرے ساتھی پروڈیوسر کے پروگرام کی میزبان جو وہیں بیٹھی اسکرپٹ پڑھ رہی تھیں ایک دم میری طرف متوجہ ہوئیں اور کہا مجھے آپکی گفتگو سن کر بہت مزہ آیا اور میں نے بیٹھے بیٹھے ابھی فیصلہ کیا ہے کہ میں غیبت چھوڑ دونگی۔ میں نے انھیں سمجھایا کہ یہ شاید اتنی جلدی دعویٰ ممکن نہ ہو آپ پہلے سات رات تک اپنے دن کی باتوں پر غور و خوض کریں پھر اللہ سے یکسوئی میں دعا مانگیں اور اسی ذات پاک سے مدد طلب کریں۔ گفتگو کرنے والی بچی کی عمر 18 یا 19 سال کی ہوگی اور اس کا جذبہ اور ضد دیکھ کر میں خاموش ہوگیا۔ اس نے کہا آپ دیکھیں تو سہی میں کیسے اس غیبت پر قابو پاتی ہوں۔ بات ختم ہوگئی۔ ابھی صرف ۲ ہی دن گزرے تھے کہ میں اپنے کمرے داخل ہوا تو دیکھا کہ وہی بچی میرے ساتھی پروڈیوسر سے بحث کر رہی تھی کہ آپ مجھے پروگرام سے کیوں ہٹا رہے ہیں وغیرہ؟

پھر وہ پروڈیوسر کمرے سے باہر گئے تو اس بچی نے میری طرف رخ کیا اور کہا دیکھیں نہ میرے ساتھ کس قدر زیادتی ہو رہی ہے۔ یہ پروڈیوسر صاحب بھی عجیب ہیں نہ بات سنتے ہیں نہ ہی ان کا انداز میری سمجھ میں آتا ہے اور ایسے لگتا ہے انہوں نے کسی اور کا انتخاب کر لینا ہے اور

اگر کرلیا ہے تو میرے ساتھ یہ منافقت کیوں؟ اپنے آپ کو تو یہ فرعون سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میں نے کہا آپ نے ۲ دن پہلے میرے سامنے عہد کیا تھا کہ آپ غیبت نہیں کریں گی اور میں نے آپکو بارہا سمجھایا تھا اسکے لئے آپکو اپنے اوپر کڑی نظر رکھنا ہوگی پھر آپ بدگمانی کا شکار ہیں، یہ ساری باتیں ٹھیک نہیں ہیں۔ جب تک آپ کے نصیب میں تھا آپ نے کیا، آپ نے دعویٰ کیا سو اب اپنے فیصلے پر قائم رہیں۔ ہاں یہ بات آپ نے خوب کہی کہ پروڈیوسر فرعون ہوتا ہے یہ تو میرے قلندر پاکؒ بھی کہتے ہیں۔ آپ ایسا کیجئے کہ آپ ابھی چلی جائیں میں بات کرونگا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے بہت غور کیا اور اسی نتیجہ پر پہنچا کہ دعویٰ کرنے اور عملی طور پر کسی کام کو کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کائنات میں ہر شے ملکیتِ خداوندی ہے لیکن مجاز میں ہمیں اختیار دیا گیا ہے۔ کسی اچھے کام کا کرنا تائیدِ ربانی ہے جبکہ اس پر تکبر آپ کا اپنا نفس ہے۔ اور جو قلندر پاکؒ نے بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے یہ نقطہ بہت لطیف اور یہی اہم ہے۔ بزرگ یہی فرماتے ہیں ”انسان ہر کام کرنے میں مختار ہے لیکن اختیار کرنے میں وہ مجبور ہے“۔ جبکہ قرآن حکیم میں اس مسئلہ سے متعلق یہ فرمایا گیا کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جو بُرے کام کرتا ہے وہ اس کی اپنی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے، نیک کام اس کی روحانیت سے صادر ہوتے ہیں اور برے کام اسکی نفسانیت سے۔ اب چونکہ انسان کی روحانیت کا منبع اور مصدر ذاتِ حق ہے اس لئے نیک کام بجا طور پر حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہوئے اور برے کام بجا طور پر انسان کی نفسانیت سے منسوب ہوئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف اعمال ہی نجات کا باعث نہیں بلکہ رحمتِ خُداوندی ہی اصل راز ہے۔

حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پائے گا''۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ بھی تو فرمایا: ''مجھے رحمت خداوندی نے پہلے ہی ڈھانپ لیا ہے''۔ یعنی سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی حق تعالیٰ کی رحمت سے نجات پاؤں گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر چہ مجاہدہ بندہ کا فعل ہے لیکن اس کی نجات کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ سب کی نجات حق تعالیٰ کی مشیّت پر منحصر ہے نہ کہ مجاہدہ پر۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ''جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے نور سے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ میں تنگی اور سختی پیدا کر دیتا ہے''۔ اگر مجاہدہ وصول الیٰ اللہ کا سبب ہوتا تو شیطان مردود نہ ہوتا اور اگر مجاہدہ کا ترک کرنا مردود ہونے کا سبب ہوتا تو حضرت آدمؑ ہرگز مقبول نہ ہوتے۔ پس اصل بات عنایتِ حق ہے نہ کہ کثرتِ مجاہدہ۔ جس پر عنایتِ حق زیادہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا۔

پاک پلیت نہ بندے ہرگز   توڑے رھندے وچ پلیتی ھو
وحدت دے دریا اُچھلے   ہک دل صحی نہ کیتی ھو
ہک بت خانے واصل ہوئے   ہک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ھو
فاضل سُٹ فضیلت بیٹھے باھو   عشق نماز جاں نیتی ھو

اور خاصانِ حق کا معاملہ بھی کیا خوب ہے ایک مجاہدہ کرتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو اور دوسرے کی قسمت میں مشاہدہ ہے اس لئے وہ مجاہدہ کرتا ہے۔ اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ مجاہدہ کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں مجاہدہ ہر حال میں بندہ کی صفت ہے اور مستقل مجاہدہ کے ذریعے ہی اپنے نفس کا تزکیہ ممکن ہے اور عبادات سے آپ اپنی اخلاقی گراوٹ کو دور کر سکتے ہیں۔ اب جبکہ قلندر

پاکؒ نے فرمایا کہ "ہر وقت تو اپنے اللہ کے آگے روبرو ہے" تو اس سے انسان کے اندر شرم اور ندامت پیدا ہوتی ہے اور وہ کوئی بھی کام کسی ریا کاری یا منافقت کے سبب نہیں کرتا بلکہ اسے حیا آتی ہے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے کہ کہیں کسی بات سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔

جیسا کہ حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ میں نے چار علم اختیار کئے اور ہر مشکل سے نجات پائی:۔

(۱) میں نے یہ جان لیا کہ میرا رزق مقدر ہے اور یہ کسی بھی طور پر کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا لہٰذا میں نے اس کی فکر سے نجات پائی۔

(۲) اللہ کا مجھ پر ایک حق ہے جو میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا لہٰذا میں اس کی ادائیگی میں ہمہ وقت مصروفِ عمل ہوں۔

(۳) موت میرے تعاقب میں ہے اور میں کسی بھی طور اس سے بھاگ نہیں سکتا۔

(۴) خدا میرے حال کا دانا بینا ہے اس لئے ہر کام میں میں نے اس سے شرم کیا اور نامناسب کاموں سے اجتناب کیا۔

کیونکہ جب بندہ کو معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو پھر اسے برے کاموں سے شرم آنی چاہیئے۔ چنانچہ اب قلندر پاکؒ کے اس فرمان کی تشریح ہو گئی اور اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

یہ بات بہت نازک اور باریک ہے جسکا میں نے ذکر کیا ہے۔ کہنے کو تو میں کہہ سکتا تھا کہ میں نے بہت خدمت کی اور انہوں نے مجھ سے بے حد پیار کیا، لیکن معاملے کی نزاکت اور نفس کی شرارت سے بچنے کا جو احساس میرے اندر ہے اور میں چاہتا ہوں اس سے سب آگاہ ہوں کہ یہ سفر بہت کٹھن اور نازک ہے۔ یہ سب اللہ ہی کی رحمت کا ثمرہ ہے کہ نفسِ امارہ کی تمام

سازشوں اور شرارتوں کے باوجود اللہ پاک نے مجھے اپنے دوست کے قریب ہی رکھا اور اپنی عنائیتوں کی توفیق سے احساس کی دولت عطا فرمائی۔

حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اندھیرے میں پیدا فرمایا اور پھر اس پر نور کی تجلی فرمائی''۔ ہمارا نفس ہی ہماری تاریکی کی بنیاد ہے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے محبوب سے پوچھا میرا گناہ کیا ہے تو جواب ملا تیرا وجود ہی سراپا گناہ ہے اس کے علاوہ اور کیا گناہ ہوسکتا ہے۔

خشخش جناں قدر نہ میرا تے صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا تے محل چڑھایا سائیاں

قلندر پاکؒ نے ابتدائی دن ہی مجھ سے فرمایا تھا ''سیّد کیا ساری زندگی پی ٹی وی کے لئے ڈرامہ ہی کرتے رہو گے، کوئی ایسا کام کرو جس سے دکھی انسانیت کا بھلا ہو سکے''۔ میں نے اپنے طور وہ تمام پروگرام گنوائے جو میں اپنی طرف سے انسانیت کیلئے پیش کرتا رہا یعنی مذہبی پروگرام۔آپؒ نے فرمایا ''سیّد میں پروگراموں کی بات نہیں کر رہا تمہاری زندگی کی مقصدیت کی بات کر رہا ہوں، پہچان کی بات کر رہا ہوں اپنے آپ کو پہچانو اور نفس کے مریض مت بنو ایسا کام کر جاؤ کے آنے والی نسلیں تمہارا نام لے کر مسکرائیں۔تم بھی انسانیت کے لئے کام کرو۔ سسکتی انسانیت کے کام آجاؤ''۔

اس وقت تو شاید میرے نفس کے غلبہ کے سبب یہ بات سینے میں نہ اتر سکی لیکن آنے والے وقت میں یہ بات روشن ہوئی کہ فقیر صرف نصیحت ہی نہیں کرتا بلکہ اپنی بصیرت سے نوشتہ تقدیر پڑھ کر سنا رہا ہوتا ہے۔جیسا کہ آپؒ نے فرمایا ''سیّد تو مجھے تیار ملا تھا میں نے تو صرف برش

ہی پھیرا ہے''۔

اچانک جہاز لینڈ کر گیا میں سمجھا شاید اسلام آباد آ گیا ہے پتہ چلا ابھی تو لاہور میں اترا ہے ابھی تھوڑی دیر بعد پھر اسلام آباد کے لئے روانہ ہو گا۔قلندر پاکؒ نے اسی دوران اپنے موبائل سے دو چار فون کئے۔ جہاز دوبارہ روانہ ہوا اور ہم بہت جلد اسلام آباد پہنچ گئے۔ جب باہر نکلے تو راجہ ماجد صاحب حسب معمول مسکراہٹ کے ساتھ موجود تھے۔ جب ان کی گاڑی مال روڈ پر فلیش مین ہوٹل کے قریب پہنچی تو میں نے عرض کی سرکار اگر اجازت ہو تو میں اتر جاؤں۔قلندر پاکؒ نے پوچھا ''اکیلے گھر جاؤ گے'' میں نے عرض کی یہاں سے ٹیکسی یا ویگن لے لوں گا۔آپؒ نے اجازت دے دی اس کے باوجود کہ راجہ صاحب یہی کہہ رہے تھے کہ گھر چلتے ہیں اور کھانا کھانے کے بعد وہ چھوڑ آئیں گے۔قلندر پاکؒ نے کہا کہ گاڑی روکو اور میں آپؒ سے مل کر رخصت ہوا۔ ابھی چند ہی قدم آگے چلا تھا کہ ویگن آ گئی اور میں اس میں بیٹھ گیا۔ جونہی ویگن چلی تو مجھے خان گڑھ میں قلندرؒ کی بارگاہ میں گم ہونے والی عینک دوبارہ یاد آنے لگی اور یہی سوچتا رہا کہ میری عینک گم ہونے کا معاملہ کیا ہے۔ حالانکہ قلندر پاکؒ نے فرمایا تھا کہ سیّد بابا صاحبِ مزار کو آپ کی عینک پسند آ گئی اور انہوں نے لے لی۔ یہ راز میری سمجھ سے باہر تھا۔ میں نے نفس کو بہت سمجھایا مگر وہ آنے بہانے مجھے عینک ضرور یاد دلاتا۔ جب میں گھر پہنچا تو پانی پینے کے دوران مجھے احساس ہوا جیسے میرا پورا جسم آگ سے پک کر دُکھ رہا ہو۔ پانی پینا بھی محال تھا۔ گرمیوں کے دن تھے آپ سب کی ماں جی نے ٹھنڈی لسی بھی بنائی مگر جلال کے ساتھ ہمسفر رہنا عام سی بات نہیں خاص کر اس وقت جب وہ اپنی مرضی سے آپکو ہمسفر بنا لے۔ رات میں سو گیا اور صبح ۸ بجے گھر کی گھنٹی بجنے کے سبب اٹھا۔ اوپر کھڑکی سے نیچے دیکھا تو اظہر

دُرانی صاحب کو کھڑے پایا، اظہر کو پیار سے ہم سب اجیّ کہتے ہیں اور وہ آپکی ماں جی کے چھوٹے بھائی ہیں ۔میں نے نیچے جا کر دروازہ کھولا تو اظہر نے کہا مجھے جانا ہے صرف یہ ایک عینک ہے جو مجھے آپ کو دینی ہے۔ یہ میرا ایک دوست دوبئ سے لے کر آیا ہے میں نے سوچا یہ میں آپ کو تحفہ پیش کروں اور وہ عینک دے کر رخصت ہوئے ۔ جب میں نے ڈبہ کھولا تو حیران رہ گیا کہ ویسی ہی عینک تھی جو بارگاہ قلندرؒ میں گم ہوئی تھی ۔صرف فرق یہ تھا کہ وہ ذرا پرانی ہوگئی تھی اور یہ بالکل نئی تھی ۔ میرے تو جیسے وجود میں کپکپی آ گئی ۔آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ۔ میرے نفس کی بے چینی جیسے میرے لئے ندامت بن گئی میں بڑی دیر سکتے کے عالم میں رہا پھر اوپر جا کر آپ کی ماں جی کو سارا قصہ سنایا۔ وہ بھی خاموش ہوگئیں ۔ مجھے یاد ہے کہ وہ عینک جب کبھی بھی کہیں رہ جاتی تو مجھے ضرور واپس مل جاتی تھی اور اس بار گم ہو جانے کا یقین مجھے پریشان کرتا رہا لیکن قلندر پاکؒ کے صدقے اس نفسی آفت سے چھٹکارا مل گیا۔ میں نے اُسی دن قلندر پاکؒ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپؒ خوب مسکرائے اور آپؒ نے اپنے بچپن میں شاہ شمسؒ کے مزار پر اپنی جوتی گم ہونے کا واقعہ سنایا۔ اور پھر وہ جوتی کا گم ہونا خوابوں کا حصہ بھی رہا اور اس عشق کی بارگاہ میں داخلے کے بعد یہ راز کھلا کہ جوتی کا گم ہونا کسی سیلاب کا رخ موڑنے کے لئے تھا۔ ظاہر ہے فقیر تو پیدائشی ہی ہوتے ہیں اور ان کی عظمت سے عقل کی دینا بے خبر ہے۔

قلندر پاکؒ کا مقام بہت بلند ہے اور اس بات کو سینے میں اتارنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جبرائیلؑ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ جس نے میرے ولی کی اہانت کی وہ میرے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے اور مجھے کسی چیز سے اتنا فکر نہیں ہوتا جتنا کہ اس وقت ہوتا ہے جب میں ایک مومن کی روح قبض کرتا ہوں اور وہ اس کو ناپسند کرتا ہے میں اس کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ موت ضروری ہے اور جب میرا بندہ میرے مقرر کردہ فرائض پر عمل کرتا ہے تو اس کو میرا اقرب حاصل ہوتا ہے اور جب نوافل کے ذریعے میرا اقرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس کو محبوب رکھتا ہوں اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ میں اس کی آنکھیں، کان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے سنتا ہے کام کرتا ہے اور چلتا ہے اور وہ مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے دیتا ہوں اور جب مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیتا ہوں۔

نیز فرمایا: جس نے اللہ کا لقاء چاہا اللہ اس کا لقاء چاہتا ہے جس نے نفرت کی اللہ اس کے لقاء سے نفرت کرتا ہے۔

فرمان نبی ﷺ: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو جبرائیلؑ کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں پس تم بھی اس کو دوست رکھو تو جبرائیلؑ اس کو دوست رکھتا ہے اور پھر جبرائیلؑ تمام فرشتوں کے سامنے اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے پس تم بھی اس سے محبت کرو پس تمام فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اہل زمین میں مقبول کر دیتا ہے اور اہل زمین اس سے محبت کرتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں اللہ کی بندہ کے ساتھ محبت اور بندہ کی اللہ سے محبت ثابت ہے اور قرآن و حدیث اس بات پر ناطق ہیں اور اس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسی صفات سے متصف ہے کہ خلق کا بجا طور پر محبوب ہے اور اپنے چاہنے والوں سے

محبت کرتا ہے۔

(اقتباس کشف المحجوب)

جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا مطلب ہے بندہ کے ساتھ ارادہ مہربانی اور رحمت کرنا ہے۔ محبت حق تعالیٰ کے ارادہ کا نام ہے جیسے اس کی رضا اس کی سختی، نرمی اور رافت وغیرہ۔ ان صفات کے اجراء کا دوسرا نام ارادہ حق ہے یہ اسکا ارادہ ہی ہے جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ ارادہ حق تعالیٰ کی قدیم صفت ہے جس سے اس کے افعال ظہور پذیر ہوتے ہیں اب چونکہ حق تعالیٰ کی بعض صفات دوسری صفات سے زیادہ غالب ہوتی ہیں حق تعالیٰ کی بندہ پر کمال شفقت اور مہربانی اور نعمت اور آخرت میں ثواب عطا کرنے، گناہ سے بچانے، عذاب سے نجات دینے، بلند مراتب قرب عطا کرنے، غیر اللہ سے مستغنی کرنے اور عنائیت الٰہی کی وجہ سے سارے جہاں سے اُسکا تعلق چھڑا کر اپنے ساتھ وابستہ کرنے اور اس قسم کے خصوصی برتاؤ سے مرہون کرنے کا نام محبت آیا ہے۔

بندہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت ایک جذبہ ہے جو مومن کے دل میں تعظیم و تکریم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ بندہ محبوب کی رضا طلب کرتا ہے اور دیدار کے شوق میں محو اور قرب کی تمنا میں بے قرار ہو جاتا ہے اور محبوب کے بغیر اُسکا دل نہیں لگتا ہر وقت اس کے ذکر میں منہمک رہتا ہے اور غیر کے ذکر سے پرہیز کرتا ہے۔ اس کا آرام کافور ہو جاتا ہے اور قرار مفقود۔ تمام علائق سے روگردانی کرتا ہے اور تمام خواہشات اور حرص و ہوا اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ محبوب کی محبت کا غلبہ اس کے دل پر سوار ہو جاتا ہے جس کے آگے وہ سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔ حق تعالیٰ کی تمام صفات کمال کو پہچانتا ہے۔ لیکن بندہ کی حق تعالیٰ کے ساتھ محبت اس طرح نہیں کہ

جس طرح دیگر مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ محبوبانِ مجازی کے ساتھ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب کا ادراک و احاطہ کیا جائے جو محبوبِ مجازی کے ساتھ تو ممکن ہے لیکن محبوبِ حقیقی کے ساتھ ناممکن ہے۔ حق تعالیٰ کے عاشقان تو اس کے قرب کے حصول میں مست ہوتے ہیں اور اس کے ادراک و احاطہ کی کوشش نہیں کرتے۔ کیونکہ طالب بخود قائم ہوتا ہے لیکن وہ حضرات جو محبوب میں محو و مستغرق ہیں اور قائم باللہ ہوتے ہیں۔ اور بہترین عشاق وہ ہیں جو کارزارِ محبت میں ہلاک اور فنا ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ محدث (انسان) قدیم (حق تعالیٰ) کے ساتھ واصل نہیں ہوسکتا بغیر اپنے آپ کو فنا کئے پس جس نے محبت کی حقیقت کو پہچان لیا اس کیلئے نہ کوئی ابہام باقی رہتا ہے نہ کوئی شبہ نہ کوئی مشکل (اقتباس کشف المحجوب)۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا: ''بابا ایک بوڑھے وجود کا نام نہیں، ایک جذبے کا نام ہے''۔ گویا آپؒ کی اللہ پاک سے محبت ایک جذبہ ہے، اور آپؒ کی اللہ پاک کے لئے تعظیم و تکریم ایک مثال ہے۔ اور آپؒ کی یہ محبت اس پاک ذات کے لئے اپنی زندگی کے ہر سانس کو وقف کرنا تھا اسی لئے آپؒ اکثر فرماتے ''ہر سانس کا حساب دینا ہے''۔ ایسا تو وہی کرسکتا ہے جو اسکی ذات کے قرب کی تمنا رکھتا ہو اور دیدار کے شوق میں محو ہو۔ آپؒ کبھی آرام کی تڑپ نہیں رکھتے تھے آپؒ مغلوب الحالی اور غالب الحالی میں ہر وقت اسی کا ذکر فرماتے تھے۔ قلندر پاکؒ ہمہ وقت گشت کرتے، ہر قسم کے لوگوں سے ملتے، جو کوئی خوف خدا میں ملتا اس سے بے حد پیار کرتے بلکہ اسے اکثر اپنے ساتھ گشت بھی کراتے، تا کہ اسے حقیقت سے آگاہی ہو اور نفس کی ملامت سے نہ گھبرائے اور اگر کوئی دنیا کی محبت میں غرق ہوا ملتا تو اس سے بھی پیار کرتے اور اس کو نصیحت کرنے کی بجائے عملی طور پر ساتھ گشت کراتے۔ لوگ ساتھ جاتے پھر کوئی نفس کے

ہاتھوں بدظن ہو جاتا اور کوئی اپنے نفس کی مخالفت کر کے آپؒ کے ساتھ ہی رہتا اور آپؒ سے محبت کرتا۔

میرا یہ مشاہدہ رہا ہے کہ ساتھ چلنے والوں کی تعداد بہت مختصر ترین رہی۔ کچھ لوگ بہت عرصہ آپؒ کے ساتھ رہے لیکن نہ جانے کب حرص و ہوا نے اُن پر غلبہ حاصل کر لیا اور وہ ایسے غائب ہوئے جیسے کبھی ملے ہی نہ تھے۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''شر کثیر ہے مگر بے حد کمزور ہے، حق قلیل ہے مگر بے حد طاقت ور ہے'' آپؒ چند دنوں کے لیے اسلام آباد تشریف لائے اور فرمایا ''سیّد بابا اس بار بابا آپ کے گھر ہی رہے گا'' بس ایسے لگا جیسے رحمت کا دریا خود گھر آ گیا ہو۔ آپؒ فرمایا کرتے ''پیاسے کو چشمے کے پاس جانے کی ضرورت نہیں چشمہ خود پیاسے کے پاس جائے گا'' آپؒ نے اپنے قیام کے دوران بہت وقت گھر ہی میں گزارا۔ اور ہر شام میں آپؒ کے سر پر تیل کی مالش کرتا جو آپؒ کو بے حد پسند آتی۔ قلندر پاکؒ جس گھر میں پہلی بار تشریف لائے تھے یہ وہی گھر ہے جو سیٹلائٹ ٹاؤن میں واقعہ تھا۔ اور ایک بات جو بتانی بہت ضروری ہے کہ قلندر پاکؒ کے ملنے سے پہلے کا ذکر ہے کہ ایک شام میں اور آپ کی ماں جی، بیٹے کے ساتھ واک کر کے گھر واپس آئے ابھی نیچے سے سیڑھیوں والا دروازہ ہی کھولا تھا کہ بہت تیز خوشبو کی لہروں نے ہمیں خوف اور تحیر میں مبتلا کر دیا۔ میں نے دروازہ بند کر لیا اور آپ کی ماں جی بھی محوِ حیرت تھیں۔ میں نے سوچا اگر کوئی ڈھیر ساری خوشبو لگا کر بھی سیڑھیوں میں سے گزرے تو اتنی مہک نہیں ہوتی پھر یہ کیا ہے آپ کی ماں جی نے کہا کہ ہمیں درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ خوشبو رحمت ہے۔ ہم نے دل میں درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور ہمت کر کے دروازہ کھول کر سیڑھیوں سے اوپر

چڑھنا شروع کیا۔ خوشبو تھی کہ ایک جھونکے کی طرح ہمارے اردگرد گھوم رہی تھی۔ ہم نے ہمت نہ ہاری اور اوپر پہنچ کر دروازہ کھولا تو گھر کے اندر بھی یہی عالم تھا۔ تمام کھڑکیاں کھول دیں۔ اب یہ خوشبو ہمیں ایک نعمت محسوس ہونے لگی اور وجود ہلکے پھلکے ہو گئے اور کچھ دیر بعد یہ خوشبو آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔ جب میری قلندر پاکؒ سے ملاقات ہوئی اور کچھ عرصے کے بعد دستار بندی کا واقعہ سنا تو یہ بالکل وہی دن تھا اور وہی گھڑی تھی جس لمحے قلندر پاکؒ کی دستار بندی کے دوران آپ مشاہدہ حق سے روشن ہوئے۔ دراصل یہ خوشبو ایک وارث کیلئے رحمت بنی اور اللہ پاک نے جو کام لینا مقصود تھا اسی کے آثار ظاہر ہوئے۔ لفظ محبت ماخوذ ہے لفظ حبہ سے، جس کا مطلب ہے بیج اور نگاہِ قلندرؒ سے جو بیج بویا گیا اُس کا پھلدار درخت بننے کے لیے ایک فطری وقت درکار ہے، جس میں موسم کی سختی جھیلنا شامل ہے اور انسانوں میں اس پھل دار درخت کی مانند ہونا، نفس کی تمام سرکشیوں اور سختیوں سے خود کو بچانا ہے۔ اور دل میں محبت کی پروان تمام سختیوں، مصیبتوں اور بلاؤں سے اثر پذیر نہیں ہوتی اور بالآخر برگ و بار لاتی ہے اور تمام وسوسوں سے نجات ملی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بڑے بھائی سیّد زاہد عزیر نے ایک دفعہ ازراہِ ہمدردی ہمارے ایک مشترکہ دوست سیّد نجم الحسن کے ہاتھ یہ پیغام بھجوایا کہ میں بابا سے دور رہوں کیونکہ آپؒ بہت بدنام ہائے زمانہ ہیں اور یہ تعلق میری نوکری کے لیے مسائل لا سکتا ہے۔ میں نے یہی جواب دیا کہ دیکھی جائے گی اور لوگوں نے ویسے کسر کوئی نہیں چھوڑی اور مخالفتوں کا ایک جمِ غفیر کھڑا بھی کیا جو محض وقتی ثابت ہوا اور قلندر پاکؒ کی نظرِ عنائیت نے اُن تمام مشکلات اور سازشوں سے بے نیاز کر دیا۔ تمام سازشی وقت کے ساتھ بے نقاب ہوئے اور اپنے ہی نفس کے ہاتھوں مجروح ہوئے۔ قلندر پاکؒ کے ایک عقیدت مند نے ایک دفعہ مجھے

ٹیلی فون کیا اور مجھے سمجھایا کہ تم نے پہلے بھی حضرت بری امامؒ کی دستاویزی فلم میں انہیں شامل کیا تھا اب پھر میں نے سنا ہے کہ میاں محمد بخشؒ پر بننے والی دستاویزی فلم میں دوبارہ قلندر پاکؒ کے تاثرات کو ریکارڈ کیا ہے، کیوں اپنی نوکری کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ اول تو مجھے سخت تعجب بھی ہوا اور جلال بھی آیا کہ یہ کیسے پیار کرنے والے ہیں جو بغض اور حسد سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے اپنے خیال کو اس لیے رد کر دیا کہ شاید یہ میرے نفس کے اندر کی کسی چھپی شرارت سے مجھے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ اس بات کا ذکر بھی میں نے قلندر پاکؒ سے نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نے مجھے کسی بھی زچ پن سے محفوظ کر لیا اور میری استقامت کو برقرار رکھا۔ قلندر پاکؒ جب بھی قیام فرماتے بہت لوگ آپؒ کو ملنے آتے اور آپؒ ہمیشہ میری بیگم صاحبہ کو یہ حکم دیتے کہ لنگر تیار کیا جائے۔ لوگوں سے ملنے کے دوران آپؒ کچن میں ضرور جاتے اور آپؒ ماں جی کا حوصلہ بڑھاتے اور شفقت فرماتے، صبح ناشتہ کے بعد آپ اکثر ماں جی کے ساتھ خاصی دیر تک مست مست فرماتے اور اللہ کی عظمت کو اُن کے دل میں روشن کرتے۔ قلندر پاکؒ کو روٹی اور رات کا بچا ہوا سالن کھانا بہت پسند تھا۔ ایک دن میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپؒ ظہر کے وقت ہماری بیگم صاحبہ سے ذرا آگے کھڑے ہو کر نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ قلندر پاکؒ کی آپ سب کی ماں جی سے محبت بھی بے مثال ہے اور جب کبھی بھی لاہور کے لیے روانہ ہوتے تو جانے سے پہلے کہیں بھی ہوتے گھر آتے اور ملنے کے بعد شازیل کو پیار کرتے اور ہمیشہ اپنی جیب سے رقم نکال کر اُسے پیش کرتے۔

ایک دن میں نے قلندر پاکؒ کو فون کر کے بتایا کہ مجھے دفتر کی طرف سے حکم ملا ہے کہ ماہ ربیع الاول کے پہلے ۱۲ دنوں کے لیے قصیدہ بردہ شریف ریکارڈ کروں۔ آپؒ نے فرمایا ''سیّد

بہت درد سے ریکارڈ کرو۔ دیکھو بابے کو نور کا ایک ذرہ ملا تو بابے کی کیا حالت ہوگئی ہے حضرت رسول مقبول ﷺ تو سراپا نور ہیں‘‘۔اس حکم کے بعد میں نے اپنے دوست سیّد پرویز حیدر کو فون کیا اور انھیں بتلایا۔انہوں نے کہا آپ کے ذہن میں کوئی پڑھنے والا ہے میں تو سوچ میں پڑ گیا۔نعتِ رسول مقبول ﷺ پڑھنے والے تو بہت ہیں لیکن یہ تو عربی زبان میں ہے۔میں نے خوب سوچا پھر ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ قاری خوشی محمد صاحب سے پڑھوایا جائے کیونکہ قاری صاحب ہمارے پرانے دوست تھے اور اکثر کلام سیف الملوک ہارمونیم پر پڑھتے تھے۔ بنیادی طور پر بہت سریلے پن کے حامل تھے اور آپ کی تلاوت میں بھی یہ رنگ نمایاں نظر آتا تھا۔پھر قاری صاحب جامعہ الاظہر سے فارغ التحصیل تھے۔عربی پر بھی اُن کو خاصی گرفت تھی۔ جب میں نے قاری صاحب کو بلایا اور انہیں بتایا تو پہلے وہ گھبرائے کہ نعتِ پاک ﷺ کبھی بھی میوزک کے ساتھ نہیں پڑھی گئی۔ پھر ایسا کام پہلی دفعہ ہونے کو تھا۔لوگوں کے اعتراضات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے اسے دف اور عربی میوزک کے طرز پر کمپوز کروایا۔سیّد پرویز حیدر صاحب بہت یکسوئی کے ساتھ کام کرتے تھے۔ میں نے انہیں یہ بتایا کہ یہ قصیدہ بردہ شریف درحقیقت حضور ﷺ کی شان میں ایک طویل نعت ہے اور لکھنے والے حضرت امام بوصیریؒ جنہیں فالج کا مرض بھی لاحق تھا،اس کی تکمیل کے بعد خواب میں زیارت سیّد الانبیاء ﷺ بھی ہوئی اور فرمایا کہ بوصیریؒ ہمیں یہ قصیدہ پڑھ کے سناؤ اور سننے کے بعد آپ ﷺ مسکرائے اور اپنا ہاتھ امام بوصیریؒ کے وجود پر پھیرا اور اپنی چادر آپؒ پر ڈال دی۔امام بوصیریؒ کی جب آنکھ کھلی تو آپؒ کا فالج بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور وجود پر سرکار خیر البشر ﷺ کی عطا کردہ چادر مبارک موجود تھی۔چادر کو عربی زبان میں بردہ کہتے ہیں اس لئے یہ کلام قصیدہ بردہ شریف کے نام سے مشہور

ہوا۔ میرا نقطہء نظر یہ تھا کہ جس کلام کو سن کر رحمتہ اللعالمین ﷺ مسکرائے اور اپنی چادر بھی امام بوصیریؒ کو ہدیہ کر دی، اس قصیدہ میں کوئی ایسا راز پنہاں ہے جس سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔فالج ایک ایسا مرض ہے جس میں علاج صرف فزیوتھراپی ہےاور مریض کا اپنے وجود کے کسی بھی حصے پر کنٹرول ختم ہو جاتا ہے۔لہٰذا ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے نہایت یکسوئی سے محبت شہنشاہ پاک ﷺ میں پیش کیا جائے۔میں نے قاری صاحب کو کہا کہ ہمیں ۲۵ بچے بھی چاہیے ہوں گے جو بہتر ہے کہ آپ کے مدرسے سے ہی ہوں۔انہوں نے ہماری شرائط کے مطابق بچے اور بچیوں کا انتخاب کیا جن میں اکثریت حفاظ کرام کی تھی۔ پھر یوں ریہرسل شروع ہوگئی۔میں نے سیّد پرویز حیدر کو بتایا کہ ہم آڈیو اور ویڈیو اکٹھی کریں گے اور ۵ منٹ فی پروگرام کے حساب سے ۱۲ پروگرام تیار کریں گے۔ ہمارے ایک سینئر ساتھی اسکرپٹ ڈیپارٹمنٹ کے پروڈیوسر جناب سیّد علی اکبر شاہ گیلانی کی خدمات حاصل کی گئیں۔جنہوں نے ہمیں اشعار کا انتخاب کر کے دیا۔شاہ صاحب بہت خوفِ خدا رکھنے والے انسان تھے اور اولیاء سے محبت اُن کا خاصہ تھی۔آپ سرکارِ مدینہ ﷺ کا ذکر کرتے وقت آبدیدہ ہو جاتے۔۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء کو سیّد علی اکبر گیلانی صاحب واصل بحق ہوئے۔ اللہ اُن کے درجات بلند فرمائے (آمین)۔

جس دن ہماری ریکارڈنگ ہونا تھی ہم نے شام کا وقت مقرر کیا اور بچوں کے لئے سرکاری خرچ میں سے عمدہ لباس بھی بنوایا۔اسٹوڈیو میں ریکارڈنگ کے لئے ضروری تھا کہ کوئی سیٹ بھی ڈیزائن کیا جائے۔میرے اندر یہ سوچتے ہی صرف اسم گرامی شہنشاہ پاک ﷺ ''محمدؐ'' ہی ابھر کر خیال میں ایک چمکتا ہوا نظر آیا۔میں نے ایک دن پوری یکسوئی سے اس پر غور کیا پھر یہ

طے کرلیا کہ مٹی کے دیے اس طرح روشن کئے جائیں کہ جب وہ روشن ہوں تو صرف لفظ ''محمدؐ'' نظر آئے۔ ہمارے دوست پرویز نصرت اللہ اور خاتون ڈیزائنر رضیہ بیگم نے یہ فرائض انجام دیئے۔ جب ریکارڈنگ کا وقت قریب آیا تو قاری خوشی محمد صاحب نے بتلایا کہ اُن کے ایک استاد یمن سے تشریف لائے ہیں اور کیا وہ ریکارڈنگ میں آجائیں اس طرح تلفظ کی کسی بھی غلطی سے بچا جاسکتا ہے۔ یہ بتاتا چلوں حضرت امام بوصیریؒ کا تعلق بھی یمن سے تھا۔ اللہ کی طرف سے تمام رحمت کے اسباب اکھٹے ہوگئے۔ یمنی استاد جی نے ہر پروگرام سے پہلے اشعار کے تلفظ ٹھیک کئے اور یوں رات ایک بجے ریکارڈنگ ختم ہوئی۔ ایک بات کا تذکرہ بہت ضروری ہے کہ قصیدہ بردہ شریف خانقاہی نظام میں ہمیشہ سے مروج رہا ہے لیکن ٹیلی ویژن کے حوالے سے یہ پہلی کوشش تھی پھر اس میں دف بھی شامل تھا۔ دورانِ ریکارڈنگ ایک عجب واقعہ پیش آیا۔ ایک صاحب جنہوں نے پگڑی پہن رکھی تھی اور باریش بھی تھے اچانک کنٹرول روم میں داخل ہوئے اور بولے یہ کیا ہورہا ہے؟ میں نے ریکارڈنگ روک دی اور اُن صاحب کو کنٹرول روم سے باہر نکال دیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ہمارے ایک انجینئر صاحب کے پیر تھے اور انہوں نے لاعلمی کے سبب اُن کو یہ کہہ کر بلایا کہ یہ کچھ عربی زبان میں میوزک کے ساتھ ریکارڈ کررہے ہیں۔ جب اُن کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس ناسمجھ مرید کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کی اور دفتر کی طرف سے بھی اُن انجینئر صاحب کی سرزنش ہوئی۔

ریکارڈنگ سے اگلے دن ہم نے ابتدائیہ اور اختتامی کارڈز لگائے اور پروگرام تیار ہوگئے۔ قلندر پاکؒ کو میں نے ٹیلی فون کے ذریعے بتایا۔ آپؒ نے پوچھا ''سیّد بابا کس نے پڑھا ہے''؟ میں نے بتلایا۔ پھر آپؒ نے حکم دیا کہ ''اس کی VHS بنا کر مجھے بھیجو ہم اس کے

ذریعے فالج کے مریضوں کا علاج کریں گے''۔

جب یہ پروگرام چلنا شروع ہوا تو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ یہ واحد پروگرام تھا جس کا دورانیہ ۵ منٹ کے لگ بھگ تھا اور رات کے خبرنامہ سے پہلے نشر ہوتا تھا۔ یہ ۱۹۹۶ء کی بات ہے، پاکستان میں صرف ایک ہی چینل تھا اور لوگ اس کے پروگرام خصوصاً ڈرامے شوق سے دیکھتے تھے پھر قصیدہ بردہ شریف تو ربیع الاول کے دنوں میں نشر ہوتا تھا جب پی ٹی وی سے اس پاک مہینے کے حوالے سے بہترین پروگرام پیش کئے جاتے تھے اور راقم کی بحثیت ڈرامہ پروڈیوسر مشہوری بھی بہت تھی۔ اب لوگ روزانہ ۸ بج کر ۵۰ منٹ پر سکرین کے سامنے محو ہو جاتے اور آنکھیں بند کر کے اسے سنتے اور جھومتے۔ انہی دنوں میں پاکستان ائیرفورس کی ڈرامہ سیریل شہپر (SHAHPER) کی ریکارڈنگ کے لیے کامرہ ائیربیس پر تھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ آفیسر میس میں افسران بالکل خاموشی اختیار کر لیتے اور اسے بہت احترام سے سنتے۔ جس دن میں موجود تھا سب نے جب آخر میں میرا نام پڑھا تو پروگرام کے بعد میرے اردگرد اکھٹے ہوئے اور سب کا یہی خیال تھا گو یہ عربی زبان میں ہے لیکن سن کر جھومنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک ایسا ردھم محسوس ہوتا ہے جو ہمارا ظاہری دنیا سے رابطہ توڑ دیتا ہے اور سرورِ انبیاء ﷺ کی محبت کی مہک سینے میں روشن ہو جاتی ہے۔ اسی دوران مجھے جہاں بہت ساری ٹیلی فون کالز موصول ہوئیں اُن میں ایک کال ایک سیّد صاحب کی تھی جنھوں نے فرمایا کہ جب میں یہ سنتا ہوں میرے فالج زدہ جسم جس میں کوئی محسوسات نہیں ہیں ایک بجلی سی دوڑ جاتی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ مجھے اس کی ریکارڈنگ مل جائے۔ میری اس پروگرام کے حوالے سے معاونت کرنے والے سلیم شاہ اور حسنین ملک نے اپنی محبت سے کیسٹ خریدیں اور ہم نے Dubb کر کے

تقسیم کرنا شروع کیں۔ پھر کیا تھا تانتا بندھ گیا۔قلندر پاکؒ نے فرمایا فالج کے مریض اِسے دن میں ۳ بار، ۷ ایام تک آنکھیں بند کر کے اللہ کے روبرو ہو کر سنیں۔ اور ہر دفعہ سننے کے بعد آدھا گلاس پانی اس طرح پیئیں کہ وہ اللہ کے روبرو ہیں اور دل کی دھڑکن سے ۳ بار اللہ کہیں اور بند آنکھوں سے ۳ گھونٹ یا ۳ سانسوں میں پی لیں۔ فالج کے مریض ٹھیک ہونا شروع ہو گئے۔ ہر طرف سے آواز آنے لگی ہمیں ریکارڈنگ چاہیئے۔ ہم نے اپنی ذاتی حیثیت سے اسے پورا بھی کیا۔ جب کہ سرکاری سطح پر طلب سرکاری انداز سے کی گئی۔ جلد ہی یہ قصیدہ بردہ شریف صبح صبح مسجدوں سے بھی پڑھا جانے لگا پھر سکولوں میں بچوں نے پڑھنا شروع کر دیا پھر محافلِ میلاد کی زینت بن گیا۔ بعد میں میرے ہی ساتھیوں نے اسے تین چار زبانوں میں بھی پیش کیا۔لیکن قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا جو درد تمہارے پیش کردہ پروگرام میں ہے وہ کہیں نہیں۔صرف یہ ہی باقی رہے گا''۔

اسی سال پی ٹی وی ایوارڈ کی تقریب بھی منعقد ہوئی اور مجھے اس پروگرام کے لئے نامزد بھی کیا گیا لیکن ایک سازش کے تحت ایوارڈ ایک مذہبی گفتگو کے پروگرام کو دے دیا گیا۔قلندر پاکؒ میرے دفتر تشریف لائے تو ایک فنکارہ کا کی نے قلندر پاکؒ سے کہا آپؒ تو فقیر ہیں اور آپؒ کے ہوتے ہوئے سیّد صاحب کو اتنے خوبصورت پروگرام پر ایوارڈ نہیں ملا۔ آپؒ مسکرائے اور فرمایا ''ہم اپنا ایوارڈ اپنے دادا سے لیں گے،اس دنیاوی مورتی کو لے کر ہم نے کیا کرنا ہے''۔

اور یوں دل کی تسکین اور حُبِ رسول ﷺ کی مہک نے اس تمام لالچ سے محفوظ فرما دیا۔

قاری خوشی محمد صاحب کچھ عرصے کے بعد عارضے میں مبتلا ہو گئے۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''تم

قصیدہ بردہ شریف سنو، باقی زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے‘‘۔ قاری خوشی محمد صاحب کو مرض الموت لاحق ہو چکا تھا جس کے سبب وہ واصل بحق ہوئے۔ اللہ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

قاری صاحب کی ابتدائی شہرت بحثیت قاری کے تھی لیکن قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کے بعد آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ اب اُن کے صاحبزادے قاری نجم مصطفیٰ یہ قصیدہ بڑی محبت اور خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ قلندر پاکؒ ہمیشہ لوگوں کو یہ کہتے کہ سب قصیدہ بردہ شریف نہایت ڈوب کر سنیں۔ اور پھر بعد میں آپؒ سرکار نے نعت کے ذریعے لوگوں کا علاج بھی کیا۔ آپؒ اپنے گاؤں کے ایک نعت خواں سے ایک نعت ایک ہی نشت میں بار بار سنتے اور سرکار مدینہ فخر انبیاء ﷺ کی مدح سرائی فرماتے اور سراپا نورؐ کی عظمتِ خاص پر لوگوں کو مست مست کرتے۔

یہ بھی جان لیں کہ اس پروگرام کا ہونا بھی فقیر کی عطا ہے۔ آپؒ ہی فرماتے تھے چھوڑو یہ ڈرامے اور انسانیت کے لئے کام کرو۔ یہ میری خوس قسمتی کہ اس کام کو کرنے کے لئے اللہ پاک نے صدقے پاک محبوب ﷺ میرا ہی انتخاب کیا اور اس کے کرنے میں ہر قسم کی نفسی سرکشی سے محفوظ فرمایا۔ قصیدہ بردہ شریف ۱۲ پروگراموں کے بعد ٹیلی ویژن کی دنیا میں نعت رسولِ مقبول ﷺ کی پیشکش کا انداز بدل گیا۔ اب لوگوں نے اس پر بھی توجہ دینا شروع کی اور خوبصورت انداز پیشکش سے اس پاک مدح سرائی کو لوگوں میں مقبول بنایا۔ میں ایک دفعہ پھر وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ فالج کے مریضوں کو اسے نہایت محبت اور یکسوئی سے سننا چاہیئے، بیماری تو بہت چھوٹی چیز ہے اصل بات تو حُب اور متابعت سیّد الانبیاء ﷺ ہے۔ کسی بھی طریقہ

علاج کو مرّوج کرنے کے لئے اس کی قبولیت کو ممکن بنانے کے لئے ظاہر کی کسی الجھن کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کا اصل مقصود باطن کی پردہ کشائی ہے۔ ہمارے ہاں ایک الجھن بہت عام ہے کہ ہم کوئی بھی اچھا کام دفع بلا، مرض یا مصیبت کے لئے کرتے ہیں جب کہ اللہ کی محبت اور رسول کریم ﷺ کی متابعت سے غافل رہتے ہیں۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ پاک کے حبیب ﷺ جو تمام کائنات کے خزانوں کے مالک ہیں، رحمت اللعالمین ہیں، ہمہ وقت حصولِ قرب اور عافیت دارین کی خاطر اس قدر مجاہدات کرتے تھے کہ کئی کئی روز کھانا نہیں کھاتے تھے، روزے رکھتے تھے اور اس قدر شب بیداری کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرمان جاری ہوا۔ سورۃ طٰہٰ ''اے نبی ﷺ آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا گیا کہ اپنے آپ کو اس قدر تکلیف میں ڈالیں''۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تعمیر مسجد کے لیے اینٹیں اٹھا رہے تھے اور سخت تکلیف برداشت کر رہے تھے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ چھوڑ دیں یہ کام میں کر دوں گا تو فرمایا اے ابو ہریرہ کسی اور کی مدد کر میرے نزدیک آخرت کے آرام سے زیادہ بہتر کوئی آرام نہیں۔ حیان بن حارثؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جہاد کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا ''اگر تو خوشی سے جہاد کرتا ہوا قتل ہوگا تو اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز خوش وخرم اٹھائے گا۔ اگر تو ریاکاری سے جہاد کرتا ہوا مارا جائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ریاکار اٹھائے گا۔ اگر ثواب کی نیت سے مارا جائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ثواب کی نیت والا اٹھائے گا''۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ''جب رسول اللہ ﷺ کا اصحاب صُفہ پر گذر ہوا تو آپ ﷺ

وہاں ٹھہر گئے اور ان کے فقر، جدو جہد اور ان کے قلوب کے حال و مقام کو دیکھ کر فرمایا کہ اے اصحاب صُفہ تم کو بشارت ہو اور جو تمہارے بعد میری امت میں تمہاری روش اختیار کریں گے اور اپنے فقر پر راضی رہیں گئے وہ بھی جنت میں میرے رفیق ہوں گے"۔

کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ ولی اللہ کا ہونا اور اس کی محبت اختیار کرنا ایک رحمت ہے اور حکمِ خداوندی کی تائید ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا **و کونو مع الصادقین** (صادقین کی صحبت اختیار کرو) اور صادقین سے مراد اولیاء کرام ہیں۔ پھر ارشار ہوا۔ **و ابتغوا الیہ الوسیلة** (اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ یعنی ذریعہ شیخ و ھادی تلاش کرو)۔ اس آیت مبارکہ سے اللہ تعالیٰ تک رسائی یعنی قرب و وصال بھی ثابت ہو جاتا ہے جس کو اہلِ ظواہر کوئی اہمیت نہیں دیتے اور صوم و صلواۃ کو حصولِ جنت کا محض ذریعہ اور جنت کو مقصود بالذات قرار دیتے ہیں حالانکہ آیۃ **اِلیٰ رَبِّکَ مُنتَھٰھَا** میں منزل مقصود خود حق تعالیٰ ہیں جیسے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کو حضرت اویس قرنیؓ کی زیارت کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ وہ جواں مرد ہے کہ جس کی شفاعت سے میری امت کے اتنے لوگ نجات پائیں گئے جتنی کہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بکریاں ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی شفاعت سے مریدین نجات پائیں گئے۔

مرشد دا احسان میرے تے سارے لئے سب محتاجاں
اوہ رکھوالا سدا محمد، اوسے نوں سبھ لاجاں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا "**وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت یعنی پہچان کیلئے پیدا فرمایا" گویا ہم سب کی تخلیق کا مقصد معرفتِ

الٰہیہ ہے اوراس کے لیے حکم دیا گیا کہ جس نے نفس کو پہچانا اُس نے رب کو پہچانا۔اب اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مقصود دنیا کا حصول بنالیں تو پھر خود ہی فیصلہ کرلیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''میں تم سب کو ایک اللہ کے آگے جھکانے آیا ہوں'' پھر قرآن حکیم میں حکم آیا ''اور اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ''

ہم اپنی مرضی سے جو ہمیں آسان لگے وہ اختیار کرتے ہیں اور باقی کو اس لئے نہیں اختیار کرتے کہ یہ تو فقیروں کا کام ہے ہم تو دُنیادار ہیں۔ میں کہتا ہوں ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور کلمہ کی قبولیت کے حوالے سے تمام احکامات ہم پر لازم ہیں۔حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ''میں نے علم پر عمل کرنے سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں پایا''۔

قلندر پاکؒ بھی یہی فرماتے کہ ''قصے اور کہانیوں کا وقت گیا عمل کی ضرورت ہے۔جان لو کہ ہمیں ہر سانس کا حساب دینا ہے''۔جب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ خواجہ اویس قرنیؓ کے پاس پہنچے اور سیّدالانبیا ﷺ کا پیغام اُن کو پہنچایا اور امت کے لئے دعا کی درخواست کی اور کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھے رہے۔حضرت اویس قرنیؓ نے فرمایا کہ آپ کو یہاں آنے میں بہت تکلیف ہوئی ہے اب آپ واپس تشریف لے جائیں کیونکہ قیامت قریب ہے وہاں ہماری ملاقات ہوگی اور پھر وہاں سے واپس کوئی نہیں آئے گا۔کیونکہ اس وقت میں قیامت کے لیے تیاری میں مشغول ہوں۔سبحان اللہ۔۔ذرا غور فرمائیں ۱۵ صدیاں ہونے کو آئیں۔آپؒ کی اللہ سے ملن اور محبت کو دیکھیں۔

جب لوگوں نے دونوں جیّد صحابہ کرامؓ کے پوچھنے پر یہ کہا کہ ہے ایک اویس نامی شخص آبادی سے دور رہتا ہے دیوانہ ہے۔کسی کی صحبت میں نہیں بیٹھتا، جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں

کھاتا اور نہ شادی وخوشی کو جانتا ہے جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔

لوگوں کا ہنسنا اُن کی غفلت کے سبب ہے اور رونا مادہ سے محبت کی علامت ہے۔ حضرت امام حنبلؒ فرماتے ہیں ''جو شخص زور سے ہنستا ہے وہ آخرت سے بے خبر ہے'' مجھے میرے دوست شبیر شاہ صاحب نے بتلایا کہ جب 2005 کا زلزلہ آیا تو اس علاقے میں ایک سیّد مجذوب تھا وہ زلزلے سے پہلے اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنے سوئے ہوئے بڑے بھائی کو جگایا اور کہا ''بھیا بھیا اٹھ فرشتے گرز مارن لگے نی توں کہویں تے میں روکاں'' (یعنی بھائی اُٹھ باخبر ہو کہ فرشتے زمین پر گرز مارنے لگے ہیں اگر تو کہے تو میں اُنکو روک دوں)۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو برا بھلا کہا اور تجھے نظر نہیں آتا میں روزہ رکھ کر نماز پڑھ کر لیٹا ہوں، چل بھاگ یہاں سے پاگل کہیں کا۔ ان سیّد مجذوب صاحب نے اپنے بھائی کو تین مرتبہ یہی پیغام دیا اور ہر بار بے عزتی کے الفاظ سہے بالآخر وہ گھر سے باہر نکل آئے۔ قیامت کا زلزلہ آیا ہر شے اوپر نیچے ہوگئی، لوگوں کی چیخ و پکار اور آہو بکا ہر طرف سنائی دے رہی تھی اور سیّد صاحب اڑتی مٹی دھول میں ہنس رہے تھے اور یہی کہہ رہے تھے 'ھلے تے چھوٹی فلم چلی اے وڈی ریل چلنی باقی اے' (یعنی ابھی تو چھوٹی فلم چلی ہے بڑی فلم تو باقی ہے) **قلندر پاکؒ نے فرمایا: ہم اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ لوگوں کی شادیوں اور جنازوں میں شریک ہوں مخلوق سے اعراض ہی اللہ سے تعلق کی مضبوطی ہے۔** حضرت خواجہ اویس قرنیؓ نے فرمایا (سلامتی تنہائی میں ہے) کیونکہ جو شخص تنہائی اختیار کرتا ہے لوگوں کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ ہر حال میں خلق سے ناامید ہوتا ہے اور سب سے منہ موڑ کر ایک کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے فرمایا: وحدت تنہائی اکیلے

رہنے کا نام نہیں کیونکہ جب تک شیطان کا دل پر غلبہ رہتا ہے نفس اس پر حکمرانی کرتا ہے اور دنیا و عقبٰی کے تفکرات دامن گیر رہتے ہیں اور خلق خدا کا خیال دل پر غالب رہتا ہے اس وقت تک حقیقی تنہائی (گوشہ نشینی) نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ خواہ خلق خدا کی صحبت ہو یا اس کا خیال دل میں جاگزیں ہو دونوں برابر ہیں۔ وحدت یہ ہے کہ اگرچہ وہ صحبت خلق اختیار کرتا ہے اس سے اس کے حق کے ساتھ مشغولی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور جو شخص مشغول بخلق ہے اگرچہ وہ تنہائی اختیار کرتا ہے مشغولئ حق سے محروم رہتا ہے۔ اس لئے حقیقی وحدت اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ حق تعالیٰ کی صحبت میں پیوست ہو جاتا ہے اور خلقت کا خیال دل سے اٹھ جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں۔

قلندر پاکؒ نے اسی لئے تنہائی کا حکم دیا تھا اور تمام قسم کے مجمع سے دور رہنے کو کہا تھا کہ وزن کے ساتھ آپ وحدت کی طرف پرواز نہیں کر سکتے۔ لوگوں کا ہجوم آپ کو غفلت کی طرف لے جائے گا اور نفس اپنی شرارت کی چالیں چلتا رہے گا۔ دنیا کی محتاجی کا خیال دل سے دور ہوگا تو ہی خیالِ شیخ دل میں پختہ ہوگا اور نفس پر غلبہ پا سکے گا اور اپنی تلاش ممکن ہوگی۔ لوگوں سے ملنا محض اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے ہو اور ہمارے معاملے میں درد انسانیت کا پیغام دینا یعنی سورۃ الرحمٰن کا پیغام پہنچانا مرشد کے حکم کی اطاعت ہونا کہ اپنی شہرت کیلئے عقیدت مندوں کا ہجوم اکٹھا کرے۔ خدمت خلق اس وقت انجام دی جا سکتی ہے جب انسان اپنے آپ کو خادم سمجھے اور ساری خلقت کو مخدوم سمجھے۔ یعنی ہر ملنے والے کو بلا امتیاز اپنے سے بہتر جانے۔ یہ خدمت نہیں ہے کہ کسی کو مخدوم بھی سمجھے اور اپنے آپ کو مخدوم سے افضل سمجھے کیونکہ یہ واضح خسارہ اور دھوکہ ہے۔ اور آفات زمانہ میں سے ایک آفت ہے اور خدمت حق تعالیٰ اس وقت

ممکن ہے کہ دنیا اور عقبیٰ کی تمام لذات کا خیال دل سے نکال دے اور حق تعالیٰ کی عبادت خالص حق تعالیٰ کیلئے کرے (نہ کہ خوف دوزخ یا طمع جنت)۔ کیونکہ جو شخص بہشت کی خاطر عبادت کرتا ہے تو اس کا معبود بہشت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ۔

جیسا کہ ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ ایک ہاتھ میں آگ کا پیالہ اور ایک ہاتھ میں پانی کا پیالہ لئے جا رہی تھیں۔ کسی نے آپؒ سے جب اس بارے میں دریافت کیا تو آپؒ نے فرمایا اس آگ سے جنت کو جلاؤں گی اور پانی سے دوزخ کو بجھاؤں گی کہ لوگ جنت کے لالچ سے اور دوزخ کے خوف سے عبادت کرتے ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں۔

کائنات میں سب سے افضل بات کلمہ پاک ہے یعنی اللہ کی محبت اور شہنشاہ رسول کریم ﷺ کی متابعت۔ اس لئے تمام فقیروں کو سلام جنہوں نے ہمارے قلوب کو یہ روشنی عطا کی۔ اس سے بیشتر کہ بات آگے کی طرف بڑھاؤں ایک نقطہ بہت ضروری یاد آ گیا۔ ایک دن میں گھر میں موجود تھا کہ ایک پیار کرنے والے سہیل چیمہ اپنی بھتیجی کو لیکر آئے اور کہا شاہ جی دعا کریں میری یہ بھتیجی میڈیکل میں داخلے سے رہ گئی ہے حالانکہ اس کے نمبر بھی میرٹ سے زیادہ ہیں۔ میں نے اس بیٹی کو دعا کروائی اور وہ دورانِ دعا ہی بے ہوش ہوگئی۔ جب وہ ہوش میں واپس آئی تو میرے منہ سے نکلا بیٹا اگر تجھے داخلہ نہیں ملے گا تو کسی کو بھی نہیں ملے گا اور جس میڈیکل کالج میں تو داخلہ چاہتی ہے تیرے داخلہ نہ ہونے کے سبب اس کالج کا بھی نام ونشان نہیں رہے گا۔ بات آئی گئی ہوگئی، چند ہی ایام میں ایسا معاملہ ہوا کہ تمام داخلے کینسل ہو گئے اور ایک نئی پالیسی وضع کی گئی اور چیمہ صاحب کی بھتیجی کو داخلہ مل گیا۔ قلندر پاکؒ سے کسی نے جب اس واقع کا ذکر کیا تو آپؒ نے مجھے فون کر کے کہا بیٹا جو کچھ تم نے کہا حالت سُکر میں کہا۔ یقینی طور پر مجھے یہ

بات اس وقت سمجھ میں نہیں آئی بعد میں جب تنہائی اختیار کر کے تصوف میں صحو اور سُکر کے موضوع پر پڑھا تو کچھ کچھ میری سمجھ میں آئی۔لیکن یہ سب تو قلندر پاکؒ ہی کی نسبت اور نظر خاص سے ممکن ہوا اور یہ محض ایک لمحاتی کیفیت تھی۔

سُکر سے مراد وہ بے خودی اور محویت ہے جو سالک پر قربِ حق میں طاری ہو جاتی ہے۔ یہ استغراق مقام فنافی اللہ کا ثمرہ ہے۔صحو کا مطلب ہوشیاری ہے۔جب سالک مقام فناء کو ترک کر کے مقام دوئی پر واپس آتا ہے تو غلبہ استغراق سے نکل جاتا ہے علم روحانیت کی اصطلاح میں اس قسم کے قرب کو فناء فی صفات اللہ کہا جاتا ہے۔اس سے اوپر کا درجہ فناء فی ذات اللہ ہے اس کے بعد فناء الفناء ہے جہاں پر یہ شعور بھی مٹ جاتا ہے کہ وہ فناء فی اللہ ہے۔اس کے بعد مقام بقاء باللہ (ہوشیاری۔صحو) ہے کہ جب سالک نزول کر کے اپنی خودی میں واپس آجاتا ہے اور فرائض زندگی انجام دیتا ہے۔مقام فناء مغلوب الحالی ہے جب کہ مقام بقاء غالب الحالی ہے۔اب یہ بھی یاد رہے کہ فناء فی اللہ کا سالک ہمیشہ فناء میں اور بقاء باللہ کا سالک ہمیشہ بقاء میں رہتا ہے بلکہ جب چاہتا ہے فناء میں چلا جاتا ہے اور جب چاہتا ہے بقاء میں واپس آجاتا ہے۔مقام فناء کو عروج اور مقام بقاء کو نزول اور عبدیت کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔اور مقام عبدیت یا عبودیت رسول اکرم ﷺ کا خاصہ ہے۔جہاں پہلی امتوں میں فناء فی اللہ آخری مقام تھا اسلام میں بقاء باللہ آخری مقام ہے۔اور بقاء باللہ میں سالک بیک وقت ذات حق کے ساتھ وصال کے مزے بھی لیتا ہے اور درد و فراق کی لذت سے محفوظ بھی ہوتا ہے۔(کشف المحجوب)

حضرت بایزید بسطامیؒ جو مغلوب الحال تھے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ یحیٰی بن

معاذؒ نے انکو خط لکھا کہ آپکا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اسے بحرِ محبت سے ایک قطرہ ملا ہوا اور وہ اس میں مست ہو۔ آپؒ نے جواب دیا۔

آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ شراب محبت کے تمام سمندر نوش کر گیا ہو اور پھر بھی ہل من مزید (اور لاؤ) کے نعرے لگا رہا ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ سکر کی دو اقسام ہیں ایک شراب مئودت (یعنی مال مست) اور دوم شراب محبت (یعنی حال مست) پہلی قسم یعنی شراب موَدت نتیجہ ہے نعمت کا یعنی نعمت ملنے پر حاصل ہوتا ہے اور شراب محبت بلا علت ہوتا ہے جو منعم (نعمت دینے والے) کے مشاہدہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جو نعمت سے خوش ہوا وہ نفسانیت میں رہ گیا اور خود غرض رہا اور جس نے منعم کو دیکھا یعنی خالق کو دیکھا وہ خود بینی (خود غرض) سے باز رہا ایسا شخص اگرچہ سُکر میں ہوتا ہے تاہم اُسکا سُکر بھی صحو ہوتا ہے۔

سُکر و مستی کسبی نہیں (کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتی) اور جو چیز کوشش سے باہر ہے اس کو اپنی طرف منسوب کرنا غلط ہے اور اس کی تقلید محال ہے۔ لیکن اہل صحو حالتِ سُکر سے آزاد ہوتے ہیں اور نہ ہی سُکر (استغراق) کو اپنی مرضی سے اپنے آپ پر وارد کیا جا سکتا ہے۔ مغلوب الحال خلق خدا کی طرف توجہ نہیں کر سکتا جب تک کہ استغراق سے باہر ہو کر مقام صحو پر نہیں آتا۔ قلندر پاکؒ کو ہی لیجئے بالکل ابتدائے زمانہ میں نہایت استغراق کے عالم میں تھے۔ پھر آپؒ اپنی مغلوب الحالی سے نکل کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے اور حتیٰ کہ آخری ایام میں یہی فرمایا ”دعا کرو کہ بابا کی ہر سانس انسانیت کے کام آجائے“۔

یہ بھی یاد رہے کہ سُکر کو فناء کے ساتھ مخلوط نہیں کرنا چاہیے۔ سُکر کا مطلب ہے بے خودی،

محویت اور استغراق جو مقام فناء فی اللہ سے بہت پہلے یعنی سلوک کے ابتدائی مراحل میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ بعض اوقات سلوک شروع کرنے سے پہلے بھی ایک عام آدمی پر طاری ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی اچھی بات سن کر کانپنے لگنا اور بے ہوش و بے خود ہو جانا۔ جیسا کہ میرے بارے میں قلندر پاکؒ نے فرمایا ''جو کچھ تم نے کہا حالت سُکر میں کہا'' اور جیسے دعا مانگنے والی بچی کا بے ہوش ہو جانا۔

لیکن فناء سے مراد وہ اعلیٰ وارفع مقام ہے جب سالک سلوک الی اللہ کے آخری منازل پر پہنچ کر اپنی نفسانیت اور اپنی خودی کو کھو دیتا ہے اور اس قدر پاک منزہ کہ ذاتِ حق میں واصل ہو جاتا ہے۔ قلندر پاکؒ اپنے ہمعصر فقیروں کے بارے میں یہی فرماتے ''تمہارے بابا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بلند کیا اور بابا وہاں چلا گیا کہ باقی فقیروں کو اس کی خبر ہی نہیں'' اور آپؒ اکثر و بیشتر ان اصطلاحات کا ذکر ضرور فرماتے مال مست اور حال مست۔ آپ غالب الحالی میں اس مقام پر تھے کہ باضابطہ طور پر اخبارات میں کالم لکھئے اور ہر وقت دردِ انسانیت کا راگ آلاپتے۔ ایک دفعہ آپؒ نے کاغذ قلم میرے ہاتھ میں دیا اور فرمایا ''سیّد بابا لکھو جو میں بولوں''۔

آپؒ دیوانہ وار کمرے میں پھرتے اور اپنی چھڑی کو زمین پر مارتے اور فقرے لکھواتے، درمیان میں فون آ جاتا تھا اُسے بھی سنتے پھر دوبارہ پچھلا پڑھوا کر آگے لکھواتے۔ جب بہت دیر ہوگئی تو میں نے کہا ''بابا آپ حکم کریں تو میں لکھ دیا کروں کالم'' آپؒ سن کر مسکرائے اور یہی فرمایا ''یہ وقت بھی آ جائے گا''۔ آپؒ کے پردہ کرنے کے بعد میں نے ''الرحمٰن'' کے نام سے اخبارات میں کالم لکھے۔ قلندر پاکؒ معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کرتے اور اس کے حل کی

تجاویز بھی پیش کرتے۔ میرے مضامین کا مقصود تمام قسم کی معاشرتی الجھنوں سے نجات کے لیے سورۃ الرحمٰن کا سننا تھا گویا ہر چیز آپؒ کی نظر سے ممکن ہوئی۔

بحثیت ایک ڈیوٹی کے فقیر آپؒ عاشورہ محرم والے دن ہمیشہ بڑے جلوس کے اختتام تک ڈیوٹی دیتے تھے۔ عاشورہ کے جلوس سے پہلے ہی آپؒ بھاٹی گیٹ تھانے میں موجود رجسٹر پر یہ تحریر فرماتے کہ ''محرم کا جلوس خیر و عافیت سے اپنی منزل پر پہنچ جائے گا''۔ ایک دن عاشورہ کے روز بعد دوپہر جب میں اور راجہ ماجد بابا ؒ ھارلے اسٹریٹ سے ملنے جارہے تھے تو ہم نے آپؒ کو فون کیا۔ پتہ چلا آپؒ اپنی موج و مستی میں تھے اور ہمیشہ کی طرح ڈیوٹی پر تھے۔ میں نے کہا بابا بس آپؒ یہ کام چھوڑ دیں اور یہ ڈنڈا میرے ہاتھ میں دیں میں خود ڈیوٹی دوں گا۔ آپؒ میری بات سن کر مسکرائے اور فرمایا ''اچھا سیّد بابا یہ وقت بھی آہی جائے گا''۔ میری محبت کی حالت دیکھیں کہ کس قدر خطرناک اور نازک معاملے پر بغیر کسی خوف کے داخل ہونے کو تیار تھا۔ لیکن آج یہ بھی سوچتا ہوں کہ مجھے ایسی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ لیکن میری سادگی کی انتہا دیکھیں اور پھر یہ سوچتا ہوں کہ محبت کی یہ قوت بھی تو عطائے ربّانی ہے اور میرا جنون کسی کی نگاہِ رحمت سے پروان چڑھا۔ آپؒ نے ہی فرمایا ''سیّد بابا پہلے پروانہ بنا پھر جل کر فرزانہ اور بالکل خاک ہوکر دیوانگی میں داخل ہوگیا''۔ میں اکثر و بیشتر قلندر پاکؒ سے ملنے لاہور جاتا۔ ایک رات آپؒ سے پیار کرنے والی بہت ساری کاکیاں جمع تھیں تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ''آج سیّد بابا مست مست کرے گا''۔ میں نے فوراً ساری کاکیوں کو کہا کہ اپنا رُخ میری جانب کرلیں۔ اور پھر اللہ پاک کے ذکر کی بات شروع کردی اور جلد ہی صوفیاء کی محبت کا ذکر تواتر سے ہونے لگا تو قلندر پاکؒ نے ایک دم مجھے روکا اور فرمایا ''میری بیٹیاں بابے کی طرف رخ

کرلیں''۔سب نے اُدھر کو رُخ کیا تو پھر فرمایا ''جو سب سے زیادہ دیوانہ ہے وہی بابے کا وارث ہے۔چلو سیّد بابا دوبارہ گفتگو شروع کرو۔'' اور یوں ذِکر اللہ سے گفتگو کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ بہت دیر تک جاری رہا۔ یہ قلندر پاکؒ ہی کی محبت کی نگاہ کا ثمرہ ہے جو آج زبان اور قلم کی روانی کی صورت میں موجود ہے۔ میرا مشرب صرف اور صرف شیخ کی محبت ہے۔ مجھے کسی عہدے، مقام سے محبت نہیں بس آپؒ کا ذکر ہی میری عبادت کا خاصا ہے۔ایسا بھی ہوا کہ ابتدائی ایام میں جب آپؒ ملامت کے سبب ہدفِ تنقید بنے رہتے اور جب کوئی میرے سامنے ایسی بات بھی کرتا تو محبت کی غیرت کے سبب میری آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور جسم آگ کی طرح گرم ہو جاتا اور پھر ایسے شخص کی بھی حالت رونے والی ہو جاتی اور وہ اپنے کہے ہوئے الفاظوں پر معافی مانگتا۔اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا حتیٰ کہ ایک دن قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا میں نے آپ کو آگ سے نکال کر برف میں لگا دیا ہے۔آگ کا جلا پھر بچ جاتا ہے برف کا ڈسا نہیں بچتا''۔آج یہ بات سوچتا ہوں کہ ڈھلائی کا کام بھی تو صاحبِ ہنر کا آرٹ ہے۔کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ''نفس ایک باغی کتا ہے جس کا چمڑا صرف دباغ (چمڑا رنگنے والا) ہی پاک کر سکتا ہے'' یہاں اس سے مراد مجاہدہ نفس ہے یا شیخ کامل۔

جب آگ پر کسی چیز کو پکایا جاتا ہے تو اس کا مقصود اس چیز کو پگھلا کر ایک نئی شکل دینا مقصود ہوتا ہے اور جب نئی شکل بنتی ہے تو اسے ٹھنڈے پانی میں ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ نئی شکل قائم یعنی مستحکم ہو جائے۔اب جو ابتداء ہے وہی انتہا ہے لہٰذا اب محبت نے ایک نئے روپ کو جنم دیا۔اس روپ کو صافی کہتے ہیں جو غرقِ محبت ہوا اور جو غرقِ محبوب ہوا اور غیر اللہ سے آزاد ہوا اس کو صوفی کہتے ہیں۔غرقِ محبت سے مراد مجاہدات کے ذریعے حق تعالیٰ تک بڑھنا اور غرقِ

محبوب کا مطلب ہے ذاتِ حق تک رسائی حاصل کر کے سیر فی اللہ یعنی فناء فی اللہ میں مشغول ہو جانا۔

غرقِ محبت بھی عطا ہے جیسے اللہ پاک نے سب کو سلامتی کی طرف چلنے کا حکم دیا ''اللہ سب کو دارالسلام کی طرف بلاتا ہے'' پھر یہ کہہ کر ہدایت میں فرق کر دیا ''جسے وہ چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے'' یعنی دعوت عام ہے اور ہدایت اس کی اپنی مشیت ہے۔

مجھ عاجز اور ادنیٰ انسان پر قلندر پاکؒ کی نگاہِ الفت تو ملاحظہ کیجئے۔ ایک دن کراچی سے سمیعہ کاکی نے فون کیا اور کہا کہ رات باباجیؒ یہ فرما رہے تھے ''سیّد کو بابا کی بالکل ضرورت نہیں یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ بابا کے ساتھ چلتا ہے''، آج بھی جب یہ بات سوچتا ہوں تو دل بھر آتا ہے۔ میرے لئے لوگوں کے دلوں میں احساس عظمت پیدا کرنا صرف ایک شیخ کامل ہی کی محبت ہے۔ ایک موقع پر آپؒ نے مجھ سے فرمایا ''اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کو کون اکھاڑتا ہے'' کسی پودے کو سینچنا اور وہ بھی محبت سے صرف اور صرف اللہ والوں کا خاصہ ہے۔ ایسا تعلق جس میں نسلی یا جسمانی کوئی تعلق بھی نہ ہو غرض وغایت سے پاک وصاف ہو۔ ہمارے محترم دوست زاہد جھنگوی صاحب نے ایک دن ذکر کیا کہ اُن کے دفتر میں قلندر پاکؒ تشریف لے گئے وہاں ہمارے عالمِ دین حکیم سیّد سرو سہارنپوری مرحوم بھی موجود تھے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا وہ ہیرا ہے جس کا خریدار بھی انمول ہے، آج بابا چاہے تو سارا پاکستان اس کی عقیدت ومحبت میں پیچھے لگا دے لیکن بابا ایسا نہیں کرے گا۔ سیّد ہی کے سبب یہ پی ٹی وی مضبوط ہے جس دن وہ چھوڑ کر چلا گیا یہ ادارہ ۶ ماہ میں لرز کر بیٹھ جائے گا''۔ یہ بات سن کر جناب سرو سہارنپوری نے فرمایا بابا اگر ٹی وی والوں کو پتہ چل گیا کہ شاہ صاحب کون ہیں تو

۔۔۔۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''کیا کسی کو پتہ چلا کہ بابا کون ہے؟ آج لوگوں کو پتہ چل جائے میری حقیقت تو یہ فرطِ عقیدت میں بابے کی بوٹیاں نوچ کر تبرک کے طور پر گھر میں رکھ لیں گے''۔آپؒ ہمیشہ یہی فرماتے کہ برِ صغیر پاک و ہند میں رہنے والے محسن کُش ہیں انہوں نے ہمیشہ اپنے محسنوں کو سولیوں پر چڑھایا ہے''۔پتھر کو تراش کر ہیرے کا روپ دینا صرف جوہری کا ہی کام ہے۔ یہ ساری باتیں لکھنے کا مقصود صرف یہی ہے کہ انسان اختیار کے تحت قربِ حق کی طرف نہیں بڑھ سکتا سب کچھ کسی کی نگاہ کے سبب ہے۔آج ہم اگر نفس کی بات کرتے ہیں تو یہ بھی اسی کی نگاہِ الفت کا خاصہ ہے۔آج جب ہم مخالفتِ نفس میں شدت کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد نیک نہیں ہو جانا بلکہ اللہ کے دوست کی محبت میں پہچان کے راستے کی آگاہی ہے۔نفس کی شرارت سے آگہی اور ندامت کی دولت شیخِ کامل کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

میں نیواں میرا مرشد اُچاّ اساں اُچیّاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اُچیّاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

قلندر پاکؒ آنے والے واقعات و حادثات کو کچھ اس انداز سے بیان کرتے کہ سننے والے کو سمجھ نہ آتی۔مثلاً ایک موقعہ پر پاکستان کی خاتون وزیراعظم کے حوالے سے فرمارہے تھے ''سوہنی کاکی کا میک اپ اتر رہا ہے، سیلاب آنے والا ہے، کوئی ہے جو اس سوہنی کاکی کا میک اپ ٹھیک کر دے''۔لوگ سنتے اور ہنس دیتے۔پھر ایک دن ایک لیڈی میک اپ آرٹسٹ جب دُعا کیلئے آئی تو اُس سے بھی یہی فرمایا ''او بیٹا تمہاری سوہنی کاکی کا میک اپ اتر رہا ہے کیا تم یہ میک اپ کر سکتی ہو''؟ اُس نے معصومانہ سادگی میں جواب دیا ''باباجی اُن کے پاس نہایت اعلیٰ نوعیت کے میک اپ والے ہیں میری کیا حیثیت ہے''۔قلندر پاکؒ یہی فرماتے ''بیٹا وہ اُسکا

میک اپ ٹھیک نہیں کر سکتے''۔ وہ لیڈی میک اپ آرٹسٹ سوالیہ نشان بن کر رہ گئی اور پھر دعا کے بعد رخصت ہو گئی۔ قلندر پاکؒ ہر ایک سے یہی فرماتے سب کے پاس کوئی بھی جواب نہ تھا۔ پھر آپؒ فرماتے ''جانے والوں کو کون سلام کرتا ہے سب چڑھتے سورج کی پوجا کرتے ہیں''۔ جب اللہ کا امر آجاتا ہے تو فقیر اس امر کے ظاہر ہونے کی زبان بن جاتا ہے۔ ایک اور موقعہ پر آپؒ ہر روز یہی شعر دوھراتے۔

جس دور میں لُٹ جائے فقیروں کی کمائی

اُس دور کے حاکم سے کوئی بھول ہوئی ہے

ایک دن اِسی عالم میں اسلام آباد ہوٹل تشریف لے گئے وہاں انکی ناصر زیدی صاحب سے ملاقات ہوگئی جب وہاں بھی یہی شعر پڑھا تو ناصر زیدی صاحب نے یہ کہا کہ بابا اس شعر میں لفظ حاکم نہیں ''سلطان'' ہے۔ آپؒ نے فرمایا ''ابھی حاکم کی باری ہے، سلطان کی باری بعد میں آئے گی''۔ لوگ آپؒ کا استعارہ سمجھنے سے قاصر رہتے۔ درحقیقت لوگ آپؒ سے ملکی حالات کے معاملات پر ضرور استفسار کرتے، اپنے معاملات پر بھی پوچھتے جیسے وہ کوئی نجومی ہوں یا علم الاعداد کے ماہر ہوں۔ آپؒ ہمیشہ مسکراتے اور یہی فرماتے ''بابا دعا کر رہا ہے''۔ آپؒ کسی بھی وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے قبل اپنی موج میں گفتگو کرتے اور پھر خاموش ہو جاتے اور اول الذکر کسی بات کا ذکر تک نہ کرتے۔ اسلام آباد میں کسی بابا ملتانی کا ذکر سن کر اُدھر پہنچ گئے۔ وہاں پر بے تحاشہ رش دیکھ کر مسکرائے کیونکہ لوگوں میں اعلیٰ عہدوں والے سرکاری افسران بھی شامل تھے۔ آپؒ نے بابا ملتانی کے اردگرد عوام کا ہجوم دیکھ کر فرمایا ''بابا ملتانی سوہنی کاکی کو بتادو کہ اسکا میک اپ اتر رہا ہے۔ میک اپ ٹھیک کروائے ورنہ سیلاب بہا کر لے

جائیگا''۔اس پر بابا ملتانی نے کہا میں کیوں کہوں خود جا کر کہو۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''نوشتہ دیوار پڑھو ہر جگہ تحریر موجود ہے اور یاد رکھ اگر بابے کی بات جھوٹ نکلے تو تُو سچا اور اگر سچ نکلی تو کوئی اور سچا''۔چند ہی دنوں کے اندر CDA نے بابا ملتانی کے گھر کے اردگرد موجود تمام تجاوزات کو مسمار کر دیا اور پھر وہ سیلاب آ ہی گیا اور وزیراعظم کی حکومت ختم کر دی گئی۔اسی موقعہ پر آپؒ نے جو فیصلہ لکھا ''خُدا جنوبی پنجاب پر مسکرا رہا ہے اس بار موسیٰ جنوبی پنجاب سے ہی آئیگا''۔

چند ایام ہی گزرے تھے کہ مجھ سے فرمایا ''سیّد بابا وہ بابا ملتانی سے ملنے جانا ہے'' اور ہم جب اس کے گھر پہنچے تو وہاں سوائے ویرانی اور اجاڑ کے کچھ بھی نہ تھا۔جب گھر کے اندر داخل ہوئے تو ایک شخص دھوتی پہنے چارپائی پر بیٹھے دھوپ سیک رہے تھے اور یہی بابا ملتانی تھے۔قلندر پاکؒ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور بولے ''میں نے آپکو بارگاہ رسالت میں موجود دیکھا ہے۔بابا مسکرائے اور کہا '' کچھ دن پہلے تو تمھیں خبر ہی نہ تھی یہ اچانک کیسے سچائی نظر آنے لگی''۔چند لمحے وہاں رُکے اور پھر حکم دیا ''چلو سیّد بابا''۔آپؒ یہی فرماتے ''جس کے پاس فیض ہو بابا اسکو ضرور دیکھنے جاتا ہے کہ آیا فیض کا غلط استعمال تو نہیں ہو رہا اور اگر ایسا ہو تو بابا فیض کو سلب کر لیتا ہے،سلب کر لیتا ہے''۔اور ایسے ان گنت واقعات موجود ہیں جہاں آپؒ تشریف لے جاتے،ایک دفعہ کسی نے کہا بابا جی ادھر جناح سپر مارکیٹ کے پیچھے ایک مجذوب بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد بہت مخلوق اکٹھی رہتی ہے۔سخت گرمیوں کے دن تھے، قلندر پاکؒ نے مجھے بھی ساتھ لیا اور وہاں پہنچے۔کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا رش ہے گائے،بیل،بکری،بندر بھی وہاں لوگوں نے باندھ رکھے ہیں اور مجذوب صاحب خود گرما کے بیج کوٹنے پر لگے ہوئے ہیں اور جو بھی قریب آتا ہے اُسے بھی اسی کام پر لگا رکھا ہوا ہے۔قلندر پاکؒ نے پہلے آرام سے

آواز دی پھر ایک دم جلال سے چلائے تو وہ مجذوب آٹھا اور آپؒ کے قدموں میں گر گیا۔اس نے قدم بوسی کے بعد قدم نہ چھوڑے۔آپؒ نے فرمایا ''یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے بس یہ سب جانور اورلوگ بابا ساتھ لے جائیگا'' یہ کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے اور رخصت ہوئے۔اُسی شام کو CDA والوں نے وہاں چھاپہ مارا اور ہر چیز ساتھ لے گئے۔گاڑی میں بیٹھنے کے بعد قلندر پاکؒ نے فرمایا ''یہ مجذوب سیّدزادہ ہے اور سرکاری ملازم بھی اس پر جذبی کیفیت طاری ہوگئی ہے اسی لئے اس حال میں ہے''۔کچھ دن ہی گزرے تھے کہ ہم پشاور جانے لگے تو آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا وہ سیّد کو ملنا ہے'' ہم اُسی مقررہ جگہ پہنچے تو وہاں ھُو کا عالم تھا۔اس کھلی جگہ پر ایک کونے میں مجھے ایک چادر تنی ہوئی نظر آئی۔بابا نے فرمایا ''سیّد بابا اُسے لیکر آؤ''۔میں جب قریب گیا تو کیا دیکھتا ہوں وہ سیّد صاحب لیٹے ہوئے ہیں اور ایک مرید اُنکے پاؤں دبا رہا ہے۔میں نے عرض کی جناب اُٹھیے آپکی پوسٹنگ کیلئے طلبی ہوئی ہے۔وہ مجذوب سیّد تو بجلی کی لپک کی طرح اٹھے اور میرے سے آگے چل دیئے۔انہوں نے جاتے ہی قلندر پاکؒ کی قدم بوسی فرمائی۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''چکوال جاؤ، چکوال جاؤ، چکوال جاؤ'' یہ کہتے کہتے گاڑی میں بیٹھ گئے۔سیّد صاحب نے میری طرف دیکھا اور اشارے سے جیسے کھانے کی بات کی ہو، میں نے جیب میں سے کچھ روپے انکی نظر کئے اور قلندر پاکؒ کے ہمراہ روانہ ہوا۔پشاور آنے کی دعوت درحقیقت ایک پولیس آفیسر نے دی تھی جس نے ہمیں دوپہر کا کھانا بھی کھلایا اور قلندر پاکؒ سے ایک مجذوب بابا مستان شاہ کا ذکر کیا، جو دن میں ایک خاص جگہ بیٹھتے ہیں اور شام کو ایک گھر میں رہتے ہیں۔جب ہم انکی مقررہ جگہ پہنچے تو وہ وہاں موجود نہیں تھے۔لوگوں سے پوچھنے کے بعد اس جگہ آئے جہاں بابا مستان شاہ قیام پذیر تھے مگر ان کے گھر والوں نے

ملنے نہ دیا۔ بہت کوشش کی گئی مگر اہل خانہ حیلے بہانے کے ذریعے ہمیں ٹال دیتے۔ بالآخر قلندر پاکؒ نے فرمایا ''اب بابا فیصلہ لکھنے والا ہے۔ کارڈ نکالا اور اس پر تحریر شروع کی کہ اتنی دیر میں زلزلہ آگیا اور قلندر پاکؒ کا جلال دیکھنے کے لائق تھا اور آپؒ نے فرمایا ''کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے''۔ آپؒ نے کارڈ پر لکھا ''اب یہ دروازہ بند ہی رہیگا، وقت 5 بجکر 2 منٹ'' اس فقرے کے مکمل ہوتے ہی زلزلے کی آمد ایک راز تھا۔ اس سفر میں راجہ ماجد کے علاوہ اسد گیلانی بھی ہمراہ تھے۔ ایسے ہی ایک دفعہ آپؒ قلندر بری امامؒ کے روضہ پر دھمال ڈلوا رہے تھے اور یہی کہہ رہے تھے کہ ''چار چراغ بلن ہمیشہ پنجواں بالن آئی آں''۔ بس پھر کیا تھا کہ زلزلہ آیا اور جس کا مرکز بھی اسلام آباد ہی تھا۔ یاد رہے کہ اولیاء کرامؒ کی عام طور پر دو اقسام ہوتی ہیں۔ بعض پیدائشی طور پر عاشق ہوتے ہیں اور بعض جو بہت قلیل تعداد میں ہوتے ہیں معشوق کا درجہ رکھتے ہیں۔ عاشق کو علم تصوف کی اصطلاح میں مرید اور معشوق کو مراد کہا جاتا ہے۔ مرید وہ ہے جو اللہ کا طالب ہے اور مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا مطلوب و محبوب۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''اللہ برگزیدہ بناتا ہے اس کو جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راہ دکھاتا ہے اسکو جو طالب ہے''۔

قارئین: اوائل عمری سے ہی مجھے کلام باہو سننے میں بہت مزہ آتا تھا۔ ایک دن اسی یکسوئی میں سُن رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی آگے قلندر پاکؒ کے ہیلو کی آواز آئی اور آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا میں نے آپکے لئے ایک کلام باہو سنانے والا ڈھونڈا ہے لوسُنو'' اور فون اسے پکڑا دیا۔ پھر کیا تھا وہ صاحب ایک دم شروع ہو گئے اور اگلے 10 منٹ مجھے کلام ہی سناتے رہے۔ پھر قلندر پاکؒ نے وہ فون خود پکڑا اور فرمایا ''پہلے سلطان باہو ہمارے لئے محبوب کی حیثیت رکھتے تھے اب بابا انکے لئے معشوق کی حیثیت رکھتا ہے'' اور اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:۔

''اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا''اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں'' تاکہ لوگ اسکو حق تعالیٰ کی وجہ سے دوست رکھیں اور وہ غیر سے منہ موڑ لے۔ حتیٰ کہ وہ بھی اللہ کا دوست ہو جائے اور باقی مسلمان بھی اسکے دوست ہو جائیں۔حق تعالیٰ کی یہ ولایت بھی دو قسم کی ہو سکتی ہے۔ایک یہ کہ اطاعت پر قائم ہو جانا اور نافرمانی سے باز رہنا تاکہ شیطان اس کے حُسن عبادت کو دیکھ کر بھاگ جائے۔ دوم یہ کہ ایسی ولایت جس میں حل وعقد اسکے ہاتھ آجائے اور وہ مستجاب الدعوات بن جائے، یعنی تصرفات اور کشف وکرامات سرزد ہوں اور جو دعا کرے قبول ہو۔جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے''کبھی ایسے پراگندہ دل اور غبار آلود پھٹے پُرانے کپڑوں والے لوگ ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ اُنکی قسم پوری کرتا ہے''۔

لفظ ولی خلق کے درمیان مشہور ہے اور قرآن وحدیث میں بھی وارد ہوا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا''سُنو بے شک اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جنکو نہ کوئی ڈر ہے نہ غم''، پھر ارشاد ہوا''ہم تمھارے دوست ہیں دنیا میں اور آخرت میں بھی''۔ایک اور جگہ ارشاد فرمایا''اللہ دوست ہے مومنین کا''۔حضور ﷺ نے فرمایا''تحقیق اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن پر انبیاء اور شہداء رشک کرتے ہیں''۔ جب صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ ہمیں انکا حال بتایا جائے تاکہ ہم ان کو دوست رکھیں تو شہنشاہ محترم ﷺ نے فرمایا'' وہ ایسے لوگ ہیں کہ محض رضائے حق کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں نہ کہ مال ودولت کی وجہ سے، ان کے چہرے نورانی ہوتے ہیں اور وہ نور کے منبروں پر مقیم ہوتے ہیں انکو کوئی خوف نہیں ہوتا جب کہ لوگ خوفزدہ ہوتے ہیں اور

ان کو کوئی غم نہیں ہوتا ہے جب کہ لوگ غم میں مبتلا ہوتے ہیں'' اور آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی'' **الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون** ''نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''جس نے میرے ولی کو تکلیف دی اس نے میرے ساتھ جنگ کی''۔

اولیاء اللہ کے مراتب میں بھی فرق ہے، جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کے مراتب میں فرق رہا ہے۔ جیسے حضور پرنور ﷺ کو تمام انبیاء اور مرسلین پر فضیلت حاصل ہے اور سفر معراج کی شب آپؐ نے تمام انبیاء اور مرسلین کی امامت فرمائی۔اسی طرح صحابہ کرامؓ کی افضلیت حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا''تم میرے اصحابہ جیسے نہیں ہو سکتے''۔

ہر دور میں آنے والے اولیاء کرامؒ کے مراتب تو اللہ کی عطا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے تاہم ہر ایک کا ادب لازم وملزوم ہے۔حق تعالیٰ نے حقانیت نبویؐ کو آج بھی قائم ودام رکھا ہے اور اولیاء اللہ کو اسکے ظہور کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کی حقانیت اور رسول مقبول ﷺ کی صداقت آج تک اولیاء کرامؒ کے وجود سے جاری ہے اور انکو حق تعالیٰ نے ہر قسم کے تصرفات عطا فرمائے حتیٰ کہ وہ ہمہ تن راہ حق میں بک چکے ہیں اور متابعت نفس سے بالاتر ہو گئے ہیں۔ اولیاء اللہ کی تصانیف میں یہ بات مذکور ہے کہ اولیائے مستورین یا رجال الغیب کون ہیں۔ آسمان سے بارش ان کی برکت سے ہوتی ہے اور زمین سے سبزہ ان کی برکت سے نکلتا ہے۔ نیز مسلمان کو کافروں پر فتح بھی ان کی برکت سے ہوتی ہے۔ان کی تعداد 4000 ہوتی ہے۔ وہ خلق کی نظروں سے مخفی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں اور نہ اپنے حال سے آگاہ ہوتے ہیں۔جن حضرات کو حل وعقد کا تصرف حاصل ہے انکی تعداد 300 ہے اور وہ اخیار کہلاتے

ہیں۔ چالیس اور ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں 7 اور ہیں جن کو ''ابرار'' کہتے ہیں 4 اور ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے اور 3 وہ ہیں جنکو نقباء کہتے ہیں ایک اور ہے جس کو ''غوث'' کہا جاتا ہے۔

ان سب باتوں کو لکھنے کا مقصد نسبت رکھنے والے کو آگہی دینا اور اولیاء اللہ کے آداب اور مقام کا احساس دلانا ہے۔ ایک واقعہ کا تذکرہ کرتا چلوں کہ جب میں نے سٹیلائٹ ٹاؤن کا وہ والا گھر چھوڑا جس میں قلندر پاکؒ تشریف لائے تھے۔ گھر کا خالی کرنا دراصل اس گھر کا بِک جانا تھا۔ ہم اس سے قدرے چھوٹے گھر میں شفٹ ہوئے۔ سردیوں کی رات تھی تقریباً پونے 12 بجے اور 12 بجے کے درمیان گھر کی گھنٹی بجی۔ جب میں نے اوپر سے باہر کی طرف دیکھا تو قلندر پاکؒ کھڑے ہیں اور ایک صاحب ٹیکسی والے کو پیسے دے رہے ہیں۔ مجھے ایسے لگا جیسے کوئی خواب سا ہو۔ کیونکہ قلندر پاکؒ کبھی بھی اطلاع دیئے بغیر نہ آتے تھے پھر یہ تو نیا گھر تھا ابھی تو اس کا ایڈریس بھی ان کو نہیں بھیجا تھا۔ ابھی تحیر میں تھا کہ قلندر پاکؒ کی آواز آئی۔ ''سیّد بابا دروازہ کھولو سوچ کیا رہے ہو'' میں برق رفتاری سے نیچے کی جانب پہنچا اور قدم بوسی کے بعد آپ کو لے کر اوپر آ گیا۔ آپؒ نے ساتھ آنے والے کا تعارف کروایا اور حکم دیا کہ یہ باہر والے کمرے میں اس کے سونے کا بندوبست کر دو۔ چنانچہ ان صاحب کو کمرے میں Settle کرنے کے بعد ٹی وی لاؤنج کی طرف آیا تو قلندر پاکؒ استراحت فرما رہے تھے اور ہماری بیگم سے مسکرا کر گفتگو فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی پوچھا ''سیّد بابا اس گھر کا کرایہ کتنا ہے''؟ میں نے بتایا کہ 5000 روپے ماہانہ۔ آپ نے فرمایا ''سیّد بابا یہ تو بہت زیادہ ہے مالک مکان کو بتانا تھا کہ ہم فقیر لوگ ہیں''۔ میں نے عرض کی اگر یہ بتاتا تو وہ کبھی بھی مکان کرائے پر نہ دیتا کیونکہ محبت واحترام ناپید ہے اور مادہ سے محبت کی دوڑ نے ہمیں اخلاقی اقدار

سے بھی محروم کر دیا ہے۔

قلندر پاکؒ مسکرائے اور فرمایا ''اللہ بہترین کرنے والا ہے''۔ بعد ازاں بہت دیر تک گفتگو جاری رہی اور پھر سو گئے۔ اس مرتبہ قلندر پاکؒ کے قیام کے دوران ربیع الاوّل کا مہینہ تھا اور آپ سب کی ماں جی جگہ جگہ میلاد شریف کا انعقاد کرتیں اور خود سارا میلاد پڑھتیں۔ جب واپس آتیں تو قلندر پاکؒ سارا احوال پوچھتے اور کیفیات پر گفتگو فرماتے پھر ہماری بیگم صاحبہ کو فرماتے کہ وہ پاؤں دبائیں، درحقیقت وہ نفس کی شرارت اور تکبر سے بچانے کا خوب فن جانتے تھے۔ حالانکہ انسان یہی سوچتا ہے کہ میں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ''اپنی کسی نیکی کو بڑا مت سمجھ ایسا نہ ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں وہ بہت چھوٹی ہو اور اپنے کسی گناہ کو حقیر مت جان ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہو''۔ میلاد شریف کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اب وہ میلاد شریف گھر میں ہی کرواتی ہیں اور ساری نیاز خود ہی پکاتی ہیں۔ اب میلاد شریف میں لاہور، اسلام آباد کے کاکے شرکت کرتے ہیں اور خوب محبت سے بھرپور گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ سے محبت و الفت کا اظہار پورے درد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ قلندر پاکؒ بہت صبح اٹھتے تھے اور گھر میں کسی کو اٹھائے بغیر چپ کر کے اخبار لیتے اور پڑھنے لگتے۔ پھر 7 بجے کے قریب آواز دیتے اور آپ کی ماں جی چائے بنا کر دیتیں اس کے ساتھ قلندر پاکؒ دو رس لیتے۔ ناشتے کی تیاری کے دوران میں کمرشل مارکیٹ سے ہر قسم کے موجود اخبار خریدتا اور قلندر پاکؒ کے آگے رکھ دیتا۔ اس دن بھی ایسا ہی ہوا جب میں واپس آیا تو مہمان سے یہ پوچھنے گیا کہ کیا آپ بیڈ ٹی لیتے ہیں تو مجھے وہ مہمان زیادہ ہی متفکر نظر آئے۔ بولے آپ کے گھر میں کون کون رہتا ہے۔ عجیب

سوال تھا۔ بہرحال میں نے بتایا کہ ہم 3 لوگ اس گھر میں رہتے ہیں اور اب قلندر پاکؒ اور آپ کے آنے کے بعد 5 ہو گئے۔ وہ چپ رہے میں نے کہا خیریت تو ہے؟ کہا کہ رات جب میری آنکھ لگ گئی تو کسی نے میرا کمبل کھینچنے کی کوشش کی میں نے دو ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا مگر جلد ہی نیند کے غلبہ کے سبب پھر کمبل کھینچا گیا میں نے پھر پکڑ لیا مگر پھر جیسے کسی نے زور سے کھینچا اور بہت سے لوگوں کے ہنسنے کی آوازوں نے میری آنکھ کھول دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مرد و خواتین بوڑھے اور بچے کئی سو کی تعداد میں جمع ہیں اور مجھے دیکھ کر ہنس رہے ہیں جبکہ ایک لڑکی نے میرا کمبل ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ یہ سب گورے رنگ کے تھے میں نے بہت منت سماجت کی مگر کسی نے میری ایک نہ سنی اور میں پوری رات سردی میں ٹھٹھرتا رہا اور جب صبح کی اذان ہوئی تو انہوں نے کمبل میرے اوپر پھینک دیا اور ہنستے ہوئے غائب ہو گئے۔ میں نے سوچا ایسی کئی باتوں کا تو آپکی ماں جی بھی ذکر کر چکی ہیں اور پھر پچھلے گھر میں میرے بیٹے کو بھی ایک صاحب پینٹ کوٹ پہنے اور ٹائی باندھتے ہوئے نظر آئے جب انہوں نے میرے بیٹے کو دیکھا تو ہاتھ ہلایا اور جیسے دیوار کے اندر چلے گئے۔ میں نے مہمان کو تسلی دی اور انہیں ناشتہ کرایا بعد میں قلندر پاکؒ کو یہ واقعہ سنایا تو آپؒ نے فرمایا ”اس کی چھٹی آنکھ کھل گئی ہے ایسا کرو سیّد بابا جب آپ دفتر جاؤ تو اسے ساتھ لے جانا اور پیرودھائی کے بس اسٹینڈ پر اتار دینا اور کہنا کہ لاہور واپس چلا جائے“۔ میں نے پوچھا یہ کرتے کیا ہیں فرمایا ”یہ کوئی کریم بناتا ہے اور اسی سلسلے میں راجہ ماجد سے ملنا چاہتا ہے اس سے یہ بھی کہو کہ اس کا کام ہو جائے گا“۔ المختصر میں نے اس مہمان کو بس کے اڈے پر اتارا اور دفتر چلا گیا۔ اس واقعے کے حوالے سے دوبارہ کوئی گفتگو نہ ہوئی لیکن اب بھی یہ واقعات رونما ہوتے ہیں اور قلندر پاکؒ کی موج سے زندگی

کے تحیر کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ زندگی کی موج و بہار قلندر پاکؒ کے دم سے ہے یہی وہ گھر ہے جسکا کرایہ بڑھتے بڑھتے 25000 تک پہنچ گیا اور پھر نیچے رہنے والے ہمسائے جب ایک روز گھر خالی کر گئے تو میں نے وہ بھی کرائے پر لے لیا۔لیکن ان صاحب نے بہت ڈرایا کہ آپ یہ نیچے والا پورشن نہ ہی لیں تو بہتر ہے کیونکہ رات کو عجیب وغریب قسم کی آوازیں اور واقعات رونما ہوتے ہیں۔ کبھی پنکھے چل پڑتے ہیں کبھی ٹی وی خود ہی آن ہو جاتا ہے کبھی کوئی نلکے کھول دیتا ہے۔ میں نے ان کی بات مسکرا کر ٹال دی اور میرے گھر آنے والے لوگوں کے سبب یہ ضروری تھا کہ نیچے والا پورشن بھی کرائے پر لے لیا جائے اور ہم اس گھر میں 14 سال رہے۔ قلندر پاکؒ کے لئے ایک کمرہ مختص تھا جس میں ایک Russian AC لگا ہوا تھا۔ نچلے پورشن میں شفٹ ہونے کے بعد اوپر والا پورشن قلندر پاکؒ کے عقیدت مندوں کے لئے مختص کر دیا گیا۔

آپ ذرا غور کریں قلندر پاکؒ کے پاس اس گھر کا ایڈریس بھی نہیں تھا اور آپؒ پھر بھی پہنچ گئے۔ اللہ کے دوستوں کے حال سے صرف اللہ ہی باخبر ہے اور حق تعالیٰ نے انکو ہر قسم کے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔ اسی گھر کے حوالے سے ایک واقعہ لکھتا چلوں۔ ایک دن میں دفتر سے ویگن میں سفر کر کے رحمان آباد سٹاپ مری روڈ پر اترا اور پیدل چلتا ہوا کمرشل مارکیٹ سے گزر رہا تھا کہ اچانک میری نظر سامنے سے آنے والے موٹر سائیکل سوار پر پڑی۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو یہ سلیم اختر تھے جو ایک زمانہ گزرے میرے شاگرد بھی رہ چکے تھے۔ میں نے انکو پوچھا کیا حال ہے اور آپ کی تو شادی بھی ہو گئی تھی اور کتنے بچے ہیں؟ سلیم صاحب بولے اولاد کوئی نہیں ہے میں نے کہا ایسا کریں کاکی کو لے کر گھر آیئے گا اور ایڈرس سمجھا دیا۔

سلیم صاحب مجھے کچھ سہمے سہمے سے نظر آئے پھر وہ روانہ ہوئے اور میں گھر کی طرف چل دیا۔ چند دنوں بعد وہ بیگم کے ہمراہ آئے اور میں نے دونوں کو دعا کروائی۔ سلیم صاحب کی کا کی کا Response بہت عمدہ تھا دو ہی دن گزرے تھے کے سلیم صاحب دوبارہ تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس ایک لیڈی ڈاکٹر جو ہیپا ٹائیٹس کی مریضہ تھیں انکو دعا کرار ہا تھا۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے سلیم صاحب کو بلایا اور پوچھا جی کیا کہنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے ایک لسٹ پڑھ کر سنائی کہ وہ کیا کیا وظیفے پڑھتے ہیں اور سنانے کا انداز نفسی سرکشی کی عکاسی تھا۔ پھر جو میں نے انکے ساتھ کیا۔۔۔ وہ بے نقط سنائیں اور گھر سے نکال دیا۔ تین دن بعد سلیم صاحب جب لوٹے تو وہ بالکل بدلے ہوئے تھے۔ کہنے لگے جس دن میں آپ کو سڑک پر ملا تھا تو آپ کی ظاہری حالت یعنی منہ سے رال کا ٹپکنا اور سرخ آنکھیں دیکھ کر ڈر گیا تھا۔ میرے ایک استاد ہیں جو عامل ہیں اور ایک بس ڈرائیور کی نوکری کرتے ہیں۔ انکا کمال یہ ہے کہ کوئی بھی بات پوچھو تو وہ تسبیح کے ساتھ کچھ کرتے ہیں پھر سب کچھ بتا دیتے ہیں۔ جب میں نے آپ کا بتایا تو کہنے لگے کہ اوہ ان سے ضرور ملو ان کا تو سارا خون ہی جلال سے جل چکا ہے۔ یہ وہ دن تھے کہ میرا وجود لوں لوں سے ہر وقت جیسے علی حق پڑھتا تھا۔ میں نے کہا پھر؟ سلیم صاحب کہنے لگے میں نے سوچا کہ آپ کو بتلاؤں مجھے بھی اللہ کی تلاش ہے اس لئے میں بھی بہت کلام پڑھتا ہوں۔ لیکن جس دن آپ نے مجھے بے نقط سنائیں اور گھر سے نکال دیا تو میں جب باہر نکلا تو ایسے لگا کہ میں ہوں ہی نہیں، ہوش نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ موٹر سائیکل پر گھر گیا پتہ نہیں کیسے گیا۔ مدہوشی طاری ہوگئی اور گھنٹوں سوتا رہا۔ اگلے دن جب دفتر پہنچا اور چائے پی تو جسم ایک بار لرزہ اور جیسے ہوش بحال ہو گیا۔ قلندر پاکؒ کو سلیم صاحب سے بڑی محبت تھی آپؒ نے فرمایا "بابے کو

لاکھوں نہیں ایک سلیم جیسا کا کا چاہیئے''۔سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پھیلانے میں دونوں میاں بیوی کا بہت بڑا حصہ ہے۔اللہ دونوں کو سلامت رکھے اور خوش رکھے۔آمین! سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے چراغ سے چراغ جلنے کا سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

قلندر پاکؒ کی محبت سے جُڑے ہوئے لوگوں کی تعداد گو کہ بہت زیادہ ہے تاہم سوچ بدلنے والوں کی ایک خاص تعداد ہے جن کی کردار سازی کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ایک دن مجھے فرمانے لگے''سیّد بابا یہاں کی کاکیاں تاڑتاڑ کر بابا تھک گیا ہے چلو یورپ چلتے ہیں گوری کاکیاں تاڑتے ہیں اُنکو یہ بات جلدی سمجھ میں آجائے گی''۔اس فرمان کا مطلب یہ تھا کہ یہاں تو مسائل کا جہنم ہے۔اللہ کا خریدار ملتا ہی نہیں۔بس اپنے معاملات کو سلجھانے میں اور اسکا حل تلاش کرنا چاہتے ہیں اللہ پاک سے محبت کا احساس بالکل ناپید ہے۔یہاں کی کاکیاں کالا جادو، شوہر کو قابو کرنے کیلئے ٹوٹکے اور اولاد کے حصول کیلئے کوشاں ہیں۔یہ نہیں دیکھتیں کہ اللہ ہم سے کتنی محبت کرتا ہے اور اسکی محبت ہم پر مہربانیوں اور رحمتوں کی شکل میں موجود ہے اور ہماری محبت اسکا شکر ادا کرنا اور اطاعت ہے نہ کہ شکوہ اور گلا کرنا ہے۔لوگ فقیر کو گھر اسلیئے بلاتے ہیں کہ خیر وبرکت آجائے جبکہ فقیر ہمارے اندر اُس خیالِ رحمت کو روشن کرتا ہے جو صرف اور صرف اللہ کی محتاجی اختیار کرنا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا''میں تم سب کو ایک اللہ کے آگے جھکانے آیا ہوں''۔

وصال سے کچھ عرصہ قبل آپؒ نے میری دوسری بیگم، جنہیں سب **Mom** کہتے ہیں سے یہ فرمایا''تیرے سیّد کو بابا مغرب کے افق کی شہرت دے کر جارہا ہے''۔اور اب اس وقت اس بات کی سچائی ظاہر ہونا شروع ہوگئی ہے جب کہ غیر ملکی سورۃ الرحمٰن سن رہے ہیں اور چند

کا کیاں جو جرمنی اور چیک ریپلک میں موجود ہیں سورۃ رحمٰن سننے کے بعد اس پیغامِ رحمت کو ہمہ وقت پھیلانے میں مصروف ہیں اور محبت قلندر پاکؒ میں انکی زندگیاں ہی بدل گئی ہیں۔آپ سوچیں! انکے گھروں میں قلندر پاکؒ کی تصاویر آویزاں ہیں۔ان کا کیوں میں Renata, Svetlana, Marketta, Klara, Lucie, Petra, Hilda قابل ذکر ہیں اور اسی طرح Hilda کے شوہر Maltin Walsh, Martin Hildy Roman, بھی اسی محبت کے سفر میں شامل ہیں۔ان سب کے خیالات وافکار آگے چل کر انھی کے بیان کردہ الفاظ میں بیان کردونگا تا کہ ہمارے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ قرآن پاک تمام انسانیت کیلئے ہدایت ہے اور فقیر کی محبت سے اندر کی دنیا کیسے روشن ہوتی ہے۔

ابتدائی ایام کے حوالے سے ایک واقعہ لکھتا چلوں کیونکہ اس واقعے کا ایک اہم کردار تصور میر جو کہ ایک آرٹسٹ تھے ایک حادثے کے سبب 28 اپریل 2017ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔اللہ انکی مغفرت فرمائے۔آمین! ہوا کچھ یوں کہ قلندر پاکؒ نے مجھے حکم دیا کہ ''سیّد بابا وہ نواب کیفی صاحب WTN کیلئے دھمال کی ریکارڈنگ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم دھمال کے ذریعے کیسے علاج کرتے ہیں تو یوں کرو آپ لاہور آجاؤ''۔میں ایک دوست کے ہمراہ بس کے ذریعے لاہور پہنچا۔قلندر پاکؒ کو فون کیا تو آپؒ نے فرمایا ''سیدھے آستانے ہی آجاؤ''۔ہم وہاں پہنچ گئے۔کا کی غزالہ نذر بھی موجود تھی اور قلندر پاکؒ کے پاؤں آنکھیں بند کر کے دبا رہی تھی۔ہم وہاں بیٹھ گئے جب کچھ وقت گزرا تو آپؒ نے فرمایا ''سیّد نواب کیفی صاحب کو فون کرو کہاں رہ گئے''۔میں نے انہیں فون کیا تو پتہ چلا بس راستے میں ہیں۔میں نے انہیں آستانے

کا راستہ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ بضد ہوئے کہ چوک میں کسی کو بھیج دیں ہم اس جگہ سے شناسا نہیں ہیں کہیں بھٹک ہی نہ جائیں۔ میں نے قلندر پاکؒ سے اجازت لی اور اس مقررہ جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ لوگ آ جا رہے تھے، گاڑیاں بھی آ جا رہی تھیں۔ اندرون شہر سے لوگ ٹکسالی گیٹ اور باہر کی طرف اسی راہ سے گزرتے تھے۔ اسی اثناء ایک گاڑی رکی تو اس میں سے تصور میر، انکے بڑے بھائی عارف میر باہر نکلے اور پوچھا ارے شاہ صاحب آپ اس جگہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ تو شریف آدمی ہیں۔ میں نے کہا ''یہاں سے ولایت ملتی ہے، چاہیئے تو میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ نفسی ملامت کے بغیر حق تک نہیں پہنچا جا سکتا''۔ وہ بڑی دیر تک میرے پاگل پن کو سنتے رہے پھر نواب کیفی صاحب اپنی ٹیم کے ہمراہ پہنچے۔ ہم انہیں لے کر آستانے گئے اور دھمال کی ریکارڈنگ اور اس سے علاج کے حوالے سے ریکارڈنگ ہوئی۔ رات کے 10:30 بج گئے۔ جب سب چلے گئے تو میں نے قلندر پاکؒ سے فرمایا ''اب ہمیں اجازت ہے کیونکہ 12 بجے کی Daewoo سے ہمیں جانا ہے اور ہم نے تو ٹکٹ بھی آتے ہوئے خرید لئے تھے۔ یہ عارف میر صاحب ہمیں اڈے تک چھوڑ دیں گے''۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا کا کی غزالہ کا کہنا ہے کہ سیّد صاحب کھانا کھائے بغیر نہیں جا سکتے اور وہ آپکو بچھّے کے پائے کھلانا چاہتی ہے''۔ ہم قلندر پاکؒ کے حکم کے بعد بیٹھ گئے۔ جلد ہی دستر خوان لگ گیا۔ میرے دوست کہتے رہے کہ وقت کم ہے یہاں سے اڈے تک پہنچنے کیلئے خاصا وقت لگے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ بس ہی نکل جائے۔ ہم نے آرام سے کھانا کھایا۔ فقیر کے حکم کی اطاعت میں رحمت ہی رحمت ہے۔ ایسا لذیذ کھانا کہ ہاتھ ہی نہ رُکے۔ جب ہم آستانے سے نکلے تو پونے بارہ بج چکے تھے۔ گاڑی میں بیٹھے اور روانہ ہوئے ایسے لگا کہ جیسے سڑک پر کوئی موجود ہی نہیں،

سنسان سڑکیں حیرت کی بات ہے اور 15 منٹ میں ہم اڈے پر پہنچ گئے۔ ایسے لگا جیسے کسی نے زمین نیچے سے کھینچ کر فاصلہ مختصر کر دیا ہو۔ بس تیار ہی تھی اور ہم اس میں بیٹھ گئے۔ راستے بھر اس سفر میں ملنے والوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ قلندر پاکؒ کی رحمت سے کتنی مخلوق مستفید ہوئی یہ تو اللہ ہی جانتا ہے ہم اپنا بھلا تو کبھی نہیں سوچتے پھر بھی اللہ ہی ہمارے اوپر رحمت کی بارش برساتا ہے۔ گندگی کے بازار میں نفس کی ذلت اندر کتنی روشنی پیدا کرتی ہے یہ تو جس پر بیتے وہی جانے۔ فقیر کی صحبت کیلئے ہمیں اپنی تمام انرجی کو وقف کرنا پڑتا ہے۔ کسی قسم کی حیل وحجت ہمارے لئے زہر قاتل ہے۔ قلندر پاکؒ جب بھی طلب کرتے میں تمام کام چھوڑ کر اسطرف چل پڑتا۔ یہ ہمارے نفس کی خرابی ہے جو حجتیں تلاش کرتا رہتا ہے اور ہمیں دوسروں کے اندر عیب دکھاتا ہے۔ اس نفسی سرکش کتّے کو لگام دینے کیلئے فوکس ہونا بہت ضروری ہے۔ لوگوں کے عیب تلاش کرنے کے بجائے اس شریر کتے کو باندھ کر رکھنا ہے۔ اپنے نفسی شر سے دوسروں کو محفوظ رکھنا ہے۔ قلندر پاکؒ کی محبت صرف فیض کو ہی نہیں پھیلانا بلکہ محبت کی شدت سے یکسوئی اختیار کرنا ہے۔ اپنے آپ کو فناء کئے بغیر لاخوف سے مس نہیں ہوا جاسکتا۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ ولایت کسبی نہیں وھبی ہے عطائے خداوندی ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ''صوفی نہ عبارت میں آسکتا ہے نہ اشارت میں''۔ سارا جہان صوفی کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اگر وہ معلوم کرلیں یا نہ کریں صوفی کے مقام میں کوئی فرق واضع نہیں ہوتا چنانچہ اہل کمال صوفی کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ صوفیاء کرام کے متعلقین اور شاگرد ہوتے ہیں وہ متصوف کہلاتے ہیں صوفی کو صاحب وصول اور متصوف کو صاحب اصول کیونکہ وہ صوفیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کررہا ہے۔

اس نقطے کو سمجھنے کیلئے فناء اور بقاء کو سمجھنا بہت ضروری ہے لیکن اس سے پہلے معرفت الٰہی کو بھی جان لیجئے۔ارشاد ربانی ''ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں جانی جیسا کہ جاننے کا حق تھا''۔ شہنشاہ محترم ﷺ نے فرمایا ''اگر تم کو حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی جیسا کہ معرفت کا حق ہے تو تم پانی پر چلتے اور تمھاری دعا سے پہاڑ لرز جاتے''۔

معرفت الٰہی کی دو اقسام ہیں ایک علمی اور دوسری حالی۔سب جانتے ہیں کہ جیسے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔علمی معرفت یہ ہے کہ خود پڑھ لے، قرآن پڑھ کر معلوم کر لے کہ اللہ موجود ہے اور حالی معرفت عینی مشاہدہ اور ذاتی تجربہ ہے۔حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں ''ذاتی تجربہ حق الیقین کا مرتبہ ہے جس سے مراد مقام فناء فی اللہ کا حصول ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ حق تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔جب تزکیہ نفس ہو جاتا ہے اور باطنی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں، تو پھر روحانی آنکھوں سے جو مشاہدہ ہوتا ہے اسے عین الیقین کہا جاتا ہے اور جب مقام فناء فی اللہ حاصل ہوتا تو اسے حق الیقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔معرفتِ علمی تمام حسنات اور نیک کام کی بنیاد ہے اور بہت ضروری چیز ہے لیکن حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ اہم چیز معرفتِ حالی ہے۔ارشاد ہوا'' **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** ''نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو سوائے عبادت کے'' یہاں عبادت سے مراد معرفت ہے۔لیکن بہت سے لوگ اسکے متعلق کوتاہی کر رہے ہیں اور مقصدِ حیات سے غافل ہیں۔سوائے اولیاء کرام کے جن کو حق تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر اُنکے قلوب کو اپنی معرفت سے زندہ فرمایا۔چنانچہ حضرت عمرؓ کے متعلق سورۃ الانعام میں فرمایا ''ہم نے اسکے لئے روشنی پیدا کر دی جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے''

اوراسی سورۃ میں ابوجہل کے متعلق فرمایا ''اس کی حالت یہ ہے کہ تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور نکلنے کی کوئی صورت نہیں''۔

پس معرفت سے مراد حیاتِ دل ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور غیر اللہ سے روگردانی۔ ہر شخص کی قیمت اُسکے درجہ معرفت کے مطابق ہوتی ہے جس کو معرفت حاصل نہیں اسکی کوئی قیمت نہیں۔علمی معرفت کے بغیر حالی معرفت ممکن نہیں یعنی بغیر معرفت کہ آپ عالم ہوسکتے ہیں عارف نہیں ہوسکتے۔قلندر پاکؒ کے پردہ کرنے سے پہلے مریدین علمی اور حالی معرفت کے خیال سے ہی عاری تھے۔ کیونکہ صاحب فیض نے تو پیغام دینا ہے اب اگر مطلوب ہی کی چاہت نہ ہوتو روشنی کیسے پیدا ہوگی اور پھراس معرفت کے بیج سے ہمارے اندرقلندر پاکؒ اور اولیاءاللہ اورصحابہ کرامؓ کی عظمت روشن ہوتی ہے۔ارشادخداوندی ہے''جو کچھ زمین پر ہے فناء ہونے والا ہے اور صرف تیرے پروردگار کی ذات پاک باقی رہ جائے گی''۔

فناء کا علم یہ ہے کہ تجھے معلوم ہوجائے کہ دنیا فانی ہے اور بقاء کا علم یہ ہے کہ عقبیٰ باقی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا'' والاخرۃ خیر والبقٰی ، عالم عقبیٰ بہتر اور باقی رہنے والا ہے''۔عام طور پر فناء اور بقاء کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ''فناء کا مطلب جُہل کا فناء ہونا اور علم کا باقی رہنا ہے اور نافرمانی کا فناء ہونا اور اطاعت کا باقی رہنا ہے''۔حضرت علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ''مشائخ طریقت کی فناء و بقاء سے مراد اولیاء کرام کے کمالات اور بلند روحانی مقامات مراد ہیں،یعنی ان حضرات کے کمالات جو مجاہدات کی تکلیف سے آزاد اور تغیر احوال سے بالاتر ہوجاتے ہیں۔جو مطلب سے گزرکر مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں۔جو تمام قابل دید چیزوں کا مشاہدہ کرلیتے ہیں اور قابلِ شنید چیزوں کو سن چکے ہیں اور سب قابل فہم چیزوں کا فہم کر چکے ہیں اور قابل حصول اسرار کو حاصل کر

چکے ہیں اور اس کوچہ کی عام آفات سے آگاہ ہو کر ان سے پیچھا چھڑا چکے ہیں وہ تمام مرادات پا چکے ہیں اور مزید تلاش سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ جن کی کرامات حجابات بن جاتے ہیں"۔

جیسا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا "کرامات بابے کے قدموں سے پیچھے رہ جاتی ہیں"۔

حضرت ابوسعید خرازؒ فرماتے ہیں "فناء سے مراد بندہ کا اپنی بندگی کو دیکھنے سے فانی ہونا اور بقاء سے مراد بندہ کا مشاہدہ حق کے ساتھ باقی رہنا ہے"۔ اب اس فرمان کو ہی لیجئے ہر اچھی چیز کی توفیق منجانب اللہ ہے لہٰذا اپنے عمل کے حُسن پر فخر کرنا ہلاکت ہے اور فضل الٰہی کے سبب ہی نجات ہے۔ یعنی آپ اپنے فعل سے اللہ تک نہیں پہنچ سکتے بلکہ اسکی رحمت عطا اور فضل سے ہی پہنچ سکتے ہیں اور یہی نجات ہے۔ حضرت ابراہیم شیبانیؒ فرماتے ہیں "فناء اور بقاء سمجھنے کا دارومدار خالص واحدانیت اور صحیح عبودیت پر ہے اور جو کچھ اسکے سوا ہے غلط ہے اور بے دینی ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اعتراف واحدانیت کے سبب انسان اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے مغلوب دیکھتا ہے جس کا مطلب یہ ہے: مغلوب غالب کے سامنے فانی ہے اور جب اپنی فناء کا اقرار کرتا ہے تو اپنی عاجزی کا اقرار ہے اور سوائے بندگی چارہ نہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں "جلالِ خداوندی کے دیکھنے اور اسکی عظمت کے ظہور اور غلبۂ جلال کی وجہ سے اُس کے دل سے دنیا اور عقبیٰ فراموش ہو جائے اور اپنی روحانی احوال و مقامات اور کرامات ہیچ نظر آئیں حتیٰ کہ اپنی زندگی، عقل و نفس کا شعور بھی نہ رہے تو یہ بندہ کی فناء کہی جاتی ہے۔ اس مقام کو فناء الفناء کہ نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس وقت وہ حق تعالیٰ کی زبان سے بولتا ہے اور اسکے دل اور جسم پر خشوع و خضوع طاری ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت اس عہدِ عبودیت کی تصدیق ہے جو پشتِ آدم سے نکلتے وقت ارواح سے روزِ الست کو باندھا گیا تھا"۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''بندہ جتنا بڑا بھی ولی اللہ بن جائے وہ بندہ ہی رہتا ہے رب کبھی بھی نہیں بن سکتا''۔

ان تمام حوالہ جات کا مقصود علمی معرفت ہے تا کہ اگر کوئی صاحب متصوف بننا چاہے تو اس علمی معرفت کے سبب اُسے اپنی حالی معرفت کا سفر کیسے کرنا ہے۔ خودستائیشی یا محض فیض کے استعمال کا نام نہ تو معرفت ہے اور نہ ہی فناء و بقاء۔ ہمیں ملنے والے وہ تمام پریشان لوگ جو اس مادہ کے ڈسے ہوئے ہیں اُنکے کسی کام کا ہو جانا یا بیماری کا ٹھیک ہو جانا اللہ کی رحمت ہے نہ کہ ہمارا کمال اور لوگوں کا اردگرد جمع ہو جانا یا جمع کر لینا محض نفس پرستی کی علامت ہے۔ اگر جو محبت میں اس سفر پر چڑھ جائے تو اسکے لئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

خُدا کے راستے پر چڑھ آئے ہو تو تیز بھاگو تیز بھاگنا مشکل ہے تو آہستہ بھاگ لو

تھک ہی گئے ہو تو چل لو یہ بھی نہیں تو گھسٹ لو مگر واپسی کا ہرگز مت سوچنا

جیسا کہ قلندر پاکؒ نے مجھے فرمایا ''عشق کی یونیورسٹی میں داخلہ مشکل سے ملتا ہے جسے مل جائے اسے چھٹی نہیں ملتی''۔ پھر فرمایا ''عشق ایک کھلے سمندر کی طرح ہے جسمیں سے چڑیا بھی ایک قطرہ پانی نہیں پی سکتی۔ اجازت نہ ہو وہ ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکتا اجازت مل جائے تو سمندر پی جاؤ''۔ امام شافعیؒ کے فرمان میں یکسوئی، تسلسل اور پوری قوت سے راہِ اللہ کی طرف چلنا مقصود ہے۔ ہم سب کسی بھی کام کو ذوق شوق سے شروع تو کرتے ہیں لیکن جلد ہی اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت دنیا کی محبت ہمارے عزم کو توڑ دیتی ہے۔ کسی قسم کی رغبت یا لالچ ہماری انرجی کو سلب کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ایک موقع پر بہت دیر تک قلندر پاکؒ کے ساتھ مصروف تھا اور جب ایک موقعہ پر بھوک نے تنگ کیا تو میں نے کھانا مانگا تو ہماری چھوٹی بیگم نے آپؒ

سے درخواست کی کہ اگر اجازت ہوتو سیّد صاحب کو کچھ کھلا دوں۔تو آپؒ نے فرمایا''کمانڈو ایسے نہیں بنتا،سیّد بابا کو کمانڈو بنانا ہےتو ہر قسم کی ضرورت سے بے نیاز کرنا ہے،بابے کی انرجی ہی اسکی غذا ہے''۔اس بات پر مجھے ایک فقیر کی بات یاد آ گئی کہ وہ سفر میں تھےاور چلتے چلتے جب بہت تھک گئے اور بھوک نے غلبہ کیا اور کھانے کی خواہش جاگی تو آواز آئی''روٹی چاہیئے یا طاقت''۔فقیر بہت حسین تھےفوراًبولے طاقت،جواب آیا''تو پھراُٹھواور چل پڑو تمہیں طاقت مل گئی''۔اب اس بات سے یہ سمجھنے میں آسانی ہوگئی کہ بھوک کی حالت میں نفس کا چیخنا چلانا سمجھ میں آتا ہے تاکہ یکسوئی اور سفر میں خلل آجائے۔فقیر کی صحبت اسلیئے ضروری ہے کہ جس چیز کو ہم ضرورت سمجھتے ہیں وہ ہمارا نفس ہےاور ہماری طاقت کا سرچشمہ یادِالٰہی ہے۔ایک فقیر صحرا میں سفر کررہے تھے کہ ایک اندھے کنوئیں میں گر گئے۔نفس نے بہت شور مچایا،چیخو کسی کو مدد کیلیئے بلاؤ ورنہ بھوک پیاس سے یہیں مر جاؤ گے۔تھوڑی دیر بعد اوپر کنوئیں سے باہر لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دیں نفس چلایا آ گئی مدد پکارو: فقیر خاموش رہے،ان لوگوں نے کہا یہ اندھا کنواں ہےکوئی اسمیں گرہی نہ جائے آؤ ایسا کرتے ہیں اسکا منہ لکڑی سے بند کردیتے ہیں اورانھوں نے ایسا ہی کیا۔نفس اپنی جگہ چیختا رہااور موت سے ڈراتا رہا۔جب کنوئیں کا منہ بند ہوگیا تو فقیر اپنی یکسوئی میں داخل ہوگئےاور یادِالٰہی میں مستغرق ہوئے اور حضورقلب یعنی ایسے یقین کے ساتھ جس سے غیب آنکھوں کے سامنے آجائے،منہمک ہوئے۔نفس لاچار بے بس ہوگیا۔ایک رات اورایک دن گزرنے کے بعد جب دوسری رات آئی تو جیسے کسی نے لکڑی کو پھاڑ دیا ہو۔ایک اژدھے کی دم نیچے کی طرف آئی۔آپ سمجھ گئے یہ اللہ کی طرف سے ہے آپ نے دم کو پکڑا اژدھا آگے کو نکلا اور آپ کنوئیں سے باہر آ گئے۔اژدھا ایک جانب اور فقیر

دوسری جانب روانہ ہوئے تو آواز آئی ''ہم نے ایک موت کو دوسری موت سے نجات دی''۔ اللہ پر ہی توکل اصل راز ہے حضرت ابومحمد بن جعفر بن نصیر خالدیؒ فرماتے ہیں ''توکل یہ ہے کہ رزق ملے یا نہ ملے قلب کو فکر لاحق نہ ہو''۔ یعنی رزق حاصل کر کے خوش نہ ہو اور اسکے نہ ہونے سے مغموم نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ جسم مالک حقیقی کی ملکیت ہے اور اسکی پرورش یا ہلاکی کے متعلق حق تعالیٰ مجھ سے بہتر سوچ سکتا ہے۔ وہ جس طرح تجھے رکھے راضی رہ اور اس میں کوئی دخل نہ دے۔ ملک مالک کے حوالے کر دے اور اسکے اندر تو کوئی تصرف نہ کر۔

حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا۔

کیتی جاں حوالے رب دے　　　اساں ایسا عشق کمایا ہو

میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:۔

جو چاہیں سو لکھیں سائیاں　　　تو مالک لوح قلم دا

میں مسکین حوالے تیرے　　　تو ضامن ہر ہر کام دا

قلندر پاکؒ نے پردہ کرنے سے قبل کچھ لوگوں کو یہ بات کہی کہ ''بابے کو یاد رکھنا اور سیّد کے پیچھے رہنا''۔ اس سلسلے میں پہلی مثال عبداللہ سائیں مرحوم کی ہے جو قلندر پاکؒ سے اُنکے پردہ کرنے سے 5 ماہ پہلے ملے اور پھر آپؒ کے پردہ کر جانے پر بہت افسردہ اور کمرہ بند رہے۔ میری ملاقات پہلے بھی تھی لیکن قلندر پاکؒ کے پردہ کر جانے کے بعد ماڈل ٹاؤن میں واقع عشرت عالیہ صاحبہ کا گھر جسے ایک اہم مرکزیت حاصل تھی، وہاں ابتدائی اور تفصیلاً ملاقات کے ذریعے میں نے یہ جانا کہ قلندر پاکؒ عبداللہ سائیں کو کیا کہہ کر گئے تھے۔ عبداللہ سائیں کے علاوہ راولپنڈی میں طاہر عباس کاظمی ہیں جو پولیس افسر ہیں ان سے بھی یہی بات کہی تھی۔

ویسے تو آپؒ ملنے والوں کو یہ بات ضرور یاد دلاتے اور پوچھتے، ''کیا تم سیّد بابا سے ملے ہو''؟ اگر کوئی کہتا نہیں تو پھر آپؒ فرماتے ''پھر تم سمجھو کسی سے نہیں ملے''۔

عبداللہ کی قلندر پاکؒ سے محبت بہت عمدہ اور تسلسل کی حامل ہے۔ سب سے بڑی خوبی اور عمدہ بات یہ تھی کہ عبداللہ سائیں قلندر پاکؒ کے معاملے میں مکمل یکسوئی کے سبب شک وشبہ سے بالاتر تھے۔ لوگ اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ فقیر کا تصور کیا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اپنے آپ کو اُس خیال کیلئے وقف کر دینا اور کسی قسم کے بھی حالات ہوں نفس کو غالب نہ ہونے دینا۔ اور اللہ کے دوست کا خیالِ حسین آپکے اندر ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو جائے۔ زبانی کلامی تو نسبت کا شور کرنا بہت آسان ہے لیکن کسی قسم کے سود و زیاں کے خیال سے آزاد ہو جائے اور خیال کی طاقت سے نفس کی سرکشی کا مقابلہ کر سکے۔ عبداللہ سائیں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک ہر دم قلندر پاکؒ کے خیال میں گزارا اور ہر قسم کی مشکلات میں ثابت قدمی کا حُسن قائم رکھا۔ قلندر پاکؒ کو ہر لمحہ یاد رکھا اور ہر ایک کے آگے صرف ایک ہی ذکر کیا۔ لوگ بیمار ہوتے یا کسی الجھن کا شکار ہوتے عبداللہ سائیں، قلندر پاکؒ کے حسین خیال سے اُس مصیبت زدہ کی دلجوئی کرتے، دعا کراتے اور سورۃ الرحمٰن سننے کی ترغیب دیتے۔ یہی نہیں بعد میں بھی اُن سب کے احوال کی خبر رکھتے۔ اپنی زندگی کی ۳۲ بہاروں کا عروج ایک ایسے خیال سے گذارا جو اس عمر میں کم ہی لوگوں کو نصیب ہوا۔ قلندر پاکؒ کے فرمان کے دوسرے حصے کی اطاعت لاجواب تھی۔ میں جب بھی لاہور جاتا، سائیں ہر قسم کی مصروفیات ترک کر دیتے۔ ہمہ وقت میرے ساتھ تمام لوگوں کو گھر میں آنے کی دعوت دینا اور میرے ماڈل ٹاؤن پہنچنے پر سب کو لیکر گھر کے باہر کھڑے ہو کر استقبال کرنا۔ نئے سے نئے لوگوں کو دعوت دینا اور

ملوانا۔ میری نوکری کے دوران صبح اُٹھتے ہی ناشتہ کرکے گاڑی اسٹارٹ کر دینا اور AC چلا کر انتظار کرنا۔ پھر پی ٹی وی لاہور ساتھ جانا اور GM کے کمرے میں ایک علیحدہ کرسی پر بیٹھ کر بذریعہ فون اپنی نوکری کے مسائل حل کرنا۔ پی ٹی وی لاہور سینٹر میں عبداللہ سائیں کی بہت مقبولیت تھی اور یہ مجھے سائیں کے پردہ کرنے کے بعد پتہ چلا۔ میری مصروفیت کے دوران چپ کرکے لوگوں سے ملنا اور سورۃ الرحمٰن کا پیغام دینا قلندر پاکؒ کے خیال کی مضبوطی کی علامت ہے۔ ایک دفعہ رمضان ٹرانسمشن کے حوالے سے نورالحسن کو میٹنگ کیلئے بلایا تو عبداللہ سائیں سے نورالحسن کا تعارف ہوگیا۔ نورالحسن نے باتوں باتوں میں اندازہ لگا لیا کہ عبداللہ سائیں تو قلندر پاکؒ کا چاہنے والا ہے۔ اُس نے سائیں کو کہا ''عبداللہ صاحب آپکو معلوم ہے کہ آپ کس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں''۔ سائیں نے کہا ''قلندر پاکؒ کے حکم کے مطابق سیّد بابا کے پیچھے''۔ نورالحسن نے کہا ''آپکو ڈر نہیں لگتا یہ جذبی جلالی سیّد تو بہت خطرناک ہے۔ ان لوگوں سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ پہنچنے کا خطرہ رہتا ہے۔ کیونکہ میں نے قلندر پاکؒ سے خود یہ بات سنی تھی کہ ''ہم لوگوں سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے''۔ عبداللہ سائیں مسکرائے اور کہا ''محبت کرنے والے ڈرتے نہیں، محبت غرض و غایت سے پاک ہوتی ہے، نقصان تو صرف نفرت کرنے والے اور منافقت کرنے والے کو پہنچتا ہے''۔ نورالحسن تو جیسے لاجواب ہوگئے۔ اور یوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ قلندر پاکؒ ماڈل ٹاؤن میں کاکی عشرت عالیہ کے گھر ضرور جاتے اور لوگوں سے ملتے۔ کاکی عالیہ جی ایک بہت ہی پیار کرنے والی اور فقیر کی محبت سے روشن ہیں اور انہوں نے ان تمام نوجوان بچوں کو اپنے ساتھ اکھٹے رکھا اور جب بھی میں لاہور جاتا تو اُنہی کے گھر قیام کرتا۔ پھر یہ سارے بچے اکٹھے ہوجاتے اور رات بھر ذکرِ قلندر کی محفل

جاری رہتی۔ آپ بیکن ہاؤس سکول میں پرنسپل تھیں اور سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو دیوانوں کی طرح پھیلایا یا سیمنیار منعقد کروانے سے لیکر ہر فرد تک سورۃ الرحمٰن پہنچانا کا کی عشرت عالیہ جی کا حُسن ہے اور قلندر پاکؒ سے محبت بھی لافانی ہے۔ زندگی کے تمام نشیب وفراز میں کا کی عشرت عالیہ کی یکسوئی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ قلندر پاکؒ کے پردہ کرنے کے بعد اُنکے چاہنے والوں میں جب بے چینی بڑھی تو عشرت عالیہ جی نے ہر قدم پر مجھ سے رابطہ کیا۔ سب کو اکھٹا کرتیں اور موبائل فون کے ذریعے دعا کے انعقاد کو یقینی بنایا۔ تاوقتیکہ ہم نے پاکستان اور دنیا کے مختلف ممالک میں موجود قلندر پاکؒ کے چاہنے والوں کو پہلے oovoo کے ذریعے اور بعد میں Ustream کے سبب اکٹھا کرلیا تاکہ پیار کرنے والے کسی بھی قسم کی confusion کا شکار نہ ہوں۔ ہوا کچھ یوں کہ قلندر پاکؒ کے پردہ کرجانے کے بعد تھوڑی سی افراتفری تو پھیلی لیکن قلندر پاکؒ کی نگاہِ رحمت سے جلد ہی سب میں ٹھہراؤ آگیا۔ اور لاہور کے کاکے اور کاکیوں میں عبداللہ سائیں کا کردار ہمیشہ روشن رہیگا۔ سب کو ملنا اور سب کی پریشانیوں کو ہمہ تن گوش ہو کر سننا عبداللہ سائیں کا حُسن تھا۔ سب کے دلوں میں قلندر پاکؒ کے خیال کی مضبوطی پیدا کرنا ایک مشکل کام تھا لیکن عبداللہ سائیں نے قلندر پاکؒ کی محبت کی دیوانگی میں اس ناممکن کو ممکن بنایا۔ آج لاہور میں جو کاکے اور کاکیاں سائیں سے روشن ہیں اپنی مثال آپ ہیں۔ قلندر پاکؒ کی محبت اور میرا ادب اُسی نے سب کو سکھلایا۔ مجھے آج بھی یاد ہے جب عبداللہ کی شادی ہوئی تو میں کسی جسمانی تکلیف کے سبب شادی میں شرکت نہ کرسکا۔ شادی کے تیسرے دن میں نے فون کیا اور پوچھا بیٹا کیا کر رہے ہو۔ جواب آیا آپ حکم کریں میں نے کہا بس اسلام آباد آجاؤ۔ عبداللہ سائیں اپنی بیگم نتاشہ، بھائی Mano اور بھابھی Mina کے ہمراہ 4 گھنٹے کے اندر

اندر میرے گھر پر موجود تھے۔ عبداللہ کے والدین نے پوچھا بھی کہ کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا کہ سیّد بابا کا حکم آ گیا ہے اب کوئی بھی مصروفیت روکاوٹ نہیں بن سکتی۔ عبداللہ سائیں کی اس محبت کے حوالے سے ایک واقعہ مجھے یاد آیا۔ ایک دن قلندر پاکؒ نے فون کر کے کہا ''سیّد بابا آپ بابے کیلئے کمپیوٹر کا بندوبست کریں''۔ میں نے راولپنڈی اور اسلام آباد میں موجود کاکے اور کاکیوں سے مشورہ کر کے کمپیوٹر خریدا آڈیو سسٹم بھی خریدا اور Comforta Trader کے مالک محمود صاحب سے ایک Cabinet بھی بنوائی اور ایک نیا انٹر کام، ٹی وی سیٹ، CD پلیئر خریدا اور ہم لاہور پہنچ گئے۔ محمود صاحب نے اپنے کارندوں کے ساتھ ملکر کیبنٹ کو مکمل کیا اور ہم نے Cabling کی۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو قلندر پاکؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا ''سیّد بابا اللہ مال سے بھی آزماتا ہے، جان سے بھی آزماتا ہے اور اولاد سے بھی آزماتا ہے''۔ اور آپؒ کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔ عبداللہ سائیں کا اسلام آباد آنے کا کوئی ایک واقعہ نہیں جب بھی بلاتا سائیں ہر کام چھوڑ کر پہنچ جاتے۔ آپ سب کی ماں جی عبداللہ سائیں سے بہت پیار کرتی تھیں اور جب بھی سائیں کی آمد ہوتی اسکے لئے من پسند کھانے پکواتیں۔ گرمیوں کے ایام میں وادیء ناران کے سفر میں سائیں شامل رہے۔ بہت دلیر اور سعادت مند تھے۔ عبداللہ سائیں Star Com ایڈورٹائیزنگ گروپ میں نوکری کرتے تھے اور اپنی کمپنی میں لوگ اُس سے بہت پیار کرتے تھے۔ جب عبداللہ سائیں کا انتقال ہوا تو پتہ چلا کہ کام اور ذہانت کے حوالے سے اپنے کمپنی کے Steve Job تھے۔ اُنکے دوست اور پیار کرنے والے جب مجھے ملے تو میں حیران رہ گیا کہ سائیں نے اُنکی زندگیاں بدل ڈالی تھیں۔ 2014 کے وسط میں ٹانگ کے درد سے شروع ہونے والی تکلیف بالآخر مرض الموت ثابت ہوئی۔ اسی

دوران میں نے سیٹلائٹ ٹاؤن سے اسلام آباد گھر شفٹ کیا تو عبداللہ سائیں اپنی تکلیف کے باوجود تشریف لائے۔ بعدازاں جب تکلیف بڑھ گئی تو کمر پر ایک پھوڑا نکل آیا۔عقل کی دنیا کے لوگ فوراً گھبرا جاتے ہیں انہوں نے عبداللہ کا آپریشن کروادیا اور اُس پھوڑے سے حاصل ہونے والے مواد کو شوکت خانم کینسر ہسپتال کی لیبارٹری میں پہنچا دیا۔ انہوں نے جلد ہی کینسر ڈکلیر کر دیا اور یوں ڈاکٹروں نے عبداللہ سائیں کو سخت قسم کی دوائیں دینا شروع کر دیں۔ میرا اپنا خیال تھا کہ عبداللہ کو کینسر نہیں ہے، یہ کوئی غلطی ہے جو جلد ہی سامنے آجائے گی۔ میں بار بار یہی کہتا عبداللہ اسلام آباد آجاؤ، میں تمہارا علاج کروالوں گا۔ یہ تمہارے اردگرد سب لوگ بے بسی کی کیفیت کا شکار ہیں اور پریشانی کے عالم میں ڈاکٹروں کو مسیحا سمجھ رہے ہیں۔ ہم قلندر پاکؒ کے ماننے والے ہیں جن کے فیض کی مسیحائی سے مایوس انسانیت نے سکھ پایا۔عبداللہ سائیں کے پیار کرنے والے علی شاہد نے مجھے بتایا کہ عبداللہ مجھے اکثر یہی کہتے ''یار علی شاہد میں نے ایک بہت بڑی غلطی کرلی ہے جو سیّد بابا کی بات نہیں سنی، مجھے بہت پہلے انکے پاس چلے جانا چاہیئے تھا''۔ پھر ایک دن عبداللہ سائیں، انکی والدہ اور بھائی عُزیر اسلام آباد آئے۔ آنے سے پہلے عبداللہ سائیں نے 7 دن سورۃ الرحمٰن سنی۔ جب وہ میرے پاس پہنچے تو میں عبداللہ سائیں کو لیکر میجر افتخار صاحب کے ہمراہ ڈاکٹر عبدالغفور ہومیو پیتھک کے کلینک پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب قلندر پاکؒ کو مل چکے ہیں اور سورۃ الرحمٰن کے پہلے پروگرام میں بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے عبداللہ کو کھڑا کر کے دیکھا اور کہا فریم ہی ٹیڑھا کر دیا ہے۔ حالت یہ تھی کہ عبداللہ سائیں نہ بیٹھ سکتے تھے اور نہ ہی لیٹ سکتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی دوائی اور آپکی ماں جی کی محبت نے بہت جلد عبداللہ سائیں کی تکلیف کو ختم کر دیا۔عبداللہ سائیں کے اس قیام کے دوران آپ

سب کی ماں جی ہمہ وقت کچن میں ہی رہتیں اور سب کیلئے کھانے پکاتیں۔ جب بھی صوفے پر بیٹھتیں عبداللہ سائیں باہر آکر اُنکی گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتا۔ ڈاکٹر عبدالغفور صاحب کی نصیحت کے سبب اُسکی انگلش دوائیوں کو ختم کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ ایلو پیتھک دوائیوں سے سائیں کی جان چھٹی، صحت بہتر ہوئی۔ ایک دن شام کے وقت عبداللہ سائیں کی والدہ کو یہ فون آیا کہ وہ جو عبداللہ کی لیبارٹری رپورٹ دی گئی تھی وہ غلط تھی، درحقیقت وہ کسی اور مریض کی تھی سائیں کو کوئی کینسر نہیں ہے۔ سب کے چہروں پر خوشی اور دل میں اطمینان آ گیا۔ لیکن عبداللہ سائیں کی باتیں کچھ اور بتا رہی تھیں۔ سائیں نے مجھے بتایا کہ یہاں آنے سے پہلے لاہور میں ایک رات نیم غنودگی کے عالم میں دو افراد میرے پاس آئے اور بولے ہم تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں اور عنقریب لے جائیں گے۔ عبداللہ سائیں نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر نکال دیا۔ اس واقعے کے بعد تمام حجابات دور ہو گئے، دیواریں ختم ہو گئیں، اندر باہر ایک ہو گیا، سب کچھ نظر آنے لگا۔ عجیب عجیب مخلوق کو بھی ہر طرف دیکھا۔ میں نے یہ باتیں سن کر ٹال دیا کیونکہ مجھے کچھ اور محسوس ہو رہا تھا۔ جب اکتوبر میں لاہور سے واپسی پر قلندر پاکؒ کے مزار پر حاضری دی تو آپکی MOM نے بارگاہ قلندرؒ میں عبداللہ سائیں کی صحت کے لئے اپیل دائر کی مگر یکسوئی میں سائیں کو کفن پہنے دیکھا۔ ان تمام باتوں کے باوجود سائیں کے ساتھ مست مست جاری رہی اور اُسے ایک دن جب سیر کرانے کے لئے نکلا تو عبداللہ کی بے بسی دیکھ کر کہا کہ عبداللہ آنکھیں بند کر کے دل میں پڑھو 'صرف قلندر' اور پھر چل پڑو۔ چند ہی لمحے بعد عبداللہ سائیں میں جیسے بجلی دوڑ گئی اور تیز قدموں کے ساتھ واک شروع کر دی۔ بعد میں سائیں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں فرصت کے لمحات میں آنکھیں بند کر کے یہ پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے جواب دیا

کیوں نہیں۔ پھر جب عبداللہ کی طبیعت بہت حد تک سنبھل گئی تو بیگم اور بیٹے سے ملنے کی تڑپ نے اس کے دل میں قوت پکڑ لی۔ اسی دوران ایک دن جب میں دفتر سے گھر آیا تو سائیں نے مجھے کہا میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ کمرے سے سب کو باہر بھیج دیا۔ عبداللہ کے چہرے پر ایک نہ ختم ہونے والی مسکراہٹ کو دیکھ کر میں بہت حیران مگر خوش بھی ہوا۔ سائیں نے کہا آج دوپہر کو میں بستر پر لیٹا چھت کو گھور رہا تھا اور دل میں صرف یہی پڑھ رہا تھا 'صرف قلندر' تو اچانک جیسے دروازہ کھلا اور قلندر پاکؒ ہاتھ میں چھڑی پکڑے داخل ہوئے اور فرمایا ''عبداللہ اُٹھو سیّد بابا نے تمہاری بہت خدمت کی ہے۔ سیّد کی خوشی میں کائنات کی خوشی ہے اب چلو''۔

یہ بات سن کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ یہ تو واپسی کا امر آ گیا ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا عبداللہ بس تیاری کرو 2 دن بعد تم لاہور جاؤ گے میں گاڑی کا بندوبست کر دوں گا۔ عبداللہ زیادہ دیر تک بیٹھنے سے عاجز تھے لہٰذا ہم نے یہ طے کیا کہ ویگن بُک کروا کر اس کی سیٹیں نکلوا دی جائیں اور فوم کا گدا اچھا دیا جائے تاکہ وہ آرام سے سفر کر سکے۔ سردیوں کے دن تھے دسمبر کا مہینہ تھا۔ جنید چیمہ نے کہا میری گاڑی کی سیٹیں Fold ہو جاتی ہیں اگر اس میں سفر کر لیں تو راستے میں جھٹکے کم لگیں گے۔ اس تجویز پر عمل کرنے کی کوشش ناکام ہوگئی۔ میں نے عبداللہ کو کہا آپ کمرے میں جا کر آرام کریں۔ ابھی ویگن آ جائے گی ہم سب باہر بیٹھے تھے کہ میرے فون پر گھنٹی بجی یہ عبداللہ سائیں کا فون تھا اس نے مجھے اندر بلوایا اور پوچھا کہ کیا آپ میرے جانے پر راضی ہیں اور خوشی سے اجازت دے رہے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا اور بالآخر ایک گھنٹے بعد عبداللہ سائیں لاہور روانہ ہوگئے۔ سفر کے دوران میں فون کرتا رہا اور عزیر

سے حال پوچھتا رہا۔ عبداللہ سائیں خیریت سے لاہور پہنچ گئے۔ اس کے باوجود کے ان دنوں موٹروے پر شدید دھند رہتی تھی لیکن اس دن بالکل نہ تھی۔ اور ایسا واقعہ ایک دفعہ اس وقت پیش آیا جب ہم قلندر پاکؒ کے ہمراہ تلونڈی گئے اور وہاں سورۃ الرحمٰن کا پیغام دینے کے علاوہ بہت سارے ڈاکٹر حضرات بھی ہمراہ گئے تھے تاکہ وہاں فری کلینک لگائیں۔ اس سفر میں تقریباً 50 کے قریب لوگ ہمارے ساتھ تھے۔ تلونڈی میں قلندر پاکؒ سے کرسچن برادری نے چرچ کا افتتاح بھی کرایا۔ جب فیتا کاٹنے لگے تو فوراً مجھے آواز دی 'سیّد بابا جلدی آؤ' اور قلندر پاکؒ نے اپنے ہاتھ کے اوپر میرا ہاتھ رکھ کر فیتا (Ribbon) کاٹا اور چرچ میں موجود تمام لوگ بالخصوص پادری حضرات کو بھی 'علی حق' پڑھوا کر دعا کرائی۔ کاکی عشرت عالیہ کے شوہر طارق صاحب شام سے پہلے چلانے لگے کہ واپس چلیں دھند شروع ہونے والی ہے۔ لیکن قلندر پاکؒ مصروف تھے پھر کسی وڈیرے نے ہمیں اپنے فارم ہاؤس پر شام کو کھانے کی دعوت دی جو قلندر پاکؒ نے قبول کر لی۔ طارق صاحب نے مجھے کہا کہ کھانا چھوڑیں گھر جا کر کھا لیں کہیں ہم دھند میں پھنس ہی نہ جائیں میں نے کہا آپ 'قلندر پاکؒ کے ماننے والے ہیں پھر بھی پریشان ہیں اور شک وشبہ کا شکار ہیں۔ رات کھانا کھاتے 9 بج گئے پھر ہم لاہور کے لئے روانہ ہوئے اور ماڈل ٹاؤن پہنچ گئے راستے میں کوئی دھند نہیں تھی ہمارے گھر پہنچنے کے بعد دھند شروع ہوئی۔ فقیر کے ساتھ سفر ایک نعمت ہے اللہ کا دوست اپنی مرضی سے نہیں گھومتا بلکہ آپؒ جہاں گشت تھے صرف امر کے تحت گھومتے پھرتے تھے۔ جیسے آپؒ نے واپسی پر مجھ سے فرمایا ''سیّد بابا یہ تلونڈی کے سفر کا کیا راز ہے یہ آنے والے وقت میں ہی پتہ چلے گا بس اللہ کام لیتا ہے''۔

راہ عشق میں خوف کا عنصر عقل والوں کی نفسی سرکشی ہے۔

اسی طرح قلندر پاکؒ کا لاڈلہ کا عبداللہ سائیں سفر کرے تو دھند کیوں تنگ کرے جب عبداللہ سائیں گاڑی سے اترے تو اندر جانے سے پہلے کہا ویگن روکو مجھے واپس اسلام آباد جانا ہے۔ مجھے فون آیا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے۔ میں نے عبداللہ سے بات کی کہ آپ اندر جائیں کھانا کھائیں اور پھر کمرے میں اندر چلے جائیں۔ بس ایک رات اور ایک دن ہی گزرا اور اگلی شب عبداللہ کو معدے کی تکلیف ہوگئی۔ اس نے مجھے فون کیا تو میں نے ڈاکٹر شہزاد سے کہا کہ وہ سائیں کے لئے دوائی تجویز کر دیں۔ Diarrhea کنٹرول نہ ہوا۔ علی الصبح میں نے مانو بھائی کو فون کیا اور حال چال پوچھا۔ انہوں نے بتایا سو رہا ہے میں نے کہا بھاگو اور دیکھو کہیں De-Hyderation نہ ہو جائے بس پھر کیا تھا تھوڑی دیر بعد مجھے مانو بھائی کا فون آ گیا عبداللہ کی حالت بگڑ گئی ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا کہنے لگے جب میں اوپر کمرے میں پہنچا تو وہ باتھ روم سے نکلے اور میں نے ہاتھ سے پکڑ کر بستر پر نیم دراز حالت میں لٹایا تو ایک دم اپنے پاؤں کی جانب دیکھ کر سائیں بولے یہ پھر آ گئے اور یوں وہ آخری لمحہ آ گیا اور سائیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کو میانی صاحب قبرستان میں خاندانی احاطے میں سپرد خاک کر دیا گیا اور بعد میں ایک خوبصورت مزار تعمیر ہوا اور یہ بھی امر باعث حیرت ہے کہ اردگرد موجود ٹوٹی پھوٹی قبریں جلد ہی ٹھیک ہوگئیں ۔ ایسا لگتا ہے کہ سائیں کے صدقے ان لوگوں کی بھی سنی گئی۔

عبداللہ سائیں کے انتقال پر چہ میگوئیاں بہت ہوئیں۔ کسی نے کہا فقیر کے ماننے والا تھا پھر انہوں نے کیوں نہیں بچایا؟ اور نہ جانے کیسی کیسی باتیں سننے کو ملیں لیکن جلد ہی عبداللہ سائیں نے تمام ایسے لوگوں کو خوابوں میں آ کر ان الجھنوں کا خاتمہ کر دیا۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ فقیر کا ماننے والا ہمیشہ خوف خدا میں رہتا ہے۔ موت برحق ہے اور اللہ پاک کا امر ہے۔ جب فقیروں

نے مردوں کوزندہ کیا تو انہیں یا سولیوں پر چڑھنا پڑا یا کھالیں کھچوانی پڑیں۔اسی لئے قلندر پاکؒ نے فرمایا ''ہم مردوں کونہیں مردہ دل زندہ کرنے آئے ہیں''۔عبداللہ مر کربھی زندہ ہے جب کہ لوگ زندہ حالت میں بھی مردہ ہوتے ہیں۔عبداللہ اسی دن زندہ ہوگیا تھا جس دن قلندر پاکؒ سے ملا تھا۔ ہمیشہ زندہ ہی صاحب درد ہوتے ہیں اور مردہ دلوں کوزندگی دینے والا آج ان زندہ دلوں کی دھڑکن ہے۔جوانی کے ایام میں نفس کے خلاف جہاد کر کے عبداللہ سائیں نے قلندر پاکؒ سے محبت اور دیوانگی کی لاجواب مثال قائم کردی۔اپنے نفس کی شرارتوں سے آگاہی نے عبداللہ سائیں کوسرخرو کردیا۔عبداللہ سائیں کے پردہ کرنے کے بعد انکے ایک عزیز نے خواب میں دیکھا کہ وہ سکوٹر پر جارہے ہیں راستے میں عبداللہ ملتا ہے جس نے سفید لباس پہن رکھا ہے۔عبداللہ نے لفٹ مانگی اور تھوڑی دیر بعد ایک ایسی خوبصورت جگہ آگئی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی وہاں ایک خوبصورت دروازہ تھا۔جب عبداللہ اندر جانے لگے تو دروازہ کھول کر کھڑے ہوگئے اور اپنے عزیز سے مخاطب ہوئے ''یہاں جنت میں 2 باغ ہیں جن کا میں سپر وائزر ہوں''۔خواب دیکھنے والے نے عرض کی مجھے بھی یہاں بھرتی کرادیں۔سائیں نے جواب دیا کیوں نہیں۔اگلے دن وہ صاحب عبداللہ سائیں کی قبر پر گئے اور حاضری دی۔اگلی رات کو پھر عبداللہ سائیں کوخواب میں دیکھا سائیں نے کہا میں نے رجسٹر چیک کیا ہے ابھی آپ کا وقت نہیں آیا جب آئے گا تو اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا۔

عبداللہ سائیں کے والدین، بڑے بھائی مانو، چھوٹے بھائی عُزیر اور بھابھی منیٰ لاجواب لوگ ہیں۔عبداللہ کو اپنی بڑی بھابھی اور بھائی سے بہت پیار تھا۔عبداللہ سائیں کے چلے جانے کے بعد اب یہ دونوں عبداللہ سائیں کی محبت کو بانٹ رہے ہیں اور قلندر پاکؒ کے

خیالات سے روشن ہیں۔ میرے خیال میں لاجواب تو چھوٹا لفظ ہے یہ لوگ قلندر پاکؒ کے حسین چاہنے والے اور بے مثال لوگ ہیں۔ چراغ سے چراغ جلنے کی مثال اس گھرانے میں موجود ہے۔اس کے علاوہ علی شاہد،حمزہ،مراد شاہد،انعم مراد،اقصیٰ،نتاشہ،حسان چوہدری،عاصم شاہ صاحب، واصف، جواد الٰہی، عمر چوہدری، اسد خان، شیراز انور، جنید چیمہ، آمنہ چیمہ، احمد خان، محسن، آصف، عصمہ اور ہزاروں دوسرے اسی دیوانگی سے مست مست ہیں۔ بات مختصر کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں ورنہ اگر ایک ایک کا نام اور اسکے بارے میں لکھتا جاؤں تو شاید یہ تحریر کبھی ختم نہ ہو۔ اللہ پاک اپنے دوست قلندر پاکؒ کے صدقے عبداللہ کے حُسنِ عشق کو ہمیشہ روشن رکھے۔

لاہور کے ان تمام بچوں بالخصوص عبداللہ سائیں کی تربیت میں آپکی MOM اور ماں جی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔اور ان تمام بچوں کا آپ سب کی ماں جی اور MOM کے لئے محبت اور ادب بھی لاجواب ہے نفس کے خلاف جنگ نسبت کی مضبوطی کے سبب ہی ممکن ہے اور ہر حال میں اپنے اوپر نظر رکھنا اور ہر سوچ پر پہرہ دینا کوئی آسان کام نہیں۔ عبداللہ سائیں کی قلندر پاکؒ سے محبت نے ایک ایسی قوت ارادی کی بنیاد رکھی جو ہم سب کے لئے ایک مثال ہے۔اب یہ غلام غلامانِ قلندر پاکؒ کی مثال تھی۔اب ایک واقعہ لکھنا چاہتا ہوں جو نفس کے حوالے سے ایک منفرد نوعیت کا ہے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سُنا کے ولایت روم میں ایک عیسائی راہب ستّر سال سے گوشہ نشین ہے یہ سُن کر مجھے تعجب ہوا کیونکہ راہبانیت کی مدت چالیس سال ہوتی ہے یہ شخص کیوں 70 سال سے گوشہ نشین ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو ملنے کا ارادہ کیا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے کھڑکی کھول کر کہا کہ ابراہیم مجھے معلوم ہوگیا ہے تم

کس غرض سے میرے پاس آئے ہو۔ میں یہاں رہبانیت کی نسبت سے نہیں بیٹھا بلکہ میرے نفس کا کتا بہت شریر ہے میں اس لئے یہاں بیٹھا ہوں کہ اس کتّے سے لوگ محفوظ رہیں۔ ورنہ میں کون اور کہاں گوشہ نشینی۔ یہ سن کر میں نے کہا یا خدا تو کس قدر قادر ہے کہ تو نے اس شخص کو گمراہی کے باوجود صحیح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ سن کر اس نے کہا اے ابراہیم تم کب تک دوسروں کی تلاش میں رہو گے۔ جاؤ اور خود کو طلب کرو۔ جب اپنے آپ کو پالو تو اس کی نگہبانی کرو کیونکہ ہر روز یہ ہوا (ہوس) تین سو ساٹھ مقدس لباس پہن کر انسان کو گمراہ کرتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیطان کو بندے کے دل میں گھسنے کی اس وقت تک طاقت نہیں جب تک کہ اس کے دل میں گناہ کی خواہش نہ ہو۔

عبداللہ سائیں کے علاوہ قلندر پاکؒ نے سیّد طاہر عباس کاظمی صاحب کو بھی یہی فرمایا تھا کہ سیّد بابا کے پیچھے رہنا۔ کاظمی صاحب پولیس افسر ہیں اور قلندر پاکؒ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ ان سے میری ملاقات حادثاتی طور پر ہوئی۔ جب میرے ایک دوست اور قلندر پاکؒ سے پیار کرنے والے سیّد جمال شاہ صاحب کی گاڑی چوری ہوئی۔ شاہ صاحب بنّی تھانے اپنی رپورٹ درج کروانے گئے، وہاں ان کی ملاقات کاظمی صاحب سے ہوئی۔ رپورٹ درج ہوگئی۔ کاظمی صاحب SHO تھے۔ 1 دن بعد شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ تھانے جا کر معلوم کرتے ہیں کہ کیا Progress ہوئی۔ میں نے شاہ صاحب کو کہا کہ آپ SHO صاحب کو بتا دیں کہ گاڑی ہماری ہے ہم اسے شہر سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ جب شاہ صاحب کاظمی صاحب سے ملے تو انہوں نے کہا ہم کوشش کر رہے ہیں۔ خیال ہے کہ گاڑی علاقہ غیر کی طرف نہ نکل گئی ہو۔ شاہ صاحب نے میرا پیغام انہیں سنایا اور واپس آ گئے۔ اگلے

دن کاظمی صاحب نے جمال شاہ کوفون کر کے بتایا کہ آپ کی گاڑی شمس آباد کے قریب کھڑی مل گئی ہے آپ آجائیں۔ یوں گاڑی کا گم ہو جانا ایک بہانہ بنا اور کاظمی صاحب نے شاہ جی کو مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کاظمی صاحب سے ملاقات ہوگئی اور اُن کے سبب SHO شبیب (Shabib) عباس نقوی، SHO ملک طارق اور DSP راجہ بشارت صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی۔ یہ سب بہت حسین لوگ تھے۔ SHO ملک طارق صاحب نے سورۃ الرحمٰن کا بے حد پیغام پھیلایا اور ملک صاحب جس بھی تھانے میں تعینات ہوتے سورۃ الرحمٰن کی سی ڈیز اور کارڈ خوب تقسیم کرتے۔ شبیب (Shabib) نقوی ایک بہت ہی اچھے سیّد تھے اور فقیر دوست تھے۔ فقیروں سے ملنے کا انہیں بے حد شوق تھا۔ اور میرے سے ملاقات میں آپ نے مجذوبوں اور دیگر فقراء سے ملنے کے واقعات سنائے۔ جب کبھی بھی کسی الجھن کا شکار ہوتے میرے گھر تشریف لاتے اور دیر تک قیام کرتے۔ بس یہی کہتے ایک جگ پانی اور گلاس دے دیجیے یہاں آ کر مجھے بہت گرمی لگتی ہے اور پیاس بے قابو ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہ دونوں پیارے پولیس افسران واصل بحق ہو گئے۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔ راجہ بشارت صاحب کے اپنے مرشد تھے۔ آپ ایک ایماندار پولیس آفیسر ہیں اور آج کل ایس پی پولیس ہیں۔ آپ اکثر کاظمی صاحب اور ملک طارق کے ہمراہ رات ۱۲ بجے کے بعد تشریف لاتے اور خاموشی سے گفتگو سنتے۔ ان سے پہلی ملاقات عجب تھی جب آئے تو خاموشی سے بیٹھ گئے۔ اللہ کی عظمت اور حسن قدرت پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک مجھے ایسا لگا کہ میرے دل کی دھڑکن بے حد اور بے حساب تیز ہوگئی۔ میں نے کہا راجہ صاحب آپ مستقل درود شریف سانسوں کے ذریعے پڑھ رہے ہیں۔ آپ بہت اچھے انسان اور بہترین مسلمان

ہیں۔ یقین کیجیے کہ میں ایک ولی اللہ سے نسبت رکھتا ہوں اور خود بھی آلِ نبی ﷺ ہوں۔ میرا دل آپ کی دھڑکن سے ایسے ہم آہنگ ہو گیا ہے کہ درود پاک کے حُسن کے سبب یہ دل بے قابو ہو رہا ہے۔ آپ ابھی صرف میری بات سنیئے تا کہ جس مقصد کے لئے آپ آئے ہیں وہ آپ کو حاصل ہو جائے۔ راجہ صاحب نے اِدھر اُدھر دیکھا اور مسکرائے۔ راجہ صاحب سے تعلق کبھی منقطع نہیں ہوا۔ آپ اکثر ملتے اور کاظمی صاحب کو یہی کہتے ''یہ خطرناک لوگ ہیں''۔ کاظمی صاحب مسکراتے لیکن راجہ صاحب کا کمال دیکھیں آج بھی وہ براہِ راست مجھے فون کرنے سے گھبراتے ہیں اور کاظمی صاحب کی وساطت سے خیر خیریت پوچھتے ہیں اور اپنا سلام بھجواتے رہتے ہیں۔ اللہ راجہ بشارت صاحب کو خوش رکھے۔ کاظمی صاحب سے ملاقات کے حوالے سے اَن گنت واقعات ہیں صرف ایک واقعہ بہت ضروری ہے جب آپ تھانہ صدر بیرونی میں ایس ایچ او تھے۔ قلندر پاکؒ رات کے وقت اُدھر تشریف لے گئے گرمیوں کے دن تھے تھانے کی حدود میں ہی کھلی جگہ پر پلنگ بچھے تھے۔ قلندر پاکؒ توحید اور رسالت کے لازوال حسن پر گفتگو کرتے رہے۔ جب آپ خاموش ہوئے تو ایک حوالدار نے عرض کی کہ حضور میری بیوی اور بچے ہیں، مکان بھی کرایہ کا ہے، تنخواہ میں گزارہ ہی نہیں ہوتا۔ میں اگر آپ کی باتوں پر چلوں تو میں بھوکا ہی مر جاؤں گا۔ قلندر پاکؒ مسکرائے اور فرمایا ''جب اسلام نافذ ہو جائے گا تو تم پر بھی حد نافذ ہو جائے گی''۔

طاہر کاظمی صاحب ہمیشہ دھیمی آواز اور مسکراہٹ سے ملتے۔ قلندر پاکؒ جب بھی اسلام آباد تشریف لاتے کاظمی صاحب تمام مصروفیات چھوڑ کر حاضری دیتے۔ جب شبیب (Shabib) عباس نقوی صاحب ایک خودکش حملے میں شہید ہو گئے تو کاظمی صاحب

مایوسی کے عالم میں قلندر پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ سرکار قاتلوں کی تلاش ہے لیکن کوئی سُراغ نہیں مل رہا۔ آپؒ نے کاظمی صاحب کو حکم دیا کہ وہ آنکھیں بند کر کے روبرو اللہ پاک کے دل کی دھڑکن سے پڑھیں عادل۔ عادل۔ عادل۔۔۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''عدالت لگا رہے ہیں عدل ہوگا ہر ظالم اپنے انجام کو پہنچے گا''۔

آپؒ اکثر فرماتے فقیر وہی ہے جو عدالت لگائے۔ یہ ایسی عدالت ہے جہاں جج بھی اللہ اور وکیل بھی اللہ۔ اس دعا کے بعد وہ تمام مجرمان یکے بعد دیگرے ایسے پکڑے گئے جیسے زمین نے انہیں اگل دیا ہو۔

کاظمی صاحب ایک بہت ہی Dutiful پولیس آفیسر ہیں۔ تھانہ صدر میں ایک رات واہ کینٹ سے واپسی پر میں نے فون کیا تو پتہ چلا ابھی بھی تھانے میں تشریف رکھتے ہیں میں وہاں گیا اور اُن سے کہا کہ آپ کے بچوں اور بیوی کا بھی آپ پر حق ہے۔ گھر جائیے اور یہ بات جان لیں کہ ہر چیز ملکیتِ خداوندی ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور یہ علاقہ جس کے بارے میں آپ متفکر رہتے ہیں اس کے باوجود کہ آپ ۱۲، ۱۲ گھنٹے ڈیوٹی بھی کرتے ہیں۔ اس علاقے کو اللہ پاک کے حوالے کریں اور اپنا کام پورا کر کے گھر جائیں اور آرام کریں۔ اللہ پاک بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔ کاظمی صاحب نے آنکھیں بند کر کے پوری یکسوئی سے دعا کی اور گھر کو چل دیئے۔ آپ جب تک اس تھانے میں رہے کوئی چوری، ڈکیتی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ لوگ جب آپ کی تعریفیں کرتے تو آپ یہی کہتے یہ بابا جی کی نظر کا کمال ہے، میں نے تو صرف ڈیوٹی کی۔

کاظمی صاحب کے تمام بھائی اور بچے قلندر پاکؒ کی محبت کے اسیر ہیں اور اپنی زندگیوں

کے ہر معاملے میں قلندر پاکؒ کی نسبت خاص سے موج میں ہیں۔ آپ کے ایک بھائی یاور کاظمی صاحب جو قلندر پاکؒ سے بہت محبت رکھتے تھے کچھ عرصہ قبل دوبئی میں انتقال فرما گئے اور کاظمی صاحب سمیت سب اہل خانہ نے جس مسکراہٹ سے اللہ کی مرضی کو قبول کیا وہ اللہ پاک کی خاص رحمت ہے۔ قلندر پاکؒ اکثر و بیشتر پی ٹی وی تشریف لاتے ایک دن مجھ سے پوچھا کہ سیّد وقار عظیم صاحب کے کوئی صاحبزادے پی ٹی وی میں بھی ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرے ڈائریکٹر پروگرام سیّد اختر وقار عظیم صاحب ہیں۔ کہنے لگے چلو اُن سے ملنا ہے۔ اُن کے والد کی خدمات کا کسی بیٹے کو انعام دینا ہے۔ ہم اختر صاحب کے دفتر پہنچے۔ اختر صاحب بہت ہی عمدہ شخصیت کے مالک ہیں ہمہ وقت مسکراہٹ اور دھیمے لہجے کے مالک ہیں۔ کبھی بھی کسی نے انہیں غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔ اختر صاحب نے قلندر پاکؒ کا خوب استقبال کیا، نہایت محبت کے ساتھ پیش آئے۔ قلندر پاکؒ اپنی موج میں گفتگو کرتے رہے اور پھر جیب سے کارڈ نکالا اور اُس پر کچھ تحریر لکھی اور اختر صاحب کو دیتے ہوئے فرمایا ''ایک دن یہ کارڈ واپس لینے آؤں گا'' اختر صاحب کو کچھ سمجھ نہیں آیا لیکن آپ نے مسکراہٹ کے ساتھ کارڈ لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ کبھی بندہ سو رہا ہوتا ہے اور اس کا نصیب جاگ رہا ہوتا ہے۔ قلندر پاکؒ رخصت ہوئے اگلے دن میں دوبارہ اُن کے دفتر گیا اور کہا کہ وہ کارڈ مجھے دکھائیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ جب میں نے پڑھا تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا البتہ دل سے ایک ہی آواز آنے لگی یہ سیّد ایک دن MD پی ٹی وی ہوگا۔ میں نے زبان سے بول دیا۔ اختر صاحب مسکرائے اور بولے ''ابھی تو ڈی پی بنا ہوں ایم ڈی بننا تو ایک خواب ہوگا۔ پی ٹی وی میں عام طور پر اس سیٹ کے لئے حکومت اپنی مرضی سے کسی کو اپوائنٹ کرتی ہے

بس پروڈیوسر کی انتہا تو ڈائریکٹر پروگرام ہے اور وہ بھی نصیب سے بنتا ہے۔ میں چونکہ خود بھی فقیر کے صدقے سے اس عہدے تک پہنچا لہٰذا بظاہر اختر صاحب کی یہ بات درست نظر آتی تھی، لیکن اگر اللہ کا فیصلہ ظاہر ہونا ہے پھر اسباب کی کشتی اُسی کی قدرت خاص سے ہی حرکت کرتی ہے۔ کائنات میں اللہ بندے کے ساتھ ہو تو سارے اُلٹے معاملے سیدھے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ ساتھ نہ ہو تو سیدھے معاملے بھی اُلٹے ہو جاتے ہیں۔ فقیر کی نظر جو کچھ دیکھ سکتی ہے عام انسان تو کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور بالآخر وہ دن بھی آ ہی گیا جب اختر وقار عظیم صاحب ایم ڈی پی ٹی وی بنے اور میں مبارک باد کے بہانے گیا اور اُن سے وہ کارڈ مانگا۔ انہوں نے پوچھا تم نے اس کا کیا کرنا ہے؟ میں نے کہا آپ کو واپسی کا بھی تو کارڈ دینا ہے۔ یہ بات شاید اُن کی سمجھ میں نہیں آئی اور وہ مسکرائے اور پھر ایسا ہی ہوا، میں یہ بات آگے چل کر لکھوں گا کہ سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے ہونے والے پروگرام کہ نشر نہ ہونے پر ظاہر میں کیا ہوا اور اصل میں اس کا باطن کیا تھا؟

١٩٩٩ء میں آپ کی ماں جی نے ایک ڈرامہ سیریل تحریر کی۔ جس کا نام ''عین عشق'' تھا۔ درحقیقت یہ خواجہ غلام فریدؒ کے ایک دوڑے کو نقطہ مرکز بنا کر لکھی گئی تھی کہ کیسے اللہ پاک اپنی مرضی سے کسی کا بھی انتخاب کرتا ہے اور مخلوق پر طبیب مقرر کرتا ہے۔

عشق تینڈے دی نہر وگے کئی تریاں کرماں والڑیاں
کئی کوجھیاں لنگھ پار گئیاں تے روون شکلاں والڑیاں
شکلاں ڈیکھ نہ بھلیں باہروں چٹیاں تے اندروں کالڑیاں
یار فرید چا بھال بھالے عیباں والیاں دے متھے لالڑیاں

ڈرامے کی کاسٹنگ پر میرا اور آپ کی ماں جی میں خاصا اختلاف تھا۔ اسی دوران قلندر پاکؒ اسلام آباد تشریف لائے اور ہمارے گھر ہی قیام فرمایا۔ قلندر پاکؒ نے پوری کہانی سنی اور پوچھا کہ ریکارڈنگ کب ہوگی۔ بیگم صاحبہ نے بتایا کہ آپؒ کے سیّد بابا میری بات نہیں سن رہے اور کراچی کی ایک آرٹسٹ کو کاسٹ کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ میرے خیال میں پشاور کی ایک فنکارہ اس کردار پر پوری اترتی ہے۔ قلندر پاکؒ دوسرے کمرے میں میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا آپ کا کیا خیال ہے۔ میں نے وہ تمام عملی مشکلات کا ذکر کیا جو اس ڈرامہ سیریل کے حوالے سے پیش آنی تھیں اور ان کے سبب ایسی آرٹسٹ کو کاسٹ کیا جائے جو تنگ نہ کرے اور اس سخت نوعیت کے کام کو مسکرا کر کرے۔ قلندر پاکؒ نے واپس جا کر خوبصورت طریقے سے ہماری بیگم صاحبہ کو راضی کیا۔ اس ڈرامہ سیریل میں بے تحاشہ کردار تھے اور ایک پوری پکھی واسوں کی بستی بسائی گئی۔ قلندر پاکؒ خود بھی تشریف لائے اور بہت دیر تک اسی بستی میں ایک چارپائی پر بیٹھ کر ریکارڈنگ دیکھی۔ اسی شام کو جب میں ریکارڈنگ سے فارغ ہوا تو آپؒ نے مجھ سے پوچھا ''سیّد بابا آپ یہ ریکارڈنگ کیسے کر لیتے ہو؟'' میں نے کہا کہ یہ میرا پروفیشن ہے۔ آپؒ نے فرمایا ''وہ تو مجھے بھی معلوم ہے میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اتنی کیفیت طاری ہونے کے بعد آپ یہ کام کیسے کر لیتے ہو یہ تو ہوش مندی کا کام ہے اور آپ کو تو میں دیکھ رہا ہوں اس لیئے پوچھ رہا ہوں'' میں صرف ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا۔ کیونکہ یہ تو اُن کی عطا تھی اور میں اپنے حال سے بھی بے خبر تھا۔ ڈرامہ سیریل کے نشر ہونے میں بہت مشکلات آئیں اور اسے نظر انداز کر کے چینل ۲ پر چلا دیا گیا۔ جس کسی نے بھی یہ ڈرامہ سیریل دیکھی وہ ششدر رہ گیا۔ بالآخر ایران میں ہونے والے پہلے اسلامک ٹیلی ویژن ڈرامہ

پروڈکشن پر ایک مقابلہ ہوا جس میں ڈرامہ سیریل عین عشق کو انعام ملا۔حق کا ساتھ دینے پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہےلیکن دنیا کے کسی بڑے انعام کے مقابلے میں حق کے ساتھ جڑے رہنے میں جو لذت ہے وہ صرف وہی جانتا ہے جو اس سے گزرے۔قلندر پاکؒ تو یہی فرماتے ''سیّد بابا آپ دفتر والوں کو لکھ کر دے دیں کہ اب آپ سے کام نہیں ہوتا'' میں نے مسکرا کر عرض کی کہ'' اگر میں لکھ کر دے دوں تو یہ سرکاری دفتر ہے فوراً کہہ دیں گے کہ نوکری چھوڑ دیں''۔قلندر پاکؒ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا ''اچھا سیّد بابا وقت آنے دو'' اور پھر ایسا ہی ہوا۔ آپؒ کے پردہ کر جانے کے فوراً بعد مجھے پہلے پروگرام منیجر اور پھر ۱۵ دنوں بعد جنرل منیجر بنا دیا گیا۔اگلے سات سال سے زیادہ جنرل منیجر کے عہدے پر رہا اور پھر ڈائریکٹر پروگرام بنا دیا گیا۔اسی دوران یہ پروڈکشن کا کام ختم ہو گیا اور ہر چیز اللہ کی رحمت سے ممکن ہوتی رہی اور تمام ایسے کام ہوئے جس میں میری عقل اور شعور کا کوئی ذرہ بھر بھی شامل نہ تھا۔ایسے لگتا تھا کہ ہر مشکل فضل خداوندی سے دور ہو جاتی۔مسائل حل ہوتے اور پی ٹی وی ہوم کی شفٹنگ اور اس کی کامیابی کا رنگ غالب رہا۔اور ہر آنے والے سربراہ نے بے تحاشہ محبت کی اور میرے کام کو سراہا۔حاسدین نے سازشیں بھی کیں لیکن اللہ کی رحمت اور فضل نے ہمیشہ ان سازشوں سے محفوظ رکھا۔یہ سب قلندر پاکؒ کی نگاہ اور اللہ کریم کے فضل کا حسن ہے جس کو میں کیا بیان کروں یہ تو صرف وہی لوگ بیان کر سکتے ہیں جنہوں نے میرے ساتھ کام کیا۔مثبت سوچ کے سبب حسن اخلاق اور رحم کی برسات نے ذہن کو نفسی شر سے محفوظ رکھا۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''پیار کرو، پیار کرو، پیار کرو اگر پیار نہیں کر سکتے تو نفرت بھی نہ کرو''۔ ہماری بہت ساری جسمانی ، ذہنی بیماریوں اور روحانی الجھنوں کا سبب نفرت ہے، جو

ہمیں اندر سے دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے اور بے سکونی کا جہنم ہماری زندگیوں کے حُسن کو جلا رہا ہے۔قلندر پاکؒ کے تعلق اور پیار سے جو واقعات ضروری ہیں وہ میں گاہے بگاہے اس لئے لکھ رہا ہوں تا کہ ہمیں اس بات کی فہم حاصل ہو جائے کہ صرف نسبت کا ظاہری تعلق کی دعویداری کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ تعلق ایک عمدہ کردار کی ضمانت ہے۔آپؒ سے محبت وعقیدت درحقیقت تمام انسانیت کا احترام ہے اور ہر ایک سے پیار ہی نفس کے خلاف جہاد ہے۔ پہچان ہی عبادت ہے اور معرفت کے بغیر نہ عبادت میں مزہ ہے اور نہ ہی کردار کی عمدگی حاصل کی جاسکتی ہے۔حضرت فضیل ابن عیاضؒ جو تبع تابعین میں ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں، آپ فرماتے ہیں ''جس نے کماحقہ، حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کی وہ اپنی پوری طاقت سے اس کی عبادت میں منہمک ہوا'' کیونکہ جو شخص حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے، اسکی نعمتوں، رحمتوں اور احسان کی بدولت معرفت حاصل کرتا ہے اور جب اُسے معرفت حاصل ہوگئی تو پھر اس سے محبت کرتا ہے اور محبت کی وجہ سے اطاعت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔گویا اللہ کی پہچان ہی اُسے لذت عبادت عطا کرتی ہے اور قلندر پاکؒ نے ہمیشہ اپنی پہچان کا درس دیا۔آپؒ نے فرمایا ''لا'' سے سبق شروع کرو یعنی اپنی نفی کرو اپنی بُرائیوں اور خامیوں پر نظر رکھو کوئی ایک بُری عادت ترک کردو۔اللہ سے محبت کا مطلب آپکے اندر ایسی قوت اور طاقت کا پیدا ہونا ہے جو آپکے نفس کو مغلوب کرلے اور آپ بغیر کسی گھبراہٹ اور خوف کے حق کی راہ پر قوت سے گامزن ہوں۔

مُرشد کے معاملے میں اپنے نفس پر غالب آنا ہی تقلید کا حُسن ہے۔

تن من یار میں شہر بنایا　　دل وچ خاص محلّہ ھُو

آن الف دِل وَسّوں کیتی　　　　میری ہوئی خوب تسلّہ ہُو

سب کچھ مینوں پیا سنیوے　　　　جو بولے ماسویٰ اللہ ہُو

دردمنداں ایہہ رمز پچھاتی باہو　　　　بے درداں سِر گھلّہ ہُو

حضرت ذُوالنّون مصریؒ مشائخ طریقت میں سے تھے۔ آپؒ کا مسئلک بلا اور مشرب ملامت تھا۔ اہل مصر آپکے حال سے متحیر اور آپؒ کی شان سمجھنے سے عاجز تھے اس لئے آپؒ کی مخالفت کرتے تھے۔ اور ساری عمر آپؒ کے جمالِ حال سے بے خبر رہے۔ جس رات آپؒ کا وصال ہوا ستر آدمیوں کو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی، کہ فرما رہے ہیں کہ آج خدا کے دوست ذوالنون نے وفات پائی ہے اور میں اسکے استقبال کیلئے آیا ہوں۔ لوگوں نے حضرت ذوالنون مصریؒ کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''یہ اللہ کا حبیب ہے جو اللہ کی محبت میں جان دے کر شہید ہوا ہے''۔ جب آپؒ کا جنازہ اٹھا تو گرمی کا موسم تھا جنگل کے پرندوں نے جمع ہو کر آپؒ پر سایہ کر دیا۔ جب مصر کے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو اپنے کئے پر بہت پچھتائے اور جو مظالم ان پر ڈھائے تھے ان سے تائب ہوئے۔ آپؒ فرماتے ہیں ''عارف ہر وقت خدا سے ڈرتا رہتا ہے کیونکہ وہ ہر ساعت اپنے رب سے قریب تر ہوتا جاتا ہے''۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس قدر حق تعالیٰ کا قرب زیادہ ہوتا ہے بندہ کا خوف اور تحیر بڑھتا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی عظمت سے زیادہ آگاہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اللہ پاک سے عرض کی ''یارب میں تجھے کہاں تلاش کروں، فرمایا کہ شکستہ دلوں کے اندر۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی مجھ سے زیادہ شکستہ کس کا دل ہے، فرمان ہوا کہ پس میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مدعی معرفت جس کے دل میں خوف خدا نہیں جاہل ہے

نہ کہ عارف۔قلندر پاکؒ ہر وقت یہی فرماتے ''خوفِ خدا میں رہنا عین عبادت ہے'' اور آپؒ کی
زندگی میں لوگوں نے آپکی تذلیل کی اور آپؒ کو سمجھنے سے عاجز تھے۔آپؒ کے پردہ کر جانے
کے بعد بھی آپؒ کے فیض سے دنیا بھر میں لوگ استفعادہ کر رہے ہیں۔آپؒ نے ہمیشہ یہی فرمایا
''تم سب ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے روبرو خیال کروتا کہ خوفِ خُدا تم پر غالب رہے''۔
آپؒ نے 1998ء میں یہ فرمایا ''میں نے سورۃ الرحمٰن پر ریسرچ مکمل کی اور اسے سیّد بابا کے
سینے میں منتقل کر دیا''۔آپؒ نے ایک دن مجھ سے کہا کہ ''سیّد بابا، میوزک اور دھمال سے علاج
تو ممکن کر کے دکھایا لیکن اس کی قبولیت کی سطح تنگ نظری کے باعث کم ہے۔لہٰذا اب میرا یہی
فیصلہ ہے کہ قرآنِ پاک جو مقدس ترین کلامِ ربانی ہے اور اس کتاب پر ہمارے سارے فرقے
بھی دل و جان سے متفق ہیں۔اب اسکے ذریعے علاج کیا جائے اور علاج معالجہ کو سامنے رکھا
جائے تا کہ لوگ اسکو اپنی مصیبت یا بیماری دور کرنے کیلئے سُنیں اور حقیقت میں یہ باطن کو روشن
کریگا۔کردار بنیں گے سوچ بدلے گی تو بہتری آئیگی''۔چنانچہ میں نے بحکم قلندر پاکؒ اس
خیال حسین کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کام شروع کر دیا اور ایک آئیڈیا پی ٹی وی میں جمع کرا دیا کہ
قرآن سننے سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اپنی نوعیت کا یہ ایک منفرد خیال تھا اور جلد ہی اس
پر کام کرنے کی اجازت بھی مل گئی۔میں نے جو کچھ بھی سوچا وہ کسی کی عطا کے سبب ہی ممکن تھا۔
یہ خیال دینے والے کا حُسن تھا کہ پروگرام الرحمٰن کی ابتدا ہوئی۔میں کئی دنوں تک اسی یکسوئی
میں رہا کہ ٹیلی وژن اسکرین پر اسکی عملی شکل کیا ہوگئی۔بازار گیا اور بحکم قلندر پاکؒ کچھ کیسٹ
سورۃ الرحمٰن کی خریدیں، جن میں قاری باسط صاحب کے علاوہ دیگر مشہور قراء حضرات کی
تلاوت بھی شامل تھیں۔سب کو باری باری سُنا اور جب قاری باسط صاحب کی تلاوت آنکھیں

بند کر کے سُنی تو عجب حال ہوا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ بند آنکھوں سے صرف روشنی کا سمندر دکھائی دیا۔ وجود لرز گیا۔ پسینے سے شرابور ایسی حالت تھی جیسے آگ کی بھٹی میں بیٹھا ہوں پھر قلندر پاکؒ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پانی پیا تو ایسی ٹھنڈک، پانی کا ذائقہ بدل گیا۔ وجود ہلکا پھلکا ہوگیا۔ اب میں نے فیصلہ کیا کہ اسکے لئے کسی مذہبی اسکالر بطور میزبان کو تلاش کیا جائے اور بہت جلد صاحبزادہ ساجد الرحمٰن ساجد جو اسلامی یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اور مشہور مذہبی سکالر ہیں اُنکی خدمات کو حاصل کیا (کچھ پروگرام کرنے کے بعد پھر اس پروگرام کی میزبانی حکیم سیّد محمود احمد سرو سہارنپوری صاحب نے کی) اور ڈاکٹروں، مریضوں کو سُنا کر اُنکے تاثرات لیکر پہلا پروگرام تیار کیا۔ اور آخر میں سورۃ الرحمٰن سننے کا طریقہ اپنی ہی آواز میں ریکارڈ کر کے لگا دیا۔ پہلا پروگرام چلا سب نے اسے بہت سراہا کیونکہ یہ پہلا پروگرام تھا جو سماعت قرآن کے موضوع پر تھا۔ جب قلندر پاکؒ نے پروگرام دیکھا تو آپ مُسکرائے اور کچھ تجاویز دیں پھر آخری حصے کو دیکھ کر فرمایا "سیّد بابا یہ آپ نے دن میں 3 بار سننے کا کہا ہے جبکہ میں نے آپکو 2 بار کا کہا تھا۔ میں نے عرض کی ہم اسے اگلے پروگرام میں تبدیل کر دیں گے۔ آپؒ مسکرائے اور فرمایا "نہیں اب 3 بار ہی سننا شرط ہے"۔ اور یوں پروگرام الرحمٰن کی ابتداء ہوئی۔ ایک بات بتانا ضروری ہے کہ پروگرام کی مقبولیت کے پیچھے سارا راز قلندر پاکؒ ہی کی نگاہ رحمت ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دن میں قلندر پاکؒ کے ہمراہ الحمرا ہال کے باہر سے گزرا تو ایک معروف فنکار سے آمنا سامنا ہوگیا۔ ان فنکار کا نام سیّد مسعود اختر ہے قلندر پاکؒ نے پوچھا "ایک بات بتاؤ تم فنکار لوگ سسک سسک کر کیوں مرتے ہو"۔ اُس فنکار کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے "بابا آپ دعا کریں" اور انھوں نے اپنی راہ لی۔ قلندر پاکؒ نے

جیسے گہرا سانس لیا اور فرمایا'' آخر احساس کیوں نہیں کرتے سب لوگ'' بس یہی ایک نقطہ ہے جسے احساس ہو گیا اُسکے اندر ندامت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ توبہ کر لیتا ہے۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا'' کیا یہ ممکن ہے کہ سکرین کے ذریعے Radiations ٹرانسفر ہو سکیں'' دراصل قلندر پاکؒ اندر سے درد کو آواز کی لہروں کے ذریعے منتقل کرنا چاہتے تھے۔ یعنی خلوص کے جذبے آواز کی لہروں کے ذریعے سننے اور دیکھنے والوں کے اندر کو جھنجوڑیں۔ اس جذبے کے تحت ہم نے قصیدہ بردہ شریف پیش کیا تھا اور اب نُورِ ربّانی کے ذریعے مردہ دلوں کو زندہ کرنا مقصود تھا۔ سورۃ الرحمٰن کے پروگرام کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ہم اسے ایسے سُنیں کہ ہماری زندگیاں بدل جائیں، کردار بن جائیں، خلوص معاشرے کو حُسن سے منور کر دے۔ معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

سُنیا سخن تے گئیاں کھل اکھیاں
اساں چت مولا ول لایا ہو
کیتی جاں حوالے رب دے
اساں ایسا عشق کمایا ہو

جب 2003ء میں WHO کی رپورٹ آئی کہ پاکستان کی 14 کروڑ کی آبادی میں سے اڑھائی کروڑ لوگوں کو ہیپا ٹائیٹس کا مرض لاحق ہے۔ یہ وہ تعداد ہے جو رجسٹرڈ مریضوں کی تھی، اصل کا تو پتہ ہی نہیں۔ یہ صرف ایک بیماری ہے اور اسکا علاج بھی مہنگا ہے۔ WHO والوں کے مطابق اگر علاج کروا بھی لیا جائے تو Curing Ratio صرف 17 فیصد ہے۔ یاد رکھیئے! جو لوگ اس مہنگے علاج کو کرا بھی لیں تو شفاء کا تناسب تب بھی 17 فیصد ہے تو باقی کے

مریضوں کا کیا کریں۔ یہ تو بہت بڑی تعداد ہے اور ابھی ہم صرف ایک بیماری کی بات کر رہے ہیں۔ چنانچہ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''یہ سورۃ الرحمٰن ہے، قرآن پاک کی دُلہن۔ اسکو آنکھیں بند کر کے سُننا ہے۔ ایسے سنو، اتنی یکسوئی سے سنو جیسے تمہارے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کیلیئے میں نے مختلف شہروں، دیہاتوں، ہسپتالوں اور گھروں میں ریکارڈنگ کی۔ بہت خوبصورت رزلٹ آئے کہیں کسی کا Frozen Shoulder ایک ہی دفعہ سننے کے بعد ٹھیک ہوگیا کہیں بہت ہی Chronic قسم کی بیماری ختم ہوگئی اور گھروں کے اندر ناچاقی اور جھگڑے کی فضا محبت میں بدل گئی۔ لوگوں نے کیسٹ ڈھونڈنی شروع کردی۔ ہپاٹائیٹس کے مریض 7 دن میں بالکل ٹھیک ہو جاتے۔ کچھ ڈاکٹروں نے ہم سے گلا بھی کیا۔ میں نے یہی کہا آپ علاج کریں اور علاج کے ساتھ ساتھ سورۃ الرحمٰن سننے کا بھی کہیں۔ پروگراموں کی ریکارڈنگ کے دوران قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا پروگرام میں کوئی ماورائیت کا پہلو زیرِ بحث نہ آئے صرف علاج پر توجہ دو''۔ حالانکہ میں جہاں کہیں بھی جاتا لوگ سننے کے بعد ایسی ایسی باتیں کرتے جن کا انکو مشاہدہ ہوتا لیکن وہ میں دوران ایڈیٹنگ حذف کر دیتا۔ کیونکہ پہلے صرف سننے کے عمل کو فروغ دینا تھا۔ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں فرمایا ''ہم نے یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا کہ یہ رحمت ہے، شفا ہے مومنین کیلیئے اور ظالموں کے حق میں اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے'' یہ ظالم کون ہے؟ قلندر پاکؒ نے فرمایا جو اس نوری پیغام کو سُن کر React کرے اور قبول کرنے سے انکار کرے۔ اس لئے کہ جو آپ تک پیغام لے کر آیا ہے وہ آپکو قرآنِ پاک کا پیغام دے رہا ہے کوئی اپنی ذات کا پیغام نہیں دے رہا۔ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں اپنے پیچھے ایک کتاب چھوڑے جا رہا ہوں، قرآن مقدّس جو تمہارے لئے روشنی ہے

ہدایت ہے"۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا "قرآن کا ہر حرف نور ہے، رحمت ہے اور شفاء ہے"۔ میں چاہتا ہوں کہ سماعت قرآن کے حُسن پر میں نے شہر قصور میں ایک Presentation دی تھی پہلے ذرا اسکو یہاں شامل کرتے ہیں تا کہ یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ سُننا کیوں ضروری ہے اور ہماری الجھنیں دور ہوں۔

PRESENTATION

ارشادنبوی ﷺ

’’تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مُسلمان بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے۔‘‘

So we start with this presentation in order to establish a sound clarity

لوگ پوچھتے ہیں کہ آخر سورۃ الرحمٰن ہی کیوں سنیں، سورۃ یٰسین کیوں نہیں۔ یا کوئی دوسری سورۃ کیوں نہیں؟

قاری باسط کی آواز میں کیوں تلاوت سنیں؟

Why not some other Qari-----

میں ان تمام سوالوں کا جواب دینے کیلئے پہلے Presentation شروع کرتا ہوں۔

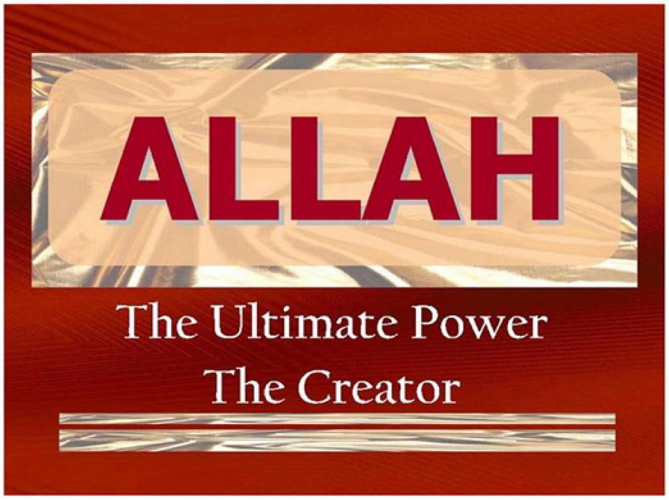

"The Ultimate Remedy" قرآن کا ہر حرف شفاء ہے، رحمت ہے، نور ہے،

ہدایت ہے، فضل ہے۔

ہم سب کا خالق، کائنات کا بنانے والا، ذات ربانی، ہر شے کا مالک ہے۔ جو بہت اعلیٰ بہت عظمت والا ہے۔ جیسے وہ کہتے ہیں۔

''الف اللہ چمبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو''۔

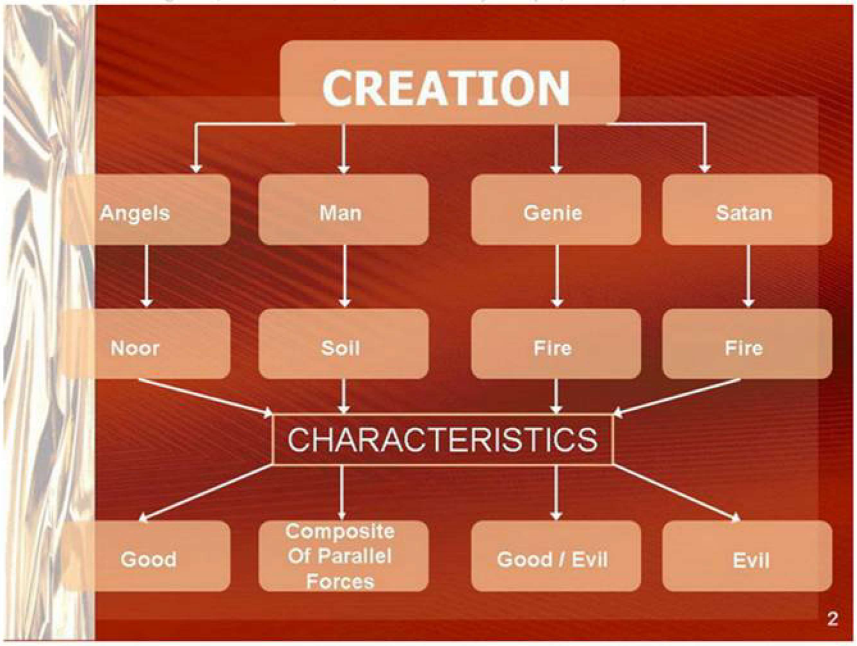

اللہ نے فرشتے تخلیق کیے جو نور سے تخلیق ہوئے نوری فرشتے ہیں۔

نور ان کا Source of creation ہے۔ آدمی کو پیدا کیا مٹی سے۔ اس کے بعد جن ہیں جو آگ سے بنے اور شیطان جو آگ سے بنا جو ناری ہے۔ اس ساری تخلیق کے اپنے اپنے مقاصد ہیں۔ فرشتے جو ہیں ہی اچھائی، سراپا اچھائی کیونکہ نوری مخلوق ہیں۔ جب انسان کی بات آتی ہے تو وہ Composite of Parallel forces اچھائی اور برائی کے امتزاج کا نام ہے جیسے مٹی ہے ہم مٹی کی بات آگے کرتے ہیں کہ مٹی کیا (مفید۔ غیر مفید یا بنجر) Non Producitve اور Productive یا barren سے کیا مراد ہے۔ جنات

میں اچھے اور برے دونوں طبقات ہیں جبکہ Satan جس کو آپ کہتے ہیں. شیطان۔ابلیس سے مراد ہے جس میں کوئی گنجائش نہیں ہے اچھائی Its evil Pure Pure evil, کی۔صرف شر ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ''**انه لکم عدو مبین**''وہ تمھارا کُھلا دشمن ہے۔

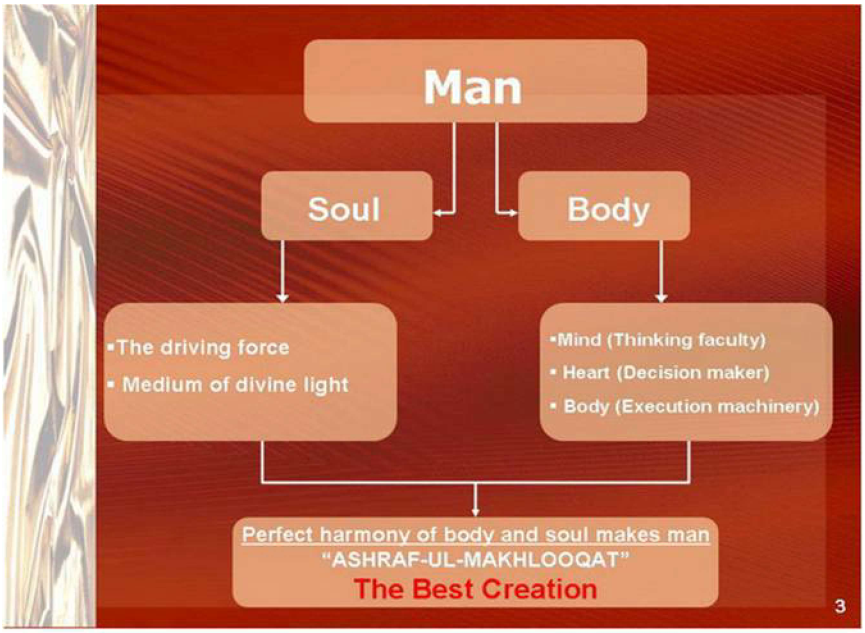

یہ Characteristics ہیں انسان کے، آدمی بھی Composite ہے اس کے اندر ایک روح ہے اور ایک جسم ہے۔Soul اس میں کیا ہے۔

Why there is a soul?

Its the Driving force طاقت ہے ایک اور Medium of Divine light

''مومن کی فراست سے ڈرو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' (حدیث مبارکہ)

اللہ کے نور سے دیکھتا ہے یعنی یہ جو Soul ہے نور کا Medium ہے۔اور اس میں وہ Code ہے جس سے وہ اللہ کا قرب اختیار کرتا ہے، اس کی رحمت اور اس کی توفیق کے ساتھ۔

جسم کے اندر Mind ہے جو Thinking faculty ہے، سوچتا ہے، Analyze

کرتا ہے۔ ہر چیز کو Calculate کرنا شروع کر دیتا ہے۔Heart ہے، جو فیصلہ کرنے کی قوت رکھتا ہے یہ وہ قلب ہے جو اصل راز ہے۔

ڈاکٹر اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ہزار خوف ہوں پر زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

Body Execution Machine ہے۔ ہاتھ ہیں، زبان ہے، ناک ہے، یہ ہماری Senses Faculties ہیں۔ہمیں دیکھنا ہے سننا ہے بولنا ہے چلنا ہے ہاتھوں کا استعمال کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جب Soul اور Body کے اندر یعنی جسم اور روح کے اندر Synchronization پیدا ہوتی ہے Harmony پیدا ہوتی ہے۔انسان کہ اندر ایک چیز نفس ہے جو منبع شر ہے، جو خواہشات کو جنم دیتا ہے اور جسم اُسکے لئے ایک Playing field ہے۔وہ وجود پر قبضہ کرنے کے درپے رہتا ہے، جبکہ روح نے نفس پر غالب آنا ہے تا کہ وجود اور روح میں ہم آہنگی پیدا ہو۔

Perfect Harmony of body & Soul makes a man the

best creation اشرف المخلوقات

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم"

''ہم نے انسان کو سب سے بہترین صورت میں تخلیق کیا''۔روح اور جسم کے Sync کے بغیر Perfection نہیں ہوتی۔

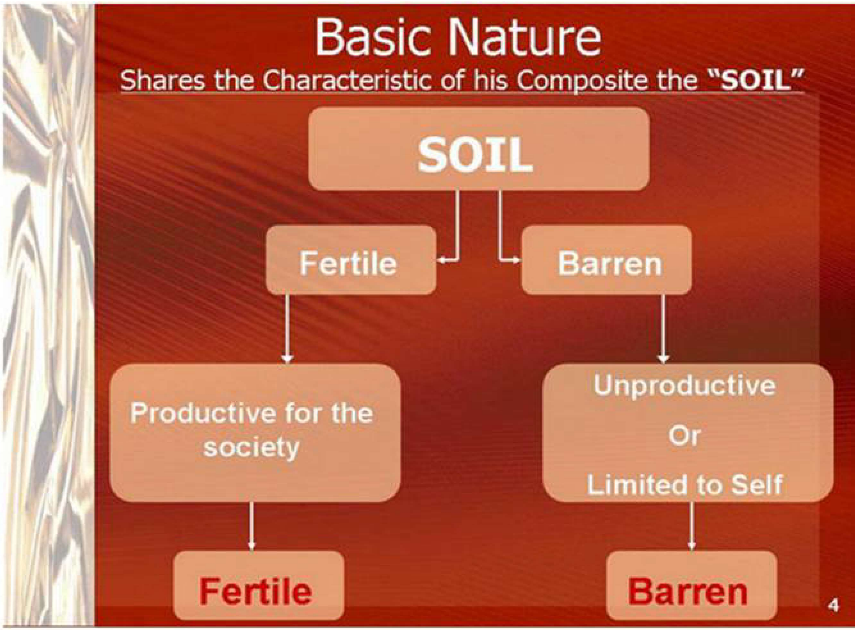

اب یہ دیکھنا ہے کہ (بنیادی فطرت) Basic Nature کیا ہے۔جس مٹی کی ہم بات کر رہے تھے۔مٹی میں ایک Fertility ہوتی ہے۔پھل، پھول، سبزیاں ہر چیز مٹی میں سے ہی اگتی ہے پھر مٹی میں سے کانٹے بھی اگتے ہیں، مٹی بنجر بھی ہے۔تو اگر Fertility ہے مٹی میں تو۔۔۔۔۔معاشرے کے لئے بہت مفید ہے (Productive for the society) اور کیا چیز مفید ہے؟ جب انسان کا وجود انسان کی یہ مٹی Productive ہو جائے تو وہ معاشرے کے لئے بڑی پاک اور مثبت ثابت ہوتی ہے اور selflessness وہ پاکیزہ جذبے پیدا کرتی ہے جس کے اندر غرض نہیں ہوتی۔غرضوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔لیکن اگر ہمارے اندر (منفی) Negativity بڑھ جائے تو یہ مٹی یعنی وجود (بنجر) Barren ہو جاتا ہے۔ Barren ہونے کے بعد Unproductive/Negative اپنی ذات تک محدود ہو جاتا ہے۔ Society کیلئے Contributing نہیں ہوتا اور خود غرضی کو جنم ملتا ہے اور خود غرضی کسی بھی معاشرے کی توڑ پھوڑ کیلئے زہر کا کام دیتی ہے۔

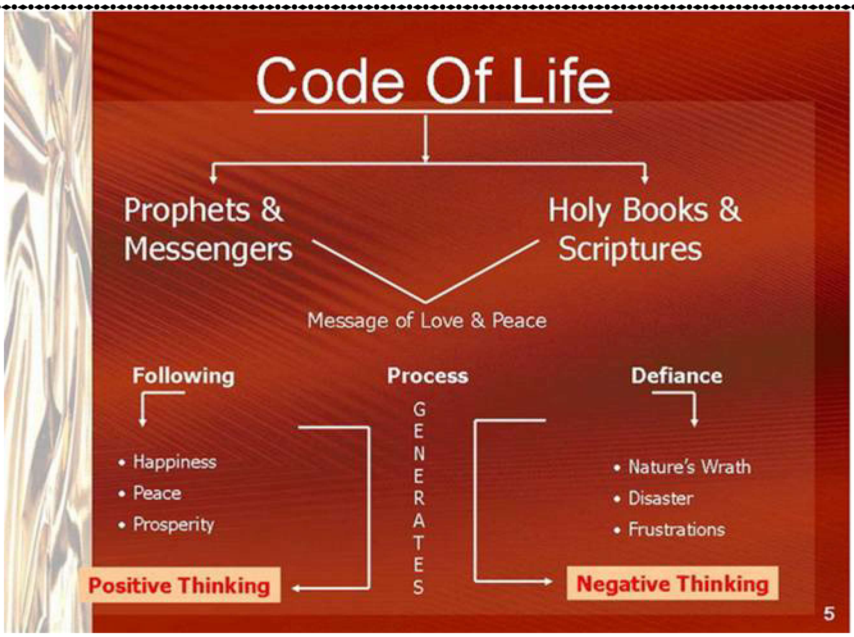

اب ہمارا Code of life کیا ہے؟ انبیاء کرامؑ اور مُرسلین تشریف لائے۔ مقدس کتابیں آئیں۔ صحیفے آئے۔ Message کیا تھا؟ (بنیادی پیغام) Love تھا۔ پیار، امن، آشتی، جیسے اسلام ہے، سلامتی۔ سلامتی کا مذہب، پیار کا مذہب، امن کا مذہب، اگر ہم اس Message of love & peace کو Follow کریں یعنی اپنائیں اور اس کو ہم بغیر شک کے جیسے قرآن کہتا ہے (ذلک الکتاب لا ریب) یہ کتابوں میں سے کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے اگر ہمیں شک نہیں ہے تو پھر ہم Follow کیوں نہیں کرتے۔ جب ہم Follow کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟

Happiness خوشی Peace (امن۔سلامتی) Prosperity خوشحالی، خوشحالی سے مراد پیسہ نہیں ہے خوشحالی سے مراد ہے ایک ایسا خوبصورت Civilized (مہذب) معاشرہ جہاں ایک دوسرے کا درد رکھنے والے ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے، اپنا کھانا کھانے سے پہلے ہمسائے کا خیال رکھنے والے موجود ہوں۔ ایک ایسا معاشرہ تخلیق ہوگا جو تمام انسانیت کیلئے سکون کا باعث بنے گا۔

اب اگر ہم اس کی مخالفت کریں تو (Nature Reacts) اللہ ہم سے خوش نہیں ہوتا ہماری عدم قبولیت ہمیں مختلف تکالیف میں مبتلا کر دے گی تباہی آئے گی اور Frustration بڑھے گی۔ تقلید (Following) میں وہ Positive Thinking مثبت سوچ ہے، مثبت سوچ آپ کو رحمانیت کی طرف لے کر جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس کو Follow نہیں کرتے Defiance میں جاتے ہیں تو پھر Negative Thinking, منفی سوچ پیدا ہوتی ہے منفی قوت ہے کیا؟ میں نے پہلے کہا تھا ہمارے اندر دونوں Parallel قوتیں ہیں۔ جیسے Fertility ہے اور جیسے بنجر پن ہے۔ اگر ان کا Graph 19/20 میں رہے تو بہت حسین ہے لیکن اگر 20/80 ہو جائے 80% Negativity ہو جائے اور Posivity 20% تو آپ سوچیں گھر کے اندر کیا ہوگا یہ جتنی بیماریاں ہیں یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ یہ کس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

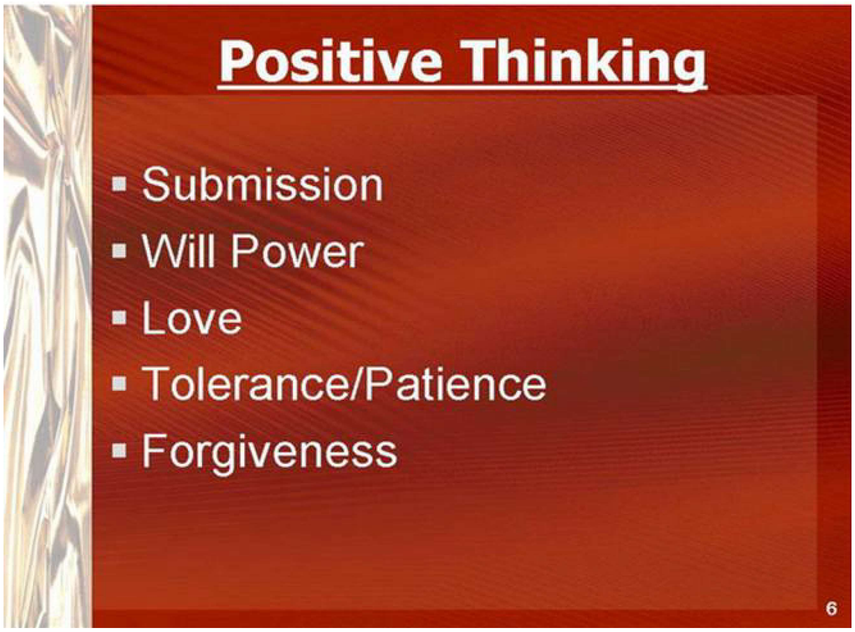

What is positive Thinking? مثبت سوچ کیا ہے؟

Submission۔۔۔ بندہ اپنے آپ کو ہر وقت عاجز گردان کر خود کو اللہ کے حوالے

کر دیتا ہے بارگاہ رب ذوالجلال میں پیش کرتا ہے، توکل بر خدا کرتا ہے۔ اس کی Willpower ، قوت ارادی بہت مضبوط ہوجاتی ہے۔ محبت اس میں بھر جاتی ہے۔ Tolerance (برداشت) ہے Patience (صبر ہے) صبر بہت ضروری ہے۔ Forgiveness ،معافی ،معاف کردینے کی صلاحیت۔ ''اللہ درگزر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

Contentment ہے قناعت آجاتی ہے Caring & Concern ہے۔ Faith، Unity Discipline یہ چند ایسے چھوٹے چھوٹے میں نے Points اس لئے لکھے ہیں تاکہ understand کرنا آسان ہو کہ ظاہری سطح سے لے کر معرفت کی Excellence تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے۔ یہ ظاہری سطح کی ابھی میں بات کررہا ہوں۔

I am just talking about Scientific Explanation of Quranic Radiation.

معرفت الہیہ راہ ہدایت ہے اور وھبی ہے (عطائے ربّانی)۔

عشق دم جبرائیل عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

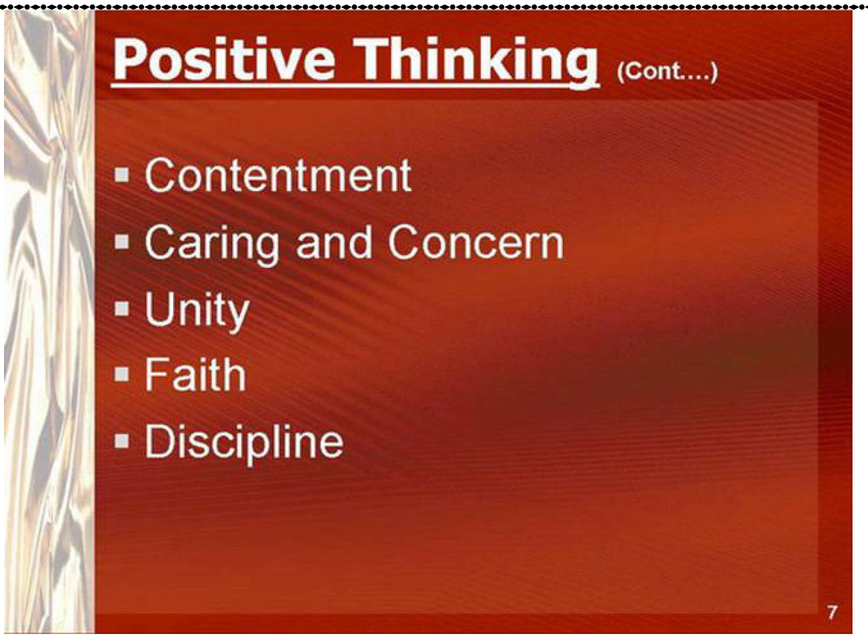

یہ ہے Positive thinking، مثبت سوچ کام کیا کرتی ہے؟ مثبت سوچ انسانیت سے محبت پیدا کرتی ہے۔ Fulfilling Haqooqul.Ibad. حقوق العباد کی معافی نہیں ہے۔ دل آزاری سے بچو بدگمانی سے بچو دل توڑنے سے بچو، آپ متعدد حدیث مبارکہ پڑھ لیں غور کریں انسان کو انسان سے پیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کا ایک منزلہ گھر ہے دوسرا تین منزلہ گھر بنانا چاہتا ہے۔ تین منزلہ والے پر لازم ہے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا کہ وہ ایک منزلہ والے سے اجازت لے۔

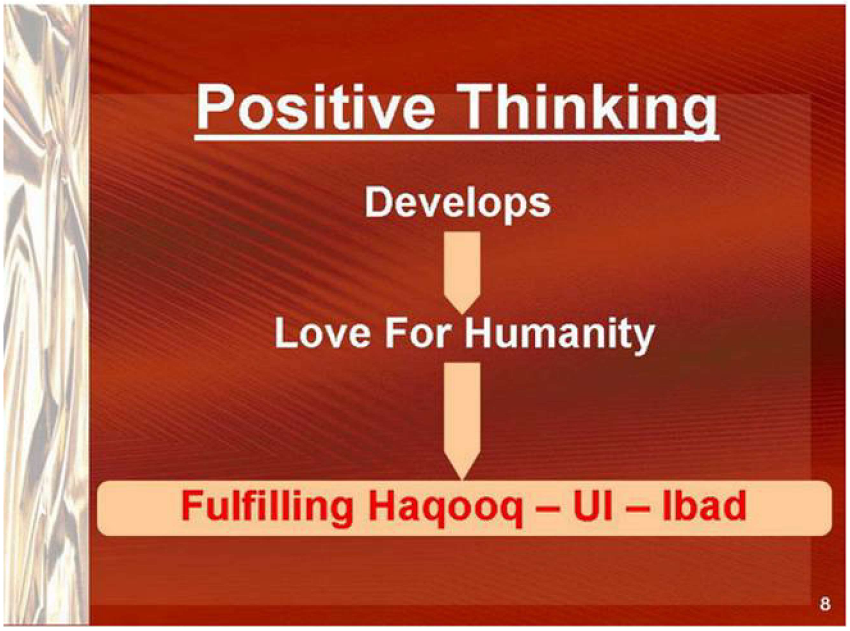

نمبر۔1 یہ Fullfilling حقوق العباد، یہ جو ہم مثبت سوچ کو Develop کریں گے یہ ہمیں اشرف المخلوقات بناتی ہے۔

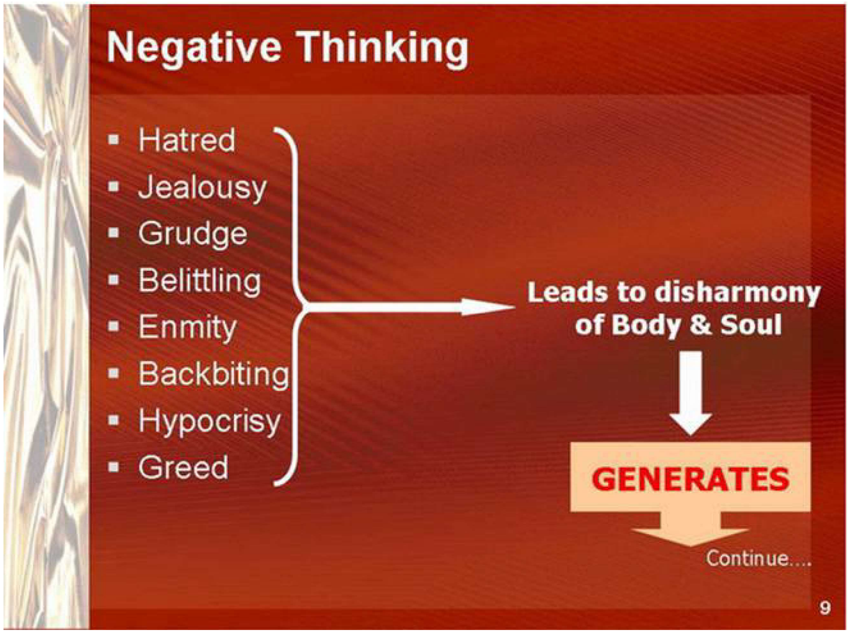

Negative Thinking کیا ہے؟ منفی سوچ Hatred / نفرت، Hypocrisy, Backbiting, Greed کینہ، /Grudge حسد، /Jealousy Enmity, Belittling, جیسے ہم کہتے ہیں بغض، عداوت، کینہ، نفرت، حسد یہ ساری چیزیں جب ہمارے اندر پلنا شروع ہوتی ہیں، تو

It lead to Disharmony of body & Soul

یعنی روح اور جسم کی ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے۔ Complete Disharmony ہوگئی روح علیحدہ ہو جاتی ہے جسم علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے ہوتا کیا ہے، وہ Generate کیا کرتی ہے؟

اس Disharmony سے چار چیزیں پیدا ہوتی ہیں Social illness سماجی بیماریاں، Physical illnesses یعنی آپ کی جسمانی بیماریاں، Mental Disorders ذہنی بیماریاں اور Spiritual Disturbances ہماری روحانی اُلجھنیں۔یعنی میں نے آپ سے پہلے کہا اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ جسم اور روح میں ھم آھنگی کیا ہے؟ وہ یہ کہ جب ہم یکسوئی اختیار کرتے ہیں جو میں بات کر رہا تھا کہ ''سنیا سخن تے گئیاں کھل اکھیاں'' اس بات پر غور کریں، یکسو ہوئے آنکھیں بند کیں، نماز پڑھتے ہیں کیا تصور کیا جاتا ہے ایسے کھڑے ہوں، ایسے پیش ہوں، یہ خیال کرو اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے روح ،جسم ، ذہن اور قلب یہ پوری ایک (ہم آہنگی) Harmony ہے اب اس سے ہمیں اگر Harmony نہ ہو اور Negativity بڑھ جائے تو پھر ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟

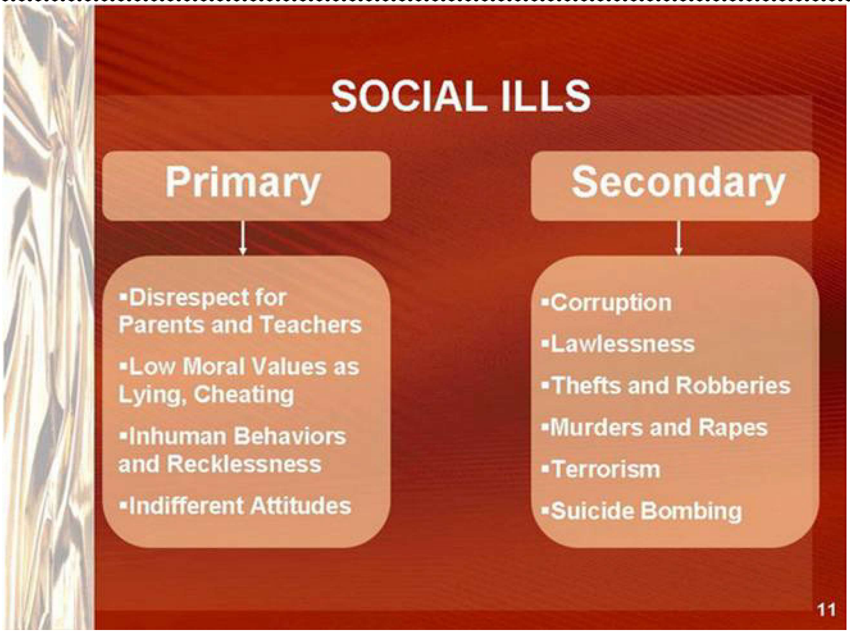

What are social ills?

اس میں دو قسم کی سماجی بیماریاں ہیں Primary اور Secondary۔

Primary میں Disrespect of parents and teachers میں ماں باپ کی حکم عدولی پر اتر آتا ہے۔ اساتذہ کرام کا ادب نہیں کرتا حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ''پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو'' قرآن فرماتا ہے ''ماں باپ بوڑھے ہو جائیں ان کو اُف تک نہ کہو'' Low Moral Values (اخلاقی اقدار کا فقدان یا اخلاقی گراوٹ)۔

as lying & cheating جھوٹ بولنا دھوکا دینا یہ بھی اس کا حصہ ہیں۔

Inhuman behaviour & Recklessness ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں سمجھتا۔ Indifferent Attitudes بالکل نظر اندازی اور کسی کی بھی پرواہ ہی نہیں۔ ہم جو کام کر رہے ہیں ہمارے پاؤں تلے جو بھی روندا جائے بس ٹھیک ہے۔ ہمیں اپنا مقصد حاصل کرنا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کسی کو فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں پہنچتا۔

Secondary اس کا پہلو کیا ہے؟ Corruption Lawlessness قانون کی کوئی

پرواہ نہیں Thefts & Robberis چوریاں، ڈاکے Murders&Rapes یہ Social ills ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت لمبی Details ہیں اس میں نہیں جاتے۔ کیونکہ ان سب کا تذکرہ اس مضمون میں مختلف جگہ پر موجود ہے۔ بنیادی مقصد سماجی بیماریوں کے دونوں پہلوؤں کی نشاندہی ہے۔ تا کہ ہم نقطے کو سمجھ سکیں۔

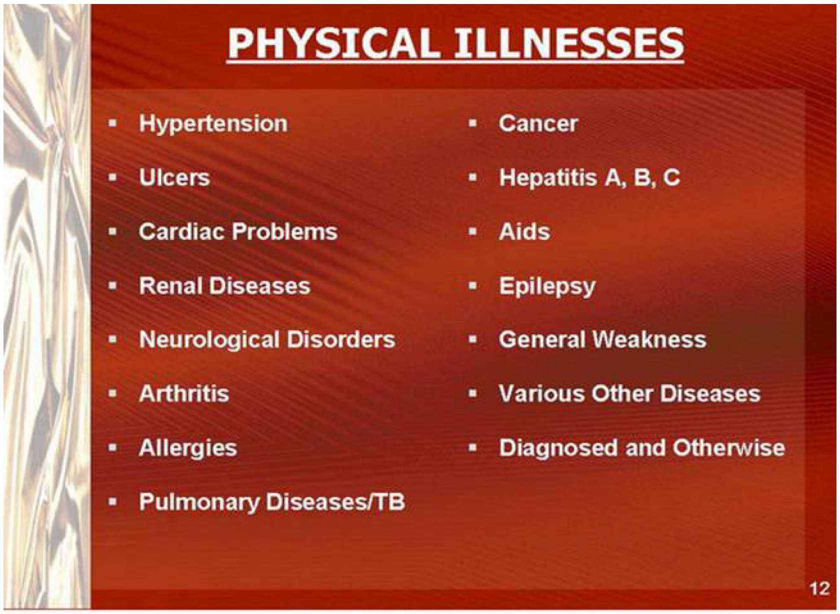

Physical illness جسمانی بیماریاں، چند ایک، Hypertentson، Ulcer، Cardiac problems دل کی بیماریاں Renal Diseases۔ Kidney کی بیماریاں Neurological disorders، Arthritis بہت زیادہ ہے۔ خواتین اور ہمارے جو چالیس پچاس سال کے لوگ ہو جاتے ہیں عام طور پر ان کے گھٹنے جواب دے جاتے ہیں کمر جواب دے جاتی ہے۔ Soulders جواب دے جاتے ہیں Doctors کہتے ہیں Arthritis ہو گیا ہے جوڑوں کا درد ہو گیا ہے۔ Allergy ہے۔

Pulmonary Diseases پھیپھڑوں کے امراض ہیں Tuberculosis سے لے کر Cancers ہے۔ Hepatitis A, B & C، Aids، Epliepsy ہے اور General Weakness وغیرہ۔

Various other diseases diagnosed & otherwise، Cancer آج کل ایسی ایسی بیماریاں آ رہی ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ پہلے ان پر تحقیق ہوئی ہے یا نہیں یا پہلے لوگوں کو نہیں تھیں یا اب ہمیں لاحق ہوئی ہیں۔ Mental Disorders کیا ہیں؟ Depression 80 فیصد پاکستان کی آبادی ڈپریشن یعنی ذہنی دباؤ کی مریض ہے، دوائیاں کھا لیتے ہیں رات نیند نہیں آتی میں نے اسلام آباد میں ایک ایسی فیملی کو دیکھا جو بہت صاحب ثروت تھے لیکن ان میں سے کسی کو بھی رات نیند ہی نہیں آتی تھی۔ اتنے اتنے پھکے کھاتے گولیوں کے، سونے کی گولیاں۔ لیکن ان کو نیند کیوں نہیں آتی تھی۔

یہ Depression ہے! Phobias, Panic attacks, Anxiety disorders، ہمارے اندر بے چینی ہے ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں ایک ہی رات میں امیر بننا

چاہتے ہیں، فطری انداز میں نہیں چلنا چاہتے ، سورج صبح نکلتا ہے اور شام کو ایک وقتِ مقررہ پر غروب ہوتا ہے اگر نکلتے ہی غروب ہو جائے تو کیا ہوگا؟ کائنات ٹوٹ جائے گی بچہ صبح پیدا ہو اسی رات کو جوان ہو کے شادی ہو جائے تو زندگی کا لطف ختم ہو جائے گا۔ اسلام عین فطرت ہے ہمیں فطری نظام میں پرویا گیا ہے ایک مقررہ جگہ پر بھیجا گیا ہے۔

پچھلی بات دیکھ لیں قناعت ہمارے اندر ہونا ضروری ہے۔ So we have to wait

ہر بندے کو عجیب عجیب قسم کی Obsessive Complusive Disorders مشکلات ہیں کوئی ہاتھ دھوتا ہے تو بار بار ہاتھ دھوئے چلا جا رہا ہے کسی نے کنڈی لگانے کی عادت ڈالی ہوئی ہے تو رات کو دس دفعہ جا کر کنڈی دیکھے گا مثلاً اس قسم کی ہماری ذہنی حالتیں ہیں۔ Personality Disorders ہیں Pysichotic Disorders، Schizophrenia وہ بھی ایک بیماری ہے۔

Drug Addiction ہے۔ ہم دوائیوں کی محتاجی میں چلے گئے ہیں "بس جی نیند نہیں آتی، نیند کیوں نہیں آتی؟ یہ تو کوئی علاج نہیں ہے۔ جس چیز کا تعلق سوچ سے ہے وہ دوائی سے نہیں ٹھیک ہو سکتی وہ سوچ کی اصلاح سے ہی ٹھیک ہوگی۔ یاد رکھو صرف ایک علاج ہے کائنات میں (قرآن پاک مکمل شفاء ہے)۔۔۔۔۔ Quran the Ultimate Remedy

یاد رکھو، قرآن ساری انسانیت کے لئے ہے میں آپ کو اس کے علاوہ بعد میں بتاتا ہوں، میں نے ایک کرسچن کو جو کینسر کا مریض تھا جب سنایا تو کیا ہوا۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک مکمل شفا ہے۔ تو جان لیجئے کہ یہ فرمان خداوندی ہے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر علاج کی اہمیت سے انکار کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصود

تو اس حدیث کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ''حدیث مبارکہ'' ایک یہودی طبیب شہنشاہ محترم سیّد عالم ﷺ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ جب سے آپؐ تشریف لائے ہیں اور لوگوں نے اسلام کو قبول کیا ہے انہوں نے میرے پاس علاج کیلئے آنا چھوڑ دیا ہے شاید اس لئے کہ میں یہودی ہوں۔ آپ جناب سیّد عالم ﷺ نے فرمایا ''ایسی بات نہیں۔ ہمارے ہاں کوئی بیمار نہیں ہوتا''۔ ذرا غور فرمائیں جنکے قلوب میں قبولیت کی روشنی ہو وہاں مثبت سوچ کا حسن وجود کو محبت الٰہی سے بھر دیتا ہے اور جہاں متابعت رسول مقبولؐ اور حُب رب العلمین موجود ہو وہاں سوچوں میں انتشار کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ بیماریاں منفی سوچ سے دیمک کی طرح وجود کو چاٹنا شروع کر دیتی ہے۔ لہٰذا صرف اقرار باللسان ہی نہیں تصدیق بالقلب بھی لازم ہے اور یہی ایمان کی صفت ہے۔ یہ بھی یاد رکھیئے سوچوں سے پیدا ہونے والی بیماریوں کو دوائیوں سے ٹھیک نہیں کیا جاسکتا اور عقل وعشق کا یہ اختلاف مادہ کی طرف دھکیلتا ہے اور روحانیت سے دور کرتا ہے۔

Spiritual Disturbance کو دیکھیں، تو ہم بہت تو اہم پرست لوگ ہیں

Black Magic ،جس کو دیکھو کالا جادو ہوگیا ہے، ''میری روزی بندھ دتی جی''، ''میرے بچیاں دی شادی بندھ دتی جی''، ''میری نوکری بندھ دتی جی'' مطلب یہ عجیب وغریب قسم کے ہمارے تواھمات ہیں۔Possessions قبضہ کرلیا جن آ گیا جی ۔ وہ بیٹھا رہے گا عجیب ،عجیب سٹوریاں ہمارے معاشرے کے اندر جنم لے رہی ہیں جن ہے، Demon ہے، Shaky Faith ہے ہماراFaith بھی بہت حدتک متزلزل ہوگیا ہوا ہے۔

Remedies (علاج) کیا ہیں ان ساری چیزوں کیلئے جو Exist کرتی ہیں جیسے سماجی بیماریوں Social ills میں پہلا حصہ ہے۔ Primary اس کیلئے Nature کا Course ہے یعنی عمل مکافات کے ذریعے سزا ملتی ہے۔ ماں باپ کی آپ عزت وتکریم نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کومول لے رہے ہیں ۔ اب آپ اور میں اگر ایسے احکامات اور اخلاقی قدروں کو روندیں گے تو عمل مکافات کی چکی ہمیں ضرور سزا دے گی اور یقینی طور پر اللہ کے آگے ہمیں اسکا حساب دینا ہے۔ جو Secondary ہے اس میں اگر چوری کرلی کسی نے ڈاکہ ڈال دیا کوئی جرم کر دیا تو Physical Remand ہے، جرمانہ ہے،

Imprisonment ہے جیل میں بھیج دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

Medical کی بیماریاں Physical illness میں medicines ہیں۔ Surgeries ہیں other therapies ہیں chemo ہے، Physio ہے کسی کو Cancer ہوجائے کہ جی میں نے Chemotheropy شروع کردی دو گھنٹے کا injection ہے اتنا ٹریٹمنٹ ہوگا بال اڑ جائیں گے۔

Medicines ہیں psychotherapy ہے۔ Electroconvulsive۔ بجلی کے جھٹکے دینے شروع کردیئے دماغی توازن ٹھیک نہیں رہا۔

Spiritual Disturbances کے لئے دم، درود ہیں تعویز ہیں تسبیحات ہیں ٹوٹکے ہیں اب ہوتا کیا ہے سارے علاج کے بعد؟۔ Results marginal or incurable ایلوپیتھی کہہ رہی ہے Science کہہ رہی ہے کہ Hepatitis کا علاج 17 فیصد لوگ cure ہوں گے چنانچہ سو میں سے صرف 17 بچیں 83 لوگ مرجانے چاہیے۔ چاہے اس کے پاس پیسے ہیں یا نہیں ہیں، یہ Medical Science کہتی ہے ہم نہیں کہتے، ہم کہتے ہیں جب تک اوپر کا امر نہ ہو کوئی نہیں مرسکتا۔ بیماری سے کوئی نہیں مرتا۔ بیماری سے تو بندہ پھر صحت یاب ہوجاتا ہے۔ مرض الموت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ اب Solution کیا ہے۔

Where to go?۔ یہ ہماری ہزار ہا (مشکلات) Problems ہمارے سامنے ہیں ہم بڑے بے چین ہیں ہمارے پاس ذرائع نہیں ہیں ہم گاڑی خریدنا چاہتے ہیں۔ گھر بنانا چاہتے ہیں یہ ساری ہماری مشکلات ہمارے ذہن کے اندر ہیں اور ہم کُڑھتے رہتے ہیں سارا

دن۔ناظم صاحب کی طرف دیکھتے ہیں منفی سوچ کی وجہ سے ہمیں۔۔۔۔ناظم بھی برا لگنا شروع ہوجاتا ہے۔وزیراعلیٰ کی طرف دیکھتے ہیں ہمیں وہ بھی برا لگنا شروع ہوجاتا ہے ہمیں صدر صاحب بُرے لگنا شروع ہوجاتے ہیں ہمیں پرائم منسٹر بھی بُرا لگنا شروع ہوجاتا ہے۔ہمیں پولیس بُری لگنی شروع ہوجاتی ہے ہمیں سب بُرے لگنے لگ پڑتے ہیں شاید یہ سارے لوگ ٹھیک نہیں ہیں۔ایماندار نہیں صرف ہم ایمان دار ہیں۔

یہی منفی سوچیں ہیں اور انہی کو ٹھیک کرنا ہے۔

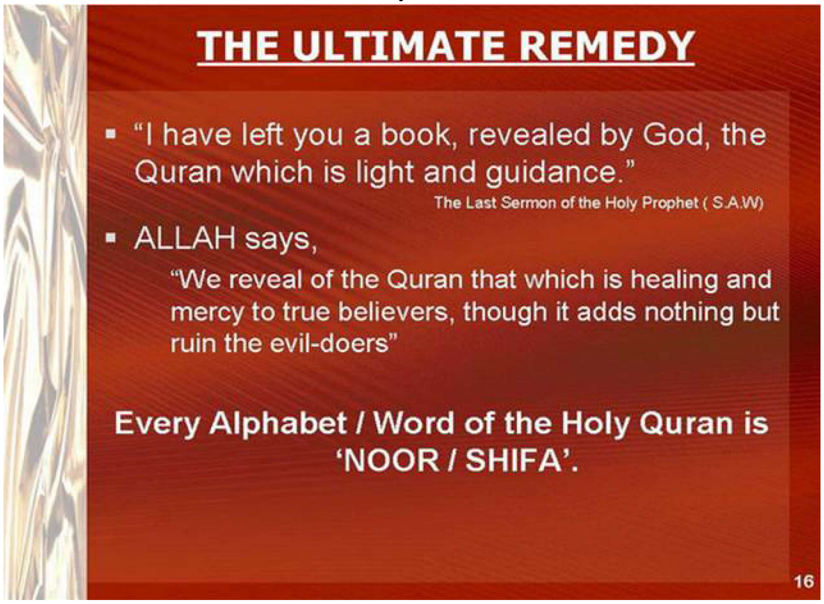

حل کیا ہے؟ **The Quran, The Ultimate Remedy** حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"I have left you a book revealed by the God. The Quran which is light & Guidance"

''میں اپنے پیچھے ایک کتاب چھوڑے جا رہا ہوں قرآن مقدس جو تمہارے لئے روشنی ہے ہدایت ہے'' رحمت ہے کرم ہی کرم ہے۔اللہ کیا کہتا ہے۔

"We reveal of the Quran which is healing and mercy to true Belivers. Though it adds nothing but ruins the evil-dores"

ہم نے یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا کہ یہ رحمت ہے شفاء ہے مومنین کے لئے اور ظالموں کے حق میں اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے؟ یہ ظالم کون ہے؟ جو اس پیغامِ رحمت کو سن کے بیزارگی ظاہر کرئے یا قبول کرنے سے انکار کرے، اس لئے کہ جو آپ تک پیغام لے کے آیا ہے وہ آپ کو قرآن کا پیغام دے رہا ہے کوئی اپنی ذات کا پیغام نہیں دے رہا۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا

"Every Alphabet/ word of the Holy Quran is Noor"

قرآن کا ہر حرف نور ہے، ظاہر اس کی کتاب ہے، ظاہر اس کا حرف ہے، الف، الف اللہ، یہ الف لگتا ہے، لیکن یہی وحدانیت ہے یہ ظاہر میں حرف ہے باطن اس کا نور ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

''قرآن کا ایک ظاہری مطلب ہے اور ایک باطنی اور پھر اس باطنی مطلب کا باطنی ھے سات بواطن تک۔ ایک روایت کے مطابق نو بواطن تک''۔

ہماری جو Reserach ہے

That is based on Sura Al-Rehman

آخر صرف سورۃ الرحمٰن ہی کیوں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ شہنشاہ پاکؐ نے فرمایا کہ سورۃ الرحمٰن قرآن مقدس کی دلہن ہے۔ بہت حسین تصور ہے نعمتوں کا رحمتوں کا، رحمٰن آخر ہے کیا؟ جو نیک، گنہگار، بدکردار، مسلمان، کافر، ہندو، سکھ، عیسائی، سب کے اوپر یکساں مہربانی کرنے والے کو رحمٰن کہتے ہیں۔ بن مانگے برسات کہتے ہیں رحمٰن وہ جو سب پہ مہربانی کرے، اس کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ اس کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے، اس کا راگ آلاپتے ہیں یا نہیں آلاپتے۔ آپ تسبیح پڑھتے ہیں کہ نہیں پڑھتے اللہ اپنی رحمت کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ بارش جب آتی ہے یہ نہیں دیکھتی یہ بازار حسن ہے یہاں نہیں ہوگی یہ گندگی کا اڈا ہے بادشاہی مسجد پر بھی بارش ہوگی، بازارِ حسن پر بھی بارش ہوگی۔ شریفوں کے علاقے پر بھی بارش ہوگی۔ یہ رحمٰنِ عظیم کی شان ہے کیونکہ وہ سب کا رب ہے۔ کیوں سنا جائے؟ لوگ کہتے ہیں میں پڑھ نہ لوں۔ کچھ کہتے ہیں کہ ہم پڑھتے جو ہیں۔ اگر بات صرف ثواب کے حصول تک

محدود ہے تو جان لیجئے کہ سننے اور پڑھنے کا ثواب برابر ہے۔ پھر سورۃ الرحمٰن ہی کیوں؟ سورۃ یٰسین کیوں نہیں یا اور دیگر قرآن پاک کی سورتیں ہیں۔قرآن پاک کا ہر حرف شفاء اور رحمت ہے۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''بابا نے بہت یکسوئی سے تحقیق کی اور یہ نقطہ اللہ پاک کی طرف سے روشن ہوا کہ سورۃ الرحمٰن سے علاج کیا جائے۔ یہ ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں فقراء قرآن پاک کی دیگر سورتوں کے ذریعے علاج کریں''۔ پھر ہمیشہ سننے میں ہی یکسوئی حاصل ہوتی ہے سننے سے ہی بات عمل میں آتی ہے۔

"When the Quranic verses are recited listen with fullest concentration so that you are blessed with mercy"

قرآن محکم میں اللہ فرماتا ہے کہ ''جب ہمارا کلام پڑھا جائے تو اس کو خاموشی اور توجہ سے سنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ خاموشی اور توجہ!۔Deep concentration کے ساتھ so that you are blessed،تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

بنی علیہ صلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:۔

I Prefer to listen the recitation of Quran

یعنی میں قرآن کا سننا پسند کرتا ہوں اور صحابہ کی جماعت میں بیٹھ کے کوئی بھی صحابی پڑھتے تھے اور آپؐ بھی ان کے درمیان میں بالکل یکسوئی اختیار کر کے قرآن محکم سنتے تھے آپؐ نے فرمایا ایک موقع پر کہ ''تم لوگ اپنے دیگر بھائیوں کی نسبت 500 سال پہلے جنت میں داخل ہو گے''۔

اب باری ہے سورۃ الرحمٰن کو سننے کا طریقہ۔ آپ اپنی آنکھیں بند کریں گے اپنے ذہن کو تمام خیالات سے آزاد کریں گے اپنے قلب میں بالکل Concentrate کریں گے اسے دل کے کانوں سے سُنیں گے، ظاہر کے کانوں سے نہیں جیسے سلطان العارفینؒ نے فرمایا:۔

''سنیا سخن تے گئیاں کھل اکھیاں'' یہ کون سی آنکھیں کھلیں؟ یہ قلب کی آنکھ ہے، یہ کون سا کلام ہے؟ ایک ہی کلام ہے۔

چنانچہ آنکھیں بند کر کے اللہ کے روبرو ہونے کے خیال کو قلب میں مضبوط کرو۔ اس پاک کلام کو دل کے کانوں سے سننا ہے، یہ روشنی ہمارے ظاہری کانوں سے نہیں جائے گی یہ روشنی پورے وجود میں گھس جاتی ہے۔ ہم ایک ہسپتال گئے ایک بہت ہی ہمارے محترم سرکاری افسر کے سُسر صاحب Coma میں چلے گئے تو جب ہم ہسپتال پہنچے تو ہمیں ڈاکٹر نے کہا آپ تشریف رکھیں، پوچھا کتنے دن ہو گئے تو کہا 12، 13 دن ہو گئے۔ آپ ذرا کیسٹ پلیر منگوا دیں، وہ ہنسنے لگے۔۔۔لو! ہم انکا اتنا زبردست علاج کر رہے ہیں اور یہ ہوش میں نہیں آئے آپ کہہ رہے ہیں کیسٹ پلیر سے علاج کریں گے بھائی جان یہ Coma میں ہے سنتا

نہیں ہے۔ہم نے سورۃ الرحمٰن لگائی دس منٹ کے بعد اُن صاحب نے آنکھیں کھول دیں۔ یہ میرا تجربہ ہے۔میں Nephrology ward میں بھی جاتا رہا ہوں جتنے Coma میں لوگ ہوتے ہیں قاری باسط کی آواز میں سورۃ الرحمٰن کی تلاوت اس کے سرہانے چلادو پھر دیکھو، قرآن مقدس وہ رحمت ہے وہ نور ہے جو کسی کا محتاج نہیں۔رحمت کسی شکل کی محتاج نہیں رحمت کسی کردار کی محتاج نہیں یادرکھو! یہ اندر سے روشن کرتا ہے۔ایسے سننا ہے کہ جیسے آپ کے قلب پہ نازل ہورہا ہے۔

خودکو اللہ رب کریم کے سامنے محسوس کرنا ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم اس کے روبرو ہیں احساس ندامت،احساس ملامت یہ ساری چیزیں اسی وقت اندر سے جنم لے سکتی ہیں جب ہم صرف تصور خالق حقیقی کا بنائیں ہم کبھی بھی اس کی نگاہ سے باہر نہیں ہیں ہم یہ نہ سوچیں کہ ہم مسجد جائیں گے تو وہ ہمیں دیکھ رہا ہے وہ ہمیں گھر میں بھی دیکھ رہا ہے۔ہم ہر لحظہ اس رب کریم کی حفاظت میں بھی ہیں، وہ ہمیں دیکھ بھی رہا ہے۔

''ولا یودہ حفظھما وھو العلی العظیم''۔

وہی سب کو پالتا ہے۔اُس پاکیزہ ذات کے ہوتے ہوئے گمراہ ہو جانا تاریکی ہے۔ حجاب ہے! صوفیا اسے کہتے ہیں حجاب غین اور حجاب رین،غین کہتے ہیں تاریکی کو۔تاریکی میں روشنی ہوجاتی ہے ہر رات کے بعد روشنی ہے دن ہوتا ہے۔قرآن نور ہے روشنی ہے جب یہ اندر کی طرف جاتا ہے تو تاریکی دور ہوجاتی ہے کفار کے لئے رین کا لفظ استعمال ہوا ہے رین زنگ کو کہتے ہیں جو لوہے کو بھی کھا جاتا ہے۔

Immediate Result جب ہم کلام ربّانی کو اس طریقے سے سنتے ہیں تو ہوتا کیا ہے۔آج میں آپ سب کو سورۃ الرحمٰن سنا کے جاؤں گا۔ یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ زبانی جمع خرچ نہیں یہ حقیقت ہے سب سے بڑا سچ ہے۔

When connection with the divine light is achieved the following sings are manifested

جوں ہی آپ آنکھیں بند کریں گے اور خود کو رب ذوالجلال کے سامنے پیش کریں گے تو ہو گا کیا؟ بند آنکھوں کے دوران روشنی کا نظر آنا 'اللہ نور السموات والارض' اللہ نور ہے زمین و آسمان کا، روشنی پھیل گئی، آنکھیں بند کی روشنی پھیل گئی۔۔۔۔۔۔۔

Feeling of peace & relaxtion

بالکل Relax ہو جاؤ گے سکون میں آ جاؤ گے ہلکے پھلکے ہو جاؤ گے۔ Elevation محسوس کرو گے۔ ہوتا کیا ہے؟ روح اور جسم میں ہم آہنگی ختم ہو گئی تھی روشنی اوپر سے پڑتی ہے روح واپس آتی ہے اور روشنی جب پڑتی ہے تو اس سے ایک ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے جس سے

انسان Elevated محسوس کرتا ہے اس کا دل کرتا ہے کہ اس کے بعد کوئی کام نہیں ہونا چاہئیے۔

Shivering inside the body، کپکپاہٹ طاری ہوتی ہے۔میں نے کہا تھا 'اللہ' پورا جسم کانپنا شروع ہوجاتا ہے اتنے زلزلے آتے ہیں، یہاں پر میں آپ کو بتادوں میں ایک PIMS Hospital کے Cancer ward میں گیا وہاں 17 آدمی تھے یہ اسلام آباد کے کا واقعہ ہے انہوں نے مجھے منع کیا ڈاکٹروں نے کہ ماسک لگاؤ اندر نہیں جانا شاہ جی آپ کو بیماری پکڑلے گی۔میں نے کہا آرام سے بیٹھو کچھ نہیں ہوتا۔ میں چلا گیا اندر، وہ میں نے دیکھا تو وہ سارے بڑے Depression کے مریض کسی نے سرہانے قرآن پاک کو بھی رکھا ہوا ہے کوئی پڑھ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ PTV کے ایک Programme کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں مجھے ایک راز ملا ہے اور وہ راز یہ ہے کہ مایوس نہیں ہونا شفاء صرف منجانب اللہ ہے، پیش ہونا آپ کا کام ہے۔ باقی دیکھیں کیا ہوتا ہے آپ صرف مجھے دس منٹ دیں آنکھیں بند کردیں، میں Cassette چلاؤں گا۔آپ اس کے بعد جو محسوس کریں مجھے بتائیں میں اس کو Record کروں گا مجھے Televison پر چلانا ہے اس روح کو اس مشن کو پھیلانا ہے کہ میرے ملک کی سسکتی مخلوق دکھی انسانیت کو پیسوں کی نہیں جذبوں کی ضرورت ہے کیسے ٹھیک ہوں سارے تو امیر نہیں ہوسکتے ساروں کے پاس تو جائیداد نہیں آسکتی، ارے اتنی بڑی نعمت رکھتے ہوئے ہم جائیدادیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ گھروں میں رکھ کر بھی ہم محروم ہیں سب کی آنکھیں بند کروادیں۔ تلاوت ختم ہونے کے بعد جب آنکھیں کھلوائیں تو پوچھا ہاں جی کیا محسوس ہوا، کسی نے کہا یہ بڑی اچھی کتاب ہے، سچی کتاب ہے میں نے کہا میں نے یہ

نہیں پوچھا میں نے کہا اگر میں آپ کو گالی دوں تو آپ کو کیسا لگے گا انہوں نے کہا آپ کیسی باتیں کرتے ہیں مجھے غصہ آئے گا میں آپ کو پھر بتاؤں گا کہ پھر میں کیا کروں گا میں نے کہا وہ ایک گالی کا اتنا Reaction ہے کہ آپ مجھ پر غصہ اتاریں گے، میں نے آپ کو قرآن پاک سنایا ہے یہ کیا ایسی کتاب نہیں ہے ایسا کلام آپ کے کانوں سے نہیں داخل ہوا کہ آپ کا قلب لرز جائے۔ جس سے آپ کے جسم میں ایک عجیب Vibration ہوئی ہو جس سے آپ کو Relaxation محسوس ہوئی ہو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا ایک کرسچین لیٹا ہوا تھا، اس نے ہاتھ کھڑا کیا اس نے کہا جی I am a Christian لیکن اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ کہوں میں نے کہا بولیں 'اس نے کہا' آپ نے کہا آنکھیں بند کرلو۔ اب میں بتارہا ہوں کسی یقین کی ضرورت نہیں کسی Faith کی ضرورت نہیں میں کتاب کی سچائی، حقانیت کی بات کررہا ہوں، اللہ رب العالمین کی بات کررہا ہوں۔ اس نے کہا' آپ نے کہا آنکھیں بند کرلیں میں نے آنکھیں بند کرلیں'۔ آپ نے سورۃ الرحمٰن چلادی کہتا ہے کہ اچانک مجھے لگا زلزلہ آرہا ہے اور آنکھیں بند تھیں تو روشنی پھیل گئی اور مجھے ایسا لگا جیسے خوشبو آنے لگ پڑی ہو بس اس کے بعد آپ نے آواز دے دی کہ آنکھیں کھول دو تو میں نے آنکھیں کھول دیں میں حیران ہوں کہ میرے جسم میں اتنا درد تھا کہ جو کسی دوائی سے نہیں جارہا تھا۔ اب میرے جسم میں درد ہی نہیں گویا جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ اس نے کہا'' آج میں آپ کو بتارہا ہوں کہ یہ سچی کتاب ہے میں ضرور ٹھیک ہوں گا یہ سارے میرے بھائی بھی ٹھیک ہوجائیں گے''۔ اور یہ میں نے پیغام ٹیلی ویژن پر چلایا اور مجھے بہت ساری تنظیموں نے کہا کہ یہ تم نے کہاں سے ریکارڈ کرلیا۔ میں نے کہا میں نے کچھ نہیں کیا بھائی یہ تو اس کتاب عظیم کی برکت ہے میں تو خود دیکھ دیکھ کر حیران ہوں اس نے

تو خود مجھے بھی بدل دیا۔

Shivering!میں نے کہا جسم کے اندر کپکپاہٹ، Palpitationاور Raising Heart Beat، کپکپی، دل کی دھڑکن ایسے تیز ہوتی جیسے ابھی یہاں سے باہر نکل جائے گا بے قابو ہو جاتا ہے۔ Sweatting، پسینا آنا شروع ہو جائے گا آپ کو Feel heat or Warmth آپ کو ایسے لگے گا جیسے گرمی شروع ہوگئی ہے یہ کیسی گرمی ہے موسم تو بڑا اچھا ہے گرمیاں بھی نہیں آئیں یہ کیا ہوگیا، اتنی Heat محسوس ہوگئی آپ کو اس جلال کی اس روشنی کی اس نور کی۔

Vibratiion as if experiencing an earth quake جیسے زلزلہ آ رہا ہو۔ Visions بہت سارے لوگوں کو مختلف visions آتے ہیں کوئی کعبہ میں پھر رہا ہوتا ہے کوئی مدینہ میں پھر رہا ہوتا ہے۔ کوئی کہیں پھر رہا ہوتا ہے اور کوئی کہیں پھر رہا ہوتا ہے۔ اور Feeling Numb and no feeling at all، دو قسم کے انسانی وجود ہیں ایک وجود ایسا ہے جو چھوٹی چھوٹی سی چیزیں محسوس کر لیتا ہے۔ جیسے آپ گھر میں بیٹھے ہوں تنہا بیٹھے ہوں ذرا سا خیال آئے کوئی کھٹکا ہو پورے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں ان کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا یہ ان کی خرابی نہیں ہے یہ وجود دو طرح کے ہوتے ہیں ان کو بہت دیر بعد محسوس ہوتا ہے۔

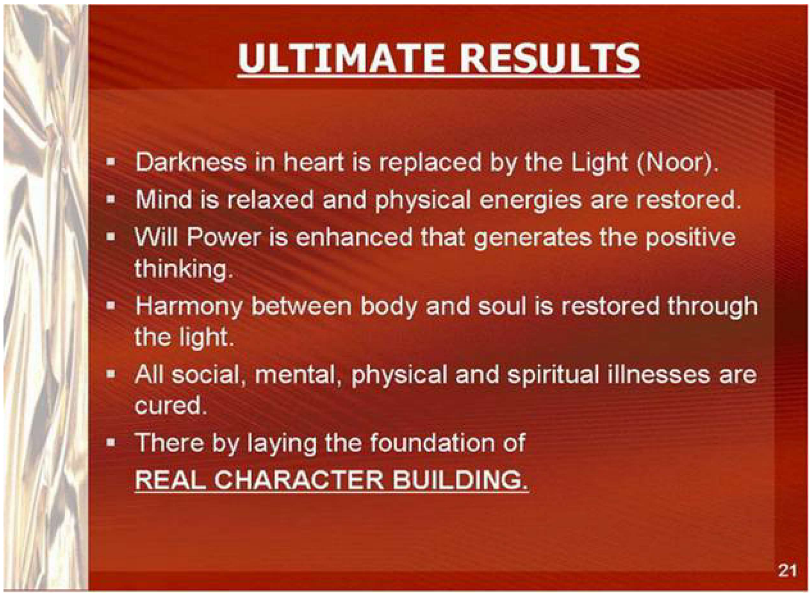

Ultimate Results کیا ہیں؟ بلاآخر ہوگا کیا؟

Darkness in heart is replaced by the light، تاریکی کی جگہ روشنی آجاتی ہے دل روشن ہوجائے گا، قلب روشن ہوں گے تو ہماری سوچ مثبت ہوجائے گی۔

Mind is relaxed & Physical energies are restored میں کئی کئی گھنٹے بولا ہوں کئی Seminars میں گیا ہوں میں نے کبھی کتاب نہیں پڑھی، یہ Engery ہے روشنی جس میں خلوص کی ضرورت ہے میری نہیں ہے یہ ان بابا کی ہے جنہیں قلندر کا کیاں والی سرکارؒ کہتے ہیں۔ مخدوم سیّد صفدر علی بخاریؒ، میں نے ان کو اس Age میں دیکھا۔ آپؒ فرماتے ہیں ہر سانس کا حساب دینا ہے یاد رکھو اپنے ہر سانس کی حفاظت کرو، ایک دن تم سے بڑا سخت حساب لیا جائے گا۔ So ہر سانس کے ذریعے Selflessness جو ہے جو میں نے کہا تھا Selflessness is productive Towards Society۔

Selflessness کیا ہے؟ ہمارے اندر خلوص ہونا چاہیے کسی غرض سے نہیں، چندہ نہیں اکٹھا کرنا، پیسے نہیں مانگنے، کیسٹیں نہیں فروخت کرنی ہم تو Cassette بھی فری دیتے ہیں۔

CD بھی فری دیتے ہیں Whats App کے ذریعے بھی بھجواتے ہیں کہتے ہیں بھائی اپنے لئے سن لے ساتھ لے جا۔ جب ٹھیک ہو جائے اس کی Fees یہ ہے اس کو آگے کسی کو دے دینا اس کے لئے ایک ویب سائیٹ www.alrehman.com بنائی ہے اگر CD بازار سے نہ خریدسکو تلاوت وہاں سے Download کرلو۔

Will power is enhanced that generates the positive thinking

قوت ارادی سے کیا بنتا ہے؟ آپ کے اندر Positive thinking آتی ہے مثبت سوچ پیدا ہوتی ہے آپ کے اندر

Harmony between body & soul is restored through the light

وہی میں نے بات کی تھی کہ جیسے آپ کے اندر جو Disharmony پیدا ہوگئی تھی۔ اس روشنی کے ذریعے جو آپ نے آنکھیں بند کر کے سنی ہے اس سے بہتر ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ صرف بیماریوں کے لئے نہیں ہے۔

I am not talking about diseases، یہ تو میں نے آپ کو مثال دی ہے میں بات کر رہا ہوں کردار سازی کی مثبت سوچ، کردار سازی کا نام ہے۔

How to build the Character?, Character Building

تقریریں کر کے نہیں میں کسی کا کردار بنا سکتا۔ کردار یہ قرآن محکم بناتا ہے یہ پاک کتاب بناتی ہے۔ قرآن کا فرمان ''ہمارے کلام کو توجہ اور خاموشی سے سنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ ہم رحم کو

پتہ نہیں کیا سمجھتے ہیں شاید" مجھے صحت مل جائے گی یا مجھے گھر مل جاوے گا یا مجھے جائیداد لب جائے گی" یہ رحم نہیں ہے، حدیث مبارکہ" ہر امت کا ایک فتنہ ہے میری امت کا فتنہ مال ہے"۔ مال ہی تو فتنہ ہے اور رحم کیا کرتا ہے ایک مثبت سوچ Develop کرتا ہے۔ ایک کردار بنے گا صوفیاء کیا کرتے تھے؟

Why? Why every non-muslim respects the sufis?

وہ صوفی کو دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اس لئے کیونکہ صوفی ہمیشہ انسانیت سے پیار کی بات کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا جھگڑا کرو وہ کہتا ہے نفرت نہیں کرنی شکایت نہیں کرنی گلہ نہیں کرنا پیار کرو بس۔ یہ کردار بن رہا ہے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم شہنشاہ محترم ﷺ کو آسانی سے Follow کر سکتے ہیں ارے بابا جو رحمتہ العالمین ہیں وہ تو ہمیں احسن تقویم میں ڈھالنے کیلئے آئے ہیں۔ ہمارا کوئی کردار ہو شکل نہ ہو، لباس بے شک نہ ہو لیکن ہمارا کوئی کردار تو ہو ہمارے کردار سے خوشبو آئے ہم کہیں جائیں دیکھ کے لوگ کہیں یہ کتنے اچھے لوگ ہیں ہمیں بولنا نہ پڑے بولنے سے نہیں پھیلتا Vibration جو میں بار بار بات کر رہا ہوں۔ Vibration سے پھیلتا ہے۔

All social, Physical, Mental & Spiritula illnesses are cured

تمام بیماریاں ختم میں نے خود کیا ہے۔ Cancer کے مریض ہم اٹھا کے لائے ہیں۔ Hepatitis کے مریض 100%Cure ہو کے Fitness کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور پیغام پھیلا رہے ہیں۔

سورۃ الرحمٰن پر ہم نے We produced a programe of 50 mintures ایک پروگرام کیا تھا جس میں ہم مریض لے کے آئے تھے ان کے ڈاکٹر لے کے آئے تھے۔ ہم نے کہا تھا آپ نے انہیں لاعلاج قرار دیا ہے یہ آپ کی رپورٹ ہے ہم نے ان کو سورۃ الرحمٰن سنائی ہم نے دوبارہ Medical reports کروائی ہیں یہ اب کی رپورٹ ہے اب آپ بتائیں آپ کیا کہتے ہیں علاج نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں جناب اپنا بھی علاج کرواؤ، انسانیت کو Dependency کی طرف مت لے کر جاؤ، مت دوائیوں کا محتاج کرو انسان کو اگر محتاج کرنا ہے تو شہنشاہ کے فرمان کی طرف دیکھو ''میں تمہیں ایک اللہ کے آگے جھکانے آیا ہوں''۔ That is the dependancy یہ ہے اصل (Dependency) محتاجی صرف اللہ کی ہے۔

There by laying the foundation of real character building

یہ بنیاد کردار سازی کی، یہاں سے کردار سازی شروع ہوتی ہے میں نے کہا تھا نا کردار سازی کی ضرورت ہے، ہمارا Character نہیں ہمارا کوئی فعل نہیں یاد رکھو ہم اگر نماز، روزہ، زکوۃ، حج جیسے فرائض کو عبادت سمجھ کر ادا کرتے ہیں تو یہ کوئی احسان نہیں کوئی مان نہیں ہے۔

پڑھنے دا تو مان نہ کرئیں اے نہ آکھیں میں پڑھیا
او، جبار، قھار، سدا وے متاں روڑ دیوے دودھ کڑھیا

اس کے آگے کیا مان ہے۔ ارے کچھ کرنا ہے تو کسی ایک انسان سے پیار کر کے دیکھو۔ لوگوں کا تجسس مت کرو اپنی طرف دیکھو۔ اپنی فکر کرو اور غور کرو اللہ پاک کس قدر مہربان ہے۔

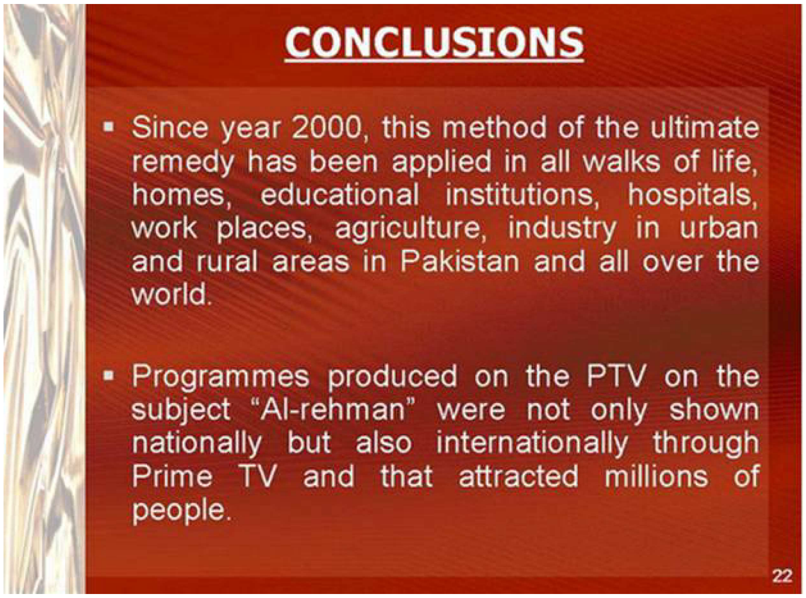

Conclusions کیا ہیں؟

Since year 2000, this method of the ultimate remedy has been applied in all walks of life.

ہم نے اسے گھروں، educactional institutions، hospitals
workplaces, agriculture, industry in urban & rural
areas، تمام علاقوں میں، پوری دنیا میں ہم نے اپنے تمام Efforts یہ Message
ہمیشہ سینہ با سینہ پھیلانے میں صرف کیئے ہیں۔

And thats why we are here today

آپ کے سینے میں بھی یہ Message جائے۔ آپ ایک سے 50، 50 سے 50
ہزار اور پھر آئندہ پچاس سالوں کا سوچیئے یہ کتنا پیارا حُسنِ قرآن یہ سچائی یہ روشنی کتنے قلوب کو
منور کرسکتی ہے۔

Programes produced on the PTV on the Subject "Al.Rehman" were not only shown nationally but also internationally through Prime TV & that attracted millions of people

لاکھوں کروڑوں لوگوں نے دیکھا، آج بھی Europe کے جتنے Radio چینلز ہیں America کے جتنے Radio Channels ہیں میرے ٹیلی فون کے ذریعے سورۃ الرحمٰن کے اس سچے پیغام کو نشر کرتے ہیں۔

وہاں میرے مسلمان بھائیوں کو پاکستانی بھائیوں کو ضرورت ہے۔ They are very disturbed پیسہ آ گیا سکون چلا گیا۔ چلو اب سکون خریدو، اب کہاں سے ملے گا سکون، کسی چیز سے نہیں ملتا۔ یہ صرف ایک جگہ سے ملتا ہے، جہاں جھک جاؤ گے جس کے آگے جھکنا ہے۔

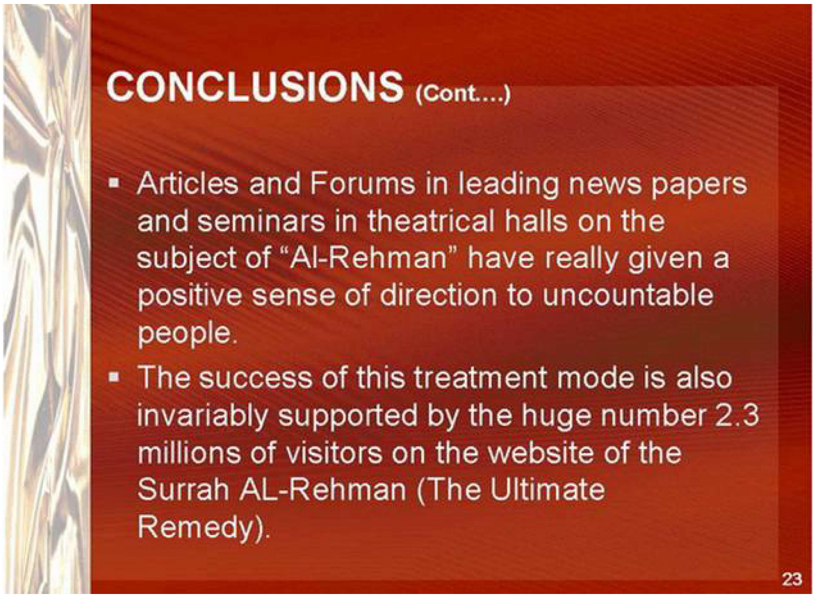

اخباروں میں جیسے بتایا گیا یہاں پر بھی Articles لکھے گئے ہم نے Seminars

کئے Lahore میں بھی ہوئے اسلام آباد میں بھی ، ہر شہر میں ہوئے ہیں جس میں ایک Positive sense of direction لوگوں کو ملی۔

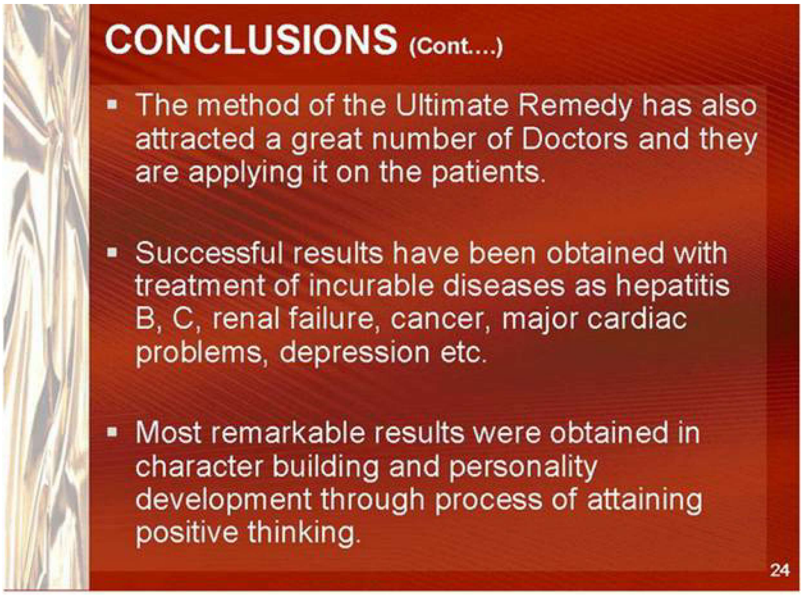

Successful results have been obtained with treatment of incurable diseases as hapatitis B,C, Renal failure.

ہم نے Kidney failure کی ایک خاتون پروگرام میں پیش کی تھی جس کی دونوں Kidneys fail تھیں۔ اور اس کے بعد اس 70 سالہ خاتون کی Kidney نے کام کرنا شروع کردیا بھائی یہ تو چھوٹی سی بات ہے ارے فقراء مُردوں کو غور سے دیکھتے تھے تو مردے زندہ ہو جاتے تھے، ہمارے باباؒ نے فرمایا ''مردے زندہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مردہ قلوب زندہ کرو، یہ چلتے پھرتے انسان زندہ نہیں ہیں''۔ وہ مردہ پن دور کرنا ہے جو قلب کے اندر Depression کی صورت میں ہمارے اندر داخل ہو گیا ہے۔

Most remarkable results were obtained in character building and personality development through process

of attaining positive thinking,

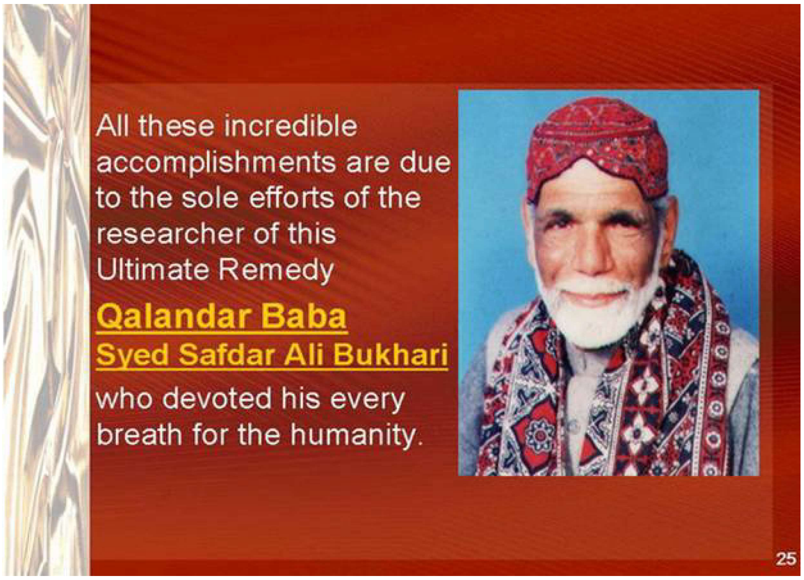

خواتین وحضرات

All this happened because of this Great Sufi..

(.......Standing tribute .... Clapping .....)

جی تشریف رکھیں میں نے کچھ نہیں کیا، میں ہر جگہ کہتا ہوں یہاں بھی کہوں گا، یہ جو کچھ بھی ہے یہ انہیں کا ہے انہوں نے ہی کیا ہے یہ مجھے زبان بھی انہوں نے ہی دی ہے۔ یہ سب انہیں کا کمال ہے ملامتی سلسلے کے یہ فقیر، تصوف سے جو لوگ آشنا ہیں انہوں نے اگر کشف المحجوب بھی پڑھی ہو تو یہ ملامتی ایک گروہ ہے فقراء میں جو اپنے اوپر ملامت کا لبادہ اوڑھ کر ایسی جگہ پوشیدہ ہو جاتے ہیں جہاں انہوں نے کوئی کام کرنا ہوتا ہے، ڈیوٹی کے فقیر تھے بڑے سخت جلالی، عام آدمی کی برداشت سے باہر تھے۔ اُن کے لئے نہ کوئی باپ نہ اولاد نہ بہن نہ بیٹی یعنی تمام رشتوں سے بے نیاز تھے جس وقت وہ اپنی موج میں ہوتے تھے تو کوئی شخص نزدیک بھی نہیں آتا تھا ان کی بڑی لمبی تاریخ ہے وہ کیا فیصلے کرتے تھے وہ کیا کرتے تھے میں یہ نہیں بتا سکتا کہ ان کا مقام

کیا ہے میں بہت ادنا ہوں۔

(نوٹ)۔۔۔۔یہ غالباً آج سے 10 سال پہلے کی **Presentation** ہے اور اب اس مضمون میں قلندر پاکؒ کی شخصی اور روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے جو شہنشاہ قبول فرمائے۔

سلطان العارفین نے کیا خوب کہا ہے!

''سچا عشق حسین علی دا باھو سر دیوے پر راز نہ بھنے ھو''

'یہ وہ راز ہے کہ

'راز ماہی دا عاشق جانن کی جانن لوگ اتھوری ھو'

یہ راز بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے یہ راز کیا ہے۔انہوں نے ہمارے Level پر انگلی پکڑ کے ہماری سوچ کو بدلہ اپنی نگاہ سے جیسے اقبالؒ کہہ رہا ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور ہمیں ایک سمت دی ایک راہ دکھلائی

سچا راہ محمد والا باھو جیں وچ رب لبھیوے ھو

ایہہ تن ھجرہ رب سچے دا وچ پا فقیراں جھاتی ھو

نہ کر منتاں خواج خضر دیاں تیرے سینے اندر آب حیاتی ھو

یہ آبِ حیات روشنی ہے، اللہ جس کے قلب کو منور کردے جس کا انتخاب کرے جس کو منتخب کر کے اس سے کام لے اس کے بعد وہ ہی مست دیوانہ پھرتا رہتا ہے جسے جذب کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہتے ہیں آج کل فقرا ان کو مارشل فقیر کے نام سے یاد کرتے ہیں کہ یہ ایک بہت

بڑے فقیر تھے اور ایک بہت بڑا مشن لے کر آئے تھے۔ جس وقت ہم نے قصیدہ بردہ شریف بھی Produce نہیں کیا تھا اسلام آباد میں Hepatitis پھیل گیا جسے یرقان کہتے ہیں، مجھے کہنے لگے سیّد بابا اخبار میں چھپوا دو، آدھا گلاس پانی صبح، دوپہر، شام، آنکھیں بند کر کے تین بار دل میں اللہ پڑھ کر بند آنکھوں سے تین گھونٹ یا تین سانسوں میں پی لینے سے سات دن میں یرقان ختم ہو جائے گا۔ میں سب اخبار والوں کے پاس گیا کسی نے 200 لئے کسی نے 100 روپے لیے اور سب نے سرورق بالکل Top کے اوپر یہ اشتہار لگایا۔ اس اشتہار کو چھپوانے میں یونس سہیل صاحب، چوہدری وحید اور دیگر صحافی دوستوں نے بہت معاونت کی۔ ہر وقت فکر کرتے تھے ہر قسم کے مریض کی اور کہتے تھے کہ کتابِ مقدّس ہی تو وہ واحد چیز ہے جس میں ہر چیز کا علاج ہے، گھبراتے کیوں ہو مایوس نہ ہو۔

All these conclusions are due to the sole efforts of the researcher of this method, **QALANDAR BABA BUKHARI (R.A)**

Who devoted his every breath for humanit

تمام سانسیں انسانیت کے لئے وقف کیں۔

اب سوچنے کی بات کیا ہے؟ Point to ponder

انسانیت کو بچالیجئے۔ Lets save the humanity اوراس کوکرنے کے لئے

First listen to Surah Al.Rehman for Seven Days

جب تک ہم خودنہیں سنیں گے ہم یہ پیغام آگے پھیلا ہی نہیں سکتے۔ اگرآپ نے پیغام آگے دے دیا ہے اوراس کے اوپر کچھ ایسے اثرات رونما ہوئے کہ اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اس کوروشنی نظرآرہی تھی جسم کانپنا شروع ہوگیا دل کی دھڑکن تیز ہوگئی اس کو پسینے آنے شروع ہوگئے اس کے جسم میں آگ بھرگئی وہ آپ سے آکے پوچھے تو آپ کہیں مجھے تو پتا ہی نہیں کیونکہ آپ نے تو سنی ہی نہیں۔

First you have to listen to Surah Al.Rehman and thereby strengthen this cause which is our moral duty.

پہلے ہم خودسنیں گے 7 دن تک یہ ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے۔ یادرکھیں! اگرکسی کواس کے

علاوہ کوئی Query چاہئے کہ سورۃ الرحمٰن کیا ہے تو

Please visit **www.alrehman.com**

خواتین وحضرات: اب تک ہم Scientific بنیادوں پر بات کرتے رہے معرفت کی بات اس لئے نہیں کریں گے کہ وہ تن بیتی ہے جگ بیتی نہیں ہے۔ وہ جب تک آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک آپ پر بیتے گی نہیں تب تک آپ کو پتا نہیں چلے گا۔ ہزاروں کتابیں صوفیاء کے بڑے بڑے بزرگوں کے زندگی کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ کیسے انہوں نے زندگیاں گزاریں۔ کرامتوں کا بھی ذکر ہے جہاں ہماری عقل آ کر ڈگمگا جاتی ہے۔ ایک فقیر تھے انہوں نے کہا مجھے اللہ کو دیکھنا ہے چالیس سال تک بغیر ٹیک لگائے جاگتے رہے، چالیس سال تو کیا ایک انسان تو تین راتیں بھی نہیں جاگ سکتا، لگاتار چالیس سال تک جاگتے رہے اس کے بعد نیند آ گئی جوں ہی نیند آئی خواب میں اللہ کو دیکھا۔ سوال کیا اللہ میں چالیس سال تک صرف تجھے دیکھنے کے لئے جاگتا رہا آج سویا ہوں تو تُو نظر آیا۔ اللہ نے فرمایا اگر تو چالیس سال نہ جاگتا تو آج خواب میں بھی مجھے نہ دیکھ سکتا۔ ہم نے اپنی فکر کرنی ہے۔ اپنی پہچان کرنی ہے اپنی خامی کو دور کرنا ہے وہ ایک دن کا نہیں ہے وہ تسلسل ہے آخری سانس تک اس آخری سانس تک ہمیں جانا ہے۔

ہمیں کوشش کرنی ہے Failure or success منجانب اللہ ہے۔

پروگراموں کی ریکارڈنگ کے دوران ہمیں ایک ایسے مریض ملے جن کے جسم کا نچلا حصہ تقریباً مردہ ہو چکا تھا اور ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا تھا۔ انہوں نے ہم سے رابطہ کیا اور پروگرام کی ریکارڈنگ میں شریک ہوئے۔ سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد انہوں نے اپنے

تاثرات کو کچھ اس طرح بیان کیا ''آج پہلی دفعہ میرے مردہ جسم میں سنسنی محسوس ہوئی۔ میں ویل چیئر پر ہوں لیکن میری ٹانگیں جیسے جاگ گئی ہوں۔ سننے کے دوران میرے وجود میں بجلی دوڑتی رہی''۔ میں نے انہیں سورۃ الرحمٰن کی کیسٹ پیش کی اور طریقہ بتلایا۔ جب ۷ دن گزر گئے تو انہوں نے کہا قرآن سچ ہے اس نے میرے مردہ دل، مردہ جسم کو زندہ کر دیا ہے۔ میں نے انہیں اگلی ریکارڈنگ میں بلوایا اور انہوں نے پروگرام کے دوران سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد فرمایا ''پہلی دفعہ سننے کے بعد بجلی دوڑتی محسوس ہوئی تھی اور ۷ دنوں میں میرے مردہ جسم میں زندگی آ گئی آج میں اس پاکیزہ اور مقدس کلام کی سچائی کی گواہی ہوں'' اور وہ ویل چیئر سے اٹھے اور بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے چلنا شروع کر دیا۔ ہر طرف سے سبحان اللہ! سبحان اللہ! کی آوازیں آنے لگیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ یا رب کیسی حسین سچائی ہے، یہ نوری کلام ہے یہ شفاء ہی شفاء ہے، رحمت ہی رحمت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک یہودی طبیب آیا اور کہا ''اے اللہ کے رسول! جب سے آپؐ تشریف لائے ہیں اور یہ لوگ آپؐ کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہیں اب میرے پاس علاج کے لئے نہیں آتے حالانکہ پہلے مجھ سے ہی دوائیاں لیتے تھے۔ شاید اس لئے کہ میں ایک یہودی ہوں اور یہ سب مسلمان۔ سرکارِ مدینہ ﷺ نے جواب دیا ''ایسی کوئی بات نہیں دراصل ہمارے ہاں کوئی بیمار نہیں ہوتا'' واہ! درود و سلام سرکارِ مدینہ ﷺ پر کہ آپؐ کے قلبِ مطہر پر ایسا نور نازل ہوا جو ہر قسم کے مردہ پن کو ختم کر دیتا ہے۔ اب ذرا غور کریں کہ حضور ﷺ کیا فرما رہے ہیں ''ہمارے ہاں بیمار کوئی نہیں ہوتا'' ہم سب مسلمان ہیں پھر بھی بیماریوں کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں۔

سورۃ الرحمٰن کے پروگراموں کے دوران لوگوں نے مجھ سے بحث بھی بہت کی حتیٰ کہ ایک عالم نے مجھے یہ بھی کہا ''سیّد یہ کیا قوم کو افیون کی گولی دے رہے ہو'' میں حیران رہ گیا۔ میں تو محض ایک پروگرام پروڈیوسر تھا۔ لوگوں کی رہبری کی ڈیوٹی اُن لوگوں کی تھی اور اس کے باوجود کہ ایک ایسا کام جس میں فلاحِ انسانیت ہے اس پر بھی تنقید۔ پھر مجھے یہی خیال آیا کہ معرفت نہ حاصل ہو تو علم آپ کو عالم تو بنا سکتا ہے عارف نہیں بنا سکتا۔ میرے ہی دفتر میں لوگ روحانیت سے متعلق کچھ عجب عجب سوال کرتے جن کا مطلب شاید اُنہیں بھی نہیں معلوم تھا بس کہیں سے سن رکھا تھا یا کہیں سے پڑھ لیا تھا۔ میں صرف ایک ہی جواب دیتا کہ آپ پہلے سورۃ الرحمٰن سنیں کیونکہ قلندر پاکؒ نے فرمایا تھا ''سیّد بابا بحث نہیں کرنی، کہنا کہ میرے بابا کی یہ ریسرچ ہے اس پر عمل کرو اور فائدہ اٹھاؤ۔ پورا قرآن ہی شفاء ہے ممکن ہے آنے والے وقت میں کوئی اور فقیر آئے اور کلامِ پاک کی کسی اور سورۃ مبارکہ سے علاج کرے''۔ ایک دن میں پمز ہسپتال ریکارڈنگ کرنے گیا تو وہاں ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے کمرے میں موجود دیگر ڈاکٹروں کے سامنے انہوں نے کہا کہ آپ سائنس کے دور میں کیا کرنا چاہتے ہیں اب ہر بیماری کا علاج ممکن ہے۔ میں نے بحث کرنے کے بجائے صرف یہ کہا کہ ریسرچ کا کام اگر رک جائے تو خرابی شروع ہو جاتی ہے۔ ہم تو سماعتِ قرآن سے ہونے والے اثرات کا جائزہ لے کر ایک ریسرچ کر رہے ہیں کہ جس کلامِ پاک کو اللہ جل شانہٗ نے شفاء کہا ہے اور اس کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ وہ افسر جو پہلے نہایت سخت (Arrogant) انداز سے گفتگو کر رہے تھے ایک دم سنبھل کر جیسے متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا اگر کل کو ڈاکٹر کو یہ مرض لاحق ہو جائے تو پھر آپ کو پتہ چلے کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ ہماری حکومت یا عوام کے پاس اتنے ذرائع نہیں ہیں کہ

علاج کرا سکیں تو کیا سب کو اذیت کے ساتھ مرنے دیں۔ انہوں نے فوری طور پر بات کاٹتے ہوئے ایک سینئر ڈاکٹر صاحب کو میرے ساتھ کر دیا جو مجھے سب سے پہلے Dialysis کے مریضوں والے وارڈ میں لے گئے جب ہم داخل ہوئے تو ایک Technician ایک مریض کے ساتھ نہایت تلخ انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ میرے ساتھ ڈاکٹر کو دیکھ کر وہ چپ ہو گیا میں نے اس مریض سے ہاتھ ملایا حال چال پوچھا اور کہا میں آپ کو سورۃ الرحمٰن سنواتا ہوں اور آپ نے آنکھیں بند کر کے سننی ہے پھر مجھے بتانا ہے کہ آپ کو کیسا محسوس ہوا۔ وہ Technician بولا جناب اس کا Dialysis ہونا ہے آپ بعد میں یہ سب کر لیجیے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کو ڈانٹا اور میں نے سورۃ الرحمٰن کیسٹ پلئیر کے ذریعے چلا دی اور ریکارڈنگ شروع کی۔ اس Technician کو بھی آنکھیں بند کر کے سننے کا کہا۔ جب سورۃ الرحمٰن کی تلاوت ختم ہوئی اور میں نے اس مریض کو آنکھیں کھولنے کو کہا تو ایسے لگا جیسے وہ ایک بہت طویل اور خوشگوار سفر سے واپس آیا ہو۔ چہرے کا رنگ بالکل بدلا بدلا اور پھر وہ یوں گویا ہوا ''آج پہلی دفعہ اس ہسپتال میں اللہ کا نام سُنا ہے بہت مزہ آیا مجھے تو ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے مجھے کوئی تکلیف یا درد نہیں ہے اور میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہوں''۔ میں نے اسے طریقہ بتلایا اور ہم اگلے وارڈ کی طرف بڑھ گئے۔ اب ایک ایسے وارڈ میں داخل ہوئے جسے ICU کہتے ہیں یہاں Coma کے مریض تھے اور بس مصنوعی تنفس کے ذریعے مدہوشی کے عالم میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے پوچھا یہ تو سن ہی نہیں سکتے ان کو آپ کیسے سنائیں گے۔ میں نے قلندر پاکؒ کا یہ فرمان بتایا ''اسے ظاہری نہیں باطنی کانوں سے سنا جاتا ہے۔ قرآن پاک کا ارتعاش لوں لوں سے وجود میں گھس جاتا ہے'' آپ ذرا دیکھتے جائیں۔ سورۃ الرحمٰن کی تلاوت

شروع ہوئی اور ہم نے اپنی ریکارڈنگ کا آغاز کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک مریض کے جسم میں حرکت ہونی شروع ہوئی اور ۱۰ منٹ کے بعد اُس نے آواز دی۔ ہم نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کو روکا، Mic اور کیمرہ لے کر اس کے پاس گئے اور اُس سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ وہ گویا ہوئے ''ایک روشنی تھی جیسے کسی نے مجھے آواز دی اور میں گہری نیند سے اُٹھ گیا''۔ ڈاکٹر صاحب بہت حیران ہوئے اور اس وارڈ کے انچارج ڈاکٹر بعد میں مجھ سے ملنے گھر بھی آئے۔ اس دوسرے واقعے نے ہماری قوتِ ارادی کو اور مضبوط کر دیا اور میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کی مجھے آپ کینسر وارڈ میں لے چلیں۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے میں آپ کو وہاں لے تو چلوں گا مگر وہاں آپ کو ماسک پہننا ہو گا۔ میں نے کہا بس آپ چلیں۔ ہم ایک کینسر وارڈ پہنچے، وہاں اس وقت ۱۷ افراد داخل تھے۔ ہر ایک کے سرہانے ایک قرآن پاک کا نسخہ موجود تھا۔ وارڈ میں داخل ہونے سے پہلے ڈاکٹروں نے مجھے کہا کہ آپ ماسک پہن لیں اور gloves بھی۔ ان لوگوں کو خطرناک قسم کی بیماریاں ہیں جو کسی کو بھی لگ سکتی ہیں۔ میں نے سب سے یہی کہا کہ ہم اللہ پاک کے کلام کا پیغام لے کر آئے ہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سب کو چند ایک گزشتہ واقعات سناؤں لیکن وقت کی کمی کے باعث ایسا ممکن نہ تھا۔ لیکن یہاں ایک واقعہ سناتا چلوں۔ میں سیٹلائٹ ٹاؤن میں ایک گھر کے اوپر والے پورشن میں رہتا تھا۔ یہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی کی شدت کے سبب کسی بھی کمرے میں بیٹھے ایسا لگتا تھا جیسے لو چل رہی ہو۔ ۳ بجے دوپہر کو ایک صاحب مجھ سے ملنے آئے اور یہ فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ہیپاٹائٹس کا علاج کرتے ہیں۔ میں شدید بیمار ہوں خدا کے لئے مجھے کچھ بتائیں۔ اس شخص کا رنگ بلا مبالغہ زرد تھا اور چہرے پر کرب کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے کہا آپ آرام سے بیٹھیں ابھی

صرف پانی ہی پلایا تھا کہ اس شخص نے مجھے یہ کہا آپ کے کمرے میں سردی بہت ہے یہ کھڑکی اور دروازہ بند کردیں اور اس پنکھے کو بھی بند کردیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ علاج کیوں نہیں کرواتے۔ اس نے کہا میں نے ڈاکٹری علاج بھی کروایا ہے اور ایک صاحب میرا روحانی علاج بھی کررہے ہیں۔ روحانی علاج کا سن کر میں نے پوچھا کس کے پاس جاتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ جاتا کہیں نہیں ایک صاحب آکر مجھے دم کرتے ہیں اور تعویزات گھول کر پلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر، وہ بولا پیسے بہت لیتا ہے اسی لئے اثر نہیں ہوتا۔ یہ سن کر میں نے انہیں سمجھایا کہ میں آپ کو سورۃ الرحمٰن سنواتا ہوں پھر آگے بات کریں گے۔ ۲۰ منٹ کی تلاوت سننے کے بعد اس نے آنکھ کھولی میں نے اسے آدھا گلاس پانی دیا اور طریقے کے مطابق پینے کو کہا جب اس نے پانی پیا اور آنکھیں کھولیں تو وہ پسینے میں شرابور تھا۔ میں نے اس کے سامنے اُسی گلاس میں پانی ڈال کر پیا تاکہ اسے یہ بات محسوس ہو جائے کہ ہم محبت کرنے والے لوگ ہیں اور خوفِ خدا میں رہتے ہیں۔ نفرت ذلت ہے اور ایک بہت بڑی بیماری ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ شخص بولا یہ کھڑکی دروازہ کھول دیں مجھے گرمی لگ رہی ہے بلکہ پنکھا بھی چلادیں۔ میں نے اسے چائے پلائی اور پھر سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی اور طریقہ کار بتلا کر رخصت کیا۔ ۸ دن بعد وہ صاحب تشریف لائے تو چہرہ کِھلا کِھلا سا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اسے کبھی کوئی ایسی بیماری ہی نہ تھی۔ ایسے اور بہت سے ان گنت واقعات ہیں جن کا ذکر ضروری نہیں۔ مقصود تو صرف اللہ رب ذوالجلال کی رحمت اور سماعت قرآن کو سینہ بہ سینہ پہچانا ہے۔ کینسر وارڈ میں مریضوں کے چہرے دیکھنے کے بعد میں نے وہاں اُن سب کو اپنے آنے کا مقصد بتایا اور سورۃ الرحمٰن چلائی۔ جب تلاوت ختم ہوگئی تو میں نے باری باری سب کے

تاثرات ریکارڈ کیئے۔ بلا مبالغہ سب نے مجھے یہی کہا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور سچا کلام ہے۔ میں نے پوچھا اس میں تو کوئی بھی شک نہیں مگر آپ کو سننے کے بعد کیا محسوس ہوا؟ سب کے سب میرا چہرہ دیکھتے رہے اور جواب ندارد۔ میں نے اصرار کیا کہ آپ صرف مجھے یہ بتائیں کہ سننے کے بعد جسم کو کیا ہوا؟ دل کی دھڑکن کا کیا ہوا؟ پھر میں نے قرآن پاک کی اس آیت کا بھی ذکر کیا جس میں اللہ پاک نے جنات سے متعلق یہ فرمایا:

''اُن جنات نے کہا ہم نے ایسا کلام سنا ہے جو مردہ دلوں کو راہِ حق کی طرف موڑنے والا ہے اور ہم اسے ہرگز نہ جھٹلائیں گے''

پھر قرآن پاک میں ہی ارشاد ہوا:

''یہ قرآن ہم نے اس لئے نازل فرمایا کہ یہ مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے''

پھر فرمایا:

''جب ہمارا کلام پڑھا جائے تو خاموشی اور توجہ سے سنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

میں نے سب سے کہا کہ ہم نے خاموشی اور توجہ کے طریقہ کار کے تحت سنا پھر ہم پر اس پاک کلام کے اثرات کیوں ظاہر نہیں ہوئے؟ اللہ سچ ہے اور اللہ کا ہر وعدہ اور کلمہ سچ ہے۔ اب یہی ہوسکتا ہے کہ ہم نے توجہ نہیں دی۔ تکلیف میں تو ہم ہیں لیکن درد سے نہیں سنا۔ اور پھر ایک مسیحی بھائی نے اسکے سننے کے بعد ہونے والے اثرات کا ذکر کیا جو میں Presentation والے باب میں ذکر کر چکا ہوں۔ قرآن پاک ھدی للناس ہے۔ تمام انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ یہ پروگرام جب چلا تو بہت سے لوگوں نے مجھے یہ کہا کہ یہ ریکارڈنگ ہمیں مل سکتی ہے؟

میں نے پوچھا ''کیوں''؟ تو تقریباً سب نے یہی کہا کہ یہ اس کلام کی سچائی کی گواہی ہے۔ میں نے سب سے یہی کہا اس کلام کی سچائی صرف کسی کا بیماری سے ٹھیک ہونا نہیں ہے بلکہ یہ تو ہے ہی سچ۔ کیونکہ یہ قلبِ مطہر سید الانبیا ﷺ پر نازل ہوا اور نورِ خداوندی ہے اس کلام کو تو کفار بھی چھپ کر سنتے تھے اور چیخیں مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ سب بھی اسے توجہ سے سنیں عقل کو خیر آباد کہیں اور ترجمہ کی سمجھ سے نکل کر روبرو اللہ کے ہو کر سنیں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ یہ دل کی دنیا بدل دے گا بیماری تو بہت چھوٹی چیز ہے۔ لیکن انسانوں کی دنیا سے محبت اور اپنے جیسے انسانوں کی محتاجی ہی کے سبب سب الجھنیں ہیں۔ یہ قرآنِ مقدس ہی کا اعجاز ہے کہ اس کے سننے سے دلوں کی تاریکی ختم ہوتی ہے اور مردہ پن دور ہوتا ہے۔ روشنی کردار بناتی ہے اور انسان مثبت سوچ کا حامل ہو جاتا ہے۔ اسلامی فلاحی معاشرے کے لیے مثبت سوچ بہت ضروری ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی ریکارڈنگ کے سلسلے میں مجھے جگہ جگہ جانا پڑا حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی جا کر ریکارڈنگ کی اور ایسے ایسے واقعات پیش آئے جس نے مجھے یہ باور کرایا کہ انسانیت سسک رہی ہے اور اسکا علاج صرف قرآنِ پاک ہی ہے۔ اسی دوران میری ملاقات ایسے لوگوں سے بھی ہوئی جنہیں کوئی ظاہری عارضہ لاحق نہیں تھا لیکن سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد اُنکی سوچ جیسے بدل گئی اور وہ اس کاروانِ حق میں شامل ہو گئے۔ قلندر پاکؒ کے عقیدتمندوں میں بہت اضافہ ہو چکا تھا اور سب کے سب صرف دھمال اور میوزک پر ہی متوجہ تھے۔ سورۃ الرحمٰن کے اس حسین پیغام پر بہت ساروں کا یہ خیال تھا کہ شاید یہ میں نے قلندر پاکؒ کو اس میں اُلجھا لیا ہے کیونکہ آپؒ اکثر پروگراموں میں شامل رہے اور آپؒ کے تاثرات انسانیت کیلئے آبِ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی اثنا میں آپؒ نے مجھے حکم دیا کہ لاہور میں بھی ریکارڈنگ کی جائے تا کہ

ان کاکے اور کاکیوں کو بھی سنوایا جائے اور انکے تاثرات ریکارڈ کیے جائیں۔ جلد ہی میں نے پروگرام فائنل کیا اور قلندر پاکؒ کو دن اور ریکارڈنگ کا ٹائم بتلایا، آپؒ نے مجھے venue فائنل کر کے دیا یہ ماڈل ٹاؤن میں انکے کسی چاہنے والے کا گھر تھا۔ ہم وقت مقررہ پر پہنچ گئے اب وہاں ہمیں کوئی بتا بھی نہیں رہا کہ ریکارڈنگ کہاں ہوگی۔ میں اور میری پوری ٹیم باہر بیٹھی رہی تاوقتیکہ قلندر پاکؒ تشریف لائے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ نیچے ڈرائنگ روم ہے وہاں ریکارڈنگ کرلو۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اس ڈرائنگ روم کو خالی بھی کرنا تھا اور سامان باہر نکلوانا تھا۔ لیکن کسی کاکے نے مدد نہ کی اور بالآخر میں نے اپنی ٹیم کے ساتھ وہ سارا سامان اُٹھایا اور اسے خالی کر دیا۔ دوپہر سے شام ہوگئی لیکن نیچے کوئی نہ آیا سب اوپر ہی بیٹھے رہے پھر تھوڑی دیر بعد سب چلے گئے اور کچھ کاکیاں قلندر پاکؒ کو لیکر چلی گئیں۔ ہم بیٹھے رہے اور یہ سوچتے رہے کہ ہماری ریکارڈنگ شفٹ ختم ہو جائیگی اور کہیں یہ ریکارڈنگ ہی نہ رہ جائے۔ مغرب کے بعد سب لوگ واپس آئے جب میں نے قلندر پاکؒ کا چہرہ دیکھا تو جیسے جلال میں ہوں اور برداشت کے سبب بس خاموش تھے کسی نے مجھے بتلایا کہ ان سب کاکے اور کاکیوں نے قلندر پاکؒ کے پوتے کی سالگرہ کا کوئی پروگرام بنایا ہوا تھا اور اس کے لئے سب غائب ہوئے، حالانکہ سب کو اس ریکارڈنگ کا پہلے سے پتہ تھا۔ شاید میری برداشت کا یہ سب سے اچھا موقعہ تھا جس نے آنے والے وقت میں مجھے خوب فائدہ دیا۔ ریکارڈنگ رات 10 بجے تک جاری رہی اور آخر میں اہل خانہ نے میری ٹیم کو چائے پلا ہی دی اور میں قلندر پاکؒ سے رخصت لے کر روانہ ہوگیا۔ لوگوں کو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ خیالِ حسین قلندر پاکؒ کا عطا کردہ ہے اور میری حیثیت محض ایک پرزے کی مانند تھی۔ اس کے بعد ایک ریکارڈنگ کراچی میں بھی ہوئی

جہاں کا کلچر ہی عجب ہے آپ کسی کو 3 بجے کی دعوت دیں تو وہ رات کو 8 بجے آئیگا اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ٹولیوں میں لوگ آتے رہے اور میں بار بار سب کر سورۃ الرحمٰن سنواتا اور انکے تاثرات ریکارڈ کرتا۔ دوپہر 3 بجے سے رات کے 11 بج گئے۔آخر کار قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا آج مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ یہ بہت مشکل کام ہے آپکو ہر دفعہ سب کے ساتھ بیٹھ کر سُننا پڑتا ہے۔اس پروگرام کو بس اب بند کر دینا چاہئے۔بس اب یہ پیغام سینہ بہ سینہ ہی پھیلے گا۔قلندر پاکؒ اس سورۃ الرحمٰن کے پیغام کی ترویج کیلئے دن رات لوگوں سے ملتے خاص طور پر آپ نے پولیس کے محکمے پر بہت کام کیا اور پولیس لائنز لاہور میں ایک پروگرام کی ریکارڈنگ کی گئی جسے رمضان کے 30 دن تک نشر کیا گیا۔اس ریکارڈنگ کے دوران میں نے پریشان حال پولیس افسروں کو دیکھا جب انہوں نے سورۃ الرحمٰن سُن لی تو اُنکی گفتگو اور چہروں کا سکون اتنا حسین تھا کہ بیان سے باہر ہے اُن لوگوں میں سے اکثر آج بھی سورۃ الرحمٰن پھیلاتے ہیں۔اسی طرح AWC میں بھی ایک ریکارڈنگ ہوئی جہاں میجر جنرل شاہد حامد صاحب نے قلندر پاکؒ کی محبت میں ہمیں موقعہ دیا۔یہاں تمام لوگ پڑھے لکھے اور بہت حسین تھے اور سننے کے بعد سب کے تاثرات ایک مثبت سوچ کی گواہی دے رہے تھے۔انہیں میں ایک افسر سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد اٹھ کر چلے گئے اور جب تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے تو میں ان کے تاثرات کی ریکارڈنگ کرنے لگا تو فرمانے لگے یہ تحفہ آپ کو کہاں سے ملا میں نے انہیں قلندر پاکؒ کا بتایا بولے مجھے تو ایسا لگا سارا جسم جیسے جل گیا ہو یہ وہ کلام ہے جو تمام بدبختیوں اور نحوستوں کو ختم کر دیتا ہے اور میں ایسے ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں جیسے ہوا میں اُڑ رہا ہوں۔ پروگرام الرحمٰن 6 ماہ تک پی ٹی وی سے چلتا رہا اور یہ پیغام پاکستان کے طول وعرض میں پھیل گیا۔ پرائم

ٹی وی ناروے کے ذریعے ان پروگراموں کے نشر ہونے سے یہ پیغام پوری دنیا میں پھیل گیا۔ایک دن قلندر پاکؒ نے کراچی سے مجھے فون کیا کہ ”سیّد بابا ہماری کوئی Website بھی ہونی چاہیئے پھر اس کا نام بھی کوئی تجویز کریں اور کچھ ایسا کرو کہ جس کو کوئی کیسٹ یا سی ڈی نہ ملے وہ ویب سائیٹ سے Download بھی کر لے“میں نے فوراً حامی بھر لی اور چند ہی منٹوں کے بعد آپ کو فون کیا اور کہا میرے ذہن میں ایک نام آیا ہے۔

Mast Mast Healers Present

الرحمٰن

The Ultimate Remedy

قلندر پاکؒ نے فرمایا ”واہ بس فائنل کرو“ اور میں نے لکھنا شروع کر دیا جلد ہی اس کا Content مکمل ہوا اور ہم نے اسے www.alrehman.com کے نام سے رجسٹرڈ کروایا اور Upload کر دیا۔اس ویب سائٹ میں کاؤنٹر بھی لگوادیا تاکہ جو کوئی بھی اسے وزٹ کرے اس کاؤنٹر کی مدد سے ہمیں تعداد کا اندازہ ہوجائے۔سورۃ الرحمٰن کی اس ویب سائٹ کو رضوان انور نے ڈیزائن کیا اور سلیم اختر صاحب نے پوری دلجمعی کے ساتھ اس میں کام کیا۔یہ ایک بہت بڑا مرحلہ تھا اسکی ایک فیس بھی ہر سال ادا کرنی پڑتی ہے۔ابتدا میں اسکی فیس سلیم صاحب کے کاکے مل کر ادا کرتے رہے اور اب ایک طویل عرصے سے وقار احمد اسکو نہ صرف Look after کرتے ہیں بلکہ سالانہ فیس بھی ادا کرتے ہیں۔اللہ پاک ان تمام چاہنے والوں بالخصوص وقار احمد کو خوش رکھے جو مالی،قلبی اور ذھنی قوت کے ساتھ اس پاک پیغام کو پھیلا رہے ہیں۔

اس تحریر سے پہلے تو شاید کسی کو یہ بات پتہ بھی نہ تھی کہ اس ویب سائٹ کو کون چلاتا ہے۔ بہت سارے لوگوں نے لاہور میں مجھ سے یہ بھی کہا کہ آپ ویب سائٹ پر سے مست مست ھیلرز کے الفاظ ہٹادیں کیونکہ لوگوں کو یہ پسند نہیں۔ میں حیران تھا کہ ایک ملامتی کے چاہنے والے کیسی گفتگو کررہے ہیں اور جب یہ بات قلندر پاکؒ کو معلوم ہوئی تو آپؒ بہت جلال میں آئے۔ پھر ہر کوئی مجھ سے اس ویب سائٹ کا Password مانگتا کہ ہم اس پر کچھ Comments چڑھانا چاہتے ہیں لیکن یہ میں نے کبھی نہیں ہونے دیا۔اس ویب سائٹ کو ہر قسم کی طبع آزمائی سے محفوظ رکھا اور قلندر پاکؒ کا پیغامِ رحمت آج بھی اسی سچائی کی طرح موجود ہے۔آپ ویب سائیٹ سے سننے کا صحیح طریقہ بھی جان سکتے ہیں اور آڈیو بھی Download کرسکتے ہیں اب تک اس ویب سائیٹ پر وزٹ کرنے والوں کی تعداد 28 لاکھ سے تجاوز کرچکی ہے۔آجکل قلندر پاکؒ کے ایک پیار کرنے والے فرخ عباس صاحب ایک Mobile App پر کام کررہے ہیں جو اس رمضان کے مبارک مہینہ میں launch ہو گئ ہے۔اس App کو آپ Download کرسکتے ہیں اور اسمیں سورۃ الرحمٰن اور قصیدہ بُردہ شریف دونوں موجود ہیں۔آپ نے اگر قصیدہ بُردہ شریف سننا ہے تو آپ App پر موجود ''قصیدہ بُردہ شریف'' کو Touch کریں گے تو سننے کا طریقہ سامنے آجائیگا اور نیچے ایک Play Button کے ذریعے قصیدہ بُردہ شریف کی آڈیو سُن سکیں گے۔اسی طرح سورۃ الرحمٰن سننے کا طریقہ اور تلاوت موجود ہے۔اسکے علاوہ اس میں دیگر Features بھی موجود ہیں۔

اس **Mobile App** کا نام ہے:

"The Ultimate Remedy"

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تمام دنیا میں رہنے والوں کیلئے اُنکی مادری زبانوں میں سننے کا طریقہ شامل ہوگا۔ اب تک دنیا کی تقریباً 12 زبانوں میں اسکا سننے کا طریقہ کارڈوں کی صورت میں چھپ کر تقسیم ہو رہا ہے۔ اللہ پاک ان تمام لوگوں کو ہمیشہ روشن رکھے۔ آمین!

اس ویب سائٹ کا بننا اور آج تک انسانیت کے کام آنا صرف اور صرف قلندر پاکؒ کی نظر کی بدولت ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی ریکارڈنگ کے دوران تقریباً 25000 لوگوں نے سورۃ الرحمٰن سُنی اور اپنے تاثرات ریکارڈ کروائے۔ ہزاروں لوگوں نے اس کو سننے کے بعد اس پیغام کو دکھی انسانیت تک پہنچایا۔ آج بھی قلندر پاکؒ کے چاہنے والے اسے بے غرض ہو کر پھیلا رہے ہیں۔ ایک واقعہ سناتا چلوں ایک دن میں ٹیکسی پر بیٹھا دفتر جا رہا تھا کہ راستے میں موبائل پر گھنٹی بجی جب میں نے فون سنا تو کوئی خاتون مجھ سے پروگرام کے حوالے سے سورۃ الرحمٰن سننے کا طریقہ پوچھنے لگیں۔ جب میں نے سارا بتا دیا اور فون بند کر دیا تو ٹیکسی والے نے مجھ سے میرا نام پوچھا؟ جب میں نے نام بتایا تو بولا ''دنیا بہت چھوٹی سی ہے آپ کا پروگرام الرحمٰن دیکھنے کے بعد میں نے سورۃ الرحمٰن سننی شروع کی اور اسے پھیلانا شروع کیا میں نے آپ سے اجازت نہیں لی'' پھر اس نے گاڑی کا ڈیش بورڈ کھولا اور میں نے دیکھا کہ اس کے اندر سورۃ الرحمٰن کی بہت ساری کیسٹ تھیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ کسی سے پیسے نہیں لیتا اور کیسٹ مفت تقسیم کرتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ سورۃ الرحمٰن کا پیغام پھیلانے کے لئے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے ہاں البتہ پہلے 7 دن سن لو اور دوسرا اس کیسٹ کو نہیں بیچنا کیوں کہ قلندر پاکؒ کا یہی حکم ہے۔ اس نے مجھ سے سننے کے طریقے کے متعلق درخواست کی میں نے اسے آرام سے بتایا اور پھر اسے گھر کا ایڈریس بھی دیا تا کہ وہ کارڈز گھر سے لے

لے۔ وہ ٹیکسی والا اگلے دن گھر آیا اور بہت سارے کارڈز (سورۃ الرحمٰن سننے کا طریقہ) لے گیا۔ سُننا کتنا ضروری ہے اس سلسلے میں قلندر پاکؒ کے حکم اور توفیق سے ایک آڈیو کیسٹ اپنی آواز میں ریکارڈ کی اور اس کو پھیلایا۔ سب سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ سب پڑھنے والے اس خیال کو پڑھیں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہ ہی اول وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یٰسین وہی طٰہٰ

حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں بتائیں تو آپؓ نے جواب دیا" کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا"۔ اللہ کا پاک کلام پہلے حرف سے آخری حرف تک روشنی ہی روشنی ہے۔ نور ہی نور ہے، رحمت ہی رحمت ہے۔ قرآن کے نورانی الفاظ، انسانی ارتقاء کی داستان سے لیکر انبیاءؑ کے واقعات تک رب رحمٰن کی عظمت وہیبت، رحمت و ہدایت کا خوبصورت اور روشن پیغام لئے معاشرتی امن و سلامتی کا ایک مہذب نقشہ پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

"ان الدین عند اللہ الا سلام"

"بے شک اللہ کے نزدیک مقبول ترین دین تو اسلام ہی ہے"

اور ہم سب کو سلامتی کا طریقہ اپنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور عربی لغت میں ہر لفظ کے بہت سارے معنی اور مطالب ہیں۔ عُلماء کرام اور صوفیائے عُظام نے بہت زیادہ ریاضت و عبادت اور اسوہ رسالت مآب ﷺ کی پیروی اور مطالعہ کے بعد اپنی محبت کی یکسوئی کے ساتھ اس کے تراجم اور تفاسیر کی ہیں اور سلامتی کے اس خوبصورت

ضابطہ حیات کو تمام انسانوں تک پہنچانے کیلئے سیّد عالم ﷺ کے اُسوہ حسنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عملی پیروی کو اپنا نقطہ بنایا۔ ان تمام خوبصورت تراجم اور تفاسیر سے یہ بات پایہ ثبوت پہنچی ہے اور وہ ہے قرآن حکیم کی آیت ''نبی کریم ﷺ جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں باز آجاؤ''۔ گویا صحابہ کرامؓ کا ہر عمل تعلیمات شہنشاہ پاک ﷺ کا مُنہ بولتا ثبوت ہے اور ان عظیم ہستیوں کے صدقے قرآنِ پاک کا سفر سینہ بہ سینہ جاری وساری ہے۔ اب حضور پُرنور ﷺ کے بارے میں قرآن فرماتا ہے ''نبیؐ جو کچھ کہتے ہیں اپنے پاس سے نہیں کہتے بلکہ وہ تو وحی الٰہی ہے''۔

یعنی نبوت کا ہر سانس قرآن کی جان ہے اور قرآن کی سچائی آپؐ کا ہر فرمان ہے اور ہر فرمان عالمگیری سچائی ہے اور سچائیوں کا مرکز ومحور آپ ﷺ کی پاکیزگی ہے اور پاکیزگی کی عمدہ ترین دلیل قرآن کا فرمان ہے ''کہ آپؐ اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے بلکہ یہ تو وحی الٰہی ہے''۔ وجودِ مبارک سے خوشبو کا آنا، قرآن کی سچائی جو سراپہ خوشبو ہے۔ جب اسے قلب مطہرؐ پر اتارا گیا تو روشنی نے اُس پاک وجود کو مقدس، مطہر اور منور کر دیا۔ چلتا پھرتا قرآن جو اپنی صفتِ خاص میں رحمتہ للعالمین ہے، یٰسین ہے، طٰہٰ ہے، مزمل ہے، مدثر ہے، ایسے ایسے خوبصورت ناموں سے اللہ پاک نے پکارا کہ پڑھنے والے، غور وفکر کرنے والے، عمل کرنے والے اپنی اپنی سانسوں کو وقف کر کے اُس پاکیزگی کی حدیں نہ ہی ماپ سکے اور نہ ہی انہیں چھو سکے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ کائنات کا سب سے بڑا سچ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ پاک نے فرمایا: **''الم ذلک الکتاب لاریب فیه''**

''کتابوں میں سے کتاب جس میں کوئی شک نہیں''

قارئین کرام! شک کفر ہے، ابلیسیت ہے، تاریکی ہے، گمراہی کی بنیاد ہے۔ لہٰذا سیّد عالم ﷺ کی ذات پاک پر شک قرآن پاک پر شک ہے اور کسی طور پر بھی قرآن اور آپ ؐ کی ذاتِ پاک ﷺ جُدا جُدا نہیں۔ قرآنِ پاک میں صفاتِ الٰہیہ کا بیان قرآن کا حُسن ہے ننانوے صفاتی ناموں کے مطالب و معنی اور انکے پڑھنے کے اثرات پر اَن گِنت لکھا گیا۔ غور وفکر سے ہر صفت کو بیان کرنے والے روشنیوں میں نہا گئے، مستی سے ہمکنار ہو گئے، عشق الٰہی سے سرشار ہو گئے اور یہ سفر آج بھی جاری وساری ہے۔ سب سے پہلے جو آیت تواتر سے انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ پہلی آیت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب جلیل کا نام ''اللہ ہے اور رحمٰن والرحیم اُسکی صفاتِ خاص ہیں'' جو دنیا اور آخرت میں اسکے کرم اور رحمت کی امین ہیں۔ 'الرحمٰن' ایک صفتِ خاص جو ممتا کی عکاسی کرتی ہے۔ یعنی تمام انسانوں قطع نظر مذہب، رنگ ونسل، کردار وعمل، سب پر یکساں مہربانی کرنے والی ذات، کوئی اسکو مانے یا نہ مانے وہ سب پر مہربانی اور لطف وکرم کی بارش کرتا رہتا ہے۔ جبکہ ''الرحیم'' کی صفت آخرت میں جزاو سزا سے مختص ہے۔ قرآنِ پاک میں ایک سورۃ مبارکہ سورۃ الرحمٰن ہے۔ جسے حضور سیّد عالم ﷺ نے زینت القرآن فرمایا۔ اس عظیم سورۃ الرحمٰن میں اللہ جل شانہٗ کی عنایات ولطف وکرم کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور عنایات کو جھٹلاؤ گے۔ اور اس ایک آیت کی تکرار ہم سب کیلئے لمحہ فکر یہ ہے۔ کیا واقعی ہم نے کبھی اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کیا؟ نعمتوں کا شکر تو دور کی بات ہے ہم تو سانس کا بھی شُکر ادا نہیں کر سکے۔ اور شُکر سے مراد محض اقرار باللسان نہیں بلکہ اُس سانس کو قرآن پاک کی فکر و ہدایت کے مطابق گزارنا ہے۔ تصدیق بالقلب ہی ہمارے اندر مثبت سوچ پیدا کر سکتی

ہے۔اور ہماری ہر سانس کو حق سے ہمکنار کر سکتی ہے۔

حضرت سلطان باھوؒ نے کیا خوب فرمایا:۔

س سینے وچ ایہہ مقام کہدا اساہنوں مرشد ایہہ گل سمجھائی ھُو

ایہو ساہ جیہڑا آوے جاوے ہور شے نہ کائی ھُو

ایس نوں اسم اعظم آکھن ایہو سر الٰہی ھُو

ایہو موت حیاتی باھو ایہو بھید الٰہی ھُو

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین باجماعت حلقہ باندھ کر تلاوتِ کلام پاک سُنتے تھے اور احادیث میں آیا ہے کہ اشرف الانبیا ﷺ بھی اُنکے درمیان بیٹھتے اور یکسوئی سے قرآن سنتے اور ایسے ہی ایک مہاجرین کی جماعت جو قرآن سننے میں محو تھی تو آپؐ تشریف لائے اور آپؐ نے بھی قاری کی تلاوت سُنی اور پھر فرمایا ''تم قیامت کے دن اپنے دولت مند بھائیوں سے نصف دن پہلے جنت میں جاؤ گے'' اور اُس دن کی مقدار 500 سال ہے۔روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ابن مسعودؓ سے فرمایا ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ''۔ابن مسعودؓ نے عرض کیا ''حضور کیا میں آپؐ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ تو آپؐ پر نازل ہوا ہے''۔تو آپؐ نے فرمایا ''کہ میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں''۔اور سننے کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشاد ہوا ''مومن وہی ہیں کہ اللہ کی یاد کے وقت انکے دل ڈر جاتے ہیں جب اللہ کا کلام اُنکے سامنے پڑھا جاتا ہے تو یہ تلاوت انکے ایمان میں ترقی کا سبب بن جاتی ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں''۔صحابہ کرام کے بعد اولیاء کرام نے بھی قرآن سننے کے عمل کو جاری وساری رکھا اور سماعتِ قرآن سے ہونے والے خوبصورت اثرات کا بغور مطالعہ کیا اور اپنے مشاہدوں کو

عارفانہ کلام اور دیگر تصوف کی کتابوں میں رقم کیا تا کہ امت رسالت مآب ﷺ اس سے عملی فائدہ اُٹھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا "جب ہمارا کلام پڑھا جائے تو اسکو خاموشی اور توجہ سے سُنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔ پھر فرمایا "اے نبی ﷺ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو ہمارا کلام سُنتے ہیں اور اچھی طرح اسکی پیروی کرتے ہیں"۔ قرآن پاک سننے والا زیادہ کامل حال ہوتا ہے مکمل توجہ اور یکسوئی سے وہ قربت الٰہی اختیار کر جاتا ہے اور پھر محسوسات کے ذریعے اللہ پاک سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جو غیور ذات ہونے کے ناطے اُسے اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے چاہے یکسوئی اختیار کرنے والا کتنا ہی گناہ گار شخص ہو۔ ایک لمحہ کے ہزارویں حصے کی یکسوئی اسکے وجود و افعال کی گندگی کو دھو دیتی ہے، قلب روشن ہو جاتا ہے، تاریکی مٹ جاتی ہے اور گمراہی ناپید ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کی بیماریاں اور اُلجھنیں ختم ہو جاتی ہیں، سوچیں بدل جاتی ہیں۔ اللہ رب ذوالجلال کے کرم کی نگاہ ہر بدبختی اور نحوست سے نجات دلاتی ہے، کردار بن جاتے ہیں، درد کی نایاب دولت کا چراغ وجود میں روشن ہو جاتا ہے اور یہی وجود معاشرے کے دُکھی اور بیمار لوگوں کیلئے اُمید کی کرن بن جاتا ہے۔ اسباب کی محتاجی سے نکل کر مسبّب الاسباب کے توکل سے مستغّرق ہو جاتا ہے۔ مادہ پرستی سے نکل کر روحانیت کی قوت بن جاتا ہے۔ اللہ کی حفاظت میں شب و روز گزرتا ہے اور رحمتِ خداوندی کے لطف و کرم سے ایسا وجود باعث رحمت بن جاتا ہے ہر مشکل اور ہر الجھن میں اللہ پاک اُسے قوتِ برداشت اور استقامت کی لازوال نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اور بالآخر وہ انسانیت کیلئے سکونِ قلب کا مظہر بن جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے "جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول ﷺ پر اتارا گیا ہے تو تم کو نظر آئیگا کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے اُنکی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں"۔

قارئین کرام! پڑھنے والوں کو یہ فقرے شاید محض کتابی لگیں مگر سچ یہ ہے کہ للّہ ٹاؤن ڈھڈی تھل کے ایک باکمال سیّد مخدوم سیّد صفدر علی بخاریؒ سرمست جہاں گشت المروف قلندر بابا بخاریؒ کی تحقیق اور یکسوئی کے لازوال عشق نے قرآنِ پاک سننے اور اس سے قرب الٰہی کے حصول میں ایک ایسا راستہ دکھایا ہے جس نے مردہ قلوب کو زندہ کردیا، سوچیں بدل گئیں، کردار بن گئے۔ گہنگار دکھی انسانیت کیلئے اُمید کی نوید بن گئے۔ سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کیلئے امیدوں کے چراغ بن گئے۔ قلندر پاکؒ نے اپنی یکسوئی سے حاصل ہونے والے نقطہ کیمیا کو صرف اپنی ذات کی پرواز تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ محسن انسانیت حضور کریم ﷺ کی آل ہونے کا اعلیٰ ترین ثبوت بھی دیا۔ یہ آپؒ ہی کی کاوشوں اور محنت کا ثمرہ ہے کہ آج دنیا بھر میں ہر دکھ و تکلیف و پریشانی کے حل کیلئے سورۃ الرحمٰن نہایت ذوق وشوق اور محبت وخلوص سے سُنی جاتی ہے۔ اور سچ کی معراج بھی یہی ہے کہ وہ ہر ایک کے لئے یکساں ہو۔ ان گنت انسانوں نے اس نعمت عظمیٰ کو اپنے اوپر آزمایا اور پھر صدقہ جاریہ کے طور پر دوسروں تک پیغام پہنچانے کیلئے کوشاں ہیں۔ قلندر پاکؒ کو نہ پیسوں کا لالچ تھا اور نہ ہی حق کی راہ میں ہونے والی ملامت نے اُنکے جذبہ انسانیت کو متزلزل کیا۔ اور انسانیت کی اس سے بڑی کیا خدمت ہوسکتی ہے کہ معاشرتی تنگ نظری اور مذہبی فرقہ واریت سے بالاتر ہوکر ایک ایسا گوہرِ نایاب سینوں میں اُتار دیا جو پہلے پروگرام ''قصیدہ بردہ شریف'' اور بعد میں پروگرام ''الرحمٰن'' کے نام سے نہ صرف پوری دنیا میں مقبول ہوا بلکہ دُکھی اور سسکتی انسانیت کیلئے سکون کی نعمت بن گیا۔ قلندر پاکؒ عشق کے مسافر تھے اور اپنی ذات میں مجسم صاحب درد تھے۔ تمام دنیاوی نعمتوں سے کنارہ کشی اور بیزاری کے باوجود ہر وقت دُکھی اور مظلوموں کیلئے سرگرم عمل رہے۔ آپؒ کا روحانی سفر

انسانی ذہنوں اور قلوب میں مثبت سوچوں کو بیدار کرنے کے گردرہا ہے۔سب سے زیادہ حیران کُن بات یہ ہے کہ جتنا اُنکے کسی کام یا عمل کی مخالفت ہوئی اُتنا ہی آپؒ کے چہرے پر مسکراہٹ نظر آئی اور قلبی جلال نے اُس عمل کو نہ صرف مقبول بنا دیا بلکہ لوگوں کو بدبختی اور نحوستوں سے نجات بھی دلوائی۔آپؒ نے کبھی کسی کو بد دُعا نہیں دی اور اپنے پیار کرنے والوں کو ہمیشہ نفرت کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔آپؒ فرماتے ہیں''**یادرکھو حق کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے اور مخالفت ہمیشہ کام کو نکھار دیتی ہے**''۔بابا بخاریؒ ہر ایک کو پیار کا درس دیتے رہے؛''**پیار کرو، پیار کرو کوئی کتنی ہی تم سے نفرت کرے تم پیار کرو اور جذبے کی قوت سے ایک ایک نفرت کرنے والے کو بدل ڈالو**''۔ایک دن قلندر پاکؒ سے کسی نے پوچھا یہ ولی اللہ کہاں ملتے ہیں تو آپؒ نے فرمایا''**اللہ تمھیں بینائی عطا فرمائے**''۔کسی کے بھی اعتراض ،نفرت اور سوال کا اسقدر خوبصورت جواب دیتے کہ کہیں اسکی دل آزاری بھی نہ ہو۔قلندر پاکؒ نے اپنی جذبی یکسوئی کے ساتھ،حق تعالیٰ کی رحمت کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانے کیلئے موجودہ دور کے سب سے اہم پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا خوبصورت استعمال کیا۔اخباروں میں اپنے کالموں کے ذریعے کسی فرد کو ہدفِ تنقید نہیں بنایا بلکہ بُرائیوں کی نشاندہی کرتے رہے اور حق تعالیٰ کا خوف دلاتے رہے۔پھر انھوں نے ٹیلی وژن جیسے میڈیا کہ ذریعے قصیدہ بُردہ شریف جیسے خوبصورت پروگرام کا آئیڈیا دے کر عشقِ رسالت مآب ﷺ کا خوبصورت چراغ روشن کر دیا۔ ایک ایسا پروگرام جس کی جسمانی افادیت بھی مصمم اور ذہنی، قلبی اور روحانی طمانیت آج پورے معاشرے کو مسحور کیئے ہوئے ہے۔جہاں قصیدہ بُردہ شریف سُن کر فالج کا مریض صحتمند ہو جاتا ہے وہاں اسکا قلب اسمِ پاک محمد ﷺ سے روشن ہو جاتا ہے۔آج ہر گلی ، محلے ،سکول، مسجد،

ریڈیو اور مختلف ٹی وی چینلز سے آنے والی قصیدہ بُردہ شریف کی آواز قلندر پاکؒ کے عشق کی یکسوئی میں تسلسل کی معراج ہے۔ قارئین یہ بھی جان لیں کہ قصیدہ بُردہ شریف محض کسی ایک بیماری کا علاج نہیں یہ تو عقلی ذہنوں کو اُس طرف راغب کرنا ہے۔ ذرا سوچیئے! جب حضرت امام بوصیریؒ نے خواب میں شہنشاہ کونین حضور پرنور ﷺ کو قصیدہ سنایا تو آپ ﷺ مُسکرائے اور آپؐ کی مسکراہٹ کائنات کا سب سے بڑا حُسن اور نعمت ہے، یعنی جس چیز کو آپؐ نے پسند فرمایا وہ سراپا رحمت ہے۔ اب بات خلوص کے جذبوں کی ہے جس نے نہایت خلوص اور یکسوئی سے سُنا وہ مستغرق ہو گیا۔ بیماری کیا چیز ہے اسکے وجود سے تو تاریکی ہی مٹ گئی۔ بابا بخاریؒ نے بات آگے بڑھائی اور سماعتِ قرآن کے حوالے سے ایک تحقیق اپنے وارث کے سینے میں منتقل کی اور ٹیلی وژن والوں نے اسے قبول کر کے انسانیت کیلئے عام کر دیا۔ مروجہ اصولوں کے تحت تو لوگ پڑھنے کے شائق ہیں، یہ سننے والا خیال کیوں آ گیا۔ حالانکہ نماز، تراویح، شبینہ اور تلاوت سنی ہی تو جاتی ہے سننے سے ہی بات آگے کو نکلتی ہے اور عمل میں آتی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں اللہ پاک نے جنات کے بارے میں فرمایا،''ان جِنوں نے کہا کہ ہم نے ایک ایسا کلام سُنا ہے جو بیمار دلوں کو راہ حق کی طرف موڑنے والا ہے''۔ حضرت عمرؓ سے لیکر متعدد صحابہ کرامؓ اور اولیاء کرام قرآن پاک سُن کر مسحور و مستغرق ہوئے اور روشنیوں کے سفیر بن گئے۔ ہم سب اچھی باتیں بھی کرتے ہیں احادیث بھی پڑھتے اور سناتے ہیں، قرآنی آیات کو نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اُسے ثواب کا محرک بھی سمجھتے ہیں لیکن ہمارے ظاہر و باطن کا فرق، ہمارے اندر بے سکونی کو جنم دیتا ہے اور ہم مایوسی، بےبسی، بے صبری، ناشکری اور نا جانے ایسے ان گنت منفی سوچوں اور رویوں کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں اور اپنے دیگر بھائیوں کو

نقصان پہنچانے کے علاوہ اپنی زندگیوں کا لطف کھو بیٹھتے ہیں۔ہم ہمیشہ دوسروں کو کسی بھی خرابی کیلئے موردِ الزام ٹھہراتے ہیں اور یوں ایک دن فطرت کے قوانین ہمیں ذِلتوں میں دھکیل دیتے ہیں اور معاشرہ جسمانی طور پر بیماریوں اور ذہنی خلفشار اور قلبی بے سکونی کے ساتھ عبرت کی نشانی بن جاتا ہے۔ہم مادہ کے ذریعے بے سکونی کو دور کرنا چاہتے ہیں، دوائیوں کے ذریعے سوچوں کا علاج کرنا چاہتے ہیں اور مسلسل ناکامی ہمیں جادوٹونے میں الجھا دیتی ہے۔ اب باری آتی ہے رشتہ داروں، دوستوں سے حسد اور نفرت کی ہم کالا جادو کرنے والوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور اپنے قریب کے تعلق والوں کو تباہ کرنے کا ہولناک کھیل کھیلتے ہیں۔

اللہ پاک سے دوری ہمیں اشرف المخلوقات سے نکال کر وحشت و بربریت میں دھکیل دیتی ہے۔آج کا معاشرہ ہیپاٹائٹس، کینسر، فالج، ٹی بی، امراض قلب اور ڈپریشن جیسے مہلک امراض کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔جیسا کہ میں نے کہا علاج بھی بے سود، ہر کوئی باہر کے ملک میں کمائی کیلئے جانا چاہتا ہے جیسے وہاں کسی اور خُدا کی حکومت ہو۔ یہی تو وہ بے سکونی ہے جسکا علاج کرنا ہے۔ پاکستان جس کی بنیاد کلمہ پاک پر ہے وہاں ہر وقت خوف و دہشت حتٰی کہ اللہ کا گھر بھی محفوظ نہیں ۔ یہ ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ ارے کوئی ہے۔۔۔۔۔۔ جو ہمیں کہانیوں اور قِصّوں سے نکال کر حق سے قریب کردے۔ بے سکون قلوب کو ٹھہراؤ دے۔ جو وجود و روح کو ہم آہنگی کی ڈوری میں پرودے۔ جی ہاں ایک ہی علاج، وقت کی آواز سماعتِ قرآن۔قلندر پاکؒ کی ریسرچ پر مبنی پروگرام ''الرحمٰن'' نے سوچوں کو ٹھہراؤ اور ایک خاص سمت عطا کی۔ بات مختصر مگر غور طلب ، یکسوئی اور خلوص کے ساتھ تلاوتِ سورۃ الرحمٰن سنو پھر دیکھو!

بیماری کیا چیز ہے، رحمت کے سمندر میں موجیں کرو گے، تمہاری نسلیں سنور جائیں گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا لوگوں کی زندگیوں میں U-turn آ گیا۔ بیماریوں اور الجھنوں سے نجات پانے والے صاحب درد بن کر مسیحائی کی نعمت پھیلانے لگے۔ سورۃ الرحمٰن سننے سے جہاں امراض ختم ہو جاتے ہیں وہاں قلوب میں پیار و محبت کے چراغ جل اُٹھتے ہیں۔ ایک دوسرے کا احترام اور ادب معاشرے کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے۔'' قلندر پاکؒ نے مادہ سے بے نیاز ہو کر اس پیغام کو تمام انسانیت تک پھیلا دیا اور ہر ملنے والے، پریشان، بیمار اور دکھی سے یہی کہتے سورۃ الرحمٰن سُنو، جب تم ٹھیک ہو جاؤ اور مسکرانے لگو تو اپنی مسکراہٹوں سے دوسروں کو زندہ کر دو۔ یہ پیغام دیوانگی کی حد تک اپنے بھائیوں تک پہنچاؤ۔ پیغام دینے والے ذرے مقناطیسی قوت سے سرشار اور سرگرم عمل ہو گئے۔ کسی نے مُسکرا کر پیغام قبول کیا تو کسی نے یہ بھی یاد دلایا کہ علاج بھی تو سُنت ہے۔ آپؒ نے کبھی بھی کسی کو علاج سے نہیں روکا اور پھر یہ قرآن سننا بھی تو علاج ہے۔ دوائی تو صرف سبب ہے، قرآن تو خود شفا اور رحمت ہے، کوئی گاؤں، ہسپتال یا شہر ایسا نہیں جہاں سورۃ الرحمٰن سننے کیلئے اجتماع نہیں ہوتے یا ہوئے اور سماعتِ قرآن کا یہ پیغام نہیں پہنچایا گیا۔ سبحان تیری قدرت!۔ معمولی بیماری سے لیکر خطرناک بیماریوں تک ہر قسم کے مریضوں نے شفاء پائی۔ قلندر پاکؒ نے بدنامیوں اور مخالفتوں کے سمندر میں رہ کر خوب تیراکی کی اور اپنی یکسوئی کے تسلسل سے ایک گوہرِ مقصود حاصل کیا جس نے معاشرے میں بے بسی اور مایوسی کا طلسم پارہ پارہ کر دیا۔ آپؒ جس سے ملتے، جہاں بھی جاتے لوگوں کو سورۃ الرحمٰن سننے کی ترغیب دیتے۔ کوئی

بھی محکمہ ایسا نہیں ہے کوئی افسر ایسا نہیں، کوئی سیاست دان ایسا نہیں جسے قلندر پاکؒ نے پیغام نہ دیا ہو۔ مختلف محکموں نے آپؒ کی تحقیق کے عملی فوائد حاصل کرنے کیلئے اپنے ملازمین پر سماعت قرآن کا عملی تجربہ بھی کیا اور جو نتائج سامنے آئے وہ حیران کُن تھے۔ جسم کی قوت کئی گنا بڑھ جاتی ہے، کام کی رفتار توجہ کے سبب بہت بہتر ہو جاتی ہے، لوگ غیر ضروری طور پر بیمار نہیں ہوتے، ہیرا پھیری کی سوچ بدل جاتی ہے، لوگ دل لگا کر کام کرتے ہیں اور یوں کئی ادارے مُسکرانے لگے۔ کئی ہسپتالوں نے سورۃ الرحمٰن کے سنانے کو اپنایا اور اپنے مریضوں کو سنانے کے انتظامات کیئے۔ سورۃ الرحمٰن سننے سے شفاء کا تناسب بڑھ گیا۔ سب سے خوبصورت بات، ہیپا ٹائٹس جیسا مہلک مرض جسکے علاج کیلئے کثیر رقم درکار ہے 7 دن کے اندر جڑ سے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ قلندر پاکؒ فرماتے ہیں "بات بیماری کی نہیں اصل علاج سوچوں کا کرنا ہے منفی سوچوں سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ مادہ کے حصول میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ نفس کی ان گنت خواہشات انسان سے سکون کی ازلی نعمت چھین لیتی ہیں اور جسم کو لکڑی کی مانند دیمک لگ جاتی ہے اور انسانی عمارت کچھ ہی عرصے میں دوائیوں کی محتاجی کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ دوائیاں ایک بیماری ٹھیک کرتی ہیں تو دوسری شروع ہو جاتی ہے پھر یہ تو کوئی علاج نہ ہوا کہ تمام عمر دوائی کھاتے رہو۔"

جان لینا چاہیئے کہ جو مسبب الاسباب کو چھوڑ کر اسباب کا محتاج ہوتا ہے وہ رحمت الٰہی کے دستِ رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور شر کی کثیر طاقت اُسے وسوسوں، نا اُمیدی، جادو اور آسیب جیسی لعنتوں میں الجھا دیتی ہے۔ قلندر پاکؒ نے تو ہمیں ان تمام الجھنوں سے بچا لیا۔ پہلے علاج بیماری کا، پھر سوچوں کا اور بالآخر اس سے کردار سازی کا عمل۔ ایک اچھی سوچ ہی

معاشرے میں فعال کردار ادا کرسکتی ہے جسکو یہ راہ ملی کبھی اُس سے جا کر پوچھو، شک نہیں کرنا۔ کر کے دیکھ لو، آزما لو، خود بھی سکون حاصل کرلو اور اپنی نسلیں بھی بچا لو۔ غور کرو ہم سے پہلے کتنے پیدا ہوئے اور تہہ خاک ہوگئے۔ نام کس کا زندہ ہے؟ جی ہاں صرف اُسکا جس نے دلوں پہ حکومت کی، مردہ قلوب کو زندگی دی۔ قرآن پاک کا ہر حرف شفاء ہے، نور ہے، جب ہم شفاء کی بات کرتے ہیں تو یاد رکھیئے موت بھی شفا ہے جو سکون سے آئے۔ شفاء کا مطلب صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں بلکہ ہر بدبختی اور نحوست سے نجات ہے اور وہ قرآنِ پاک کے ہی صدقے ہے۔ یہ پاک کلام ہمیشہ قائم رہنے والا ہے لہٰذا اس سورۃ الرحمٰن کو سُنیں اور ہر قسم کے شر سے نجات حاصل کر کے رحمت الٰہی سے قلوب و ذہن کو منور کریں اور یاد کریں اُسکی رحمت خاص کو کہ اُس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا اور یہ نعمت بنی اسرائیل کو عطا کردہ تمام نعمتوں سے افضل ہے۔ اور اُسکی بارگاہ میں پیش ہوں کہ وہ ہمیں نفرت، بغض، حسد، کینہ، عداوت اور حقارت جیسی بیماریوں سے نجات عطا کرے اور ہمیں سلامتی کی روشن راہ کیلئے ہدایت دے اور پھر استقامت عطا کرے۔ ہم سب اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کے ہر معاملے میں بے چینی اور اضطراب کے گھونٹ پی پی کر سسکتے رہے ہیں۔ معاملہ زراعت کا ہو یا صنعت و حرفت کا، الجھن سماجی ہو یا معاشی، تکلیف جسمانی ہو یا ذہنی، بے چینی روحانی ہو یا قلبی صرف اور صرف سورۃ الرحمٰن سُنیں۔

یہ تھی وہ تحریر جو سورۃ الرحمٰن کے پیغام کی ترویج اور سننے سے حاصل ہونے والے فوائد پر ایک گفتگو، جسے میں نے اپنی ہی آواز میں ریکارڈ کروا کو لوگوں میں مفت تقسیم کیا تا کہ پیغام کے بارے میں مختلف سوالات کے جوابات دیئے جا سکیں۔

قلندر پاکؒ نے ایک دفعہ گرمیوں میں مجھے فون کیا اور حکم دیا کہ میں لاہور پہنچوں کیونکہ وہاں صوبائی سیکرٹری زراعت سے ملنا ہے اور سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے بریفنگ کرنی ہے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً عمل میں آئی اور قلندر پاکؒ کے ہمراہ سیکرٹری صاحب سے ملاقات کی وہ اچھے انسان تھے۔ اُنہوں نے باقاعدہ طور پر گفتگو سُنی اور یہ کہا کہ اگر آپ کسانوں کیلئے کوئی آڈیو کیسٹ ہمیں بنا کر دیں جس کے ایک طرف سورۃ الرحمٰن کی آڈیو ہو اور دوسری طرف آپکا بیان ہو تو ہم اُسکی مزید کیسٹیں بنوا کر کسانوں میں تقسیم کر دیں گے۔ اس ملاقات کے بعد میں واپس راولپنڈی آ گیا اور حسب معمول دفتری سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا۔ ایک دن قلندر پاکؒ نے فون کر کے مجھے یاد بھی دلایا اور میں نے جلد ہی اُسے لکھ کر ریکارڈ کر کے تیار کرنے کا وعدہ کیا۔ شام کے وقت میں جب دفتر سے گھر آیا تو عین گھر کے باہر ہی میرا پاؤں اچانک مُڑ گیا۔ وجہ تو کوئی خاص نہیں تھی اور اسوقت محسوس بھی کچھ نہ ہوا۔ تھوڑی دیر میں کچھ لوگ دعا کیلئے آئے اور میں اُنکے ساتھ رات 10 بجے تک ایک ہی جگہ بیٹھ کر مست مست کرتا رہا۔ جب وہ جانے لگے اور میں اُٹھنے لگا تو اُٹھ نہ سکا۔ جب میری نظر پاؤں پر پڑی تو وہ بے حد سُوجھ چکا تھا اور پاؤں زمین پر رکھنا بھی محال تھا۔ میں نے اُن سب لوگوں کو رخصت کیا اور گرم پانی میں پاؤں ڈالے لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اگلے روز جب سب کو پتہ چلا تو ہر چاہنے والا کسی نہ کسی مرہم یا تیل کے ہمراہ میرے پاس آیا اور اُس پاؤں کی مالش کی۔ اب میں صرف بستر پر قیام پذیر تھا۔ اسی دوران مجھے خیال آیا کہ شاید مجھے اب وہ کیسٹ کیلئے تحریر کرنی چاہیئے۔ اس سے اچھا موقع بھی کوئی نہ تھا۔ لہذا میں نے ''رزق'' کے عنوان سے 5 دن تک کچھ لکھا اور پھر اسے گھر ہی میں ریکارڈ کر کے کیسٹ تیار کی۔ جس دن یہ کام مکمل ہوا اُسی دن درد مکمل طور پر غائب

ہو گیا۔ اس بات سے میں نے یہی نقطہ نکالا کہ مرشد کے حکم کی تعمیل میں سستی اور کاہلی نفس کے سبب ہے اور اسکی شرارت سے بچنا بہت ضروری ہے پھر قلندر پاکؒ نے ریسرچ میرے سینے میں بھی تو ٹرانسفر کی تھی اور میری الغرضی درست نہ تھی۔ اس کیسٹ کی ہزار ہا کاپیاں ہوئیں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوئیں۔ یہاں اُسی کیسٹ کا Transcript لکھ رہا ہوں تا کہ آپ سب کو سورۃ الرحمٰن پھیلانے کے عمل میں قوت ملے اور قلندر پاکؒ کے فیض سے روشنی کی نعمت ملے۔

رزق

اللہ پاک نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:۔

’’زمین پر چلنے پھرنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہی پیدا کرنیوالا اور پالنے والا ہے‘‘۔ یہ تمام کائنات اللہ رب ذوالجلال کی ملکیت ہے۔

سورۃ یٰسین میں اللہ نے فرمایا ہے’’اللہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے‘‘۔ یعنی وجود میں آجاتی ہے، دیکھیں جب اللہ نے رزق کے معاملے میں علی الاعلان فرمایا تو ہمیں یہ جان لینا چاہیئے کہ خالق و مالک کا دعویٰ ہی سچ ہے اور انسان کے ساتھ وفا کرنے والی اصل ذات، ذاتِ ربِ کائنات ہے۔ اللہ پاک نے ہمیں ایک وجود عطا کیا جس کی ہر صفت و استعداد ایک مکمل رزق کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارا دیکھنا، سننا، بولنا، محسوس کرنا، ہمارے خیالات واحساسات، ہمارا غم، خوشی، علم، حُسن، محبت حتّٰی کہ وجود کی طاقت۔ یہ سب رزق ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایمان رزق ہے وہ ایسا باکمال رزّاق ہے کہ بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے رزق کا انتظام کر چکا ہوتا ہے۔ اس رحمٰن ورحیم ذات نے اپنے آپ کو ممتا سے تعبیر فرمایا اور کہا اگر مخلوق میرے پیار کے متعلق جاننا چاہے تو یہ سمجھ لے کہ 70 ماؤں کے پیار کو اکٹھا کیا جائے تو اللہ رحمٰن ورحیم کا پیار اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اب ماں ہی کو لیجیئے وہ اپنے بچے سے جس قدر پیار کرتی ہے اس کو کسی بھی طرح ماپا نہیں جا سکتا۔ کسی بھی رنگ ونسل کی ماں ہو بچہ کیسا ہی کیوں نہ ہو ماں کیلئے لختِ جگر ہوتا ہے کوئی ماں اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینکتی۔ وہ اپنے بچے کیلئے خود اپنی زندگی کی بازی لگا دیتی ہے۔ اب سوچیں کہ وہ

پاک ذات جو اصل خالق و مالک ہے انسان سے کس قدر پیار کرتا ہے۔ اس رب نے ماں کے پاؤں تلے جنت رکھ دی اور ہم سب کو اس کی عظمت سے آگاہ کیا۔ گویا بچی کو ماں کے اعلیٰ مراتب پر فائز کرنے والی صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اور یہاں وہ ہم سب کو اپنے قریب ہونے کا احساس دلا رہا ہے۔ جنم دینے والی ماں کی سانسیں تو دم توڑ جاتی ہیں لیکن 70 ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والی ماں کو موت یا فنا نہیں وہی ہمیشہ رہنے والی ذات ہے۔ یہ احساسات اور شعور ہمیں اس ضابطہ حیات سے ملے جو اللہ کے محترم اور سب سے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا یعنی قرآنِ مجید اور اس کا عملی نمونہ خود سرکارِ پاک ﷺ کی اپنی حیاتِ طیبہ ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

آپؐ نے ارشاد فرمایا ''جو کچھ اللہ نے تمھیں دیا ہے اس پر شکر ادا کیا کرو۔ شکر ادا کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے''۔ اگر ہم عطا کردہ صفات و استعداد پر اللہ کا شکر ادا کریں تو وہ ہماری صفات و استعداد کو نکھار دیتا ہے ہمارے رزق میں برکت ڈال دیتا ہے۔ اور اس رزق کو شیطانی شر سے محفوظ کر دیتا ہے۔ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کا ادب اور محبت ڈال دیتا ہے گھر اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اللہ پاک نے ہمارے وجود کی راحت کیلئے کائنات کو ہر طرح کی نعمتوں سے آراستہ کیا؛ خوب صورت رنگ، درخت، پھل، پھول، سبزہ، پہاڑ، دریا، سمندر، جانور، چرند، پرند، سورج، چاند، ستارے، بادل، بارش، ہوا، موسموں کی خوبصورتی، یہ تمام نعمتیں انسان ہی کیلئے پیدا کیں اور ہر نعمت کو انسانی رزق و حیات کا سبب بنایا۔

جانوروں اور چرند پرند کو ایک دوسرے کیلئے رزق قرار فرمایا۔ جانوروں کے چمڑے کو انسانی ضروریات کیلئے مقرر فرمایا۔ درختوں کو گھروں اور فرنیچر کیلئے بنایا۔ پھل کھانے کیلئے اور پھولوں سے خوبصورتی اور دوائیاں بنانے کیلئے تخلیق فرمایا۔ پہاڑوں کو معدنیات سے مالا مال کیا۔ دریا اور سمندروں کو مچھلی جیسی نعمت اور پانی سے بجلی پیدا کرنے اور فصلوں کی آبیاری کیلئے بنایا۔ موسموں کی خوبصورتی سے زمین کو طرح طرح کے سبزے سے آراستہ کیا۔ بارش وہ نعمتِ خاص جس سے زمین کو تمام خوبصورتی سے آراستہ کیا۔ ہر مخلوق کا رزق مقرر فرمایا۔ ہر شے کو اپنے اپنے محور میں زندہ رکھتا ہے۔ خطرناک سے خطرناک جنگلی درندوں اور حشرات الارض پر انسانی حکمرانی قائم کی۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب انسان اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اپنے آپ کو اُن حدود کا پابند رکھے جس کا تعین اللہ جل شانہٗ نے کیا تب ہی وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ وگرنہ جو حدود کو پھلانگنے کی کوشش کرتا ہے وہ فطرت کے مقرر کردہ قوانین کو روندنے کی کوشش کرتا ہے اور خود بخود عمل مکافات کی چکی میں پِس کر رہ جاتا ہے اور ہر چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بھی اسے نقصان پہنچاتا ہے۔ حضرت حبیب بن سلیم الراہیؒ ایک درویش کامل ہیں آپؒ حضرت سلیمان فارسیؓ کے پاس بیٹھتے تھے۔ آپؒ کے بارے میں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات کے کنارے ایک دفعہ میں آپؒ کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ آپؒ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا آپؒ کی بکریوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں اس بات پہ سخت حیران ہوا کہ ایک بھیڑیا بکریوں کی کیسے حفاظت کرسکتا ہے۔ جب حضرت حبیب بن سلیمؒ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے میرے آنے کا مقصد دریافت کیا۔ میں نے کہا اے شیخ ایک بھیڑے کی بکریوں کے ساتھ موافقت کے کیا معنی ہیں۔ آپؒ نے فرمایا

مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا چرواہ حق تعالیٰ سے موافقت رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر لکڑی کا پیالہ ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا میں نے دیکھا کہ اس سے دو چشمے پھوٹ نکلے: ایک دودھ کا اور دوسرا شہد کا۔ فرمایا پی لو۔ میں نے پوچھا اے شیخ یہ درجہ آپؒ نے کیسے حاصل کیا۔ آپؒ نے فرمایا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اتباع سے۔ پھر آپؒ نے فرمایا: "اے بیٹے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے باوجودیکہ وہ آپ کے مخالف تھی پتھر سے پانی کا چشمہ جاری کیا گیا تھا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ جب میں حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرتا ہوں تو بھلا پتھر مجھے شہد اور دودھ کیوں نہ دے۔" میں نے عرض کیا حضرت مجھے کوئی نصیحت کیجئے فرمایا اپنے دل کو حرص دنیا کا صندوق اور اپنے پیٹ کو حرام کا برتن نہ بنا کیونکہ لوگوں کی تباہی انہی دو چیزوں میں ہے اور ان کی نجات بھی ان ہی دو چیزوں کی حفاظت میں ہے۔ آپ نے دیکھا جب انسان محبتِ الٰہی اور اطاعتِ اسوۂ رسالتِ مآب ﷺ اختیار کرتا ہے تو تمام مخلوق اس کی تابع ہو جاتی ہے۔ زندگی کی نعمت اللہ کا انعام ہے اور اُمتِ رسالت مآب ﷺ ہونا مالکِ حقیقی کا سب سے بڑا انعام ہے۔ کائنات میں موجود تمام نعمتیں سب کیلئے یکساں ہیں چاہے وہ نیک ہوں یا بد، مسلمان ہوں یا کافر لیکن سب سے بڑی نعمت ایمان ہے جس کے آگے ہر مادی آسائش ہیچ ہے۔ ایمان کی دولت کے سبب ہی ہم اس کے نائب کہلا سکتے ہیں۔ ایمان ہی ہمیں سکھلاتا ہے کہ اللہ کا ہم پہ ایک حق اور وہ یہ کہ ہم اللہ کو پہچانیں۔

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اگر تم اللہ کو پہچان لیتے جیسا کہ اس کو پہچاننے کا حق ہے تو تم پانی پہ پاؤں رکھ کے چلتے اور پہاڑ تمہاری ہیبت سے لرز جاتے اور تمہارے لئے راستے سے ہٹ جاتے"۔

حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

گویا اللہ سے محبت ہی کائنات کی حکمرانی اور ہماری تخلیق کا اصل مقصد ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

''ہم نے جن و اِنس کو اپنی عبادت یعنی پہچان (معرفت) کیلئے پیدا فرمایا''۔

آج کا معاشرہ بے سکونی کا شکار ہے، طرح طرح کی بیماریوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ انسان کے اندر نفرت، حسد، کینہ، بغض، منافقت نے اسے حیوانیت کی طرف دھکیل دیا ہے وہ ذہنی، جسمانی اور روحانی طور پر اذیت کا شکار ہے۔ خودغرضی کی لعنت نے اسے محبت سے محروم کر دیا ہے۔ اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کیلئے وہ ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا ہے اور یوں نہ صرف دل آزاری کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ منفی سوچوں کے تسلسل سے مظلوم لوگوں کو بھی پاؤں تلے روندتا چلا جاتا ہے۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ رزق مقدر ہے اور ہمیں اسے اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر مثبت سوچ اور عمل کے ساتھ حاصل کرنا ہے۔ انسان کا کام خلوصِ نیت کے ساتھ وسائل کو عملی طور پہ بروئے کار لانا ہے آگے محنت کو پھل لگانا اللہ کا کام ہے۔ اب کسان بھائی یہ سوچیں کہ جب وہ زمین کا سینہ چیرتے ہیں اور پھر بیج بوتے ہیں تو کس یقین کے ساتھ کونپل پھوٹنے کا انتظار کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ ہی پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ تمام مخلوق

کا رازق صرف اللہ ہے تو پھر ہم جانوروں ، پرندوں، حشرات الارض یا انسانوں کی آبادی کی افزائش سے کیوں خائف ہیں۔ پیدا کرنے والی وہی ذات ہے تو رزق کا بندوبست کرنا بھی اسی کا کام ہے اور اس کیلئے یہ قطعی کوئی مشکل کام نہیں جیسا کہ آیت الکرسی میں فرمایا؛ ''اس کی کرسی نے زمین و آسمان کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور اسے اس کی حفاظت کا بار گراں نہیں گزرتا''۔

ایک ہی زمین پر تمام مخلوق کا اجتماع اور سب کا رزق علیحدہ علیحدہ مقرر ہے۔ سبحان اللہ!

یہی وہ بات ہے جس پہ یقین رکھ کر ہم بے چینی ، مایوسی اور بے سکونی سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور رحمت الٰہی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اگر آج ہمارے کسان بھائی فصلوں پہ کیڑوں کے حملے، بارشوں کی کمی، جانوروں کی بیماری، گھروں میں بے سکونی اور مایوسیوں کے شکار ہو چکے ہیں تو انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ محض پریشانی یا بے یقینی سے حالات مزید ابتر تو ہو سکتے ہیں بہتر نہیں ہو سکتے۔ آج بھی اُسی ربِ کائنات کی حکومت ہے۔ آج بھی اُسی شہنشاہ کی رحمت جاری و ساری ہے صرف ہمیں ایک تعلق جوڑنا ہے۔ اللہ ہی سے رابطہ کرنا ہے وہی نظام کائنات چلا رہا ہے وہی بہتری بھی پیدا کر سکتا ہے۔ یقیناً ہم پہچان کا سبق بھلا بیٹھے ہیں۔ وہ آج بھی ہمارا منتظر ہے۔ ہماری منفی سوچوں نے ہمیں رحمتِ خداوندی سے دور کر دیا ہے۔ اب پھر مثبت یعنی پاکیزہ سوچ اور نیت کی ضرورت ہے۔ آیئے یقین کی اس کیفیت میں داخل ہوں جہاں سکونِ قلب حاصل ہو۔ اللہ نے ہمیں قرآن مجید جیسی نعمت عطا کی اور ہم اس سے دور ہو کر بے سکونی اور لاعلاج بیماریوں کا شکار ہو گئے۔ ہم سب دوائیاں تو کھاتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اصل شافی اللہ کی ذات ہے۔

آج کے مادی دور میں یہ قرآن ہی کی طاقت ہے جسے سن کے لوگ داخلِ اسلام ہو رہے ہے

ہیں۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ دل کی قوت اور باطن کی پاکیزگی کیلئے سب سے عمدہ اور بہترین چیز اللہ جل وشانہ کا کلام ہے۔ سب مسلمانوں کو اس کے سننے کا حکم ہے اور قرآن کے معجزوں میں سے ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ طبیعت اس کے پڑھنے اور سننے سے ملول نہیں ہوتی کیونکہ اس سے بڑی رقّت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کفارِ قریش راتوں کو چھپ کر آتے اور نماز کی حالت میں جو کچھ بھی آنحضرت ﷺ قرآن شریف میں سے تلاوت فرماتے اور لوگ اس کو شوق سے سنتے اور تعجب کرتے۔ یہاں تک کہ ایک رات آنحضرت ﷺ تلاوت فرما رہے تھے تو عتبہ جو چھپ کر سن رہا تھا بے ہوش ہوگیا اور اس نے ابو جہل سے کہا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں اور اسی طرح خداوند تعالیٰ نے جنّوں کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا، وہ جوق در جوق آ کر پیغمبر ﷺ سے کلامِ الٰہی سننے لگے چنانچہ اللہ نے فرمایا:۔

''اُن جنوں نے کہا ہم نے عجیب قرآن سُنا ہے''، پھر اللہ نے ہمیں جنّات کے اس قول سے خبر دی کہ ''قرآن روحانی بیماروں کے دل کو راہِ حق کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے اور فرمایا پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے''۔ قرآن پاک اپنے اندر ایک لطیف حسن، کامل بیانی، پاکیزگی اور اثر انگیزی کے ساتھ تمام مخلوق کیلئے راہبری عطا کرتا ہے وہ دنیا کے عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے کو باعزت بناتا ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے یہ سنا کہ بہن اور بہنوئی مسلمان ہوگئے ہیں تو انہوں نے تلوار نکال لی اور ان کے قتل کی تیاری کی اور دل کو محبت سے خالی کرتے ہوئے ان کا قصد کیا۔ جب بہن کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو حضرت خبابؓ جو آپکی بہن اور بہنوئی کو قرآن پڑھاتے تھے، وہ سورۃ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ بعد میں گھر کے اندر

داخل ہوئے اور پھر بہن اور بہنوئی کو زدوکوب بھی کیا مگر فوراً ہی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر اُنکا دل پسیج گیا۔ بہن کے حکم پر پہلے غُسل کیا۔قرآن پڑھا اور یہی سورۃ طٰہٰ پڑھی۔سورۃ طٰہٰ میں اللہ نے فرمایا:۔

''اے نبی ﷺ ہم نے قرآن پاک آپؐ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپؐ اس کی وجہ سے تکلیف اٹھائیں مگر اس لئے اتارا ہے کہ یہ ڈرنے والوں کیلئے یاددہانی ہو''۔ یہ پڑھ کر حضرت عمر کی جان اس کی باریکیوں کا شکار ہوگئی اور آپکا دل اس کے لطیف حقائق میں بندھ گیا اور آپ مطابقت کا طریقہ ڈھونڈنے لگے بالآخر آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں پیش ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور فاروق اعظم کہلائے۔ یہ بات مشہور ہے کہ جب صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ آیت پڑھی ''بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں اور آتش دوزخ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' تو حضور پُرنور سیّد عالم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کے پاس یہ آیت پڑھی۔

''بلاشبہ تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں''، تو آپ عمر فاروقؓ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔لوگ آپؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور ایک ماہ تک اللہ کے خوف سے بیمار رہے۔اللہ فرماتا ہے ''جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو توجہ سے سُنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

جس حال میں کوئی شخص قرآن پڑھے لوگوں کو خاموشی کے ساتھ توجہ سے اس کے سننے کا حکم دیا۔ پھر اللہ نے فرمایا۔ ''اے رسول ﷺ میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دیجئے جو ہمارا کلام توجہ سے سنتے ہیں اور اس میں اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں''۔ اور اللہ نے یہ بھی فرمایا

''اور وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں'' پھر فرمایا'' جو لوگ ایمان والے ہیں ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں''۔ یاد رکھو اللہ نے اس بات کے برعکس ان لوگوں کی ملامت فرمائی ہے، جو کلامِ الٰہی کو جیسا کہ سننے کا حق ہے نہیں سنتے۔ اور کان سے اس کو دل میں نہیں اتارتے اور فرمایا'' اللہ نے ان کفار کے دلوں اور کان پہ مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے'' پھر فرمایا'' قیامت میں دوزخی یوں کہیں گے اگر ہم دنیا میں کلام حق سنتے یا اس کو خوب سمجھتے تو آج ہم اہل دوزخ میں سے نہ ہوتے''۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سرکارِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔'' مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' تو انہوں نے عرض کی کہ کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں حالانکہ وہ آپ پہ نازل کیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں''، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سننے والا، پڑھنے والے سے زیادہ کامل حال ہوتا ہے۔ ان واقعات سے ہمیں پتہ چلا ہے کہ ہماری بہتری صرف قرآن ہی سے تعلق جوڑنے میں ہے، اور یہ تعلق ہمیں قربتِ الٰہی عطا کرتا ہے اور یوں اللہ کی رحمت اور فضل ہمیں بدبختی، نحوست، بے سکونی اور مایوسیوں سے نجات دلاتی ہے۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سے ایک پروگرام ''الرحمٰن'' کے نام سے پیش کیا گیا۔ جس میں یہ بتایا گیا کہ آج بھی قرآن سننے سے لاعلاج مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ آج بھی یہ مقدس کتاب ایک زندہ معجزہ ہے، روحانی الجھنیں دور ہو جاتی ہیں اور ذہنی کرب اور اذیت ختم ہو جاتی ہے۔ پروگرام کیلئے مرکزی خیال اور تحقیق مخدوم سیّد صفدر علی بخاری صاحبؒ کی تھی۔ مخدوم بخاری صاحبؒ کو لوگ قلندر بابا بخاریؒ کے نام سے جانتے ہیں۔ آپؒ نے ایک طویل عرصہ بے تحاشہ مایوس اور پریشان لوگوں پر قرآنی تلاوت سے پیدا ہونے

والے اثرات کا خود عملی تجربہ کیا اور بعد میں یہ تحقیق پی ٹی وی والوں کے سپرد کی اور یوں سب سے پہلے سورۃ الرحمٰن کا انتخاب کیا گیا۔ پروگرام الرحمٰن 6 ماہ تک پی ٹی وی سے نشر ہوا اور اس نے اندرونِ اور بیرونِ ملک خوب مقبولیت حاصل کی اور ہر پروگرام میں ان لوگوں کے تاثرات پیش کیئے گئے جنھوں نے سورۃ الرحمٰن مکمل توجہ سے سنی تھی۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو طریقہ بھی بتلایا گیا کہ اس کو کیسے سنیں اور کتنے دن سنیں پھر اَن گِنت لوگوں نے وہ طریقہ اپنایا اور بعد میں بیمار لوگوں نے اپنے اپنے میڈیکل چیک اپ کروائے اور رپورٹس لے کے پروگرام میں شامل ہوئے۔ اور انھوں نے بتایا کہ اللہ نے ان پہ کرم کیا اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ ان مریضوں میں امراضِ قلب، جگر، کینسر، فالج، ٹی بی، ذہنی اور روحانی انتشار اور سب سے بڑھ کر ہیپاٹائٹس کے مریض تھے۔ پروگرام کی ریکارڈنگ مختلف شہروں، گاؤں اور ہسپتالوں میں کی گئی۔ خاص طور پر ہسپتالوں کے مریضوں کو سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سن کر خاصا افاقہ ہوا اور بہت سارے ہسپتالوں میں تمام وارڈوں میں سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سنانے کے انتظامات کیئے۔ بعد میں جب نتائج اکھٹے کیئے گئے تو پتہ چلا کہ مریضوں میں شفاء کا تناسب بہت بڑھ گیا ہے اور یوں قلندر بابا بخاریؒ کی ریسرچ اور انسانیت سے محبت نے سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کو سکون سے ہمکنار کر دیا۔ آپؒ فرماتے ہیں ''لوگوں کی اکثریت مہنگے داموں ملنے والی ادویات خریدنے سے قاصر ہے اور پھر مختلف امراض کے آپریشن کے لئے رقم کی عدم دستیابی کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ ان امراض کی اذیت کا شکار ہوں بلکہ صرف ۳۰ روپے کی کیسٹ خرید کر وہ ان امراض سے نجات پا سکتے ہیں اور صاحبِ ثروت لوگ خوامخواہ باہر کے ملکوں میں پیسے خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اپنے ہی ملک میں علاج کے ساتھ ساتھ اللہ سے رجوع کریں اور سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سنیں۔

بے شک شفاء منجانب اللہ ہے۔''

پروگرام الرحمٰن پرائم ٹی وی کے ذریعے تمام یورپین اور امریکن ریاستوں میں بھی سیٹلائٹ کے ذریعے دکھائے گئے اور لوگوں کی بڑی تعداد نے اس سے استفادہ کیا۔ تمام سامعین ہمارے کسان بھائی سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سننے کا طریقہ نوٹ فرمالیں۔

سورۃ الرحمٰن کی تلاوت قاری عبدالباسط کی آواز میں کیسٹ بغیر ترجمے کے بازار سے خریدیں۔ تمام لوگ یا اہلِ خانہ اکٹھے ہوجائیں۔ پانی اور گلاس اپنے پاس رکھ لیں۔ آنکھیں بند کرلیں اور ذہن کو خالی کریں اور یہ تصور باندھیں کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، رحمت فرما رہا ہے، شفقت فرما رہا ہے، شفاء دے رہا ہے اور پھر ڈوب کر اسے دل کے کانوں سے سنیں۔ جب تلاوت ختم ہوجائے تو آنکھیں کھول لیں اور آدھا گلاس پانی لیں۔ دوبارہ آنکھیں بند کرلیں اب دل سے تین بار ڈوب کر اللہ کہیں اور پھر آنکھیں بند رکھیں اور یہ پانی تین گھونٹ میں پی لیں۔ یہ عمل صبح، دوپہر اور شام سات دن تک کریں۔ یعنی صبح، دوپہر اور شام تین بار تلاوت سنیں اور ہر تلاوت سننے کے بعد پانی بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پیئیں۔ فصلوں کو کیڑوں اور آفات سے محفوظ رکھنے کیلئے کھیتوں میں کیسٹ پلیئر کے ذریعے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت چلائیں۔ مغرب میں لوگ میوزک کے ذریعے فصلوں کی پیداوار بڑھا رہے ہیں اور یہ بات سائنسی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ موسیقی کے ذریعے پودوں کی نشوونما بڑھتی ہے۔ اب سوچیئے اگر کھیتوں میں سورۃ الرحمٰن چلائی جائے تو نہ صرف پیداوار اچھی ہوگی بلکہ رحمتِ خداوندی اس فصل کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے گی۔ علاوہ ازیں بیمار جانوروں کیلئے یاد رکھیں کہ بیمار جانور پر ہاتھ رکھیں۔ آنکھیں بند کرلیں اور دل میں ڈوب کر تین بار اللہ کہیں اور دل سے دعا مانگیں بعد

میں آنکھیں کھول کر جانور پر پھونک ماردیں۔اس کے علاوہ برتن میں پانی لیں اوراس میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کرآنکھیں بند کرلیں اور دل سے تین بار اللہ کہیں اور پھر دل ہی دل میں دعا مانگیں اور آنکھیں کھول کر پانی پر دم کرلیں اور یہ بیمار جانور کو پلا دیں نہ صرف بیماری ٹھیک ہو جائے گی بلکہ دودھ دینے والے جانور کا دودھ بھی بڑھ جائے گا۔ بے شک شفاء منجانب اللہ ہے۔یہ طریقہ آزمودہ ہے آپ بھی کر کے دیکھیں۔

اس کیسٹ کے اجراء کے کچھ عرصے بعد جب میں لاہور گیا تو قلندر پاکؒ نے میری ملاقات اپنے گھر آئے ہوئے ایک کسان سے کروائی۔اُس کسان نے بتایا کہ ۷ دن سننے کے بعد اُس نے چندلوگوں کو اکھٹا کیا اور گھر میں آدھا پاؤ سوجی کا حلوہ بنایا اورسب کوسورۃ الرحمٰن سنائی۔کچھ ہی عرصے میں اردگرد کے دیہاتوں سےلوگوں نے آنا شروع کردیا اوروہ سب اکھٹے ہوکرسورۃ الرحمٰن سنتے اور یوں سوجی کا حلوہ جوآدھ پاؤ سے شروع ہوا،ایک کلوسوجی تک جا پہنچا اوراس کسان کا یہ حُسنِ عمل جاری رہا۔کچھ عرصے بعد میرا ملتان جانا ہوا۔ یہ سفر میاں سعید صاحب کی شادی میں شرکت کیلئے تھا۔اسی دوران ایک دن ہم نے سعید صاحب سے کہا کہ ایک ویگن کا بندوبست کردیں تا کہ سب پاکپتن شریف جا کرحضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے مزار پر حاضری دے سکیں۔ دورانِ سفر میں نے جگہ جگہ وال چاکنگ یعنی ہر جگہ دیواروں اور بڑے بڑے پتھروں پر یہ لکھا دیکھا ’’فصلوں کی بہتری کیلئے کھیتوں میں سورۃ الرحمٰن چلائیں‘‘ مجھے بہت تقویت ملی کہ قلندر پاکؒ کی عطا سے جوکیسٹ تیار ہوئی اس نے کیا رنگ دکھایا۔حضرت بابا گنج شکر سرکارؒ کے مزار پر پہلے بھی جایا کرتا تھااوراس دوران ہمارا قیام عارف والا میں راجہ اختر کے گھر ہوتا تھا۔ راجہ اختر کے والد مرحوم ایک فقیر پرست انسان تھے۔قلندر پاکؒ نے فرمایا

''فقیر کے پیچھے آنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک جو فقیر دوست کہلاتا ہے جو کبھی کبھی ملتا ہے اور دعا کی درخواست کر کے رخصت ہو جاتا ہے جبکہ دوسرا جسے فقیر پرست کہتے ہیں وہ صاحبِ اصول ہوتا ہے اور فقیر کی محبت میں خود کو فنا کر لیتا ہے'' عارف والا میں میری ملاقات ایک نانگے مجذوب بابا عیسیٰ سے بھی ہوئی۔ ایک دفعہ تو میں عارف والا ۲۰ دن سے اوپر قیام پذیر رہا۔ حتیٰ کہ عید الاضحیٰ بھی ادھر ہی گزری کہ ایک دن قلندر پاکؒ کا فون آیا اور حکم دیا ''بس کرو سیّد بابا اور واپس آؤ''۔ سورۃ الرحمٰن کی ریکارڈنگ کے سلسلے میں ایک دن میں نے ڈاکٹر مبشر صاحب کو فون کیا۔ ڈاکٹر صاحب ایک مشہور اور قابل Psychiatrist ہیں اور اُن سے کہا کہ آپ کے ہسپتال کے اس خاص نفسیاتی مریضوں کے وارڈ میں سورۃ الرحمٰن سنوانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور سب سے پہلے ہم نے ڈاکٹر صاحب کے تاثرات ریکارڈ کیئے۔ ڈاکٹر صاحب ایک فقیر پرست انسان ہیں اور آپ کی گفتگو میں ایک درد اور محبت کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب محترمہ عابدہ پروین صاحبہ کو اپنا مرشد گردانتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ عابدہ صاحبہ کی زندگی کا محور صوفیائے کرام سے محبت اور ان کا کلام سنانا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے انٹرویو کی ریکارڈنگ کے بعد میں نے درخواست کی کہ کسی ہال میں آپ کے وارڈ میں جو خطرناک نوعیت کے مریض ہیں انہیں اکٹھا کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ کچھ مریض بہت violent ہوتے ہیں اور یہ بہت بڑا رسک ہو گا۔ میرے اصرار پر انہوں نے یہ انتظام کیا اور جب مریض اکھٹے ہو گئے تو میں نے ان سے بات کی اور کہا میں آپ کو سورۃ الرحمٰن سنانے آیا ہوں۔ گفتگو کے بعد میں نے غور کیا کہ کسی کے چہرے پر کوئی بھی کسی بھی قسم کا expression نہیں تھا جیسے بات سنی ہی نہ ہو۔ پھر میں نے

آخر میں گرجدار آواز لگائی ''آنکھیں بند کرلو اور سورۃ الرحمٰن سنو'' ہم نے ریکارڈنگ شروع کردی۔ ۲۰ منٹ کے بعد جب آنکھ کھلوائی تو اُن سب کے چہروں کے تاثرات میں نرمی اور تھوڑی سے مسکراہٹ، چند ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ سب کو پانی پلوایا گیا۔ اور پھر تاثرات کی ریکارڈنگ کا لمحہ آیا۔ سب سے پہلا شخص جو کہ ایک خطرناک نفسیاتی مریض تھا جب میں نے اس سے پوچھا کیسا محسوس ہوا تو اس نے مجھے دیکھا اور پھر ہسپتال کے اسٹاف کو دیکھا اور بولا ''پہلی مرتبہ کسی نے یہاں اللہ کا نام لیا ہے، بہت مزہ آیا، بہت سکون ملا'' سب حیران ہو گئے یہ تو بولتا ہی نہیں تھا صرف اور صرف aggression ہی کا مریض تھا۔ اس ریکارڈنگ کے بعد ہمیں یہ بھی تجربہ ہوگیا کہ کسی قسم کی نفسیاتی بیماری کیلئے سورۃ الرحمٰن ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔

عقلی لوگ ہم سے توجیح مانگتے ہیں۔ یہ کیسے ہوا؟ یا یہ کیسے ہوگا؟

ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدہ تصورات
صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حُنین بھی ہے عشق

۲۰۰۰ء میں قلندر پاکؒ کے ہمراہ کیپٹن منان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ منان صاحب کی بیگم قلندر پاکؒ سے پیار کرتی تھیں۔ منان صاحب خود قلندر پاکؒ کو گاڑی میں بٹھا کر گشت کرواتے تھے۔ منان صاحب کے بڑے صاحبزادے کیپٹن طاہر بھی قلندر پاکؒ کے پیار کرنے والے ہیں۔ منان صاحب کی صاحبزادی ڈاکٹر ارم جنہیں اب سب کا کے اور کا کیاں

MOM کہہ کر پکارتے ہیں ایک Clinical سائیکالوجسٹ ہیں۔ اس پورے گھر میں صرف وہ ہی قلندر پاکؒ سے ڈوب کر پیار کرتی ہیں اور قلندر پاکؒ اسی محبت کے سبب اس گھر جاتے تھے۔ اب ان کے گھر واقع F-8/4 میں لوگوں کے اکھٹے ہونے کا سلسلہ شروع ہوا اور یہاں ہر وقت قلندر پاکؒ سے ملنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ آپکی MOM سب لوگوں کیلئے لنگر تیار کرتیں اور لوگوں کے ساتھ مست مست کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا۔ قلندر پاکؒ کو جب آرام کرنا ہوتا تو وہ آپ سبکی MOM ہی کے کمرے میں آرام کرتے اور اُنہیں ساتھ لے کر لوگوں سے ملنے جاتے اور یہ اس وقت تک جاری رہا جب میری ڈاکٹر ارم صاحبہ سے شادی ہوگئی۔ پھر شادی کے بعد G-11 میں گھر کرائے پر لیا گیا اور قلندر پاکؒ اب اس گھر میں آیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپؒ نے اپنے آخری ایام بھی یہیں گزارے اور یہیں پردہ فرمایا۔ ڈاکٹر ارم صاحبہ میری چھوٹی بیگم ہیں جبکہ آپ سب کی ماں جی میری بڑی بیگم ہیں۔ دونوں کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔ لیکن آپ کی ماں جی کے حوالے سے یہ بات کہنے میں کوئی شک نہیں کہ قلندر پاکؒ کے ساتھ تعلق اور تقلید کی مضبوطی میں میری بڑی بیگم کا بڑا ہاتھ ہے۔ جب سب لوگ اور رشتہ دار ملامتی سلسلے کے فقیر کی نسبت سے قطع تعلق کر گئے تو آپ سب کی ماں جی ہمیشہ میرے ساتھ کھڑی رہیں اور آج بھی اسی طرح ساتھ ہیں۔ چھوٹی بیگم کی قلندر پاکؒ سے محبت بھی بہت حسین ہے۔ قلندر پاکؒ نے اُن سے فرمایا "بیٹا تو غلط ہے یا صحیح بابا تیرے ساتھ ہے"۔ معاشرتی طور پر دوسری شادی کو اتنا اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن آپ سب کی ماں جی کی قبولیت نہ صرف قابلِ تحسین ہے بلکہ ایک مثال ہے۔ دوسری طرف آپ سب کی MOM کی محبت اور قبولیت بھی لاجواب ہے اور ہمہ وقت قلندر پاکؒ کے پیغام کی ترویج میں کوشاں رہتی

ہیں۔شادی سے پہلے بھی اور بعد میں آپ نے اپنی زندگی کی تمام سانسوں کو قلندر پاکؒ کی محبت کیلئے وقف کر رکھا ہے۔

F-10/2 والے گھر میں آستانے کے قیام اور دوران دعا لنگر کی تیاری میں میری بڑی بیگم کی محبت قلندر پاکؒ سے تعلق کی عمدہ دلیل ہے۔یہ عجب بات ہے کہ جس گھر میں آج ہم قیام پذیر ہیں یہ وہی گھر ہے جہاں قلندر پاکؒ کی ایک پیار کرنے والی کا کی رہتی تھی۔درحقیقت یہ گھر بہت ہی پیارے ڈاکٹر ارمغان صاحب کی ملکیت ہے۔ڈاکٹر صاحب قلندر پاکؒ سے بہت مضبوط نسبت رکھتے ہیں اور آپ کی محبت اور استقامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو حکم قلندر پاکؒ نے اپنی حیات میں دیا تھا کہ تمام چاہنے والے ڈاکٹر حضرات ہفتے میں ایک دن للّٰہ ٹاؤن ضرور جائیں اور وہاں مریضوں کو دیکھیں۔آپؒ نے وہاں ایک ڈسپنسری بھی بنوائی تھی جہاں سے مریضوں کو مفت ادویات ملتی تھیں۔قلندر پاکؒ کے پردہ کر جانے کے بعد اس حکم کی تعمیل صرف دو ڈاکٹرز نے کی ہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ایک ڈاکٹر شہزاد ہیں اور دوسرے ڈاکٹر ارمغان۔گرمی ہو یا سردی کبھی بھی ناغہ نہیں کرتے۔فقیر سے محبت کی نشانی اطاعت ہے جوان دونوں ڈاکٹرز کا حسن ہے۔ہم ۲۰۱۴ء میں ڈاکٹر ارمغان صاحب کے گھر شفٹ ہوئے۔اسی گھر سے متعلق ایک واقعہ لکھتا چلوں۔ایک دن مجھے دن کے وقت قلندر پاکؒ کا فون آیا اور فرمایا ''سیّد بابا ایک بندہ میرے پاس آیا ہے اور وہ وزارتِ اعلیٰ کا امیدوار ہے کہتا ہے مجھے دلوا دیجئے۔میں نے اس سے کہا ہے کہ یہ کام سیّد بابا کرتا ہے۔تو آپ یہاں آجائیں'' پھر فون ایک کا کی کو پکڑا دیا جنہوں نے مجھے ایڈریس لکھوایا جب میں پہنچا تو قلندر پاکؒ لیٹے ہوئے تھے اور ایک صاحب اُن کے پیر دبا رہے تھے۔جونہی میں داخل ہوا

قلندر پاکؒ نے تعارف کروایا کہ یہ ارباب غلام رحیم ہیں اور آپ کی دعا کے منتظر ہیں۔ خود آپؒ اٹھے اور باہر چلے گئے۔ میں نے انھیں بٹھایا اور دعا کروائی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ وزیر اعلیٰ سندھ بنے اب قلندر پاکؒ نے انہیں پیغام دیا کہ سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پھیلانا ہے وگرنہ ہمیں تم سے کوئی کام نہیں ہے۔ دنیا کی مصروفیت نے ارباب صاحب کو اس طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیا حتیٰ کہ ایک دن قلندر پاکؒ نے فرمایا ''ارباب، رباب بن جائے گا'' اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اس منصب سے رخصت ہوئے''۔ ایک دفعہ وزیرِ اعلیٰ صاحب اسلام آباد تشریف لائے اور انہوں نے فون کر کے آنے کی خواہش کی۔ میں نے کہا آپ کے آنے کی ضرورت نہیں میں خود ہی آجاؤں گا۔ میں قلندر پاکؒ سے نہایت محبت کرنے والے زاہد جھنگوی صاحب کے ہمراہ انکی Suzuki میں بیٹھ کر سندھ ہاؤس روانہ ہوئے۔ گاڑی ایسی تھی کہ شیشے بھی مشکل سے بند ہوتے تھے۔ جب ہم سندھ ہاؤس پہنچے تو وزیرِ اعلیٰ بہت سارے لوگوں کے ہمراہ ہمارے انتظار میں کھڑے تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ ایک پرانی سی گاڑی میں کون آیا ہے جس کیلئے وزیر اعلیٰ انتظار کر رہا ہے۔ وہ محبت سے مجھے ایک کمرے میں لے گئے۔ دیر تک قلندر پاکؒ کی باتیں کرتے رہے اور بس یہی کہتے رہے آپ کی آواز اور لہجے میں قلندر پاکؒ کی آواز اور لہجہ کی مماثلت ہے اور اس پر اپنی حیرت کا اظہار بھی کرتے۔ میں نے انہیں یہی کہا میرا یہاں آنے کا مقصد صرف اور صرف سورۃ الرحمٰن کے پیغام کی ترویج ہے۔ آپ محکمہ تعلیم والوں کو کہیں کہ کالجز اور یونیورسٹیز میں سورۃ الرحمٰن سننے کو یقینی بنائیں۔ وہ یہی کہتے رہے کوئی خدمت کوئی حکم، لیکن میرا وہی پیغام تھا جو قلندر پاکؒ کا حکم تھا۔ دنیا والوں نے کیا دے دینا ہے دینے والی اصل ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آج بھی یہی کہتا ہوں جس کو جو کچھ بھی ملا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے۔

آپ کو کوئی بھی رتبہ مل جائے اصل بات تو انسانیت کے درد کا گیت گانا ہے۔ خدمت کرنی ہے تاکہ کل مرنے کے بعد دیئے گئے اختیار کا حساب بھی تو دینا ہے۔ قلندر پاکؒ کو کسی بڑے عہدے والے سے کوئی کام نہیں تھا۔ صرف یہی کہتے تھے ''سورۃ الرحمٰن سن لو اور اپنے اردگرد لوگوں میں پیغام دو''۔

اسلام آباد میں قیام کے دوران شام کے بعد یا کبھی صبح سے رات گئے تک قلندر پاکؒ ساتھ رکھتے تھے۔ لوگ آتے تھے اور چلے جاتے تھے۔ جو بنیاد انہوں نے رکھی اس سے سوچ میں مثبت پن آیا اب کسی نے کردار بنانا ہے اور اس کیلئے آگ میں جلنا ہے۔ مجھے یاد ہے ۱۲ بجے تک سب چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ سردیوں کی رات تھی۔ جب لوگ چلے گئے تو قلندر پاکؒ ایک کمرے میں محو استغراق ہوئے۔ میں ایک مہمان کی حیثیت سے ڈرائنگ روم میں بیٹھا رہا۔ اخبار بار بار پڑھ لی نفس نے سرکشی کی کوشش بھی کی۔ ہر قسم کا خیال بھی دیا کہ تو یہاں کیا کر رہا ہے۔ دیکھ سب چلے گئے ہیں اپنے اپنے بستروں میں آرام کر رہے ہیں اور تو کس لئے یہاں بیٹھا ہے اور کیا ملے گا تجھ کو اور کیا ملا ہے اب تک، نفس اپنی روش پر قائم رہا اور جب اس کی سرکشی حد سے بڑھی تو قلندر پاکؒ کی آواز آئی ''سیّد بابا کسی کو بلوا لو، گاڑی لے آئے پھر چلتے ہیں'' جب میں نے ٹائم دیکھا تو رات کے تین بجے تھے۔ میں نے فوراً سلیم اختر صاحب کو فون کر کے طلب کیا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ تشریف لائے۔ پھر قلندر پاکؒ کی آواز آئی ''سلیم کا کا آگیا، بس بابا نارمل ہو کر آتا ہے''۔ ۴ بجے کے قریب قلندر پاکؒ کمرے میں تشریف لائے اور ہم روانہ ہوئے۔ چوہدری سکندر صاحب کے گھر قلندر پاکؒ کو اتارا آپؒ نے مجھے اجازت دی اور ہم سیٹلائیٹ ٹاؤن کی طرف روانہ ہوئے۔ اس قسم کے اور بہت سے

واقعات ہیں۔آج میں سوچتا ہوں کہ نفس سے جنگ صرف اسی وقت ممکن ہے جب آپ کی روح Fully Energised ہو، تاکہ وہ نفس پر غلبہ پا سکے۔میرا اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے، کوئی بھی عمل نہ کوئی خوبی سب کچھ اس نگاہِ فقیر سے ممکن ہوا اور ہو رہا ہے۔نفس کی جنگ کہانی یا قصہ نہیں بلکہ عملی ہے اور اس میں سے گزرنا اکیلے انسان کے بس میں نہیں، رحمت خداوندی سے ہی ممکن ہے اور فقیر جو رحمت خداوندی کا ترجمان ہے اس کے ارادے سے ہر ناممکن ممکن ہو جاتا ہے۔جیسا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''عشق ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے'' اصل میں صاحبِ کردار تو فقیر ہی ہے جسے اللہ نے اپنی عنایتِ خاص سے منتخب فرمایا اور اپنا قرب عطا کیا۔

راجہ ماجد صاحب سے دوستی بھی ایک علیحدہ رنگ تھا جیسا کہ میں نے پہلے بھی لکھا ہے ایک دن راجہ صاحب نے مجھ سے پوچھا ''یہ آپ کے ہاں کوئی شجرہ وغیرہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ باقی سلسلوں میں موجود ہے میں نے فوراً کہا'' سیّد پتر بخاریؒ داتے بخاریؒ پتر علیؑ دا''۔

یہ بات قلندر پاکؒ تک پہنچی پھر ایک دن میں سہیل چیمہ اور راجہ صاحب کے ہمراہ لاہور پہنچے، اگست کا مہینہ تھا،حبس کا زور بہت زیادہ تھا، ہم نے گاڑی بھاٹی گیٹ سے داخل ہو کر تھانے کی حدود میں پارک کی اور وہاں سے پیدل بسم اللہ اسٹریٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں دودھ دہی کی دوکان دیکھی تو سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ یہاں سے لسی پی کر چلتے ہیں۔لسی بنانے والا ہماری گفتگو غور سے سنتا رہا اور لسی بھی بناتا رہا۔ جب ہم نے روانگی کے وقت اس سے پیسے پوچھے تو اس نے کہا'' آپ سب مہمان ہیں بابا جی کے، پیسے رہنے دیں''، لیکن ہمارے اصرار پر اس نے کچھ رقم لی۔ جب ہم قلندر پاکؒ کے گھر پہنچے تو بجلی بالکل نہیں تھی، کمرے میں پہلے سے تین یا چار لوگ موجود تھے، کھڑکیاں بھی بند تھیں۔قلندر پاکؒ

ہماری طرف متوجہ ہوئے تو وہاں پر موجود قلندر پاکؒ کے چاہنے والے جو واپڈا کے اعلیٰ افسر تھے، نے گفتگو شروع کر دی اور ہماری توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ انہوں نے ہمیں یقین دلایا بلکہ سمجھایا کہ آپ تو بس ایسے ہی برائے نام چاہنے والے ہیں اصل تو پیار میں کرتا ہوں جو آپ لوگ نہیں کر سکتے اور وہ یہی ایک بات الفاظ بدل بدل کر کہتے رہے۔ اچانک میری نگاہ قلندر پاکؒ کی طرف گئی تو آپؒ نے تکیہ منہ پر رکھا ہوا تھا۔ پھر میرے دیکھنے پر ہلکا سا تکیہ ہٹایا تو مسکرا رہے تھے اور ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ جواب نہیں دینا صرف سنو اور ہنسنا شروع کر دیا۔ اُن صاحب نے اپنی تعریف کا سلسلہ جاری رکھا اور ہمیں دیوار سے لگائے رکھا۔ کچھ ہی دیر میں قلندر پاکؒ نے تکیہ ہٹایا اور اٹھ کے بیٹھ گئے اور فرمایا ''سیّد بابا اپنا شجرہ پڑھ کر سناؤ'' میں نے کہا ''سیّد پتر بخاریؒ داتے بخاریؒ پتر علیؓ دا'' آپؒ نے کہا پھر سناؤ حتیٰ کہ چار یا پانچ مرتبہ شجرہ پڑھنے کو کہا۔ وہ صاحب خاموش ہو گئے اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ اجازت لے کر روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے اُن کو کبھی نہ دیکھا۔ وہ جہاں بھی ہوں اللہ انہیں خوش رکھے۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ سورۃ الرحمٰن کھیتوں کے علاوہ پولٹری فارمز میں بھی لگائی جاتی ہے اور اس کے بہترین نتائج حاصل ہو رہے ہیں۔ عام طور پر مرغیوں کے مرنے کی تعداد میں وائرس کے سبب بہت نقصان ہوتا ہے۔ میرے پیار کرنے والے وقاص اور عاصم صاحب یہ پولٹری بزنس کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے ایک کنٹرول شیڈ پر لے گئے اور دکھایا کہ وہ اس فارم میں صبح و شام سورۃ الرحمٰن چلاتے ہیں۔ مرغیوں کی خوراک میں بے ایمانی نہیں کرتے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مرغیاں شیڈ میں پرندوں کی مانند اڑ رہی تھیں اور اُن کے گوشت کا ذائقہ بھی دیسی مرغی کی طرح ہے۔ ان دونوں نے اپنے اردگرد ہر جگہ پیغام پہنچایا۔ کیونکہ مختلف پولٹری فارمز سے

لوگ آ کر یہ پوچھتے تھے کہ آپ کا Mortality تناسب بہت کم ہے کون سی دوائی کھلاتے ہیں؟ جب انہوں نے بتایا تو کسی کو یقین نہ آیا لیکن یہ اپنے اس پیغام پھیلانے کے مشن پر گامزن ہیں۔ جیسا میں نے پہلے کہا تھا کہ سوچ بدل جاتی ہے انسان لالچ اور خودغرضی کے جہنم سے نکل کر توکل کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے اور مسکراہٹ چہرے کا حسن بن جاتی ہے۔ ذرا سوچیں سود و زیاں سے بے نیاز انسان کا قلب کس قدر پرسکون حالت میں ہوتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن کا پروگرام ۶ ماہ چلنے کے بعد جب اختتام پذیر ہوا تو رمضان کا مہینہ آنے کو تھا۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا سحری کی ٹرانسمیشن کے دوران اگر کم دورانیے کے پروگرام پیش کئے جائیں تو یہ اس ماہ کی رحمت کے حوالے سے ایک خوبصورت کاوش ہوسکتی ہے اور یاد دہانی بھی ہوگی''۔ چنانچہ ہم نے بڑے بڑے پروگراموں میں سے تاثرات نکالے اور محترم حکیم سیّد محمود احمد سرو سہارنپوری صاحب سے درخواست کی کہ وہ رمضان کے حوالے سے سماعت قرآن کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔ چنانچہ اُن کی ریکارڈنگ کی گئی اور لوگوں کے سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد کے تاثرات کو شامل کر کے ۱۲، ۱۲ منٹ کے ۳۰ پروگرام پیش کئے گئے۔ اسی طرح اس سے اگلے سال ہم نے کچھ فریش ریکارڈنگ کی اور دوبارہ سہارنپوری صاحب کو دعوت دی اور پھر ۳۰ پروگرام تیار کئے۔ اس کے بعد قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا وقت آ گیا ہے کہ اپنا نقطہ نظر کھل کر بیان کیا جائے اور میڈیکل ٹسٹ کے رزلٹس کے ساتھ پروگرام پیش کیا جائے تاکہ عقل کی دنیا کو ثابت کرسکیں کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صرف ایک خیال ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے تاکہ اس کاغذی evidence (Medical Reports) کے پیش کرنے سے لوگوں کو تقویت حاصل ہو اور اُن کی سوچیں بدلیں''۔ قلندر پاکؒ ہمیشہ یہی فرماتے

''اصل مسئلہ سوچ کا ہے، سوچ بدلے گی تو نظام بدلے گا، چہرے بدلنے سے نظام نہیں تبدیل ہوتا۔ معاشرتی اقدار میں مضبوطی اور اخلاقی حسن صرف سوچ بدلنے سے ہی آ سکتا ہے اور اس کے لیے قرآنِ پاک ہی وہ رحمت ہے جس سے یہ سب ممکن ہے''۔

اس ساری فکر کے ساتھ میں نے دوبارہ ایک آئیڈیا بنا کر منظوری کیلئے پی ٹی وی ہیڈ کوارٹرز بھیجا۔ اس پروگرام کا دورانیہ ۵۰ منٹ رکھا گیا۔ اس وقت ڈائریکٹر پروگرام کے فرائض جناب شوکت پرویز صاحب مرحوم ادا کر رہے تھے۔ شوکت صاحب ایک اچھے انسان تھے، انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔ اب ہم نے کام شروع کیا۔ قلندر پاکؒ کا حکم تھا کہ بہت یکسوئی سے پروگرام کرنا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ پہلے مرحلے میں مریض ڈھونڈے گئے اور سلیم اختر صاحب اس میں پیش پیش تھے۔ اُن مریضوں کے میڈیکل ٹیسٹ کروائے گئے کسی کو ہیپاٹائٹس تھا، کسی کو دل کا مرض تھا، کسی کو نفسیاتی بیماری تھی، پھر اُن سب کو ۷ دن تک سورۃ الرحمٰن سنوائی گئی اور پھر میڈیکل ٹیسٹ کروائے گئے اور اُن کی فٹنس رپورٹس حاصل کر لیں۔ یہ بھی بتاتا چلوں ان مریضوں میں ایک ایسی معمر خاتون بھی تھیں جن کی Kidneys بھی کام نہیں کرتی تھیں اور اللہ پاک کی شان دیکھیں کہ اُن کی Kidneys نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس مرحلے سے فارغ ہونے کے بعد اب ایک کمپیئر کی تلاش شروع ہوئی۔ بہت سارے لوگوں کے نام ذہن میں آئے۔ ان سب ناموں میں ایک نام نورالحسن صاحب کا بھی تھا۔ وہ قلندر پاکؒ سے مل بھی چکے تھے اور فقیروں سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ لیکن نہ جانے میرے دل میں جیسے کسی کی تلاش تھی اور پھر ایک دن ایسا ہوا کہ میں اس پروگرام کے حوالے سے اسکرپٹ تحریر ہی کر رہا تھا کہ ایک کمپیئر جو پروفیشن کے اعتبار سے ڈاکٹر تھے وہ تشریف لائے۔ ان کا نام سیّد اسجد بخاری تھا۔ وہ

جونہی داخل ہوئے، چہرے پر ایک عجب کرب تھا جیسے کسی تکلیف میں ہوں۔ میں نے کہا سیّد صاحب بیٹھیں پریشان کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں نائٹ ٹرانسمیشن بھی چھوڑ آیا ہوں کیونکہ میرا بخار نہیں اتر رہا۔ کھانستا ہوں تو خون آتا ہے۔ میں نے کہا آپ تو ڈاکٹر ہیں۔ سیّد صاحب بولے یہ انفیکشن مجھے ہولی فیملی ہسپتال میں ایک مریض سے لگی ہے۔ میرے پھیپھڑے پر ایک scar بنا جواب پھیل گیا ہے۔ میں تو آپ کو خدا حافظ کہنے آیا تھا کہ کہا سنا معاف میں انگلینڈ جا رہا ہوں۔ آپریشن ضروری ہے۔ آپ دعا کیجیے گا۔ میں نے فوراً پوچھا کب جانا ہے انہوں ے کہا ابھی ۹ دن باقی ہیں۔ میں نے فوری طور پر سورۃ الرحمٰن پیش کی اور کہا کہ یہ ۷ دن صبح دوپہر شام سن لو۔ میرا یقین کہتا ہے کہ آپ کو آپریشن کی ضرورت نہیں رہے گی اور آپ اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہو جائیں گے۔ کیسٹ اور طریقہ سننے کے بعد سیّد صاحب روانہ ہو گئے اور میں دوبارہ اسکرپٹ لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ اگلے تین چار دنوں میں ہم نے ریکارڈنگ کے لئے سیٹ ڈیزائن کروایا۔ سعید صاحب نے بہت محنت کر کے ایک خوبصورت ڈیزائن بنایا۔ میرے دل میں جیسے سیّد اسجد بخاری کا انتظار تھا کہ شاید وہ ہی اس پروگرام کو کمپیئر کرے اور یہ بات میں نے سیّد صاحب کو بتا بھی دی تھی کہ میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ۷ دن بعد آپ نے ٹیسٹ کروا کے مجھے بتانا ہے اور ایسا ہی ہوا آٹھویں دن دوپہر کے بعد دروازہ کھلا اور ایک ہنستا مسکراتا چہرہ مٹھائی لے کر داخل ہوا، یہ ڈاکٹر اسجد بخاری تھے جنہوں نے بتایا کہ شاہ جی قرآن سچا ہے، آج میں نے ٹیسٹ کروایا تو پتہ چلا کہ وہ کالا دھبہ جو پھیپھڑے پر تھا غائب ہو گیا ہے۔ اور میرا بخار تو دوسرے دن ہی اتر گیا تھا اور اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ انگلینڈ تو میں نے جانا ہے نوکری کے لئے لیکن پہلے آپ کا پروگرام کرنا ہے۔ اور یوں سیّد اسجد

بخاری صاحب پروگرام کے پہلے میزبان بن گئے۔ ہم دونوں نے بیٹھ کر چند دنوں تک تیاری کی اور پھر ریکارڈنگ کی تاریخ طے کرنے کے بعد قلندر پاکؒ کو بتایا۔ اس پروگرام میں مریض اور ڈاکٹرز دونوں موجود تھے۔ اس پروگرام میں ڈاکٹر ارم (MOM) نے بھی بحیثیت ایک کلینکل سائیکالوجسٹ کے شرکت کی اور اپنی مریضہ کو بھی پروگرام کا حصہ بنایا جو سورۃ الرحمٰن سننے سے صحت یاب ہوئی تھیں۔ اس پروگرام میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ ہر بات کو سائنسی نقطہءنظر سے ہی پیش کیا جائے۔ تمام ثبوتوں کے ساتھ محض گفتگو کی حد تک یا خالی دعوے داری نہ ہو۔ پھر مریض کا ایک طبی Analysis شامل کرنا ضروری تھا کیونکہ اب ہم نے اس کو عالمگیر سطح پر لے جانا تھا۔

پروگرام کیلئے مہمانوں کو دعوت نامے جاری کئے گئے اور تقریباً ۵۰۰ کے قریب مہمانوں کی شرکت ہوئی۔ یہ پروگرام پی ٹی وی اسلام آباد سینٹر کے چاغی آڈیٹوریم سے ریکارڈ ہوا۔ ریکارڈنگ کیلئے OB VAN استعمال ہوئی۔ اس ریکارڈنگ کے دوران قلندر پاکؒ میرے ہمراہ OB VAN میں بیٹھے اور قدم قدم پر ہدایات دیتے رہے اور مسکراتے رہے۔ جب اسٹوڈیو میں موجود تمام حاضرین کو سورۃ الرحمٰن سنوائی گئی تو ہمارے میزبان سیّد اسجد بخاری کی حالت خاصی بگڑ گئی۔ سماعت قرآن کے سبب اُن سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ”سیّد بابا ریکارڈنگ روک لو اور سیّد سے کہو کہ وہ تین بار اللہ دل میں کہہ کر بند آنکھوں سے پانی پی لے اور باقی تمام لوگوں کو بھی پانی پلوایا جائے“۔ ایسا ہی کیا گیا اور یوں پانی جو ارتعاش کو **Neutral** کر دیتا ہے۔ سیّد صاحب نارمل ہو گئے اور انہوں نے پروگرام پورا کیا۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد قلندر پاکؒ ہال میں تشریف لائے اور لوگوں سے ملے۔ تمام لوگ ان کے گرد

اکھٹے ہو گئے اور اپنی اپنی محبت نچھاور کی۔ اس دن میں نے قلندر پاکؒ کو جتنا خوش دیکھا کبھی نہیں دیکھا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ آپؒ لوگوں کے جھرمٹ میں ہی دفتر سے روانہ ہوئے اور فرمایا ''سیّد بابا آپ فارغ ہو کر چوہدری سکندر صاحب کے گھر پہنچو''۔ میں اس کے بعد کمرے میں آ گیا اور ڈاکٹر اسجد بخاری صاحب کو چائے پلوائی۔ مریضوں نے میرے ساتھ بیٹھ کر گفتگو بھی کی کہ یہ پروگرام کب چلے گا وغیرہ وغیرہ۔ اسی دوران راجہ ماجد صاحب بھی کمرے میں آئے اور اُن کے ہمراہ ڈاکٹر شہزاد سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر ارم صاحبہ بھی بیٹھی رہیں چونکہ میرے پاس کوئی گاڑی نہیں تھی اور وہ مجھے چوہدری صاحب کے گھر ڈراپ کرنا چاہتی تھیں۔ سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ہم دفتر سے روانہ ہوئے گاڑی میں نے چلائی اور پروگرام کرنے کے بعد میری حالت یہ تھی کہ یہ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ گاڑی زمین پر چلا رہا ہوں یا ہوا میں اور اسی کیفیت کے دوران اسلام آباد کی سڑکوں پر گم ہو گیا۔ کوئی راستہ سمجھ نہ آئے۔ آپ سب کی MOM بھی بالکل اسی حالت سے دوچار تھیں۔ جب کچھ سمجھ نہ آیا تو گاڑی روک لی اور تھوڑا سا سوچا، اِدھر اُدھر دیکھا سمجھ پھر بھی نہ آیا۔ اب وہ بات یاد آئی جب قلندر پاکؒ نے کہا تھا ''سیّد بابا آپ اس کیفیت میں ریکارڈنگ کیسے کر لیتے ہو''۔ اسی دوران قلندر پاکؒ کا فون آ گیا اور فرمایا ''کہاں رہ گئے سیّد بابا جلدی آؤ سب کھانے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں''۔ جونہی فون بند ہوا راستہ سمجھ میں آ گیا ایسے لگا جیسے مغلوب الحالی سے غالب الحالی کی جانب رواں ہوئے۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ''جو بھی خُدا کی ہم نشینی چاہتا ہے اُس سے کہو کہ اولیاء کے حضور بیٹھا کرے اولیاء اپنے وقت کے اسرافیل ہیں۔ مردہ لوگوں کو اُن سے زندگی ملتی ہے۔ اگر تُو سخت پتھر اور سنگ مرمر بھی ہو تو اگر کسی صاحب

دل کے پاس پہنچے تو ہیرا بن جائیگا۔ تُو اس دنیا میں ایک تنکے کی سی بھی قیمت نہیں رکھتا جب تک تُو کسی اللہ والے کے دامن سے وابستگی نہ حاصل کرلے۔ جب چراغ کے نور نے شمع کی روشنی کو کھینچ لیا تو جس نے اُس کو دیکھا گویا اصل شمع کو دیکھا اس طرح اگر سو چراغ بھی جلائے گئے ہوں تو آخری چراغ کو دیکھنا اصل شمع کو دیکھنا ہے۔'' جب ہم چوہدری صاحب کے گھر پہنچے تو قلندر پاکؒ باہر ہی انتظار کر رہے تھے۔ اُنہوں نے میرا استقبال کیا۔ اپنے ہاتھ سے مٹھائی کھلائی اور تالیوں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر پہنچے۔ قلندر پاکؒ جس قدر خوش تھے میں تو وہ کیفیت لکھنے سے عاجز ہوں۔ آپؒ نے اپنے کھانے میں سے کچھ میری پلیٹ میں ڈال دیا اور کہا ''سیّد بابا کھائیں'' کھانے کے بعد بہت دیر تک قلندر پاکؒ پروگرام اور سورۃ الرحمٰن کے ہونے والے اثرات پر گفتگو کرتے رہے اور رات گئے تک یہ مست مست جاری رہی۔

اگلے دو دنوں میں ہم نے پروگرام کی ایڈیٹنگ شروع کی اور جلد ہی پروگرام مکمل کر لیا پھر قلندر پاکؒ کو اطلاع دی۔ آپؒ نے حکم دیا کہ ایک VHS پر یہ پروگرام Dub کر کے بابا کو پیش کیا جائے۔ اب مرحلہ تھا کہ اس پروگرام کو دکھا کر Approval حاصل کی جائے۔ اور یہ ایک 13 پرگراموں کی سیریز کے طور پر ریکارڈ ہوگی۔ اسکا Telecast ٹائم طے کروایا جائے۔ لیکن آگے ایک آگ کا دریا کھڑا میرا منتظر تھا۔ مخالفتوں کا ایک سمندر تھا اور یہ مخالفتیں دفتر میں موجود چند با اثر افسران کی تھیں۔ پھر قلندر پاکؒ کا فرمان مخالفت منجانب اللہ ہے، مخالفت کام کو نکھار دیتی ہے، نفسی قوتوں کی سازشیں مضبوطی کو جنم دیتی ہیں۔ اور اس کیلئے تو اب میدان سج گیا تھا۔ منفی اور مثبت سوچوں کا عدم توازن ہمیشہ ایک تصادم کو جنم دیتا ہے اور پھر ہوا بھی کچھ اسی طرح۔۔۔۔

پروگرام کے تیار ہونے کے بعد بہت دن گزر گئے۔ اختر وقار عظیم صاحب MD پی ٹی وی کے عہدے پر تعینات تھے۔ کوئی بھی اس پروگرام کونشر کرنے پر راضی نہ تھا۔ بالآخر قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا کفن باندھ لو، تمہارے دادا کا حکم ہے کہ MD پی ٹی وی کو جا کر صاف صاف بتا دو یا یہ پروگرام چلے گا یا تمہاری سیٹ رہے گی''۔ بس پھر کیا تھا میں تو جیسے حکم ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ پہلے تو دفتر میں حکم کی متابعت کے خیال سے ہی ایسے محسوس ہوا جیسے ہر شے جل گئی ہو۔ آپکی MOM یہ سمجھیں کہ آج شاید میرے استعفیٰ کا دن ہے لہٰذا وہ تمام جمع پونجی لے کر دفتر پہنچ گئیں کہ نوکری نہیں رہے گی تو یہ رقم زادِ راہ کے طور پر کام آئے گی۔ میں پی ٹی وی ہیڈ کواٹرز پہنچا اور MD صاحب کے سیکرٹری کے کمرے میں جا کر پوچھا کہ صاحب بیٹھے ہیں۔ وہ مسکرائے اور کہا کہ کھانا کھا رہے ہیں میں بس اندر گھس گیا، آگے سیّد اختر وقار عظیم کا مسکراتا چہرہ، فوراً بولے ''کھانا کھالو'' میں نے نفی میں سر ہلایا، پھر انہوں نے کہا ''کچھ میٹھا ہی کھالو'' میں نے کہا ''میں نہ تو کھانا کھانے آیا ہوں اور نہ ہی میٹھا چکھنے، میرے آنے کا مقصود صرف اور صرف پروگرام ''الرحمٰن'' کی بابت دریافت کرنا ہے کہ آپ اسے نشر کیوں نہیں کرتے۔ آج میں مرشد کے حکم پر آیا ہوں کفن پہن رکھا ہے۔ نوکری کی اب ضرورت نہیں اور اسکے چھن جانے کا ڈر بھی نہیں، یا تو پروگرام چلے گا یا پھر یاد کریں ایک دن میں نے کہا تھا کہ وہ کارڈ لینے آیا ہوں جو قلندر پاکؒ نے آپکو لکھ کر دیا تھا اور اسے پڑھکر میں نے آپکو کہا تھا کہ آپ MD بنیں گے تو آپ صرف مسکرائے تھے جیسے یہ ناممکن ہو۔ پھر آپ MD بن گئے اور اب حکم یہی ہے کہ اب یہ پروگرام نشر کروائیں یا پھر جانے کا حکم نامہ آپ کو دیا جائے۔ ایک عجب کیفیت میں لگاتار بولتا رہا بس اتنا یاد ہے کہ نظم وضبط کے تمام بندھن توڑ کر حق کی آواز بن گیا

اور یہ خیال کبھی بھی دل میں نہ گزرا کہ اگر نوکری ختم ہوگئی تو کیا ہوگا۔بس صرف ایک ہی نقطے میں یکسوئی تھی۔اب یا پروگرام چلے گا یا پھر MD کی سیٹ جائیگی۔دنیاوالے عقل کی بنیاد پر عشق کی بات نہیں سمجھتے اور ہمیشہ اسباب کی کشتی پر سوار رہتے ہیں۔اور MD صاحب میری گفتگو سے بالکل جیسے بے بس ہوگئے۔اور پھر اچانک بولے''کہ اس پروگرام کی اجازت کس نے دی تھی تو میں نے کہا شوکت پرویز صاحب جو اس وقت قائم مقام ڈائریکٹر پروگرام تھے۔سیّد صاحب نے کہا پھر ان سے بات کرو! وہ اب بھی کنٹرولر پروگرام ہیں۔میں نے کہا جو پیغام آپکے لئے تھا وہ میں نے دے دیا۔آگے آپ کی مرضی اور میں کمرے سے باہر چلا گیا۔اور سیدھا شوکت پرویز صاحب کے کمرے میں گیا۔انہوں نے کہا''آپ اپنے بابا سے کہیں کہ مجھے ڈائریکٹر پروگرام بنوادیں میں اسکو چلوادونگا''۔اور پھر انہوں نے میری حالت بے چینی کو دیکھ کر بٹھا لیا ۔پانی پلوایا اور چائے منگوائی۔ابھی چائے ہی پی رہے تھے کہ فون آیا کہ MD صاحب نے ایک ایمرجنسی مٹینگ کال کر لی ہے اور فوری پہنچیں۔شوکت صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے سیّد لگتا ہے تم بہت کچھ گڑ بڑ کر آئے ہو۔ابھی وہ نکلنے کو ہی تھے کہ دوبارہ فون کی گھنٹی بجی، شوکت صاحب نے فون سنا تو انکے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔انہوں نے فون رکھا اور اپنے مخصوص شرارتی انداز میں فرمایا''آیئے آپکو بھی بلایا گیا ہے''۔ہم MD آفس پہنچے، یکے بعد دیگرے سارے متعلقہ افسران بھی پہنچ گئے۔میرے سینٹر کے جی ایم اور پی ایم بھی آ گئے سب خاموش بیٹھے ہیں اور اختر صاحب نہایت سیریس انداز اختیار کئے ہوئے مختلف فائلز پڑھ رہے تھے اور دستخط کر رہے تھے۔ایک مکمل خاموشی تھی۔سب نے اشارۃً مجھ سے پوچھا اور میں نے جانتے بوجھتے لاعلمی کا اظہار کیا۔آخر کار کسی نے پوچھا سر آپ نے بلایا ہے خیریت ہے۔

اختر صاحب میری طرف اشارہ کر کے بولے ''اس سے پوچھو'' میں خاموش رہا پھر یک دم جیسے مجھے نہ جانے کیا ہوا، بولتا چلا گیا اور سب کو سورۃ الرحمٰن کے پروگرام کے بارے میں بتایا۔ اختر صاحب بولے ''اب اگر منظور کرتا ہوں تو یہ فرمائیں گے 8 بجے پرائم ٹائم پر چلوائیں۔ میں نے کہا آپ رات کے 11 بجے چلوائیں مجھے اعتراض نہیں پھر انہوں نے کہا کہ اس پروگرام کا دورانیہ 50 منٹ ہے جو بہت زیادہ ہے۔ شوکت پرویز صاحب بولے اس پروگرام کا فارمیٹ (Format) ہی ایسا ہے کہ 25 منٹ میں پروگرام مکمل نہیں ہوتا میرے اسلام آباد سنیٹر کے جی ایم خواجہ نجم الحسن بولے تو کیا مشکل ہے 25 منٹ کرلو، میں نے ان سے کہا آپ اس کے درمیان نہ ہی آئیں تو بہتر ہے کہیں آپ بھی اس لپیٹ میں نہ آجائیں۔ سب اس پروگرام کو ایک نارمل پروگرام کے طور پر لے رہے تھے اور اگر یہ نارمل پروگرام تھا تو مخالفت کس لئے تھی۔ ہر کوئی اس پروگرام کی اہمیت سے قاصر تھا۔ مادی سوچیں ایک سخت حجاب ہیں اور یہی ایک تصادم تھا۔ اُنکے پاس اختیار کی بے لگام طاقت تھی اور میرے پاس جذبوں کی سچائی اور اس جذبے کو دنیا والے ضدی پن سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ساری میٹنگ میں شامل لوگ صرف MD صاحب کی ہاں میں ہاں ملانا چاہتے تھے اور کسی ایک نے بھی اس پروگرام کیلئے سپورٹ نہیں کیا۔ خاصی دیر کے بعد بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے یہ مٹینگ ختم ہوگئی اور اختر صاحب نے کہا چونکہ ڈائریکٹر پروگرام یہاں نہیں ہیں لہٰذا ان سے بات کر کے فیصلہ ہوگا۔ میں اسی جلالی کیفیت میں اپنے دفتر واپس آ گیا۔ پی ٹی وی میں بحیثیت پروڈیوسر سب ہی عزت کرتے تھے لیکن اب بات عزت سے بہت آگے کی تھی میں نے قلندر پاکؒ کو فون کیا اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔ میری گفتگو سن کر قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا اسوقت آپ بہت جلال میں ہو بہتر ہے کہ گھر چلے جاؤ''

اور آپؒ نے سب کا کے اور کا کیوں کو منع کر دیا کہ کوئی بھی نہ تو سیّد سے ملنے جائے اور نہ ہی اگلے 3 دن فون کرے کیونکہ وہ آگ کی بھٹی میں جل رہا ہے۔ 3 دن بعد قلندر پاکؒ نے حکم دیا کہ روزانہ MD صاحب کے موبائل پر فون کر کے انہیں یاد دہانی کراؤ۔ اب میں روزانہ دن میں 3 بار انہیں فون کرتا اور پھر انہوں نے میرا فون ہی اٹھانا چھوڑ دیا اور اسطرح 15 دن گزر گئے۔ پھر قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا اب فون نہیں کرنا نوشتہ تقدیر کو کون روک سکتا ہے''۔ کچھ ہی دن گزرے کہ ایک دن میرے گھر کے نمبر پر MD آفس سے فون آیا۔ آگے ڈائریکٹر پروگرام بول رہیں تھیں پہلے تو انہوں نے کہا ''پیر صاحب کیسے ہو؟۔ ابھی میں بولنے ہی لگا کہ پھر آواز آئی ''یہ اپنے ایم ڈی سے بات کرلو'' اور انہوں نے کہا، میں نے 2 دن بعد آپکا پروگرام schedule کر دیا ہے۔ باباجیؒ سے کہیں کہ میرے لئے دعا کریں۔ میں اسوقت مشکل میں ہوں'' مجھے پروگرام کی scheduling پر بہت خوشی ہوئی اور اس Excitement میں قلندر پاکؒ کو فون کیا۔ جب آپؒ نے میری بات سنی تو فرمایا ''اب کیا فائدہ، سیّد کو بہت دیر بعد سمجھ آئی جب فیصلہ ہو چکا ہے''۔ جس دن پروگرام نے چلنا تھا اسی دن دوپہر کو سیّد اختر وقار عظیم صاحب عہدے سے ہٹا دیئے گئے۔ ظاہری سبب کچھ بھی تھا مجھے اصل بات تو معلوم تھی کہ اسباب کو متحرک کون کرتا ہے۔ اس پروگرام نے لوگوں میں بہت ہلچل مچائی۔ سب نے اسکی تعریف کی اور پھر یہی پروگرام آج DVDs پر سورۃ الرحمٰن کی آڈیو کے ساتھ تمام سننے والوں کو Free دیا جاتا ہے۔

مجھے یاد آیا۔ ابھی اس پروگرام کی scheduling نہیں ہوئی تھی تو ہم سب ایک گھر میں جمع تھے، تو شگری صاحب تشریف لائے اور کسی چیز کو سمجھے بغیر بولے، شاکر بھائی تو کیا

مشکل ہے آپ اسے 25 منٹ کا کر کے چلا دیں۔ میں ابھی بابا جیؒ سے بات کر کے انہیں راضی کر لیتا ہوں اور میرے منع کرنے کے باوجود انہوں نے فون ملا لیا اور بس ایک دو فقرے ہی بولے تھے کہ شگری صاحب خاموش ہو گئے۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا جیسے خوفزدہ ہو گئے ہوں۔ پھر میری طرف دیکھا اور فون مجھے پکڑا دیا، قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا سب سے کہہ دیں باتیں نہ کریں اور کچھ کر کے دکھائیں''۔ فون بند ہوا تو میں نے کاغذ قلم مانگا اور اسکے بعد اس پر لکھنا شروع کر دیا اور جلد ہی ایک تحریر تیار ہو گئی اور یہ طے ہوا کہ اس تحریر کو ایک پوسٹر کی شکل دی جائے اور وہ پوسٹر اسقدر خوبصورت ہونا چاہیے کہ کسی بھی جگہ شیشے پر آویزاں ہو تو سب کی توجہ کھینچ لے اور پھر ہم نے اسکا ایک ڈیزائن بنوایا پوسٹر چھپ گئے اور کاکے کاکیوں نے اسے دوکانوں، دفتروں میں لگانا شروع کر دیا۔ پوسٹرز ہم نے قلندر پاکؒ کو بھی بھیجے جب آپؒ نے پوسٹر دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور فون کر کے فرمایا ''سیّد بابا واہ بہت خوبصورت پوسٹر ہے کیا آپ مجھے بتا سکتے ہو کہ آپکی کونسی تحریر شدہ سطر ارتعاش پیدا کر رہی ہے''۔ میں نے کہا ''کون کہتا ہے کہ دنیا میں کسی بیماری، الجھن، مصیبت، بدبختی یا نحوست کا علاج نہیں۔ یاد رکھیئے! قرآنِ پاک شفاء ہے۔

قلندر پاکؒ نے فرمایا ''بالکل درست کہا ''اب اس لائن کو استعمال کرو'' چنانچہ اب ہم نے چھوٹے کالے کارڈز بنوائے جس پر آپ یہ تحریر دیکھ سکتے ہیں۔ کارڈ کے ایک جانب اردو اور دوسری جانب انگلش زبان میں تحریر ہے۔ کارڈ میں نیچے ویب سائیٹ کا پتہ درج ہے یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں نے مختلف کارڈز بنوائے۔

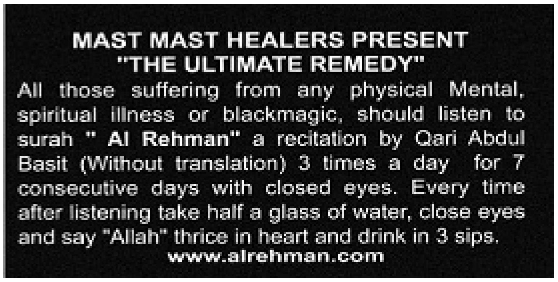

MAST MAST HEALERS PRESENT
"THE ULTIMATE REMEDY"

All those suffering from any physical Mental, spiritual illness or blackmagic, should listen to surah " **Al Rehman**" a recitation by Qari Abdul Basit (Without translation) 3 times a day for 7 consecutive days with closed eyes. Every time after listening take half a glass of water, close eyes and say "Allah" thrice in heart and drink in 3 sips.

www.alrehman.com

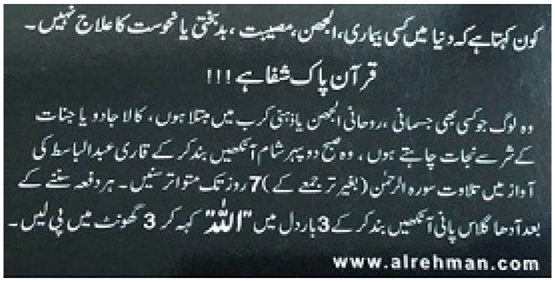

کون کہتا ہے کہ دنیا میں کسی بیماری، الجھن، مصیبت، بدبختی یا نحوست کا علاج نہیں۔

قرآن پاک شفا ہے !!!

وہ لوگ جو کسی بھی جسمانی، روحانی الجھن یا ذہنی کرب میں مبتلا ہوں، کالا جادو یا جنات کے شر سے نجات چاہتے ہوں، وہ صبح دوپہر شام آنکھیں بند کر کے قاری عبدالباسط کی آواز میں تلاوت سورہ الرحمٰن (بغیر ترجمے کے) 7 روز تک متواتر سنیں۔ ہر دفعہ سننے کے بعد آدھا گلاس پانی آنکھیں بند کر کے 3 بار دل میں "اللّٰہ" کہہ کر 3 گھونٹ میں پی لیں۔

www.alrehman.com

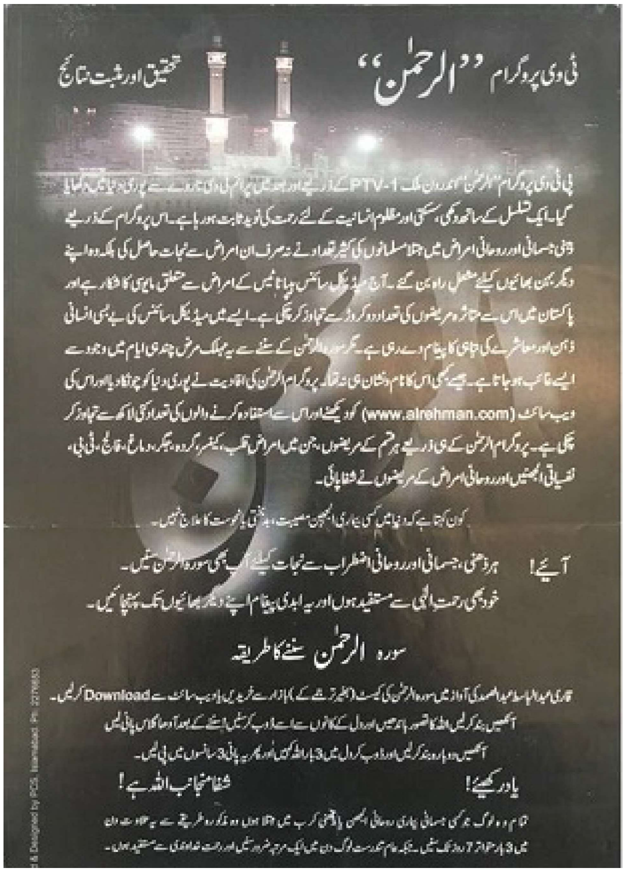

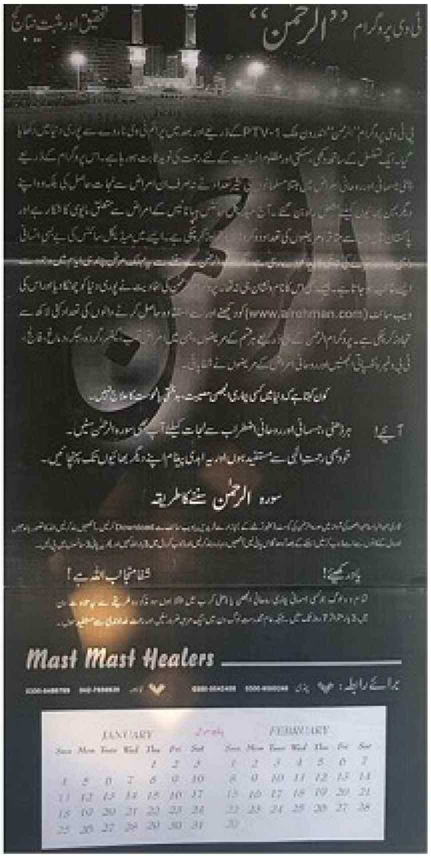

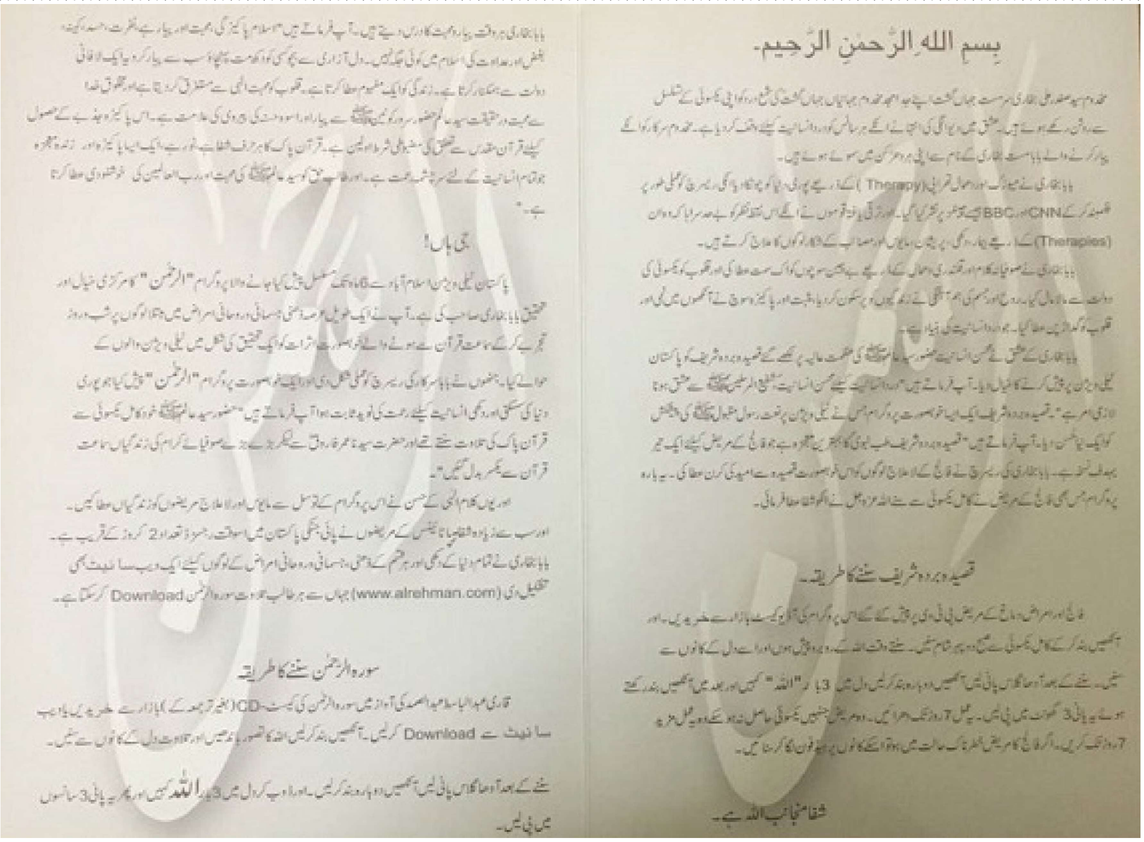

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قصیدہ بردہ شریف سننے کا طریقہ۔

شفا منجانب اللہ ہے۔

جی ہاں!

(www.alrehman.com) جہاں سے ہر طالب تلاوت سورہ الرحمٰن Download کر سکتا ہے۔

سورہ الرحمٰن سننے کا طریقہ

قاری عبدالباسط عبدالصمد کی آواز میں سورہ الرحمٰن کی کیسٹ-CD (بغیر ترجمے کے) بازار سے خریدیں یا ویب سائیٹ سے Download کریں۔ آنکھیں بند کر لیں اللہ کا تصور باندھیں اور تلاوت دل کے کانوں سے سنیں۔

سننے کے بعد آدھا گلاس پانی لیں آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ اور ڈوب کر دل میں 3 بار اللہ کہیں اور پھر یہ پانی 3 سانسوں میں پی لیں۔

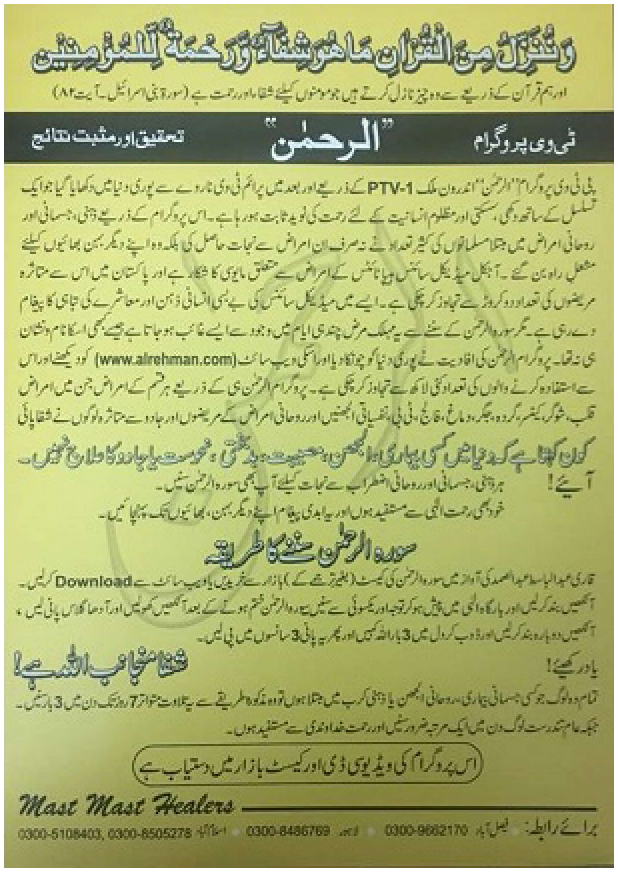

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کیلئے شفا اور رحمت ہے (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۲)

ٹی وی پروگرام "الرحمٰن" تحقیق اور مثبت نتائج

پی ٹی وی پروگرام "الرحمٰن" اندرون ملک PTV-1 کے ذریعے اور بعد میں پرائم ٹی وی کے ذریعے سے پوری دنیا میں دکھایا گیا جو ایک تسلسل کے ساتھ دکھی، سسکتی اور مظلوم انسانیت کے لئے رحمت کی نوید ثابت ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کے ذریعے ذہنی، جسمانی اور روحانی امراض میں مبتلا مسلمانوں کی کثیر تعداد نے نہ صرف ان امراض سے نجات حاصل کی بلکہ وہ اپنے دیگر بہن بھائیوں کیلئے مشعل راہ بن گئے۔ آجکل میڈیکل سائنس ہیپاٹائٹس کے امراض سے متعلق مایوسی کا شکار ہے اور پاکستان میں اس سے متاثرہ مریضوں کی تعداد دو کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ایسے میں میڈیکل سائنس کی بے بسی انسانی ذہن اور معاشرے کی تباہی کا پیغام دے رہی ہے۔ مگر سورہ الرحمٰن کے سننے سے یہ مہلک مرض چند ہی ایام میں وجود سے ایسے غائب ہو جاتا ہے جیسے کبھی اس کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ پروگرام الرحمٰن کی افادیت نے پوری دنیا کو چونکا دیا اور اس کی ویب سائٹ (www.alrehman.com) کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کئی لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ پروگرام الرحمٰن ہی کے ذریعے ہر قسم کے امراض جن میں امراض قلب، شوگر، کینسر، گردہ، جگر، دماغ، فالج، ٹی بی، نفسیاتی الجھنیں اور روحانی امراض کے مریضوں اور جادو سے متاثرہ لوگوں نے شفا پائی

کون کہتا ہے کہ دنیا میں کسی بیماری، الجھن، مصیبت، بدبختی، نحوست یا جادو کا علاج نہیں۔

آیئے! ہر ذہنی، جسمانی اور روحانی اضطراب سے نجات کیلئے آپ بھی سورہ الرحمٰن سنیں۔
خود بھی رحمت الٰہی سے مستفید ہوں اور یہ ابدی پیغام اپنے دیگر بہن، بھائیوں تک پہنچائیں۔

سورہ الرحمٰن سننے کا طریقہ

قاری عبدالباسط عبدالصمد کی آواز میں سورہ الرحمٰن کی کیسٹ (بغیر ترجمے کے) بازار سے خریدیں یا ویب سائٹ سے Download کریں۔
آنکھیں بند کر لیں اور بارگاہ الٰہی میں پیش ہو کر توجہ اور یکسوئی سے سنیں۔ سورہ الرحمٰن ختم ہونے کے بعد آنکھیں کھولیں اور آدھا گلاس پانی لیں،
آنکھیں دوبارہ بند کر لیں اور ڈوب کر دل میں 3 بار اللہ کہیں اور پھر یہ پانی 3 سانسوں میں پی لیں۔

شفا منجانب اللہ ہے!

یاد رکھیے!

تمام وہ لوگ جو کسی جسمانی بیماری، روحانی الجھن یا ذہنی کرب میں مبتلا ہوں تو وہ مذکورہ طریقے سے یہ تلاوت متواتر 7 روز تک دن میں 3 بار سنیں۔
جبکہ عام تندرست لوگ دن میں ایک مرتبہ ضرور سنیں اور رحمت خداوندی سے مستفید ہوں۔

اس پروگرام کی ویڈیو سی ڈی اور کیسٹ بازار میں دستیاب ہے

Mast Mast Healers

برائے رابطہ: فیصل آباد 0300-9662170 لاہور 0300-8486769 اسلام آباد 0300-5108403, 0300-8505278

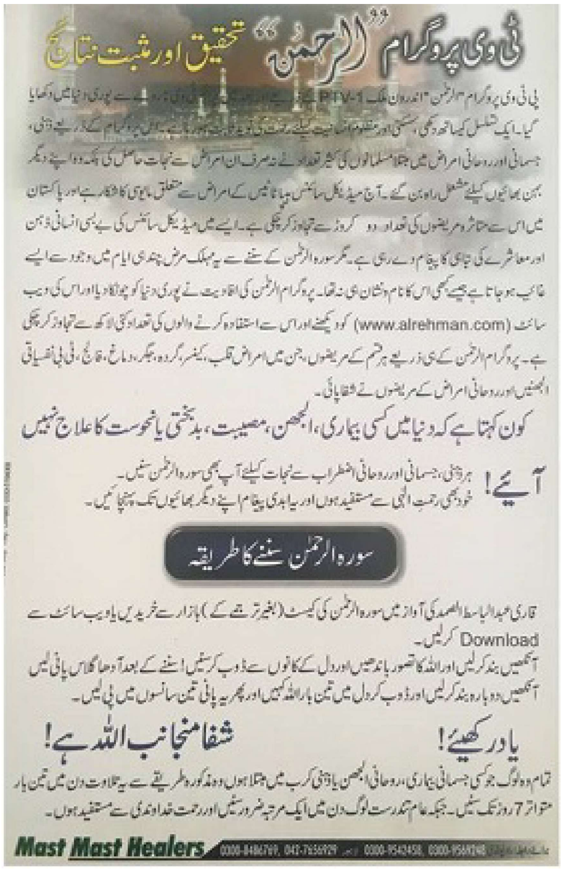

ٹی وی پروگرام "الرحمٰن" تحقیق اور مثبت نتائج

پی ٹی وی پروگرام "الرحمٰن" اندرون ملک PTV-1 کے ذریعے سے پوری دنیا میں دکھایا گیا۔ ایک تسلسل کیساتھ دکھی، سسکتی اور مظلوم انسانیت کیلئے رحمت کی نوید ثابت ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کے ذریعے ذہنی، جسمانی اور روحانی امراض میں مبتلا مسلمانوں کی کثیر تعداد نے نہ صرف ان امراض سے نجات حاصل کی بلکہ وہ اپنے دیگر بہن بھائیوں کیلئے مشعل راہ بن گئے۔ آج میڈیکل سائنس ہیپاٹائٹس کے امراض سے متعلق مایوسی کا شکار ہے اور پاکستان میں اس سے متاثرہ مریضوں کی تعداد دو کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ایسے میں میڈیکل سائنس کی بے بسی انسانی ذہن اور معاشرے کی تباہی کا پیغام دے رہی ہے۔ مگر سورہ الرحمٰن کے سننے سے یہ مہلک مرض چند ہی ایام میں وجود سے ایسے غائب ہو جاتا ہے جیسے کبھی اس کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ پروگرام الرحمٰن کی افادیت نے پوری دنیا کو چونکا دیا اور اس کی ویب سائٹ (www.alrehman.com) کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کئی لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ پروگرام الرحمٰن کے ہی ذریعے ہر قسم کے مریضوں، جن میں امراض قلب، کینسر، گردہ، جگر، دماغ، فالج، ٹی بی، نفسیاتی الجھنیں اور روحانی امراض کے مریضوں نے شفا پائی۔

کون کہتا ہے کہ دنیا میں کسی بیماری، الجھن، مصیبت، بدبختی یا نحوست کا علاج نہیں

آیئے! ہر ذہنی، جسمانی اور روحانی اضطراب سے نجات کیلئے آپ بھی سورہ الرحمٰن سنیں۔
خود بھی رحمت الٰہی سے مستفید ہوں اور یہ ابدی پیغام اپنے دیگر بھائیوں تک پہنچائیں۔

سورہ الرحمٰن سننے کا طریقہ

قاری عبدالباسط الصمد کی آواز میں سورہ الرحمٰن کی کیسٹ (بغیر ترجمے کے) بازار سے خریدیں یا ویب سائٹ سے Download کر لیں۔
آنکھیں بند کر لیں اور اللہ کا تصور باندھیں اور دل کے کانوں سے ڈوب کر سنیں۔ سننے کے بعد آدھا گلاس پانی لیں
آنکھیں دوبارہ بند کر لیں اور ڈوب کر دل میں تین بار اللہ کہیں اور پھر یہ پانی تین سانسوں میں پی لیں۔

یاد رکھیے! شفا منجانب اللہ ہے!

تمام وہ لوگ جو کسی جسمانی بیماری، روحانی الجھن یا ذہنی کرب میں مبتلا ہوں وہ مذکورہ طریقے سے یہ تلاوت دن میں تین بار متواتر 7 روز تک سنیں۔ جبکہ عام تندرست لوگ دن میں ایک مرتبہ ضرور سنیں اور رحمت خداوندی سے مستفید ہوں۔

Mast Mast Healers 0300-8486769, 042-7656929 0300-9542458, 0300-9569248

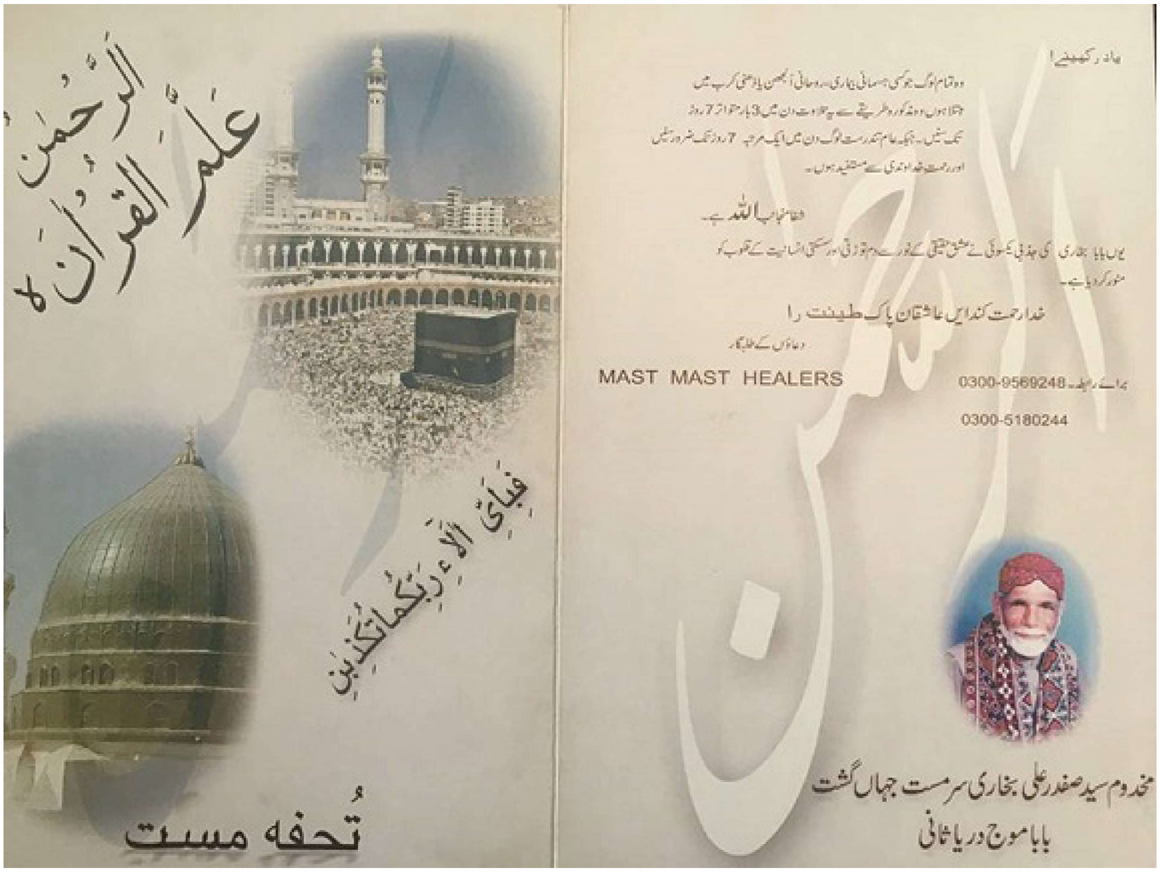

سورہ الرحمٰن کا 50 منٹ دورانیے کا پروگرام تو نشر ہو گیا۔ اب اصل کام اس پیغام کو سینہ با سینہ پھیلانا تھا۔ چنانچہ قلندر پاکؒ نے فیصلہ کیا کہ مختلف forums پر سیمینار منعقد کئے جائیں اور سننے کے اس عمل کو ذہنوں میں اتارا جائے۔ چنانچہ پہلا تجربہ اسلام آباد میں ہوا یہاں ایک سیمینار رمیک اپ کے حوالے سے منعقد ہوا۔ قلندر پاکؒ نے منتظمین سے ملکر یہ طے کر لیا کہ آپ جب اپنا کام مکمل کر لیں تو کچھ لمحات ہمیں بھی دیں ہم ایک رحمت کا پیغام دینا چاہتے ہیں اور یوں قلندر پاکؒ نے مجھے حکم دیا کہا آپ community سنیٹر آبپارہ پہنچ جاؤ۔ میں زاہد جھنگوی اور قلندر پاکؒ وہاں پہنچے۔ فنکشن میں مختلف تقاریر کے بعد ایک دھمال پیش ہوئی اور اسکے بعد میری باری آئی میں نے کھڑے ہو کر سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے ایک تقریر کی اور ہال

میں ایک خاموشی چھا گئی۔ تقریر کے بعد قلندر پاکؒ نے زاہد جھنگوی صاحب کو سٹیج پر بھیجا اور انہوں نے اپنے خاص صحافتی انداز میں سورۃ الرحمٰن کے پیغام پر روشنی ڈالی۔ جب میں واپس آکر قلندر پاکؒ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا تو آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا آج میں نے غور کیا ہے کہ آپکی بات کرنے کا انداز اور استعارہ بہت مختلف اور مشکل ہے اسے سہل بنانے کی ضرورت ہے تاکہ بات عام آدمی کی سمجھ میں آجائے۔ اپنی گفتگو میں عقلی اور ظاہری مثالیں بھی شامل کروُ''۔ میری سمجھ میں کیا آنا تھا بس ''جی بابا جی'' کہہ کر خاموش ہوگیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ گفتگو میں ایک ردھم تو ہے لیکن میرا ظاہری رابطہ کٹ جاتا ہے اور وقت کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اب اسکو ظاہر سے کیسے blend کرنا ہے۔ بہت سوچا پھر جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ جس نے یہ کہا ہے اس نے خود ہی روشن کرنا ہے پہلے کونسا میں اپنی ذہانت اور عقل سے بول رہا تھا۔ اور ایسے ہی ہوا بہت جلد لاہور میں ڈاکٹر شازیہ صاحبہ کے بھائی نے ہیپاٹائٹس اور اس کے علاج کے حوالے سے ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔ قلندر پاکؒ نے مجھے فون کر کے دعوت دی کہ جہاں لوگ مختلف طریقوں سے اس بیماری کا علاج کر رہے ہیں اور اس سے بچنے کی حفاظتی تدابیر بھی بتا رہے ہیں کیوں نہ ہم انہیں اصل علاج بتائیں۔ پھر آپؒ نے کہا اس پروگرام کے مہمان خصوصی حسنین دریشک ہیں جو ایک صوبائی وزیر ہیں۔ انکی تقریر بھی آپ ہی نے لکھنی ہے اور لکھ کر مجھے FAX کر دو۔ یہ بتا تا چلوں کہ قلندر پاکؒ سے نہایت پیار کرنے والے نصر اللہ دریشک جو حسنین دریشک کے والد بزرگوار ہیں۔ ایک بہت منجھے ہوئے سیاست دان ہیں اور قلندر پاکؒ سے انکی محبت تمام اغراض سے بالاتر ہے۔ اس سال عرس کی اختتامی تقریب میں آپ شریک تھے اور قلندر پاکؒ کے ذکر پر آپکے آنسو جاری تھے۔ آپ جب بھی

قلندر پاکؒ کا ذکر کرتے ہیں آپکی آواز بھرآتی ہے اور آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اللہ انکی محبت اور نسبت کو قائم رکھے(آمین)۔

اس سیمینار میں شرکت کیلئے ہم لاہور پہنچے یہ الحمرا ہال میں منعقد ہوا۔ ابتدا میں ڈاکٹروں نے اس مرض کے خطرناک پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور مختلف تجاویز دیں کہ کیسے اسے پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے۔ میں نے غور کیا کہ لوگ بور ہوکر رخصت ہونے لگے اور تھوڑی ہی دیر میں آدھا ہال خالی ہوگیا۔ جب میری باری آنے کو تھی کہ اچانک بہت سارے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی آمد ہوئی اور ہال پھر ایک دم بھر گیا اتنی دیر میں اناؤنسمنٹ ہوئی اور میں ڈائس پر پہنچ گیا۔ ہال میں ایک دم خاموشی چھا گئی جیسے سب کو میرا انتظار تھا۔ میں نے قلندر پاکؒ کی طرف دیکھا تو آپؒ مسکرائے اور آپکو ایک زوردار جھٹکا لگا پھر آپؒ نے اشارے سے شروع کرنے کا کہا۔ مجھے یہ تو یاد نہیں کہ میں نے کیا کہا۔ بس اتنا مجھے بعد میں بتایا گیا کہ اردو، انگریزی اور پنجابی زبان کا میں نے استعمال کیا۔ سامنے بیٹھے ہوئے تمام لوگ جیسے غائب ہوگئے اور مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میرے اوپر روشنی پڑ رہی ہے اور میں کسی کے ساتھ ہمکلام ہوں۔ انسانی بے بسی اور فکر کو خوب موضوع سخن بنایا اور جیسے کہ آپ سب لوگ مل کر جیسے لوگوں کو اس بیماری کے خطرناک پن میں الجھا رہے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ اسکا علاج ہی کوئی نہیں اور علاج کرنے والے ایسے لوگوں کو ڈراتے ہیں جیسے وہ وجود ہی نہیں رکھتے اور اُنکا اس بیماری سے تعلق ہی نہیں۔ گویا ڈرانے والے اور ڈرنے والے، اللہ پاک کی عظمت خاص سے نابلد تھے۔ میرا نقطہ نظر وفکر ہر حال میں یہی تھا کہ شفاء صرف منجانب اللہ ہے۔ اور کمرشل ازم سے نکل کر انسانیت کی خدمت کی جائے اور سب انفرادی طور پر سورۃ الرحمٰن سُنیں اور اس مہلک مرض سے نجات

پائیں۔قرآن پاک کے ہوتے ہوئے مایوسی، بے بسی اور محرومی کیوں۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ شائد 2 گھنٹے گزر گئے اور مجھے ہوش اس وقت آیا جب کسی صاحب نے روسٹرم پر میرے سامنے ایک کاغذ کا ٹکڑا رکھا جس پر لکھا تھا ''جناب آپکے فنکشن کے بعد یہاں اسٹیج ڈرامہ بھی ہونا ہے''۔ مجھے ایسے لگا جیسے لائن کٹ گئی۔ہال میں موجود تمام لوگ جو پہلے غائب تھے اب نظر آنے لگے، میں نے دوبارہ کوشش کی کہ بات شروع کروں لیکن بات بنی نہیں پھر خدا حافظ اور شکریہ کہہ کر بیٹھ گیا۔ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔اب باری تھی مہمان خصوصی کی وہ اٹھے اور میرے پاس آئے اور فرمایا ''شاہ جی سب کچھ تو آپ نے کہہ دیا اب میں کیا کہوں'' میں نے جواب دیا آپ کو جو لکھ کر دیا تھا وہی بولیں'' انہوں نے تقریر شروع کی میں اسٹیج پر باقی مقررین کے ساتھ بیٹھا تھا اتنے میں ایک صاحب نے مجھے ایک **visiting card** دیا اور کہا وہ اسٹیج کے دائیں جانب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔جب میں نے کارڈ پڑھا تو وہ گورنمنٹ کالج کے شعبہ انگریزی کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ تھے۔انکا نام یوسف بٹ تھا۔میں جلدی سے انکے پاس گیا اور کہا حکم کیجئے انہوں نے فرمایا'' میں نے زندگی میں کبھی بھی کسی کے لئے کھڑے ہو کر تالی نہیں بجائی۔آج میں نے ایسا کیا ہے یہ بتائیں یہ روشنی کہاں سے ملی میں نے انہیں اشارے سے قلندر پاکؒ کا بتایا کہ مجھے بھی انہی سے ملی ہے اگر آپ کو چاہیئے تو وہیں سے ملے گی۔پھر انہوں نے شوگر کے علاج کے متعلق کچھ فرمایا۔لیکن میری ذہنی اور قلبی حالت ایسی نہیں تھی کہ انکی بات کو سمجھ سکتا اور جلد ہی ان سے معذرت کر کے اجازت لی اور اسٹیج کے پیچھے جا کر ٹہل کر سگریٹ پینے لگا۔مجھے تو یہ بھی نہ پتہ چلا کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں اور کتنی دیر ٹہلتا رہا، اسی دوران ایک صاحب مجھے آوازیں دیتے آئے اور انہوں نے فرمایا'' باباؒ جی آپکو بلا رہے ہیں''۔میں فوراً ادھر کو بھاگا، کیا

دیکھتا ہوں کہ سیمینار ختم ہو چکا ہے اور قلندر پاکؒ کے ارد گرد ایک بہت بڑا مجمع ہے۔ جونہی آپؒ کی نظر مجھ پر پڑی آپ نے فرمایا ''لو سیّد بابا آ گیا اس سے سب بات کرو'' کچھ صحافی حضرات نے مجھے کہا کہ آپ حکم کریں کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ میں نے سب کو سورۃ الرحمٰن کا طریقہ بتلایا اور اسکے بعد قلندر پاکؒ سے واپسی کی اجازت طلب کی آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا کا کی شاہدہ نے آپکو کھانے کی دعوت پر بلایا ہے لہٰذا کھانا کھا کر چلے جانا'' میں نے سر ہلایا اور جلد ہی لوگوں سے فارغ ہو کر ایک گاڑی میں شاہدہ صاحبہ کے گھر کیلئے روانہ ہوئے۔ قلندر پاکؒ بھی ہمارے ساتھ ہی تھے۔ آپؒ بس ایک ہی بات کہہ رہے تھے کہ ''آج پتہ چلا کہ جل ترنگ کیسے بجتے ہیں سیّد اگر بابا آپکو وہ چٹ نہ بھجواتا تو یہ الحمرا کی چھت گر پڑنی تھی اور ہم سب مست مست ہو جاتے، پہلے ایک بار یہ چھت بابے کے ہاتھوں گر چکی ہے اب دوبارہ آپکے ہاتھوں گرنا تھی''۔ آپؒ بار بار یہی بات کر رہے تھے۔ جلد ہی ہمیں احساس ہو گیا کہ ہم ایک ہی سڑک پر چکر لگائے جا رہے ہیں اور نہ جانے کب سے یہ عمل جاری تھا۔ راستہ ہم بھول چکے تھے۔ قلندر پاکؒ یہی کہہ رہے تھے ''آج پتہ چلا کہ جل ترنگ کیسے بجتے ہیں'' پھر آپؒ نے گاڑی چلانے والے کو روکا اور باہر کی طرف دیکھا پھر کا کی شاہدہ جی کے نمبر پر فون ملایا اور ایڈریس پوچھا، حالانکہ قلندر پاکؒ راستوں کے معاملے میں بہت آگاہی رکھتے تھے۔ جب آپؒ نے شاہدہ جی کے استفسار پر ارد گرد کی نشانیاں بتائیں تو پتہ چلا کہ ہم قریب ہی ہیں اور ذرا سا دائیں ہاتھ مڑ کر گھر آ جاتا ہے۔ چنانچہ قلندر پاکؒ نے اس طرف مڑنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا ''جب جل ترنگ بجتے ہیں تو دیکھو کیا حال ہو جاتا ہے''۔ کیسی عجب بات ہے۔ نگاہ بھی انکی، روشنی بھی انکی، میں تو صرف ایک **Medium** تھا جو کسی کی عطا کردہ روشنی سے بول رہا تھا۔ ہم گھر پہنچے اور

قلندر پاکؒ صوفے پر استراحت کے انداز میں لیٹ گئے کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود تھے، سیمینار کے حوالے سے بات چیت ہوئی، رات کا کھانا کھایا اور قلندر پاکؒ سے اجازت لیکر رخصت ہوئے۔ ویسے اسلام آباد واپسی کے سفر میں ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی سخت سفر کے بعد وجود کا ایک ایک لوں دکھ رہا ہو۔ جیسے جون کے مہینے میں سخت گرمی کے بعد پتھروں کو ٹھنڈی ہوا لگے پانی کے قطرے پڑیں اور وہ چٹاخ پٹاخ آوازیں نکالیں۔ بالکل اسی طرح اگلی نشت پر میں بیٹھا تھا اور اسلام آباد تک کے سفر میں AC کا ڈائریکٹ رخ میری طرف تھا لیکن جسم تھا کہ جیسے بھٹی بن گیا ہو اور پھر آہستہ آہستہ نارمل ہونا شروع ہوا۔ اسی اثناء میں یہ بات سوچتا رہا کہ قلندر پاکؒ کی یکسوئی اور قربِ خداوندی کا کیا اندازہ لگاؤں۔ بس ایک بات ذہن میں آرہی تھی کہ قلندر پاکؒ تو مقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔ دنیا کو ترک کر چکے ہیں۔ ہم اسی دنیا میں رہ رہے ہیں اور کسی کی نگاہ سے روشن ہونا زندگی کے استعمال کو صحیح سمت ڈالتا ہے۔ جبکہ فقیر دنیا و عقبیٰ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ''جس نے کسی پیر کامل کی لمحہ بھر کیلئے صحبت حاصل کی تو اُس کیلئے یہ صحبت سو سالہ اطاعتِ بے ریا سے بہتر تصور کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین بھی صحبت کے وصف سے اصحاب رسول ﷺ کہلائے اور صحبت کے باعث ساری دنیا کے عابدوں سے افضل قرار دیئے گئے''۔ مزید فرماتے ہیں ''سو کتابیں اور سو اوراق آگ میں پھینک دو اور اپنے دل کا چہرہ اپنے محبوب کی طرف کرلو''۔ حضرت ابو سلیمان داؤد ابن طائیؒ فرماتے ہیں ''اگر تو سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو خیر باد کہہ دے اور کرامت چاہتا ہے تو آخرت کو تکبیر ذبح دیدے''۔ یعنی یہ دونوں (دنیا و عقبیٰ) حجاب ہیں تیرے اور خدا کے درمیان اور فراغت (آزادی) کا راز ان دونوں کو ترک کرنے میں ہے۔ جو شخص فراغت تن کا طلبگار

ہے وہ دنیا سے کنارہ کشی کر لے اور جو فراغت دل کا طلبگار رہے اسے چاہیے کہ آخرت کو ترک کر دے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا آرام علائق دنیا کے ترک میں ہے اور روحانی فلاح طمع بہشت کے ترک میں ہے۔ قلندر پاکؒ نے دنیا کو ٹھوکر ماری۔ آپؒ ہی کا فرمان ہے ''اس دنیا کی قیمت آدھی ٹھوکر سے بھی کم ہے''۔ ہر وقت اللہ کی چاہت نے آپؒ کو ایسا روشن کیا کہ آپؒ کو جس کسی نے بھی دیکھا وہ آپؒ کو بھلا نہیں سکتا، ایک دن میرے ساتھ کسی جگہ پر موجود تھے وہاں اٹھتے ہوئے انہوں نے ایک سیاست دان سے یہ بات کہی ''میں یہ تو نہیں کہتا کہ تم مجھے یاد رکھنا بلکہ یہ کہوں گا تم مجھے بھلا کر دیکھنا''۔ ایک اور موقع پر ایک سیاستدان سے فرمایا ''ہم دونوں ایک ہی دادے کی اولاد ہیں ایک کرسی کے گرد طواف کرتا ہے اور دوسرے کے ارد گرد کرسی طواف کرتی ہے''۔ جن لوگوں نے کسی بھی قسم کے لالچ اور غرض سے بے نیاز ہو کر آپؒ سے پیار کیا وہ روشن ہو گئے اور جب میں روشن ہونے کی بات کرتا ہوں اس سے مراد اپنی پہچان کے سفر میں رواں دواں ہونا ہے۔ پھر جسے قلندر پاکؒ نے اپنی فرطِ محبت سے دیکھا وہ تو یقیناً گھر کا راستہ ہی بھول گیا۔ قلندر پاکؒ نے کبھی بھی فقیری کا دعوٰی نہیں کیا ہمیشہ اللہ کی بات کی، کبھی کرامتوں کی بات نہیں کی حقیقت کی بات کی۔ اللہ نے جو انکے لئے پسند کیا اسکو انہوں نے محبت سے اختیار کیا اور حق کی اطاعت میں اپنی فرصت یا سستی کا کبھی بھی اظہار نہیں کیا نہ کبھی تھکاوٹ کی بات کی اور یہی وہ ہمیشہ ہر چاہنے والے سے توقع کرتے لیکن چاہتِ دنیا کی بڑی روکاوٹ کا باعث رہتی ہے۔ جنہوں نے انہیں چاہا وہ دنیا کو ترک نہ کرنے کے باعث اپنے آپ کو دیکھتے رہے اور فیض کی رحمت کو اپنی کرامت سمجھتے رہے۔ ایک رات آپؒ G-11 والے گھر قیام پذیر تھے۔ مجھ سے فرمایا ''سیّد بابا کل میرا پروگرام للّہ ٹاؤن جانے کا ہے، کا کی

کو کہہ دیا ہے کہ بڑے بخاری صاحب کیلئے قیمہ تیار کردے تم ذرا کسی کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ تلی ہوئی مچھلی پہنچا دے‘‘۔میں نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اجازت لیکر سیٹلائیٹ ٹاؤن والے گھر آ گیا۔صبح میری آنکھ 11 بجے کے قریب کھلی تو میں نے ڈاکٹر شہزاد کو فون کیا یہ جاننے کیلئے کہ قلندر پاکؒ ابھی ہیں یا جا چکے ہیں۔میرا خیال تھا کہ قلندر پاکؒ چلے گئے ہونگے۔موبائل فون قلندر پاکؒ نے ہی اٹھایا اور فرمایا ’’سیّد بابا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ للّہ آپکے بغیر نہیں جاؤنگا۔ آپ جلدی سے تیار ہوں اور کسی کاکے کو بلائیں اور فوراً آ جائیں‘‘۔میں نے قیصر صاحب کو فون کیا اور کہا آپ گاڑی لیکر آ جائیں ۔خود ناشتہ کر کے تیار ہو گیا ۔ قیصر صاحب آ گئے اور ہم گھر G-11 پہنچے۔قلندر پاکؒ تو جیسے میرے ہی منتظر تھے۔جیسے ہی میں گھر میں داخل ہوا آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ’’آ گیا سیّد بابا، چلو بھئی چلیں‘‘ اور جلد ہی کچھ لوگوں کے ہمراہ قلندر پاکؒ گاڑیوں کی طرف بڑھے۔آپؒ نے فرمایا ’’سیّد آپ کس گاڑی میں سفر کرو گے؟ میں نے قیصر صاحب کا بتایا تو فرمایا ’’آپ ادھر اس گاڑی میں بیٹھ جائیں‘‘ میں نے کہا ’’بابا آپ آرام سے بیٹھیں‘‘۔ایک بات میں یہاں بتا تا چلوں کہ مجھے دفتر میں ایک ضروری کام تھا اور میرا نفس اسکے سبب مجھے تنگ کر رہا تھا اور میرے اوپر بیزاری طاری کر رہا تھا۔اسی سبب میں نے قیصر صاحب کی گاڑی میں سفر کیا۔پھر قلندر پاکؒ سے کیا پردہ، ہماری جہالت اپنی جگہ تھی۔آپؒ نے بھی یہی حکم دیا ’’سیّد بابا آپ آگے آگے جاؤ گے میں آپکے بالکل پیچھے ہونگا‘‘۔ میں سمجھ گیا میرے حال سے واقفیت صرف انہیں ہی تھی ۔ایسا ہوا کہ چکری تک کے سفر میں میرے دل سے ہر بوجھ ختم ہو گیا اور مجھے اللہ کی رحمت سے فقیر کی صحبت کی انمٹ نعمت کا احساس ہو گیا۔وجود ہلکا پھلکا ہو گیا۔ابھی قلندر پاکؒ سے محبت کا احساس خلوص کی منزل میں داخل ہی

ہوا تھا کہ قلندر پاکؒ کی گاڑی نے ہمیں overtake کر لیا اور ہم ایک مقناطیسی کشش کے ساتھ پیچھے پیچھے للّہ ٹاؤن پہنچ گئے۔ اس دن میں نے صحیح طور پر محسوس کیا کہ لوہے کا ذرہ مقناطیسی قوت کے آگے کسقدر بے بس ہے۔ ہم للّہ ٹاؤن پہنچے تو دوپہر کا کھانا کھایا۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ یہاں ایک امریکن کمپنی Sweet water international کے لوگوں نے آنا ہے یہ لوگ اس علاقے میں موجود کڑوے پانی پر تحقیق کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد میری چھوٹی بیگم ڈاکٹر ارم صاحبہ بھی سلیم اختر صاحب کی گاڑی میں پہنچ گئیں۔ قلندر پاکؒ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور شام کو وہ امریکن لوگ آ گئے۔ قلندر پاکؒ نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں سورۃ الرحمٰن کے اوپر Briefing دوں کہ ہم لوگ کیسے انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔ ڈھڈی تھل کی حویلی میں بہت لوگ اکٹھے ہو گئے اور میں نے کھڑے ہو کر بولنا شروع کیا اور سب لوگ خاموشی سے سنتے رہے۔ حالانکہ میں انگریزی زبان میں گفتگو کر رہا تھا اور گاؤں کے تمام لوگ اسطرح محو تھے جیسے میں انکی زبان بول رہا تھا۔ جب میں نے تقریر ختم کی تو ایک امریکن جو انکا لیڈر تھا میرے قریب آئے اور بولے ''میری کمر میں شدید درد رہتا ہے، میں نے اسکا علاج امریکہ میں بھی کروایا ہے لیکن آرام کبھی نہیں آیا۔ کیا آپ میرا علاج کر سکتے ہیں''؟ میں نے قلندر پاکؒ کی طرف رخ کیا آپؒ مسکرائے ''سیّد بابا اسکا پکا علاج کر دو''۔ میں نے اس انگریز کو کہا کہ آپ آنکھیں بند کر لیں اس نے آنکھیں بند کیں اور میں نے اپنا داہنا ہاتھ اس کے کندھے پر اوپر سے نیچے کی جانب 5 دفعہ پھیرا اور اس سے کہا کہ آنکھیں کھول دے اور چیک کر لو تمہارا درد کدھر گیا۔ اس نے ہر انداز سے اپنے درد کو چیک کیا۔ کبھی جلدی سے نیچے بیٹھ گیا کبھی کھڑا ہو، کبھی کمر پر ہاتھ رکھ کر دائیں اور بائیں کو تیزی سے مڑے۔ اس نے زور سے

آواز لگائی ''میرا درد ختم ہوگیا''۔ میں تو کرسی پر بھی بیٹھنے سے عاجز تھا اور بھاگ کر قلندر پاکؒ کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر گلے لگ گیا اور قلندر پاکؒ کو جیسے فرطِ محبت میں اُٹھالیا۔ قلندر پاکؒ کے چہرے کی مسکراہٹ بھی دیدنی تھی۔ پھر ان سب مہمانوں نے قلندر پاکؒ کے ساتھ تصاویر بنوائیں پھر ہم سب مہمانوں کو لیکر ڈسپنسری کی طرف گئے اور بتایا کہ کیسے یہاں غریبوں کا فی سبیل اللہ علاج ہوتا ہے اسکے بعد انھیں پُر تکلف چائے پلائی گئی۔ ہمارے ان تمام مہمانوں کو سورۃ الرحمٰن کی CDs دی گئیں۔ ٹھیک ہونے والے مہمان نے مجھے کہا کہ ہم میریٹ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں کیا میں آج رات سے سورۃ الرحمٰن سن سکتا ہوں میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے 7 دن سننی ہے۔ پھر یہ آپ امریکہ لے جائیں یہ ہر قسم کی بیماری کا مکمل علاج ہے اور شفاء ہے۔ ان سب نے CDs کو نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ قبول کیا اور CDs کو چوما۔ پھر انہیں رخصت کیا اور قلندر پاکؒ کے ہمراہ ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ میں نے دو موقعوں پر قلندر پاکؒ کو بہت خوش دیکھا تھا ایک سورۃ الرحمٰن کا بڑا پروگرام ریکارڈ ہونے پر اور دوسرا آج ان انگریزوں کے اس پیغام رحمت کو محبت سے قبول کرنا ایسے لگتا تھا جیسے اُنکا (Mission) مشن مکمل ہوگیا ھو۔ اسی لئے آپؒ فرمایا کرتے ''سیّد بابا، باہر کی دنیا کی طرف چلتے ہیں وہ اس پیغامِ رحمت کو جلد قبول کرلیں گے''۔ آپؒ اسقدر موج میں تھے کہ جب کبھی بھی میں نے یہ پوچھا کہ اب اجازت ہے تو آپؒ فرماتے ''بیٹھو سیّد بابا آج بابا بہت موج میں ہے'' اور یوں رات گئے تک آپؒ کی شان ربانی پر گفتگو جاری رہی تا وقتیکہ آپؒ نے خود ہمیں اجازت دی اور ہم قدم بوسی کر کے رخصت ہوئے۔ آج جب ماضی کے ان اوراق کو یاد کر رہا ہوں تو مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے ابھی سب کچھ سامنے ہی ہو رہا ہے؛

مرشد عین حیاتی باھو میرے لوں لوں وچ سمائیا ھو

اور میرے جیسے کو تیار کرنا اس شہنشاہ کیلئے تو کوئی مشکل کام نہ تھا حالانکہ میرا نفس تو ایک ضدی گھوڑے کی مانند تھا اسے مُہار ڈالنا صرف قلندر پاکؒ ہی کی نگاہ کے سبب ممکن ہوا:

کامل مرشد ہووے جہیڑا دھوبی وانگوں چھٹے ھو

نال نگاہ دے پاک کرے سجی صابون نہ گھتے ھو

میلیاں نوں کر دیوے چٹا ذرہ میل نہ رکھے ھو

مرشد ہووے باہو جہیڑا لوں لوں دے وچ وسے ھو

میرا بولنا، لکھنا، سب کچھ اسی کی نگاہ الفتِ خاص سے ہی قائم ہے اور یہ وہ روشنی ہے جو کسی علم سے نہیں بلکہ عطا سے حاصل ہوتی ہے۔

لاہور میں دوسرا سیمینار پہلے سیمینار کے ایک ہفتے بعد ہوا جس کا موضوع Alternative Therepies تھا۔قلندر پاکؒ نے فون کیا ''سیّد بابا جمعرات کو پہنچنا ہے یہ سیمینار دن 11 بجے شروع ہوگا۔آپ دس بجے تک الحمرا پہنچ جانا۔ہم علی الصبح اسلام آباد سے روانہ ہوئے اور وقتِ مقررہ سے پہلے الحمرا ہال پہنچ گئے۔قلندر پاکؒ سے ملاقات ہوئی اور منتظمین میں سے کسی نے میرے کوائف لکھے اور اسٹیج پر موجود دیگر لوگوں کے ہمراہ بٹھا دیا۔ یہ سب وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے اپنے طرز علاج پر گفتگو کرنا تھی۔کوئی yoga کا ماہر تھا تو کوئی حکیم تو کوئی ڈاکٹر۔سب نے تقریریں کیں۔کسی بھی مقرر کے بولنے کے 5 منٹ بعد گھنٹی بج جاتی اسکا مطلب ہوتا کہ اب آپ اپنی تقریر ختم کریں اور اسی طرح یہ سلسلہ 4 بجے تک چلتا رہا۔میری باری سب سے آخر میں تھی۔ ہر تقریر کے دوران میں نے عجب عجب تماشے دیکھے۔

بولنے والے کیلئے لوگ پھولوں کے گلدستے لا رہے ہیں۔ عجیب شور اور طوفان بدتمیزی تھا۔ ہال میں آنے جانے والوں کی بدنظمی اپنے عروج پر تھی لہٰذا جب میری باری آئی تو میں نے تمام اٹھنے بیٹھنے والے لوگوں کو ڈانٹا کہ آرام سے بیٹھ جائیں اور میری بات غور سے سنیں۔ پھر گھنٹی بجانے والے کی طرف متوجہ ہوا کہ خبردار جو تم نے گھنٹی بجائی اور قلندر پاکؒ کی نگاہ کی طاقت سے سورۃ الرحمٰن پر گفتگو کی ہال میں سناٹا چھا گیا۔ میں نے ذہنی اور قلبی سکون کا ذکر کیا اور اخلاقی گراوٹ پر روشنی ڈالی کہ کیسے سورۃ الرحمٰن سننے سے سب بیماریوں کا علاج بغیر خرچے کے ممکن ہے۔ بات اسقدر روانی اور جلال کی لہر کے ساتھ کی کہ ہر ایک کو ایسے محسوس ہوا کہ جان ہی نکل گئی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ میرے برابر بیٹھے ایک ڈاکٹر صاحب جو اپنی طرز پر دل کی بیماریوں کا علاج کرتے تھے اور انہوں نے اپنی تقریر کے دوران لوگوں کو آنکھ بند کر کے سانس روکنے اور گہرے سانس لینے کی مشق بھی کرائی تھی۔ وہ تقریر کرنے سے پہلے مستقل مجھ سے یہی پوچھتے رہے کہ آپ ڈاکٹر ہیں، حکیم ہیں، ہومیو پیتھک سے علاج کرتے ہیں۔ میں ہر بار یہی جواب دیتا جب میری باری آئے گی تو آپکو پتہ چل جائیگا کہ میں کون ہوں اور ایسا ہی ہوا۔ جب میں نے سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پوری clarity کے ساتھ بیان کر دیا اور پھر لوگوں سے کہا؛ دنیا کی کامیابی کی باتیں کرتے ہو اور بے سکون ہو۔ لوگوں کو بیمار سمجھتے ہو اور خود بیمار ہو۔ لوگوں کی الٹی چھری سے کھالیں اتارتے ہو۔ بچ جاؤ اور سورۃ الرحمٰن سن لو قبل اسکے کہ کھنڈی چھری سے کوئی تمہاری کھال اتار لے۔ اور تقریر ختم کی۔ واپس اپنی سیٹ پر آیا تو وہی صاحب کہنے لگے کہ مجھے سانس کی تکلیف لاحق ہے کیا میں بھی سورۃ الرحمٰن سن سکتا ہوں۔ آپ سوچ لیجئے ہمارے معاشرے کی اندرونی حالت، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ نفرت، منافقت، حسد، کینہ، بغض،

عداوت جیسی لعنت نے ہمیں بے سکون کو دیا ہے اور دنیا کی محبت نے ہمیں اندھا کر دیا ہے۔
میں نے بڑی محبت سے ان صاحب سے کہا آپ 7 دن روزانہ 3 مرتبہ سنیں اور پانی پیئں پھر اسکو پھیلائیں۔ دنیا میں کوئی تو کام بے غرض ہو کر کر دیں اسکے بعد فنکشن ختم ہوا تو نوجوان ڈاکٹر مرد و خواتین نے مجھے گھیر لیا، اپنے ساتھ تصویر بنوائیں اور دبے الفاظ یہی پوچھ رہے تھے کہ اسے کیسے سننا ہے۔سب سے فارغ ہو کر میں اسٹیج کے پیچھے چلا گیا۔ لوگ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد قلندر پاکؒ نے مجھے تلاش کیا اور پھر ساتھ لے کر ادھر اُدھر جاتے جہاں ڈاکٹر حضرات ملتے یہی کہتے ''حیدر کرارؓ کی اولاد ہوں تمہاری 7 نسلیں کاٹ کر جا رہا ہوں''۔ اسقدر جلال کہ شائد ہی کوئی بچا ہو۔ پھر میرے ہمراہ کا کی شاہدہ کے گھر آئے۔ ہم نے چائے پی اور آپؒ سے اجازت لیکر اسلام آباد روانہ ہوئے۔ ان دونوں سیمینار میں میرے ساتھ آنے والوں میں ڈاکٹر اسد گیلانی، راجہ عامر، سلیم اختر، قیصر مبین، کیپٹن منان اور بہت سے دوسرے لوگ شامل تھے۔ اور ان سب کی قلندر پاکؒ سے محبت بھی نہ صرف لا جواب بلکہ لا زوال ہے۔
میں شاید روانی میں لوگوں کا ذکر نہ کر سکوں جسکے لئے ان سب سے معذرت خواہ ہوں کہ اصل بات قلندر پاکؒ کے حُسن کا بیان ہے نہ کہ ارد گرد اکھٹے ہونے والوں کا ذکر ہو۔ اسکے علاوہ ایک مرتبہ اور بھی الحمرا کے ہال میں ایک سیمینار رہوا۔ پھر چکوال میں تمام ارد گرد کے علماء فقہا، وکیلوں اور دیگر لوگوں سے خطاب کی کئی داستانیں ہیں لیکن ان دونوں سیمینار کا ذکر بہت ضروری تھا کہ پڑھنے والوں کو اس بات کا اندازہ ہو کہ قلندر پاکؒ کی سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے یکسوئی خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے تھی اور اللہ پاک نے انہیں مخلوق پر طبیب مقرر کر رکھا تھا اور وہ بغیر کسی غرض و غایت کے آخری سانس تک اسی یکسوئی میں رہے۔ اسی طرح ایک بار انہوں نے کراچی سے

فون کیا اور حکم دیا کہ میں فوراً کراچی پہنچوں کیونکہ فیصل بیس پر افطاری کے بعد سورۃ الرحمٰن پر گفتگو کرنی ہے ۔ میں کراچی پہنچا تو جنید چیمہ صاحب کے گھر ٹھہرا۔قلندر پاکؒ ہمیشہ وہیں ٹھہرتے تھے۔جنید چیمہ کی والدہ ،بہنیں اور کزن آمنہ بھی قلندر پاکؒ کی دیوانی تھیں ۔میرے آنے کے بعد تو جیسے موج بہار آ گئی۔ہم فیصل بیس پہنچے اور افطاری کے بعد میرے بولنے کی باری آئی۔اس فنکشن کے مہمان خصوصی جنرل معین الدین حیدر صاحب تھے ۔ وہاں خوب رنگ جما اور میرے بعد قلندر پاکؒ نے اپنی جذبی گفتگو کے ذریعے سب کو دم بخود کر دیا۔اور سب کو دعا بھی کروائی اور یوں سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو ان لوگوں تک پہنچایا جو ظاہری طور پر بہت پڑھے لکھے اور خوشحال لوگ تھے لیکن بہر حال انسان تھے اور سب کو اللہ کی ضرورت ہے اور اس تعلق کے بغیر بے سکونی گھر کا راستہ دیکھ لیتی ہے پھر بیماری داخل ہوتی ہے اور ہماری رعونت ہمیں میڈیکل سائنس کی محتاج کر دیتی ہے۔

کچھ عرصے کے بعد قلندر پاکؒ دوبارہ کراچی گئے اور 3 چار دنوں کے بعد انہوں نے روزانہ مجھے یہ بتانا شروع کیا کہ آج بابا شاہین ایئر لائنز کے دفتر گیا تھا اور ان سے اسلام آباد سے کراچی ٹکٹ کے ریٹ پوچھے۔میرے لئے یہ بات عجب تھی کہ 3 دن سے قلندر پاکؒ ایک ہی بات کیوں کر رہے ہیں ۔آپ تو ہر جگہ اللہ کی مرضی سے جاتے تھے اور صرف سورۃ الرحمٰن کا ہی پیغام دیتے تھے یہ اسلام آباد سے کراچی کے ٹکٹ کی کیا بات ہے ۔ پھر اگلے دن جب آپؒ کا فون آیا تو میں نے پہلے بول دیا میں ٹکٹ لے کر کراچی آ رہا ہوں ۔آپؒ بہت خوش ہوئے ۔ میں نے سمیعہ چیمہ صاحبہ کو فون کر کے اپنی آمد کا بتایا اور اسے سمجھایا کہ قلندر پاکؒ سے ذکر نہیں کرنا۔انہیں سرپرائز دیں گے ۔میری سادگی دیکھیں کہ میں کیا پلان کر رہا تھا؟ جب میں کراچی

ائیر پورٹ کے arrival lounge سے باہر نکلا تو سمیعہ، جنید اور آمنہ مجھے سامنے نظر آئے۔ اور میں نے یہی سمجھا کہ انہوں نے قلندر پاکؒ کو نہیں بتایا۔ جب چند قدم آگے بڑھا تو ستون کی آڑ سے ایک دم کوئی مُنہ پر چادر لپیٹے سامنے آیا اور پھر خود ہی آپؒ نے چادر ہٹائی اور مُسکرائے، میں نے قدم بوسی کی اور اپنی جہالت پر دل ہی دل میں پشیمان بھی ہوا۔ مجھے ہار بھی پہنائے گئے اور پھولوں کا گلدستہ بھی پیش کیا گیا۔ ہم سب گھر پہنچے، ان دنوں ڈاکٹر اسد گیلانی بھی کراچی میں MBBS کر رہا تھا۔ سب اکٹھے ہوگئے اور رات کو ہم ساحل سمندر کی سیر کیلئے بھی گئے اگلے دن قلندر پاکؒ مجھے لیکر ARY چینل کے دفتر پہنچے، یہاں میرے ایک ساتھی پروڈیوسر اقبال انصاری صاحب QTV میں افسر تھے۔ جب ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو وہ سیب کھا رہے تھے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''انصاری بابا سیب کھانے سے اگر زندگی بڑھتی ہوتی تو کوئی بھی نہ مرتا''۔ درحقیقت اُنہیں دل کا عارضہ لاحق تھا اور اسی سبب وہ سیب کھا رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں چائے پلوائی اور پھر قلندر پاکؒ سے کہا ''اگر آپ سیّد صاحب کو کچھ عرصے کیلئے چھوڑ دیں اور یہ دفتر سے چھٹی لے لیں اور ہمیں جوائن کر لیں تو میں انہیں ایک خطیر رقم دلوا سکتا ہوں۔ پہلے انہوں نے ایک سال کا کہا پھر 6 مہینے پر آ گئے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا'' ہم نے بڑی مشکل سے اس دنیا سے جان چھڑائی ہے اور سکون پایا ہے تمہارے 2 سکوں کیلئے اپنا سکون برباد کر لیں'' اور یہ کہہ کر آپؒ وہاں سے اٹھے اور ہم محمد علی جناح یونیورسٹی پہنچے۔ وہاں کے منتظمین نے ہال میں طلباء کو اکٹھا کر رکھا تھا تا کہ ہم سورۃ الرحمٰن کی بابت ان سے بات کریں۔ پہلے میری باری آئی اور خوب مست مست ہوئی پھر میں نے قلندر پاکؒ کا تعارف کروایا اور انکو اسٹیج پر بلوایا۔ کیا بات ہے قلندر پاکؒ کے آتے ہی لمحوں میں وہ سماں باندھ دیا کہ

تمام طلباء محو ہو گئے۔ آپؒ نے سب کو دعا کروائی اور سورۃ الرحمٰن کی CDs اور کارڈز بھی تقسیم کیئے۔ اگلے روز قلندر پاکؒ میرے ساتھ اسلام آباد آئے۔ سفر کے دوران آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا کراچی نظر انداز ہو گیا ہے۔ یہاں بہت بے سکونی ہے یہاں کے لوگوں کو سورۃ الرحمٰن کی بہت ضرورت ہے''۔ میں نے کہا جب بھی جہاز پر کراچی آیا ہوں اس شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے بے سکونی کا آسیب چاروں اطراف پھیلا ہوا ہے۔ ''یہ ایک بہت اہم شہر ہے اور یہاں کے لوگ فقیروں کے ماننے والے اور پیار کرنے والے ہیں''۔ اب اس شہر میں بہت سے لوگ سورۃ الرحمٰن پھیلا رہے ہیں اور پیغام پھیلانے والے ہر سننے والے کے تاثرات کی ریکارڈنگ کر کے مجھے بھجواتے رہتے ہیں۔ یوں یہ سفر سینہ با سینہ جاری ہے۔

قلندر پاکؒ نے اپنی معرفت کے ذریعے میرے لئے مشکل کو آسان بنا دیا۔ آپؒ سب کیلئے وہی چاہتے تھے جس سے وہ خود روشن تھے۔ خُدائی عظمت و حُسن سے سینے روشن کرنا چاہتے تھے۔ لوگ اپنی حاجات لیکر آتے تھے اور آپؒ انہیں خوف خدا کا پیغام دیتے تھے۔

حضرت شیخ شبلیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آپؒ نے چار ہزار دینار دریائے دجلہ میں پھینک دیئے۔ جب آپؒ سے سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ پتھر کیلئے پانی بہتر ہے۔ جب لوگوں نے کہا کہ یہ بہتر تھا کہ آپؒ یہ رقم کسی غریب کو دے دیتے۔ آپؒ نے فرمایا ''سبحان اللہ! مجھے کیا حق حاصل ہے کہ پردے کو اپنے دل سے ہٹا کر ایک مسلمان بھائی کے دل پر ڈال دوں۔ یہ دینداری نہیں ہے کہ مسلمان بھائیوں کی بدخواہی کروں''۔

قلندر پاکؒ یہی فرماتے ''مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہے''۔ اور آپؒ کی یہ کرامت آج بھی جاری و ساری ہے۔ آپؒ تمام ملنے والوں کو تفکر کی اہمیت سمجھاتے جو کوئی بھی ملتا اسے آنکھیں بند

کروا کر روبرو اللہ کے پیش کرتے اور فرماتے تم اللہ کے روبرو ہو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، دھڑکن سے 3 بار اللہ کہو اور یہ محسوس کرو کہ رحمت خداوندی روشنی کی صورت تم پر برس رہی ہے اور تمھارے وجود کو روشن کر کے تمھارے اردگرد موجود سب کو روشن کر رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ایک ساعت کا تفکر (مراقبہ) ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔ اب ذرا غور کریں انہوں نے اس فیض کو عام کیا اور سب کو اس بات کی اجازت دی تا کہ لوگ اپنے خالق کے حضور یکسوئی حاصل کر سکیں۔ آپؒ کا علمِ معرفت آپؒ کے پیار کرنے والوں کیلئے ایک روشن راہ ہے۔ آپؒ کی حق تعالیٰ کے ساتھ حضوری سسکتی انسانیت کیلئے نویدِ رحمت ہے۔ قلندر پاکؒ کی تعلیمات اور طرز فکر توحید خالص کے عمدہ بیان کی روشن حقیقت ہیں:

حق تعالیٰ نے فرمایا "تمھارا معبود ایک ہے" (سورۃ البقرہ)۔

نیز فرمایا "کہہ دیجئے کہ وہ اللہ احد (اکیلا) ہے" (سورۃ اخلاص)۔

اور سورۃ النحل میں فرمایا "تم دو معبود اختیار مت کرو بلاشبہ وہ اکیلا معبود ہے"۔

حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو کبھی واحد کہا ہے اور کبھی احد۔ واحد اور احد کے درمیان فرق ہے۔ واحد کے معنی ہیں ایک اور احد کے معنی ہیں "اکیلا"۔ لفظ اکیلا کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا موجود ہے اور یہ وحدت الوجود ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وجود صرف ایک ہے جو اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ باقی اشیائے کائنات اس کے ظل یعنی سایہ کی طرح ہیں۔ (کشف المحجوب)

حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا "تم سے پہلے ایک شخص تھا جس نے توحید کے سوا کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر

میری خاک کو خشکی اور پانی میں پھینک دینا۔ انہوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ جو کچھ تم کو اس خاک سے ملا ہے اس کو قیامت تک محفوظ رکھنا۔ جب وہ آدمی قیامت کے دن حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو حق تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ یہ تمام تم نے کیوں کیا۔ وہ کہے گا کہ میں سخت گنہگار تھا۔ مجھے تیری جناب سے شرم آتی تھی اس لئے میں نے یہ کام کیا، تو حق تعالیٰ اس کو بخش دے گا''۔

یاد رہے کہ توحید کا مطلب ہے ایک کرنا اور ایک ماننا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ ایک ہے اور ذات وصفات میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ افعال میں اسکا کوئی شریک ہے۔

حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

یاد رکھو! خدا تعالیٰ ایک ہے جو فصل و وصل سے بالاتر ہے دوئی اس پر صادق نہیں آتی۔ اس کا ایک ہونا عدد کے لحاظ سے نہیں کہ کسی اور کے وجود کے ساتھ ملکر دو وجود ہو جائیں۔ وہ محدود نہیں جو جہات میں گھر کر سکے۔ وہ لامکان ہے جو کسی جگہ میں سما نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر اسکے لئے مکان ہوتا تو پھر مکان کیلئے بھی اور مکان ہوتا جس سے حکم فاعل و فعل، قدیم و حادث باطل ہو جاتا وہ عرض نہیں جو جوہر کا محتاج ہو۔ وہ جوہر بھی نہیں جو عرض کا محتاج ہو۔ وہ طبعی نہیں جس سے حرکات وسکنات پیدا ہوں۔ وہ روح نہیں جو جسم کا محتاج ہو۔ وہ جسم سے پاک ہے جس کے اعضاء ہوں وہ اشیاء کے اندر حائل نہیں جس سے وہ اشیاء کا ہم جنس بن جائے وہ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں جس سے نظریہ اتحاد ثابت ہو سکے۔ وہ ہر نقص سے منزہ اور خامی سے بالاتر ہے۔ وہ تمام خامیوں اور نقائص سے پاک ہے۔ اسکے مانند یا مثل کوئی نہیں جس سے اپنے مانندہ کے ساتھ مل کر دو ہو جائے۔ اسکا کوئی بیٹا نہیں ورنہ وہ جنسِ انسانی بن جاتا۔ اسکی ذات وصفات تغیر

وتبدل سے پاک ہے جس سے اسکے وجود میں تبدیلی واقع ہو سکے۔ وہ ان صفاتِ کمال سے متصف ہے جسکی خبر اس نے مومنین اور موحدین کو دی ہے۔ وہ ان تمام صفات سے بری ہے جو کافر لوگ اس سے منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کی صفات نہیں ہیں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے: علیم ہے، رؤف ہے، رحیم ہے، قدیر ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، متکلم ہے، باقی ہے، اس کا علم اس کے اندر حائل نہیں نہ اس کی قدرت اس کے اندر ٹھونسی گئی ہے نہ ہی اس کی سماعت و بصارت اسکے ساتھ متصل ہے۔ اس کے کلام میں نہ تبعیض ہے نہ تجدید۔ وہ ہمیشہ سے اپنی صفات سمیت قدیم ہے۔ نہ کوئی علم اس کے علم سے باہر ہے نہ کوئی موجود اس کے ارادہ سے خارج ہے۔ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی چاہتا ہے جو جانتا ہے اس میں مخلوق کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کا ہر حکم صحیح ہے جو اس کے دوست بہ سروچشم قبول کرتے ہیں۔ وہ خیر وشر کا پیدا کرنے والا ہے اور خوف وامید اسی کی ذات سے ہے۔ نفع ونقصان کا خالق بھی وہی ہے، اس کا ہر حکم حکمت ہے نہ کوئی اس کو پا سکتا ہے نہ اس تک کسی کی رسائی ہے (یعنی کماحقہٗ) بہشتیوں کو اسکا دیدار ہوگا لیکن آمنے سامنے ہونا نہ ہوگا اور نہ شکل وصورت جہت کا تصور ہو سکے گا۔ دنیا میں اولیاء اللہ کو مشاہدہ حق ہوسکتا ہے'' (دیدہ سِرّ سے نہ دیدہ سَر سے)۔

قلندر پاکؒ یہی فرماتے'' جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے، وہی کر سکتا ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، جہاں چاہتا ہے وہاں کرتا ہے، ہر شئے ملکیت خداوندی ہے، بندہ جتنا بڑا بھی ولی بن جائے، بندہ ہی رہتا ہے کبھی بھی رب نہیں بن سکتا''۔

اب تمام چاہنے اور پیار کرنے والوں کے سینوں میں یہ بات روشن ہو جانی چاہیئے کہ اولیاء اللہ کی صحبت دل کی دھڑکنوں میں توحید خالص کی بنیاد رکھتی ہے۔ اور جتنی آپکی اللہ کے

دوست سے محبت مضبوط اور گہری ہوگی اتنی ہی رب کی عظمت اور پاکیزگی قلب و ذہن میں مضبوط اور معطر ہوگی ۔ اور یہ جو قلندر پاکؒ نے فرمایا'' کہ سورۃ الرحمٰن کا پیغام آگے دو'' تو صرف کہو کہ یہ ایک ریسرچ ہے اوراس سے ظاہر کے امراض سے شفاء ملتی ہے۔ میں بھی بیمار تھا ۔ مجھے بھی رحمت ملی ۔آپ بھی سنیں اور آگے پھیلائیں ۔لیکن اگر کوئی نیک بن کر اسکی تشہیر کرے تو اس سے تنگ نظری پیدا ہوگی ۔اور پھر یہ تمام انسانوں کا حق ہے کہ ہم اللہ کی رحمت اور اسکے درمیان خوامخواہ روکاوٹ نہ بنیں ۔توحید کے اس بیان سے یہی مقصود ہے۔ یہ سب مخلوق اللہ نے پیدا کی ہے اور وہی سب کا خیال رکھنے والا ہے؛ وہی پالتا ہے، وہی شفاء دیتا ہے، وہی معاف کرنیوالا ہے۔ ہماری دوسروں کے بارے میں بدگمانی ہی ہماری ہلاکت ہے۔ اللہ پاک کی مہربانی ہے جس نے اپنے ولی کے ذریعے ہمارے سینوں کے اندر وہ وسعت عطا فرمائی جس نے پہچان یعنی معرفت کے حُسن کو روشن کیا۔ کم ازکم اتنا تو ہے کہ ہم کلام پاک کے اس ابدی پیغام کو بغیر کسی غرض و غایت کے پھیلا رہے ہیں ۔سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ فیصلے کا اختیار اسی کی ذات کو حاصل ہے۔ ہم خود کسی کے بارے میں فیصلہ نہ کریں تا کہ خوف خدا کا احساس مضبوط ہو۔ اپنے نفس پر نظر رکھیں، اور اسکی شرارتوں کو پہچانیں کہ اسکی مخالفت ہی اللہ کی محبت اور پہچان ہے ۔یہی وہ روشنی ہے جو قلندر پاکؒ سے پہنچی ہے اور اسی کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔

قلندر پاکؒ سے نسبت کی مضبوطی صرف واقعاتی اسباب سے نہیں بلکہ یہ تمام واقعات اس سچائی کی جستجو کرنے والوں کیلئے ہمیشہ ممدود و معاون رہیں گے ۔ان واقعات کو تحریر کرنے کا بنیادی مقصد سینے میں نفسی پراگندگی سے نجات حاصل کرنا ہے۔ ہم کیسے تھے؟ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہمارے عیب ہمیں دکھا دیئے اب دوست کی صحبت کی عطا بھی تو حکمِ الٰہی ہے اور یہ سارے

عیوب اس سے تعلق و پیار کرنے کی صورت میں سامنے آئے اور اسی نے اپنی نگاہ سے جو طاقت عطا کی اسی کے ذریعے اب اس گندگی سے نجات کیلئے کمر بستہ ہیں۔ وارث ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں اس مردِ مومن اور اللہ کے دوست کی جگہ پر فائیز ہوں بلکہ وارث کا مطلب درحقیقت اس فکرِ خاص سے روشن ہونا ہے تاکہ لوگوں تک صحیح بات پہنچ جائے۔ مثال کے طور پر مجھے اکثر ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں **41** دن تک سورۃ الرحمٰن سننے کا کہا گیا۔ اب یہ مبالغہ آرائی اس سچائی کی نفی ہے جسمیں قلندر پاکؒ نے صرف **7** دن تک سننے کا حکم دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ''ویسے تو ایک بار سننا ہی کافی ہے لیکن ہمارے خیالات کے حجم کے سبب یکسوئی کے نہ ہونے کیلئے یہ **7** دن سنیں اور ان **7** دنوں میں ایک لمحے کا ہزارواں حصہ ہوگا جب خیالات کا تسلسل ختم ہوگا اور رحمت خداوندی سے روشنی پیدا ہوگی اور ہر بدبختی اور نحوست سے جان چھوٹ جائے گی''۔

آپؒ نے یہ بھی فرمایا ''اگر کسی پر **7** دن تک یہ لمحہ نہ آئے تو وہ دوبارہ **7** دن سنے اور اگر پھر بھی کچھ نہ ہو تو آخری مرتبہ **7** دن تک سنے اور اسکے بعد بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ صرف بدبختی ہے''۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ پیغام کس نیت سے دیا جا رہا ہے اور پیغام لینے والے کو یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ صرف تلاوت کو سنے اور روبرو اللہ پاک کے رہے۔ اگر کوئی کسی کو 41 دن کا کہتا ہے تو اس بات کیلئے وہ بارگاہ خداوندی میں خود جوابدہ ہے۔ ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارے لئے 7 دن ہی کافی ہیں۔ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ کیسے یورپ اور دیگر دنیا کے ملکوں میں لوگ 7 دن سننے کے بعد ایسے بدلے کہ وہ اس پیغام کو اپنے اردگرد پھیلا رہے ہیں۔ قلندر پاکؒ سے محبت

بھی یہی ہے کہ آپؒ کے حکم میں تجاوز نہ کیا جائے۔صرف یہ سوچ لیں کہ ہم سب نے مرنا ہے پھر اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے کہ اس نے اپنے دوستوں کی صحبت کا حکم دیا تھا اور یہ کیسی صحبت ہے کہ لوگ انہی کی تعلیمات پر اپنے نفس کا غلاف چڑھا لیں اور پھر ہمارے اندر کیا روشن ہوا؟ ہماری فکر کیا ہے؟ ہمیں یہ جان لینا چاہیئے کہ اولیاء اللہ مردہ نہیں ہوتے زندہ ہیں۔قرآن مجید میں شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں۔اب قرآن حکیم میں جب مختلف انسانوں کے مراتب بیان کئے گئے تو یہ ترتیب آئی ہے۔

''انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا'' یعنی سب سے بلند مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اسکے بعد صدیقین یعنی اولیائے کرام ہیں، تیسرے نمبر پر شہداء اور چوتھے نمبر پر صالحین یعنی عام نیک لوگ ہیں۔اب جب قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے شہداء کو زندہ کہا ہے تو اس سے اوپر کے دو درجوں والے حضرات یعنی انبیاء اور صدیقین تو بدرجہ اتم زندہ ہوئے۔

اب شاید یہ بات روشن ہو جائے کہ ''مرشد عین حیاتی باہوؒ''۔اور ہم اسی احساس کے سبب انکے ہونے کے احساس کے سبب کسی قسم کی مبالغہ آرائی سے گریز کریں اور فیض کی اس دولت کو صیح حالت میں تمام لوگوں تک پہنچائیں۔

قلندر پاکؒ سے ملنے والوں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا اور آپؒ ہر ایک سے فرداً فرداً گفتگو کرتے اور سب کو یکسوئی کی تعلیم دیتے، دعا کراتے اور سورۃ الرحمٰن کا پیغام دے کر رخصت فرماتے۔اسکے علاوہ آپؒ سرکاری، نیم سرکاری اور پرائیویٹ دفتروں میں خود تشریف لے جاتے اور ان سے ملتے، اور خوف خدا کی تلقین فرماتے۔شاید ہی کوئی ایسا سرکاری یا نیم

سرکاری دفتر ہو جہاں آپ نہ گئے ہوں۔ فنونِ لطیفہ کے تمام شعبوں کے لوگوں سے ملے، آپؒ صرف ایک ہی بات کہتے ''سورۃ الرحمٰن سنو اور اللہ کی رحمت سے موج کرو''۔ ہمارے ایک سینئر ساتھی اور شاعر و ادیب سرمد صہبائی صاحب بھی لاہور ٹیلی ویژن سینٹر پر آپؒ سے ملے اور ایک دن میں نے ان کے منہ سے سنا ''ایسا شخص صدیوں کے بعد آتا ہے جو ملامت کو سینے پر سجا لے''۔ شعبہ صحافت میں انکی ملاقات زاہد جھنگوی صاحب سے ہوئی اور جب قلندر پاکؒ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ سیّد بابا سے ملے ہو تو ایک صحافتی مگر نظر اندازی سے جواب دیا کہ کون سیّد صاحب؟ قلندر پاکؒ نے جواب دیا کہ پھر تم نے وقت ہی ضائع کیا اور پھر انھیں لے کر میرے دفتر آئے۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ جبکہ پاکستان اخبار میں کام کرنے والے دوسرے صحافیوں سے تو میرا گہرا تعلق تھا۔ زاہد جھنگوی صاحب سے صرف وہ ایک ملاقات ایک مضبوط بندھن کی طرح ثابت ہوئی اور وہ آج بھی قلندر پاکؒ کے اس پیغام رحمت کو ہر جگہ پھیلانے کیلئے کوشاں ہیں۔ آپؒ کے چاہنے والے اسقدر ہیں کہ میں ہر فرد کی محبت پر علیحدہ علیحدہ کتاب لکھ سکتا ہوں۔ میں ان تمام چاہنے والوں کو سلام کرتا ہوں جو راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور، فیصل آباد، ملتان، کراچی، پشاور، کوئٹہ وغیرہ میں قلندر پاکؒ کی محبت سے سرشار سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پھیلا رہے ہیں۔

بیرون ممالک بالخصوص دوبئی، سعودی عرب، کویت، قطر، انگلینڈ، ہندوستان، سکاٹ لینڈ، بنگلہ دیش، یوکرائن، چیک ریپبلک، جرمنی، میکسیکو، امریکہ، اٹلی، ہالینڈ، کینیڈا میں مقیم ان تمام لوگوں کو سلام جو اپنی اپنی زبان میں پیغام کا ترجمہ کر کے، کارڈز چھپوا کر DVDs بنوا کر، دکھی و سسکتی انسانیت تک پہنچا رہے ہیں۔ یہ سب کارڈز آپ یہاں دیکھ سکتے ہیں۔

French

Dutch

Italian

Arabic

Mast Mast Healers megmutassa
"definiteves megoldas minden bajra"

Mindenkinek akinek baja van a fizikus, pszichikus es a lelegi bajjal, vagy magara megy a fekete magia. Halgasa meg eszt a audiot haromszor naponta, het napon egymas utan becsukot szemmel. Minden meghalgatas utan igyon meg egy fel pohar vizet, megint csukja be a szemit es haromszor mongya maganak a sajat nevet (vagy amibe hiszik),utanna igya meg haromszorra a megkeszitet vizet becsukot szemmel.

Az audiot ingyen lehuszhatja:
http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm
Tel.: 00420 734 828 327

Hungarian

MAST MAST HEALERS PRZEDSTAWIA

„DEFINITYWNE ROZWIĄZANIE KAŻDEGO PROBLEMU"

Wszyscy, którzy cierpicie z powodu fizycznych lub duchowych problemów lub od wpływu czarnej magii posłuchajcie tego nagrania trzy razy dziennie w ciągu siedmiu kolejnych dni z zamkniętymi oczami.
Po każdym odsłuchaniu weźcie pół szklanki wody, ponownie zamknijcie oczy i w duchu wypowiedzcie swoje imię (lub to w kogo lub co wierzycie) a następnie wypijcie przygotowaną szklankę wody na trzy razy z zamkniętymi oczami.

Nagranie ściągniecie za darmo z:
http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm
telefon: 00420 734 828 327

Polish

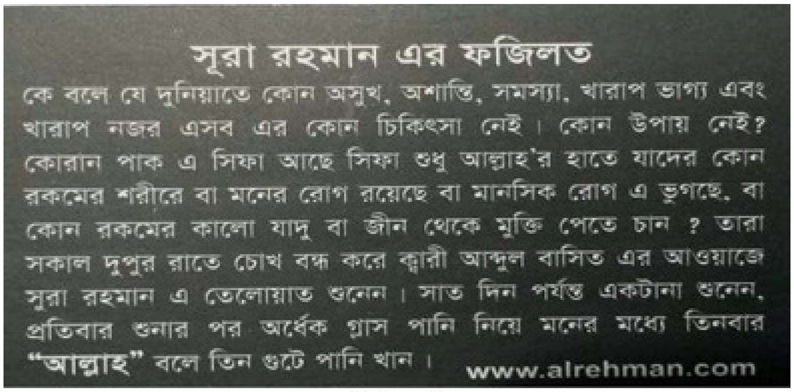
সূরা রহমান এর ফজিলত
কে বলে যে দুনিয়াতে কোন অসুখ, অশান্তি, সমস্যা, খারাপ ভাগ্য এবং খারাপ নজর এসব এর কোন চিকিৎসা নেই। কোন উপায় নেই? কোরান পাক এ সিফা আছে সিফা শুধু আল্লাহ'র হাতে যাদের কোন রকমের শরীরে বা মনের রোগ রয়েছে বা মানসিক রোগ এ ভুগছে, বা কোন রকমের কালো যাদু বা জীন থেকে মুক্তি পেতে চান ? তারা সকাল দুপুর রাতে চোখ বন্ধ করে ক্বারী আব্দুল বাসিত এর আওয়াজে সুরা রহমান এ তেলোয়াত শুনেন। সাত দিন পর্যন্ত একটানা শুনেন, প্রতিবার শুনার পর অর্ধেক গ্লাস পানি নিয়ে মনের মধ্যে তিনবার **"আল্লাহ"** বলে তিন গুটে পানি খান। www.alrehman.com

Bengali

MAST MAST HEALERS PŘEDSTAVUJE
"DEFINITIVNÍ ŘEŠENÍ NA JAKÝKOLIV PROBLÉM"
Všichni, kteří trpíte fyzickým, psychickým nebo duchovním problémem, či na Vás působí Černá magie. Poslouchejte toto audio, tři krát denně po dobu sedmi dní, po sobě jdoucích, se zavřenýma očima.

Po každém poslechu vezměte půl sklenice vody, opět zavřete oči a řekněte tři krát v duchu svoje jméno (nebo v koho či co věříte), poté vypijte nachystanou sklenici na tři krát se zavřenýma očima.

Audio stáhněte zadarmo:
http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm

Tel.: 734828327

Czech

MAST MAST HEILENDE GESCHENK "DAS LETZTE HEILMITTEL"

Alle jene die leiden körperlich oder seelisch oder haben Geistige Krankheit oder schwarze Magie. sollten hören "Audio" 3 mal pro 7 tage lang ohne abzubrechen.. Schließt ihrer Augen.Jedes mal wenn vorbei is nehmen sie. halbe Glas Wasser schließen Sie ihre Augen und im Geist sagen "Eigene Namen" 3 mal und auf drei mal austrinken.. Download :http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm Tel : OO 420 734 828 327

German

Окончательное решение всех проблем

Все, у кого есть физические, психические, духовные проблемы или на Вас влияет чёрная магия, слушайте эту аудио запис 3 раза в день 7 дней подряд с закрытыми глазами.
После каждого раза наберите пол стакана воды и с закрытыми глазами про себя назовите имя своё или того в кого верите и выпейте воду в три глотка.
Аудио бесплатно по адресу :
http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm
Естли возникнут вопросы,обращайтесь по тел.: +420734828327

Russian

Mast Mast Healers predstavuje :

"DEFINITÍVNE RIEŠENIE KAŽDÉHO PROBLÉMU"

Pre tých ľudí, ktorý trpia nejakou duševnou - telesnou chorobou, alebo sú pod vlyvom čiernej Mágie.

Počúvajte toto Audio 3 krát denne po dobu nasledujúcich siedmich dní so zatvorenými očami. Po každom vypočutí zoberte pol pohára vody, zase zatvorite oči a v duchu si 3-krát poviete svoje meno (alebo energiu ,entitu v ktorú verite) a ďalej ,so stále zatvorenými očami, vypijete nachystaný pohár vody na 3-krát hneď po sebe.

Audio si stiahnete tu ZADARMO:
http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm xt

Slovak

Кінцеве рішення на всі проблеми.

Всі, хто має фізичні, психічні, духовні проблеми чи на Вас впливає чорна магія, слухайте аудіо із закритими очима три рази в день сім днів підряд.
Після кожного разу, наберіть пів склянки води, закрийте очі і в духу висловіть ім'я своє або того, в кого вірите три рази і випийте воду на три ковтки.
Аудіо безплатно за адресою:
http://alrehman.com/download-surah-alrehman.htm
В разі запитань тел: +420734828327

Ukarainian

Hindi

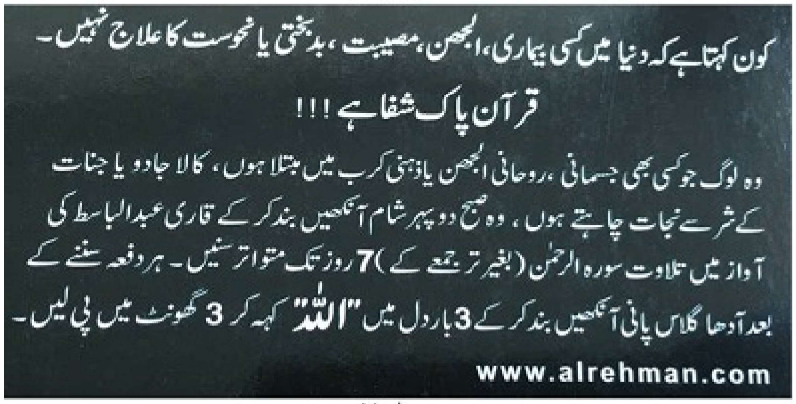

Urdu

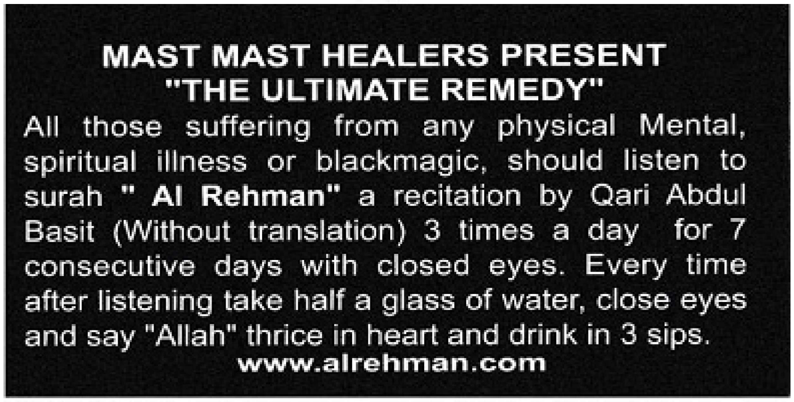

English

دوبئی میں مقیم عبدالرحیم باجوہ صاحب اور عاصم لاشاری نے DVD Cover کو عربی زبان میں پرنٹ کروا کر اسے پھیلایا۔ سیما کاکی نے بنگالی زبان میں Hilda، Petra، Lucie، Kalara، Shahid، Svetlana، Marketa, نے جرمن، چیک، Slovakian، Dutch اور Russian زبان میں کارڈز چھپوائے اور پیغام پھیلایا جا رہا ہے۔

میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بیرونی دنیا میں رہنے والے لوگوں کے محسوسات پڑھنے والوں کو پہنچاؤں تا کہ ہم سب کے اس قوتِ یقین کو مضبوطی ملے کہ قرآن پاک ایک عالمگیری سچائی ہے اور تمام انسانیت کیلیئے ہدایت ہے۔ کہیں بھی کوئی بھی اسکو سنے اور پھیلائے تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ ان تمام لوگوں کی محبت لاجواب اور بے مثال نوعیت کی ہے۔ آپ ذرا سوچیں قلندر پاکؒ کی ایک کاکی جو بنگلہ دیش میں رہتی ہیں انکا نام سیما اقبال ہے، آپ بینائی سے محروم ہیں لیکن دیکھنے والوں سے زیادہ روشن ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں ہے جب وہ لوگوں کے پاس جا کر سورۃ الرحمٰن کا پیغام نہ دیں۔ اپنی کمائی سے متعدد بار انہوں نے انگلش اور بنگلہ زبان میں چھپنے والے اخبارات میں سورۃ الرحمٰن سننے کے پیغام کو چھپوایا ہے اور انکے ساتھ بہت سی کاکیاں قلندر پاکؒ کی محبت میں اس پیغام کو بنگلہ دیش اور دیگر ملکوں میں پھیلا رہی ہیں۔

قلندر پاکؒ کی ایک پیار کرنے والی کاکی بشریٰ ذوالفقار جو آج کل بنگلہ دیش میں Save The Children Internatioal میں کام کر رہی ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ بنگلہ دیش میں لوگ جادو سے بہت ڈرتے ہیں۔ لہٰذا بشریٰ صاحبہ نے تمام با اثر رسوخ لوگوں سے کام شروع کیا۔ انکو دعا بھی کروائی اور سورۃ الرحمٰن بھی سنوائی۔ اسکے علاوہ بشریٰ صاحبہ ہر قسم کے لوگوں سے ملتی ہیں اور جگہ جگہ اپنے ادارے کے حوالے سے لوگوں کی ظاہری مدد کے علاوہ سورۃ الرحمٰن کا سنوانا شامل ہے۔ اور سب لوگوں کو Dvds اور کارڈز بھی دیئے جا رہے ہیں۔ چٹاگانگ، سہلٹ، ڈھاکہ میں یہ پیغام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

آیئے اب ان سب کے تاثرات پڑھتے ہیں:۔

شاہد محمود

قلندر پاکؒ کا پیغام بے شک تڑپتی سسکتی انسانیت کے لئے ایک نویدِ مسرت ہے۔ لاعلاج اور مایوس لوگوں کے لئے روشنی کی کرن ہے۔ حالانکہ اس پیغام میں پوری کائنات کا حُسن چھُپا ہے مگر یہ ایک انتہائی سادہ اور بے حد آسان عمل ہے جسے کوئی بھی دنیا کا انسان بنا کسی مشکل کے کرسکتا ہے۔قلندر پاکؒ نے اسے ہرطرح کی محدودیت سے پاک رکھا ہے اسی لئے یورپ میں بھی اس پیغام نے بِنا کسی رنگ ونسل اور مذہب کے امتیاز کے ہزاروں لوگوں کے درد کو دور کرتے ہوئے ان کے چہروں پر مسکراہٹ دی ہے۔ سورۃ الرحمٰن کے پیغام نے مجھے سوچوں کے جہنم سے نکال کر میرے اندر کائنات کے ہر کونے میں بسے لوگوں سے شدید محبت کی بنیاد ڈالی ہے۔ کہی سنی بات نہیں یہ سچ ہے کہ اس پیغام نے مردہ دلوں کو نئی زندگی عطا کی ہے اور لوگوں کو احسن طریقے سے دوسروں سے پیار کرنا سکھایا ہے۔ایک عام انسان بھی اس پیغام کے ذریعے نا صرف خود کو سکون قلب دے سکتا ہے بلکہ بنا کسی کی اجازت لئے دوسروں کی بھی مدد کر سکتا ہے۔ یورپ کے دل چیک ریپبلک میں جہاں لوگوں نے خوف زدہ ہو کر سب مذاہب کو

خیر آباد کہہ دیا ہے وہاں قلندر پاکؒ کے اس پیغام نے بے چین، تڑپتے سسکتے انسانوں کو انہی کی عین سوچ کے مطابق ایک بہترین کردار کی طرف راہنمائی کی ہے۔ پیغام کی سچائی اس کے اندر چھپی پیار کی چاشنی اور مسلسل بہتے رحمت کے سمندر بے کراں نے لوگوں کے دلوں میں خود اپنی جگہ بنائی ہے۔ سب قلندر پاکؒ کی موج و کرم کے سبب ہے۔

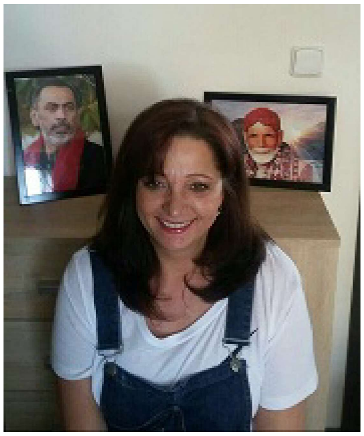

Hilda

شروع میں کچھ میری آپ سے ملنے سے پہلے کی زندگی اور بعد میں سورۃ الرحمٰن کے معجزات کے بارے میں بتانا چاہوں گی۔ میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئی جو کہ ائیر پورٹ سے تقریباً 3 کلومیٹر دور ہے۔ میرے والدین فیکٹری میں کام کرنے والے مزدور لوگ تھے اور میں چار بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں۔ بچپن اتنا تیزی سے گزرا کہ مجھے پتہ تک نہیں چلا کیونکہ میں کھیلوں میں حصہ لینے کی بہت شوقین تھی اور کھیل کھیل میں ہی وقت کا پتہ نہیں چلا۔ میں نے ہیر ڈریسر بننے کے لئے کالج میں تعلیم مکمل کی۔ اٹھاراں سال کی عمر میں شادی کی اور میری دو بہت پیاری بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ افسوس کی بات کہ میری ازواجی زندگی شروع دن سے ایک عذاب تھی۔ میں اپنی پچیس سال کی عمر سے کبھی خوش نہیں ہو پائی تھی۔ اپنی شادی کے بیس

سال بعد میں نے طلاق لے لی۔ جب میں نے شوہر کو چھوڑا تو میرے ہاتھ میں صرف ایک کپڑوں کا تھیلا اور بیٹیاں ساتھ تھیں۔ اس کے علاوہ سب کچھ مجھے وہیں چھوڑنا پڑا۔ اپنی عمر کے چوبیس سال سے میں تین اور چار جگہ کام کرتی رہی، کئی فلیٹ سجائے اور میری زندگی کام کرنے اور مشکلات کا سامنا کرنے میں ہی گزرتی گئی۔ میں اپنے اندر کبھی خوش نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی مجھے آرام کرنے کا موقع ملا۔

عمر کے چالیس سال تک میں نے بہت مشکل وقت دیکھا جس میں ڈپریشن پہلے شوہر سے مسلسل لڑائی اور روزمرہ کی مشکلات شامل تھیں۔ بچوں کو پالنے میں وقت نکلتا رہا اور میرے والدین دونوں بہت جلد اس دنیا سے چلے گئے، دونوں کی تدفین کی رسم ایک ہی سال میں ہوئی۔ ان دنوں زندگی میں خوش ہونا ممکن ہی نہیں تھا۔ پھر ایک وقت کے بعد میری زندگی میں محبت آئی جب میری ملاقات دوسرے شوہر سے ہوئی، اس کے بعد روزمرہ کی زندگی نے ہمیں چین نہیں لینے دیا۔ کبھی پیسوں کا مسئلہ اور کبھی بیماری کا سامنا رہا۔ میں نے انتھک محنت کی اور ایک وقت کے بعد اپنی جائے پیدائش کے پاس ہی اپنے گھر کی تعمیر شروع کر دی۔ اب یہاں بھی خوشی نہیں ملی کہ خوش قسمتی ہم پر نہیں مسکرائی۔ جس کمپنی نے گھر کی تعمیر کرنی تھی اس نے دھوکہ دے دیا اور میرا تقریباً ایک ملین چیک کرون لے کر بھاگ گئی۔ جس سے میں قرضوں میں گھر گئی۔ ذہنی طور پر اس بات کا سامنا کرنے کو تیار نہیں تھی اور بیمار ہوگئی، میرے پتے کا آپریشن ہوا اور انہیں وہ نکالنا ہی پڑا۔ اس آپریشن کے بعد جب ہمیں ایسا لگا کہ سب سکون میں ہوگا تو ایک اور بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ پچاس سال کی عمر میں ڈاکٹر نے مجھے کہا کہ میرے گردے میں کینسر ہے۔ میرے اعصاب بالکل جواب دے گئے۔

ساری عمر میرے ارد گرد لوگ رہے اور میں نے ان سب سے بے حد محبت کی اور مسکراہٹیں بانٹیں۔ میرا بیوٹی پارلر میرا شوق بھی ہے۔ میں نے ایلو پیتھک سے ہٹ کر لوگوں کے علاج کی تعلیم بھی لی جس کی وجہ سے ہمیشہ بہت سے لوگوں سے ملتی رہتی تھی۔ ایک دن ایک کسٹمر نے مجھے ایک سی ڈی دی اور تھوڑا اس کے بارے میں بتایا۔ میں نے اس سی ڈی کو ایک سال کے لئے دارز میں رکھ دیا۔ مجھے پھر اس سی ڈی کا خیال اپنی بیماری میں آیا جب میرے کینسر کے آپریشن میں ایک مہینہ رہ گیا تھا۔ میں نے اسے سننا شروع کیا اور دوسرے ہی دن اس سی ڈی کے کور پر درج نمبر پر رابطہ کیا جو کہ شاہد کا نمبر تھا۔

شاہد نے مجھے کہا کہ سنتے وقت دھیان دوں اور سات روز سننے کے بعد اس سے ملاقات ہوگی۔ سورۃ الرحمٰن سنتے، پہلے ہی لمحے سے میرا دل جیسے باہر آنا چاہتا تھا ایک ناقابل بیان احساس تھا جس میں نور، روشنی، سکون اور میوزک تھا جو کہ سب ایک ساتھ میرے جسم اور روح سے گزر گیا۔ سات روز کے بعد جیسے میں نے ایک نئی زندگی میں پہلا سانس لیا۔ سورۃ الرحمٰن سات دن سننے کے بعد شاہد مجھ سے ملنے آیا اور مجھے بہت سی باتوں کی وضاحت کرنا شروع کی۔ اس بے چارے کو جیسے ایک نیا کام مل گیا ہو کیونکہ میرے پاس سوالوں کی ایک بہت ہی لمبی فہرست موجود تھی۔ اس کے بعد ہر روز اس سے ملاقات تھی اور سوالوں کے جوابات اور ان جوابات کی وضاحت تھی۔ مجھے ایک وقت کے بعد اس بات کا احساس ہوا کہ میرا استاد ہے کون اور میرے لئے وہ کتنا اہم ہے۔ اس کا بے حد اعتماد، پیار اور صبر جو میں نے کبھی اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ خاص طور پر اس کا حیرت انگیز حد تک پرسکون ہونا میرے لئے ایک نئی بات تھی جیسے وہ مجھے کئی حسین کھلے دروازوں میں داخل کر رہا ہو۔ میرا بالکل دل نہیں تھا کہ آپریشن

کرواوں کیونکہ میں اپنے اندر طاقت اور خوش قسمتی کو محسوس کر رہی تھی۔ میرے اندر سورۃ الرحمٰن کو سننے اور شاہد سے ملاقاتوں کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہوگئی تھی اور میں اپنی زندگی سے مطمئن بھی ہونے لگی تھی۔ شاہد نے مجھے کہا کہ اب تمہیں آپریشن نہیں کروانا چاہیے، مگر یہ فیصلہ تم خود کرو۔ میں نے بہت سوچا اور آخر کار آپریشن کروا ہی لیا۔ کیونکہ میرے جسم میں Tumors تھے جن میں ایک سب سے بڑا گردے کے اندر تھا۔ ہسپتال میں پہلے ہی دن میں نے نرسوں اور ڈاکٹروں کو سورۃ الرحمٰن کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ میرا آپریشن ہوگیا اور میری طبیعت ناساز تھی مگر اس کے باوجود ڈاکٹر نے مجھے گھر بھیج دیا۔ آپریشن کے تیسرے دن سے میری طبیعت خراب رہی۔ پھر شاہد میرے پاس آیا اور چار گھنٹے تک میرے بستر کے پاس بیٹھا رہا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ مجھے اٹھا سکے مگر میرے اندر زندگی کے نشانات کم تھے اور میں رخصت ہونا چاہتی تھی۔ شاہد نے سیّد بابا جی کو لکھا اور ان سے ویڈیو کال کی۔ پہلی بار جو میں نے سیّد بابا جی کو دیکھا ہے وہ منظر مرتے دم تک نہیں بھول پاؤں گی۔ میں نے ان کے کہنے پر وہ الفاظ دہرائے جنہوں نے مجھے دو منٹ کے اندر اندر بستر سے اٹھا دیا اور سیّد بابا جی نے مجھے کہا کہ تم اب بالکل تندرست ہوگئی ہو۔

یہ کیسی عجیب بات ہوئی کہ میری شوگر کے علاوہ تھائی رائیڈ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ اس کے تین دن بعد میں کام پر واپس موجود تھی اور آج تک اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں۔ یہ وہ جو مجھے عطا ہوا اس شکل میں عطا ہوا کہ میرے دل کو دوبارہ نئی زندگی ملی ہے اور میرا خیال ہے کہ میرے وجود کا ایک ایک ذرہ زندہ کیا گیا ہے۔ یہ بات، یہ احساس میں لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں کہ سورۃ الرحمٰن، سیّد بابا جی اور میرے استاد مجھے ہر روز صبح سے شام تک اپنے ساتھ لے کر

چل رہے ہیں اور میں زندگی ان کے بنا گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ مجھے نئی زندگی ملی، محبت ملی، میں خوش رہتی ہوں اور میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ کچھ وقت کے بعد مجھے سیّد بابا جی کی دعاؤں میں بیٹھنا نصیب ہونے لگا جس میں سے میں نے بابا جی کے بارے میں جاننا شروع کیا یہاں سے مجھے قلندر پاکؒ اور سیّد بابا جی کے شروع وقت کے احوال کا بھی علم ہوا۔ دعاؤں کے سلسلہ نے مجھے ششدر کر دیا۔ میری زندگی میں ایک دانائی بھرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ سے جنگ کرنے کا سبق ملا۔ مجھے اپنی غلطیاں نظر آنے لگیں جن پر میری کڑی نظر ہے۔ جب سیّد بابا جی کی دعا ہو تو ہمارے لئے ایک بے حد خوشی اور بے پناہ انرجی لاتی ہے جیسا کہ کوئی شفاف نشہ ہو۔ ہر دعا کے بعد ہم انرجی کا بم بن جاتے ہیں۔ دیوانوں کی طرح سورۃ الرحمٰن کا پیغام دیتے جاتے ہیں، نئے لوگوں کو ملتے ہیں اور ان کو بابا جی کے بارے میں بتاتے ہیں اور سورۃ الرحمٰن سننے پر قائل کرتے جاتے ہیں۔ بابا جی سورج کی طرح ہیں۔ پاکیزہ سوچ ہیں۔ میری دعا ہے کہ یہ سورۃ الرحمٰن کا پیغام تمام لوگوں، میرے دوستوں، میرے رشتہ داروں تک پہنچے اور ان کی زندگیاں بھی ایسے ہی بدلیں جیسے میری بدلی ہیں۔

Petra

میری آنٹی نے چیک ریپبلک میں میری ملاقات شاہد سے کروائی۔ اس وقت میں بیمار

تھی اور بہت پریشان رہتی تھی۔ اس ڈپریشن کی وجہ سے مجھے کھانے سے اُکتاہٹ ہوگئی تھی اور مجھ سے کچھ کھایا نہیں جاتا تھا۔ میری زندگی میرے لئے ایک کرب تھی۔ جب میں نے پہلی بار سورۃ الرحمٰن سنی تو شروع میں ایک ذہنی تناؤ میں تھی جیسے اپنے آپ کو کسی چیز سے بچا رہی ہوں، میرے اندر بہت سارے خیالات دوڑ رہے تھے جس کی وجہ سے میں اپنی توجہ ایک جگہ پر مرکوز نہیں کر پا رہی تھی۔ میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی کہ یا خدایا یہ آڈیو کتنی لمبی ہے۔ اسی دوران میں نے ایک لمحے کے لئے اسے غور سے سنا تو یکدم ایک بے حد لطیف احساس ہوا اور اس کے ساتھ ہی میں نے خدا کی موجودگی کو بھی محسوس کیا۔ پہلی ہی بار سورۃ الرحمٰن کو سننے کے بعد میں نے اپنے آپ کو آخر کار ہلکا اور آزاد محسوس کیا اور فوراً دوبارہ سننے کی خواہش کی۔ پھر میں نے ہر بار سورۃ الرحمٰن سننے کا بے تابی سے انتظار کیا اور ہر بار کا سننا ایک ناقابلِ یقین حسین تجربہ تھا۔ سورۃ الرحمٰن سننے سے میرے چہرے پر ایک عرصہ کے بعد مسکراہٹ آ گئی اور میں نے اپنے آپ کو مکمل اور پرسکون محسوس کرنا شروع کر دیا۔ ساتویں دن جو کہ سورۃ الرحمٰن سننے کا آخری دن تھا، میں بہت اداس تھی کہ اب اس کو اس ترتیب سے روزانہ نہیں سن پاؤں گی اور مجھے اس کی بے حد کمی محسوس ہوگی۔

جب میں نے سورۃ الرحمٰن کو کسی کو دینے کا سوچا تو یہ مجھے بہت مشکل کام لگا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ کیا کہنا ہے اور کیسے بات کرنی ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی بات کرتے کیسے برتاؤ کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میرے اندر بہت سارے خوف اکھٹے ہو گئے تھے۔ مگر پھر میں نے سوچا کہ سورۃ الرحمٰن نے میری مدد کی ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی صحت یاب اور خوش ہونے کا حق ہے اس لئے مجھے ان کی مدد ضرور کرنی چاہیے۔ اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو اس کام میں

لگا دیا۔ سب سے پہلے میں نے سورۃ الرحمٰن کے سننے کی ہدایات کا چیک زبان سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا اور جو سورۃ الرحمٰن کی سی ڈیز مجھے شاہد نے دیں ان کے لئے جرمن زبان میں لفافے چھپوا کر انہیں ان میں ڈال لیا۔ اس عمل نے مجھے بے حد خوشی دی۔ مجھے اس دنیا میں اپنے ہونے کی وجہ مل گئی اور لوگوں کے لئے ایسا حسین کام کرنے نے مجھے سکون اور خوشی کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

میں سارا دن شہر میں گھومتی ہوں اور سورۃ الرحمٰن کی سی ڈیز اور کارڈ دیتی ہوں۔ جس کو بھی ملتی ہوں اس کے لئے دعا کرتی ہوں چاہے میں کہیں بھی ہوں۔ اکثر ہسپتال جاتی ہوں اور وہاں سورۃ الرحمٰن کا پیغام دیتی ہوں ان کے لیے دعا کرتی ہوں کہ وہ سب صحت یاب ہو جائیں اور اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔ کیا ہی کمال احساس ہے کہ آپ سورۃ الرحمٰن کا پیغام دے رہے ہیں دکھی نظر آنے والے نامعلوم لوگوں کے لئے دعا کر رہے ہیں، میرے خدایا، میری آپ سے گزارش ہے کہ اس حسین احساس کو جاننے کے لئے آپ یہ کر کے دیکھیں۔

سیّد بابا جی کی دعاؤں سے پھر میں نے اپنے نفس کے بارے میں سیکھنا شروع کیا۔ میں کبھی اس قابل نہیں ہوں گی کہ اس کا شکریہ ادا کر سکوں۔ یہ ایک بہت بڑی جنگ ہے مگر میں بابا جی کی اس تعلیم کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے جیسے میرے اپنے اندر دیکھنے کے لیے شیشہ دے دیا ہو اور یہ کہ میں قلندر پاکؒ کو ہر لمحہ محسوس کر سکتی ہوں۔

اب زندگی بس حسین ہے میں اکثر اپنی بہن لوسی، آنٹی ہلڈا، کلارا اور ان کے استاد شاہد سے ملتی ہوں۔ جیسے کہتے ہیں نا مست مست ہونا، تو ہم سب ہر وقت مست مست ہوتے ہیں۔ شاہد ہمیں آپ سیّد بابا جی، قلندر پاکؒ، اولیاء اللہ اور نبی پاک ﷺ کے بارے میں حسین باتیں

بتا تا ہے اور ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں۔ میری زندگی میں ایسا حسین وقت پہلے کبھی نہیں آیا۔ ہم میں سے کوئی کہیں بھی ہو ہم سب سورۃ الرحمٰن کا پیغام دیتے جاتے ہیں اور صرف ایک بات سوچتے جاتے ہیں کہ لوگوں کو قلندر پاکؒ کے پیغام سے کیسے خوشی دینی ہے۔ اور یہ بات ہم سب نے شاہد سے سیکھی اور اسی کو کرتے دیکھا ہے۔

دعا ہے کہ پوری دنیا میں ہر کوئی کم از کم ایک بار سورۃ الرحمٰن کو سن لے، سیّد بابا کو اور قلندر پاکؒ کو، ان کے پیغام کو جان لے جو کہ ہر انسان کے لئے ہے۔ کسی بھی رنگ، نسل، قوم، مذہب اور ہر طرح کے فرق سے بالکل آزاد ہے۔ قلندر پاکؒ کو اس حسن کے لئے سیلوٹ پیش کرتی ہوں!

Klara Millerova

ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف ہے، ہر شخص جیسا بھی ہے اپنی ذات میں وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ ہر کسی کو کوئی نہ کوئی پریشانی لاحق ہے اور ہر کوئی اس کو اپنے انداز میں حل کرنا چاہتا ہے مگر کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اپنی مشکلات کو حل کر پائے یا مکمل طور پر ان سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ میرے لئے مشکل میرا اسکول تھا مگر کچھ نایاب لوگوں کی مدد سے

میرا مسئلہ مکمل حل ہو گیا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ میری مشکل حل ہو جائے گی۔ مگر دنیا میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو انسان کے مقدر کو بدل ڈالتے ہیں اور انسان کو ایک صاف شفاف زندگی دے دیتے ہیں۔ میرے والد مجھے ایک غیر معمولی شخص کے پاس لے گئے جو کہ پہلے لمحے سے ہی بہت مثبت یا جانے کیسے تھے مگر دوسرے لوگوں سے بہت مختلف تھے۔ ان کا نام شاہد محمود ہے اور اگر یہ غیر معمولی شخص نہیں ہوتے تو آج میں آپ نایاب سیّد بابا جی کو یہ سب نہ لکھ رہی ہوتی۔ شاہد محمود میرے انگلش کے استاد ہی نہیں بنے بلکہ وہ میرے والدین (میری ماں اور میرے والد دونوں) ہی بن گئے جس کی وجہ سے میں ان کا بے حد احترام کرتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری ہمیشہ مدد کریں گے۔ میرے استاد نے مجھے سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی دی اور میری زندگی بھی بالکل ویسے ہی بدل گئی جیسے باقی سب لوگوں کی قسمت اور زندگی جنہوں نے سورۃ الرحمٰن سنی۔ سورۃ الرحمٰن ملنے کے بیالیس دن تک میں نے اسے نہیں سنا مگر ایک دن میرے اندر اس کو سن لینے کا خیال آ ہی گیا۔ میرے استاد کچھ دنوں کیلئے پاکستان چلے گئے اور میں نے اس دوران سورۃ الرحمٰن کو سننا شروع کیا۔ سچ میں، میں نے کائنات میں موجود سب سے بڑی خوش قسمتی کو سنا جس کا نام سورۃ الرحمٰن ہے۔ میں نے اسے سات دن تک دن میں تین بار سنا اور ہر اگلا دن پہلے والے دن سے مختلف ہوتا چلا گیا۔

سورۃ الرحمٰن سنتے ہوئے میں نے اس سات دنوں میں روشنی دیکھی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب تک سورۃ الرحمٰن مکمل نہیں ہوتی مجھے اپنا کوئی ہوش نہیں ہوتا تھا۔ میرے پاس اس بات کی کوئی وضاحت نہیں تھی کہ میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا تھا مگر میرے دل میں یہ ایک ہی خیال مضبوط تھا کہ اسے صحیح طریقے سے سات دن تک سننا ہے۔ اس کے بعد سب بدل گیا۔ میں نے

سیکھا کہ کیسے پڑھنا ہے، کیسے لوگوں کے ساتھ بات کرنی ہے اور ان پر کیسے بھروسہ کرنا ہے۔
میرے استاد نے مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتایا جنہوں نے سورۃ الرحمٰن کو اس ترتیب سے سننے کا طریقہ عطا کیا اور جن کے بنا اس سی ڈی کو سننے اور اس سے علاج کا طریقہ موجود ہی نہ ہوتا۔ مجھے ایک شخص کے بارے میں بتایا جن کو میرے استاد قلندر پاکؒ کہتے اور قلندر پاکؒ کے وارث سوہنے سیّد بابا کے بارے میں بتایا۔ قلندر پاکؒ نے یہ روشنی نبی پاک ﷺ سے حاصل کی اور بنا کسی تفریق کے اسے لوگوں میں پھیلایا۔ مجھے بتایا گیا کہ قلندر پاکؒ کی زندگی بہت مشکل تھی اور انہوں نے اپنا سب کچھ دوسروں پر قربان کیا اور یہ کہ جو کام قلندر پاکؒ نے شروع کیا اسے ان کے وارث سوہنے سیّد بابا جی لے کر چل رہے ہیں۔ میرے استاد نے مجھے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچانے کا کہا مگر مجھے اپنے اوپر اتنا اعتماد نہیں تھا کہ ان کی بات پر فوراً عمل کر پاتی مگر ان کے پیغام کو دینے کا طریقہ بتانے کے کچھ دن بعد میں نے پیغام دینا شروع کر دیا۔ میں کبھی یہ بات نہیں سوچتی کہ مجھے سورۃ الرحمٰن کا پیغام دینے میں سب سے بہتر ہونا ہے بلکہ ہر بار قلندر پاکؒ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ میں یہ پیغام دے پاتی ہوں۔

میں کوئی بھی نہیں ہوں کچھ بھی نہیں ہوں مگر ایک بات کا مجھے علم ہے کہ جس تک یہ سورۃ الرحمٰن کا پیغام پہنچ جائے اور وہ اس کو سن لے تو وہ جان لے کہ اس تک دنیا کی سب سے بڑی خوش قسمتی پہنچ گئی۔

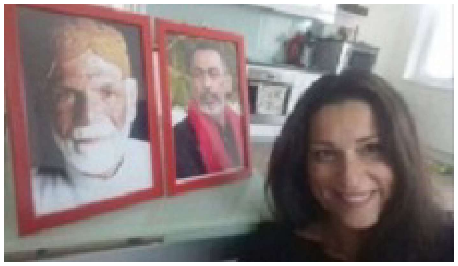

Lucie

میں اس حسین لمحے کے لئے بے حد خوشی اور تشکر کے احساس کے ساتھ اپنی بات کا آغاز کروں گی جس میں مجھے سورۃ الرحمٰن کا پیغام ملا۔ پہلی بار سورۃ الرحمٰن سننے سے میرے اندر جہاں ایک سکون کی لہر دوڑی وہاں ایک تناؤ بھی پیدا ہوا۔ پہلے دو دن میں نے اپنے اندر ایک جنگ کی سی حالت پائی مگر اس کے بعد سب کچھ بدل گیا اور میں ہر اگلے دن بہتر سے بہتر محسوس کرتی گئی۔ میرے اندر کی دنیا کے علاوہ میرے باہر بھی ایک بڑی تبدیلی آئی، وہ یہ کہ مجھے نشہ کرنے کی عادت تھی اور پہلی بار سنتے ہی میں نے وہ نشہ پھینک کے مارا اور ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ حیرت انگیز بات یہ کہ مجھے اس کی ایک بار بھی کمی یا ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اس وقت مجھے یہ علم نہیں تھا کہ یہ تو صرف شروعات ہے۔ سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد سب کچھ ہی بدل گیا۔ میرے دوست، رہائش، کام، میرا خاندان اور میں خود ساری کی ساری کوئی اور ہوگئی ہوں۔ میری زندگی کا سنگین مسئلہ صرف ایک نشہ ہی نہیں تھا بلکہ مجھے بہت ساری نفسیاتی مشکلوں کا بھی سامنا تھا جس میں گھبراہٹ اور ڈپریشن شامل ہیں۔ سورۃ الرحمٰن نے مجھے ایک نئی دنیا سے متعارف کروایا ہے، میری آنکھیں اور خاص طور پر میرا دل کھول کر ایک نئی آزادی دی ہے۔ جیسے ہی میں نے اپنے آپ کو ایک نئی نظر میں دیکھا تو اپنے ساتھ اور ارد گرد کی دنیا کو بھی نئی نظر سے دیکھنے لگی۔ میری

گھبراہٹ اور میرے ڈپریشن کو مجھ تک پہنچنے کا پھر کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ ایسا جیسے خدا نے میرے اندر کے اندھیروں کو دور کر دیا ہو اور اس وجہ سے میں باہر کی دنیا کو اور طرح سے دیکھ سکی، پھر سے کھل کر سانس لے سکی اور خود اپنی زندگی اور لوگوں سے محبت کر پائی۔

اب میں ایک بہت شکر گزار اور خوش انسان ہوں جس کے اندر مستقبل کا کوئی ڈر نہیں ہے وہ اس لیے کہ قلندر پاکؒ کے پیغام نے مجھے سکون والی اور حسین زندگی کا نیا موقع دیا ہے۔ اور میرے اردگرد اور اندر کی دنیا اتنی وسیع ہوگئی ہے کہ دنیاوی چیزوں سے کوئی گھبراہٹ نہیں ہے اور میں ایک بہتر سے بہتر انسان بننے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آج مجھے اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ محبت ایک سچ ہے اور میری دعا ہے کہ ساری دنیا کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ کسی بھی بات سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سچ کے ساتھ زندگی میں سب کچھ خود ہی چل رہا ہے اور زندگی ایک بہت بڑا معجزہ بن گئی ہے۔ سورۃ الرحمٰن نے مجھے یہ احساس دیا ہے کہ محبت حالات، لوگوں کو اور ساری زندگی کو بدل ڈالتی ہے۔

Marketa Cezkjova

سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی سے میرا تعلق ہلڈا اور شاہد کی بدولت ہوا جو میرے رہبر، استاد اور

دوست بن گئے ہیں۔ میں ایک نئے پیغام اور محبت بھری سوچ کیلئے ان کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی بے حد شکرگزار ہوں۔ سورۃ الرحمٰن سننے کے دوران سات روز تک جو میں نے محسوس کیا اس کو کبھی نہیں بھول پاؤں گی اور میں نے ہر بار سورۃ الرحمٰن سننے کے حسین لمحوں کا بے تابی سے انتظار کیا۔ میرے جسم اور روح کا درد آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ محبت، عاجزی، سکون اور تشکر کا جذبہ میرے دل کی گہرائی میں اترتا گیا۔ سورۃ الرحمٰن سننے کے بعد ان باتوں کی جو شاہد اور ہلڈا سے مل کر مجھے پتہ چلیں اور اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ شدت سے میرے اندر پیدا ہوا۔ اس لئے میں نے اس پیغام کے ذریعے دوسروں کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ کچھ ہفتے کے بعد مجھے شاہد کا خوبصورت پیغام ملا کہ میں سیّد بابا جی کو براہِ راست رابطہ کرسکتی ہوں اور ان سے دعاؤں کو سننے کی درخواست کرسکتی ہوں۔ اس لمحے تک میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ رابطہ کیسے حسین طریقے سے میری زندگی کو بہترین رنگ میں رنگ دے گا مگر پھر بھی میرے اندر ایک بے حد خوشی کا احساس تھا جیسا کہ میری روح کو معلوم ہو "ہاں! یہی وہ راستہ ہے جس پر میں چلنا چاہتی ہوں، اور یہ نا صرف کہ میری مدد کرے گا بلکہ دوسروں کے لئے بھی راہِ نجات بنے گا"۔ سیّد بابا جی میرے اس پہلے SMS کا آپ کی طرف سے یہ کبھی نہ بھول جانے والا جواب آیا:

WALAIKUM ASSALAM

My dearest daughter

Welcome to the world of great mystic sufi Qalandar Pak (RA). Your message reflects your inner

truth and a fragrant commitment with Qalandar Pak (RA) you are most welcome to listen to online DUA. Remember!!

Your absolute focuss and consistency is the key of this service to humanity. I am always praying for you.

اوراس کے ساتھ بہت سارے پیارے بھرے دل تھے۔

مجھے یاد ہے کہ اس پیغام کو پڑھتے وقت جو مجھے محسوس ہوا وہ انتہائی حسین احساس تھا۔ میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا تھا۔ دعا میں ابھی کچھ روز باقی تھے مگر میں نے ایک ایک دن گنا اور بے تابی سے اس کا انتظار کیا۔ روزانہ سوچتی تھی، کب دعا ہوگی! ان دنوں انتظار کے دوران میں نے کئی لوگوں کو سورۃ الرحمٰن کا پیغام سی ڈی کی شکل میں دیا اور میں ان معجزات کے بارے میں بات کرتی رہی جو مجھے سورۃ الرحمٰن سننے سے محسوس ہوئے۔ میں نے لوگوں سے اپنی صحت کے بارے میں ذکر کیا اور بتایا کہ میری فیملی میں، جسے میں بے حد پیار کرتی ہوں، سورۃ الرحمٰن سن کر کیا کیا حسین تبدیلی آئی ہے۔ ہر روز میرے لئے ایک حسین دن تھا اور میرے اندر اس بات میں ایک ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا کہ مستقبل میں بھی یہ پیارا وقت ایسے ہی حسین رہے گا۔ ہر روز مجھے آپ کا حسین پیغام مل جاتا جس میں میرے سوال کا جواب ہوتا کبھی ایک پیار کا پیغام ویڈیو کی شکل میں ہوتا جو مجھے ہنسی دلا کر ایک شفاف مثبت اور محبت بھری سوچ میں واپس لے جاتا۔ اور آخر کار وہ دن آ ہی گیا۔ شاہد نے مجھے بتایا کہ آج دعا ہے۔ دعا بالکل ویسی ہی کمال کی

تھی جیسی میں نے سوچا تھا۔ میں نے ہر لفظ کو سمجھنے کی کوشش کی، ہر سوچ پر غور کیا اور سچ بات یہ کہ مجھے بہت ساری باتیں دعا کے ایک ہفتے بعد تک ایک ایک کر کے سمجھ آتی رہیں۔ دعا کے بعد میں نے آپ کا بے حد شکریہ ادا کیا، بھلا میں نے اپنی پوری زندگی میں کہاں ایسی خوبصورت شام دیکھی تھی جو پاک اور محبت بھری سوچ کو اپنے اندر سما کر، جذبات کی ہم آہنگی کو لئے اتنے سارے حسین لوگوں کے ساتھ دعا کرنے کا حسین لمحہ دیتی ہو یہ Miracle نہیں تو کیا کہلائے گی۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کہ میں ان دنوں سے ہر دعا کا اسی بے چینی سے انتظار کرتی ہوں جس طرح میں نے پہلی دعا کا کیا تھا۔ ہر دعا مجھے نا صرف وہ احساس دلاتی ہے جس کی مجھے اس دن ضرورت ہوتی ہے بلکہ دعا مجھے ہر طرح کے سوالوں کے جواب اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت بھی فراہم کرتی ہے۔ ہر دعا پہلی سے مختلف اور اپنی جگہ بے حد ضروری اور خاص ہوتی ہے جس کے لئے میں سیّد بابا جی کی بے حد مشکور ہوں کہ مجھے دعائیں سننے کا موقع ملا۔ کچھ دن پہلے ایک اور حسین واقعہ ہوا۔ شاہد نے مجھے فون پر رابطہ کیا اور کہا کہ میرے گھر کے پاس ایک شخص کو سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی کی سخت ضرورت ہے اور مجھے اس کے ساتھ مل کر دعا کرنے کی بھی ہدایت کی۔ یہ میرے لئے ایک بڑا چیلنج تھا مگر اس کے ساتھ میں نے رحمت کو محسوس کیا کہ میں بھی کسی کی مدد کر سکوں گی اور ایک بڑی ذمہ داری کہ آیا میں یہ کام صحیح طرح انجام بھی دے سکوں گی کہ نہیں۔ وہ آدمی مقررہ جگہ پر آیا تو میں نے اسے سورۃ الرحمٰن کے بارے میں اور دعا کا طریقہ بتایا۔ اس شخص کے پاس بہت زیادہ سوچیں تھیں اور اس نے پوری کوشش کی کہ ان سب سوچوں سے مجھے متعارف کروائے۔ میں اس کی بات تحمل سے سنتی رہی، اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی اور دل میں قلندر پاکؒ کو مسلسل یاد کرتی رہی جیسا کہ مجھے

شاہد نے کہا تھا اور میں نے اس دعا پر مکمل دھیان دیا جو کہ اس کو میں نے آخر میں کروائی تھی۔ سچ میں قلندر پاکؒ کا خیال آتے ہی جیسے دعا فوراً قبول ہوگئی ہو۔ وہ شخص خاموش ہوگیا اور میں نے دل میں کہا قلندر پاکؒ یہ تو سچ میں قبول ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے اس سے مل کر ایک پر سکون دعا کی۔ دعا کے بعد ایک حرارت رہی۔ جب وہ رخصت ہوا تو بالکل پر سکون اور مطمئن تھا۔ میرے لئے یہ ایک بہت بڑا تجربہ تھا جس میں رحمت اور کسی کے درد کو محسوس کرنے کا جذبہ بھی موجود تھا۔ آخر میں دل کی گہرائی سے احترام، ادب، عاجزی اور محبت کے جذبے سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ میں آپ کی کتاب کے لئے اپنے خیالات کو لکھ پائی اور آپ کے اس حسین کام میں کہیں شریک ہوسکی۔ دل کی گہرائی سے اس کا احترام کرتی ہوں۔

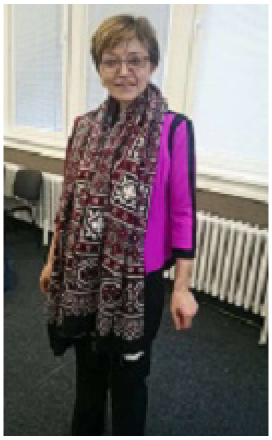

Renata

شاہد نے مجھے کئی بار سورۃ الرحمٰن سننے کا کہا مگر میں نے نہیں سنی۔ ایک بار میں کسی پریشانی سے گزر رہی تھی تو میں نے اس کی بات مان لی اور سن لی اور سننے سے بہت بہترین محسوس کیا اور اس کے سننے کے فوراً بعد میں اس قابل ہوگئی اور مشکل ترین حالات کا سامنا آسانی سے کر پائی۔ میں نے قلندر پاکؒ کے پیغام کو پھیلانا شروع کیا تاکہ میں دوسروں کی مدد کرسکوں۔ یہ

ایسی خوبصورت سوچ ہے جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنی کہ لوگوں کا درد لے لینا ہے اور ان کے چہروں پر مسکراہٹ دینی ہے۔

میں بہت خوش ہوں کہ اس عمر میں بھی کچھ سیکھ سکتی ہوں جس عمر میں آپ کو کوئی بات بھی حیرت میں نہیں ڈالتی۔ میں اس عمر کے حصے میں بھی اپنے لوگوں کی مدد کر سکتی ہوں اور یہ بات میری روح کو تسکین دیتی ہے۔

میں آپ کے ساتھ اپنا ایک تجربہ شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ شاہد نے مجھے قلندر پاکؒ کی دو تصویریں دیں تھیں۔ ایک میں نے اپنے ڈرائینگ روم میں لگا لی اور دوسری اپنے آفس میں میز پر اپنے سامنے رکھ لی۔ جب کبھی میرے سامنے کوئی مشکل کام ہوتا ہے میں قلندر پاکؒ کی تصویر کو دیکھتی ہوں اور مجھے ایک دم سکون اور ان کی مسکراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ قلندر پاکؒ ہمیشہ میرے ساتھ ہیں۔ ایک عرصہ ہو گیا جب میں نے سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی دینی شروع کیں۔ کچھ آفس کے لوگوں کو میں نے خود پیغام دیا اور باقی لوگوں کے لئے میں نے آفس کے اس کمرے میں سورۃ الرحمٰن کی سی ڈیز کو رکھ دیا جس میں سارے لوگ اکھٹے ہوتے ہیں۔ اور میں نے وہیں قلندر پاکؒ سے یہ دعا کی کہ جو اس سے سی ڈی کو لے ان کی مدد کر دیں۔

دو ہفتہ پہلے میرے ساتھ ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ میں نے سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی آفس کے کچن میں رکھ دیں اور دو دن تک وہ وہیں رہیں۔ کسی نے ان کو نہیں لیا اور مجھے اس کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ اس سے اگلے دن میں کچن میں گئی تو کچن میں دوسرے ڈیپارٹمنٹ کے لوگ کھڑے ان سی ڈی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف اپنا رخ کیا اور ان کو سورۃ الرحمٰن کے پیغام کے بارے میں بتایا۔ یکدم میرے اردگرد سات مرد اکھٹے ہو گئے

جن کی عمر تقریباً چالیس کے قریب ہوگی، انہوں نے میری بات کو بڑے غور سے سنا، میرے ایک ایک لفظ کو ایسے سن رہے تھے جیسے سکول کے تابعدار بچے ہوتے ہیں۔ مجھے ایک حسین خوش قسمتی کا احساس ہوا۔

بابا جی آپ کی دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے مرتے سسکتے بے بس انسانوں کی مدد کرنے کا خوبصورت موقع دیا ہے۔

Svetlana

میرا نام سویت لانا ہے اور میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ انسانیت کی مدد کر رہے ہیں۔ لوگوں کو ان کی زندگیوں کا مقصد دے رہے ہیں اور صرف امید تک ہی بات نہیں ہے بلکہ حقیقی زندگی میں خوشی دیتے چلے جا رہے ہیں جس کی ایک زندہ مثال میں خود ہوں۔ میری بابا جی کی کاکی ہلڈا سے ملاقات اچانک ہی ہوئی۔ میری دوست نے مجھے ہلڈا کے بارے میں بتایا اور اس کے پاس جانے کو کہا تا کہ وہ میرا اچھا سا ہیر سٹائل بنا دے۔ پہلے ہی لمحے میں جب ہلڈا کے پاس پہنچی تو میں نے حد سے زیادہ پیاری خوشبو کو محسوس کیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ مجھے اس لمحے یہی خیال آیا کہ ضرور یہ خوشبو اس گھر میں پاکیزگی اور مثبت انرجی کی وجہ سے ہے۔ میں نے اسے یہ کہہ تو دیا مگر مجھے اُس لمحے یہ علم نہیں تھا کہ جو میں کہہ رہی ہوں اس کے معنی کیا ہیں۔ میں نے ہلڈا کو کہا کہ مجھے تھایوریڈ گلینڈ کی بیماری ہے۔ اس نے مجھے سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی دی اور بتایا کہ سی ڈی میری مدد کرے گی اور مجھے بتایا کہ کیسے آپ نے ہلڈا کی بیماری سے شفاء میں اس کی مدد کی اور کیسے اس کو ہر بیماری سے نجات دلائی۔ میں نے گھر جا کر اس سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی کو سننا شروع کیا اور جو آڈیو میں نے سنی اس

کی طاقت نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے اسے دن میں تین بار سنا اور ہر بار میرے سامنے ایک ہی تصویر آتی رہی۔ میں نے سوچا کہ شاید بعد میں کوئی اور چیز نظر آئے مگر جتنی بار میں نے اس آڈیو کو سنا وہی تصویر میرے سامنے آتی رہی۔ مجھے اس وقت اندازہ ہوا کہ یہ جو میں دیکھ رہی ہوں وہ میرا کوئی اپنا خیال نہیں ہے بلکہ وہ سچ ہے۔ میں نے یہ دیکھا کہ ایک صحرا ہے جس کے بالکل درمیان میں ایک کھجور کا درخت ہے اور اس کے نیچے ایک شخص بیٹھا ہے اور وہ شخص دوسری طرف سمندر کو دیکھ رہا ہے۔ سورج چمک رہا ہے اور وہ سارا وقت میری طرف کمر کے ہی بیٹھا رہتا ہے۔ میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ میں معافی کے ساتھ یہ کہہ رہی ہوں کہ وہ قلندر پاکؒ تھے جنہوں نے مجھے وہ روشنی دی جو کروڑوں لوگوں کی زندگی بچا رہی ہے اور اسی روشنی نے میری بھی زندگی بچائی ہے کچھ ماہ کے بعد میں نے ہلڈا سے پوچھا کہ کیا اس کے پاس اور سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی ہیں تو شاہد نے مجھے بہت ساری سی ڈی دیں جو کہ پراگ میں ٹرام چلاتے ان سب لوگوں کو دیتی ہوں جن کو امید اور مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی صرف ایک سی ڈی نہیں ہے بلکہ یہ اس سے کہیں بڑھ کر کچھ ہے۔ یہ ہر انسان کی زندگی میں ایک ایسے حسین دروازے کی چابی ہے جس کو کبھی کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ اگر ہم یوں کہیں کہ انسان ایک خزانہ ہے اور یہ اس خزانے کی چابی ہے۔ ایک ایسے خزانے کی جو اپنے اندر پوری کائنات کی خوش قسمتی سمائے ہوئے ہے۔ اور ہر انسان کو یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ یہ خوش قسمتی اور دولت جو اس کے اندر رکھ دی گئی ہے یہ ساری دولت اس بڑی کہکشاں کے سامنے ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد انسان کو یہ سمجھنا ہے کہ اس بے پناہ دولت جو اس کو تحفہ میں ملی ہے اسے استعمال کیسے کرنا ہے۔ پھر انسان

یہ سمجھ جائے گا کہ ہر بات ممکن ہے اوراس کے لئے اسے صرف خواہش کرنی ہے،اس کی دعا کرنی اور دعا پر مکمل بھروسہ کرنا ہے۔

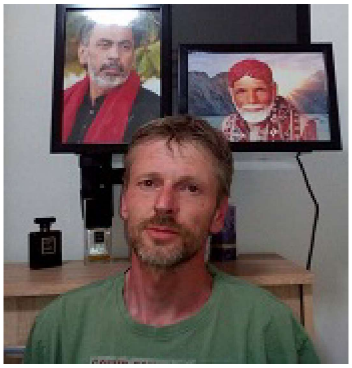

Martin Novotny

سورۃ الرحمٰن سننے سے پہلے میں ہرایک ایسی بات کے لئے بھی تنقید سنتا رہتا تھا جو کہ میں نے کبھی کی ہی نہیں ہوتی تھی۔ کچھ کہنا چاہتا مگر ہمیشہ خاموش رہتا۔سورۃ الرحمٰن سننے کے تیسرے دن میری جاب پر ایک ایسا موقع آیا کہ میرے سپروائزر نے مجھے اونچی آواز میں جھڑکنا شروع کردیا۔ میں نے اسے بڑے آرام سے سمجھایا کہ اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور کبھی بھی میرے ساتھ بلند آواز میں یا جھڑک کر بات نہیں کرنی چاہیے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ سورۃ الرحمٰن سننے سے میرے اندر ایک اعتماد پیدا ہوا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا سپروائزر میرے ساتھ وہ سلوک نہیں کرسکتا جو وہ پہلے کرتا تھا۔سورۃ الرحمٰن سنتے وقت میں نے اپنے اندر ایک سکون کو محسوس کیا اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں سو جاؤں اور مجھے دنیا میں کسی چیز کی پرواہ نہیں رہی۔ ہر طرف سکون اور آرام ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ میں ایسی بات جان پایا جس کے بارے میں، میں ہمیشہ سوچتا اور اپنے آپ سے پوچھتا تھا کہ آیا دنیا میں اس کا وجود ہے بھی یا نہیں۔

شاہد کی موجودگی کا بہت بہت شکریہ، اس کی ہمارے گھر میں آمد اور اس کے بعد جو ہوا اس کی بدولت میری بیوی میرے پاس موجود ہے جس سے میں بے حد محبت کرتا ہوں۔ میرا اپنی بیوی سے تعلق جیسا بھی ہے کبھی اوپر کبھی نیچے مگر شکر ہے کہ ہر وقت کچھ ہوتا تو رہتا ہے۔ آج کی دعا میں نے اپنے اندر ایک دوسرے (نفس) کے بارے میں سنا۔ بے شک ہر ایک کے اندر ایک ایسا موجود ہے اور ہر کوئی میرے سمیت اس سے جنگ کرتا ہے۔ مگر ان دونوں کے وجود سے اچھا ہو یا برا ہم انسان کہلاتے ہیں۔ ان دونوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر صرف ایک ہوتا تو دنیا میں بہت بوریت ہوتی۔ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس دن کا شدت سے انتظار ہے جس دن آپ کی آمد ہوگی۔

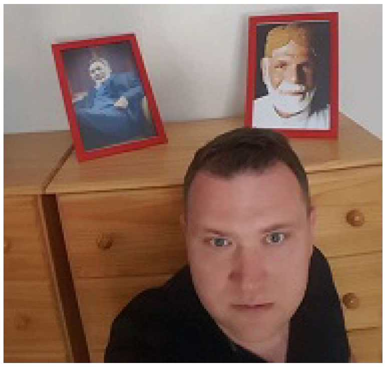

Martin Welsh

سیّد باباجی سے میرا رابطہ شاہد محمود کے ذریعے ہوا جس نے اپنی محبت اور قربانی سے مجھے سورۃ الرحمٰن سننے کا موقع دیا اور میری زندگی کو بالکل بدل دیا۔

شاہد! تمہارا بہت شکر گزار ہوں تم نے مجھے سیّد باباجی سے بات کرنا اور اُن کی مثبت سوچ کو محسوس کرنا بھی سکھایا ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی نے مجھے باباجی کی روشنی اور طاقت دی ہے

جس کی بدولت میں اپنی زندگی کو بہتر کرسکتا ہوں اور اپنے اوپر مسلسل محنت کرسکتا ہوں۔اس کے علاوہ یہ تحفہ باقی لوگوں تک بھی پہنچا سکتا ہوں۔دن میں کئی بار سیّد بابا جی کو ان کی جدوجہد، محبت اور اس مدد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کہ میرے تک کئی بار میرے مشکل وقت میں پہنچی ہے یا ان لوگوں تک پہنچی ہے جن کے برے وقت میں میری ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے بابا جی سے ان کے لئے بھی مدد کی درخواست کی۔

اس سال گرمیوں کی چھٹیوں میں کروشیا کے ساحل پر میرے دوست کی بیٹی گم ہوگئی۔ہم نے قلندر پاکؒ کو درخواست دی اور وہ بیٹی مل گئی، اس کے لیے میں اور وہ سب لوگ جو وہاں موجود تھے، ہم سب بے حد مشکور ہیں۔اس کے علاوہ میں ان سب چیزوں اور مدد کے لیے شکر گزار ہوں جن کے لئے میں قلندر پاکؒ کو درخواست کرتا رہتا ہوں۔آپ سے اور آپ کے کاکے سے رابطہ دینے کا شکریہ کہ جس کی وجہ سے میری زندگی میں بہت سارے خوبصورت لمحات آتے رہتے ہیں۔

سیّد بابا جی کا روزانہ شکریہ ادا کرتا ہوں اس روشنی کے لئے جو انہوں نے مجھے دیکھنا نصیب کی ہے۔

شکریہ ان سب لمحات کا، ان خوبصورت تجربات کا جواب تک میرے ساتھ پیش آئے ہیں۔ان سب مشکل اور نامناسب لمحات کا بھی شکریہ جنہوں نے مجھے بہتر بننے کا موقع دیا اور مجھے درست راستے پر چلنے کی ہمت دی۔

ہر اس دن کا شکریہ سیّد بابا جی جو آپ نے مجھے اپنے ساتھ گزارنے دیا ہے۔

ساشا، یوکرائن سے پیغام، سویت لانا کی زبانی

السلام علیکم! ساشا نے سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی کو سنا اور اس نے یہ پیغام دیا ہے کہ آپ سب کو اس کی طرف سے سلام کہوں۔

اس نے سورۃ الرحمٰن سننے کے دوران بہت اچھا محسوس کیا اور مجھے درخواست کی کہ اس کی محسوسات کو آپ تک پہنچاؤں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ یہ سمجھا ہے کہ قلندر پاکؒ ایک خاص چنے ہوئے انسان تھے، چنے گئے تا کہ اس انسانیت کو یہ پیغام دے دیں، وہ پیغام جو کہ اُس دانائی اور کہکشاں کی طرف سے تھا اور ہم اس اوپر والے کو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے کہ لوگ خود ساختہ من گھڑت باتوں اور نفرت کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک محدودیت میں لے گئے اور اس وجہ سے کچھ نیا کرنے کی صلاحیت کو کھو بیٹھے ہیں۔ یہ سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی لوگوں کو ثابت کر رہی ہے کہ ہر بات ممکن ہے۔ قلندر پاکؒ ایک بابرکت، رحمت بھرے انسان تھے جن کا کام لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ معجزات ایک حقیقت ہیں اور ان معجزات میں سے ایک انسان خود ہے۔

Seema

(Bangladesh)

جہاں لاکھوں آنکھوں والوں کے درد کا کوئی مداوا نہیں وہاں ایک نابینا لڑکی کا کون مسیحا بن سکتا ہے؟ جو سدا اندھیرے میں ہو اس کو روشنی کا تصور بھلا کون دے سکتا ہے؟ جو دیکھ رہا ہے اسے تو خیالات اور خواب بننے میں مشکل نہیں مگر جس کی امید کی کرن ہی کھو چکی ہو اس کو کیسے کوئی واپس لا سکتا ہے؟ مگر آفرین ہے مالکِ کائنات کے اس نظام پر کہ اس کا ہر کرم پوری انسانیت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ اللہ بھی کتنا حسین ہے، بانٹتے ہوئے کہاں کچھ دیکھتا ہے بس دیتا جاتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کے قلب کا نور بے شک تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ میں اب یہی سوچتی ہوں کہ ناممکن کا لفظ انسان کی اپنی نااہلیت کا ذکر ہے۔ بھلا اللہ کے لیے کیا ممکن اور ناممکن! اس کا ثبوت کہ قلندر پاکؒ کا پیغام پاکستان سے شروع ہو کر کئی ملکوں سے ہوتا ہوا بنگلہ دیش میں بیٹھی ایک نابینا لڑکی کے گھر تک پہنچ جاتا ہے۔ نا صرف یہ بلکہ یہ پیغام جسے مالکِ کائنات نے اس کے لئے ہی ڈیزائن کیا ہے۔ اس لڑکی کے اندر جیسے ایک نیا جہاں کھل جاتا ہے اور وہ جو خود کسی کی محتاج تھی اب دوسروں کو پکڑ پکڑ کر یہ کہہ رہی ہے کہ کیا تم نے میرے قلندر پاکؒ جیسے بابا دیکھے ہیں، سنے ہیں؟ جو میری جیسی پر کرم کرنے میں ایک پل بھی

نہیں ہچکچاتے، کبھی سنا کہ کسی نے مجھ جیسی نابینا کو اپنی بیٹی بنا کر آنکھوں والوں سے کئی گنا زیادہ روشنی دیکھنی نصیب کی ہو جو کہ کائنات میں رحمت اور کرم کی ایک نئی مثال ہے۔

بات صرف یہاں تک ہی رہتی کہ قلندر پاکؒ نے مجھ پر اپنے پیغام سے تمام گلوں شکوؤں سے نجات دلا کر ایک مکمل خود کفیل شخصیت بنا دیا بلکہ بنگلہ دیش کے کونے کونے میں ہی نہیں پوری دنیا میں سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پھیلانے کی توفیق بھی دی۔ مزید اپنے مزار پر حاضری بھی نصیب کی ہے۔ قلندر پاکؒ کا پیغام دنیا کی کسی بھی مشکل کا ایک بہترین اور مکمل حل ہے اور اس میں تمام کہے اور ان کہے سوالوں کا جواب بھی موجود ہے۔ قلندر پاکؒ کا احسان کہ انہوں نے دنیا کو یہ ثابت کر دیا کہ دلوں پر حکومت کرنے والے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

قلندر پاکؒ اور وارثِ قلندر کے لئے تشکر کے جذبے۔

Naheed Abid

تقریباً تین سال پہلے جب میرا نوزل پلپ کا آپریشن ہوا اس وقت میری زندگی ایک عام انسان کی طرح گزر رہی تھی۔ چھوٹے بھائی شاہد کا سورۃ الرحمٰن کا پیغام آیا تو انہی دنوں میری گردن کے بائیں جانب سوجن ہو گئی۔ ڈاکٹر نے شوکت خانم میں ٹیسٹ کروانے کا کہا، میں نے اسے معمولی بات سمجھا۔ ٹیست کروا لئے اور سوچا ٹھیک ہی ہوں گے اور اسی لئے گھر میں والدہ اور کسی بہن بھائی کو نہیں بتایا۔ اسی روز میں نے سورۃ الرحمٰن کو سننا شروع کیا۔ ابھی دو دن ہی گزرے تھے کہ ٹیسٹ کا رزلٹ آ گیا جو کہ میرے لئے کوئی اچھا پیغام نہیں لے کر آیا۔

میرے سامنے تو کوئی بات نہیں کر رہا تھا لیکن جب دوسرے دن شوکت خانم گئی تو میں سمجھ گئی کہ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے اور میرے جذبات زمین بوس ہو گئے۔ میں نے پوچھا بھی تو یہی

جواب آیا کہ بس دوبارہ آپریشن ہوگا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ بائیں آنکھ کی ہڈی سے لے کر گردن تک اور پوری گردن سے سارے سینے میں کینسر کا مرض پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد میرا آپریشن ہوا اور یہ آپریشن تقریباً نو گھنٹے کا تھا۔ آپریشن کے بعد میں بول نہیں پاتی تھی لکھ کر بات کرتی تھی۔

میری طرف سے جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔ میں ہمت ہار چکی تھی۔ جبکہ سب میرے ساتھ تھے۔ امی، میرے شوہر، بھائی، بھابی جو کہ میری ماموں زاد بہن ہے۔ بھابی نے میری دن رات خدمت کی لیکن میرا خیال تھا کہ سب ٹائم ضائع کر رہے ہیں۔ ان دنوں میں رشتوں کو بھولتی جا رہی تھی۔ شوہر، بچے، والدہ، بھائی میں سے کسی کے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی جیسے میری دنیا اندھیری ہو گئی تھی۔ شاہد نے دوبارہ سورۃ الرحمٰن شروع کرنے کو کہا مگر میں نے اپنی اس مایوسی کی حالت میں اسے رد کر دیا۔ اس نے اصرار کیا کہ جلد سے جلد اسے مکمل سات دن سنوں کیونکہ پہلی بار میں اپنے سات دن مکمل نہیں کر پائی تھی۔ اسی دوران شاہد پراگ سے فون پر آپ کی باتیں بتاتا رہا۔ آپریشن کے بعد پہلا ٹیسٹ پھر کچھ ٹھیک نہیں آیا تو میں نے سورۃ الرحمٰن دن میں تین بار سات دن سنی اور اس کے بعد کوئی ٹیسٹ خراب نہیں آیا اور وہ مریض جس کو باتھ روم میں دو لوگ سہارا دے کر لے جاتے تھے آہستہ آہستہ ٹھیک ہونا شروع ہو گیا۔ ریڈی ایشن تھراپی کے بعد جو میرے پاس سورۃ الرحمٰن کے کارڈ ہوتے وہ میں مریضوں کو دے دیتی۔ ایک دن قلندر پاکؒ نے مجھ پر ایک اور کرم کر دیا کہ مجھے کارڈز کی ایک دوکان کا خیال آیا۔ میں نے سوچا کیوں نہ وہاں سے خود سورۃ الرحمٰن کے کارڈز چھپوالوں۔ بیماری کے بعد میرا پہلا سفر جو میں نے اکیلے کیا وہ سورۃ الرحمٰن کے کارڈز کیلئے تھا۔ میرا سارا بدن کمزوری سے

کانپ رہا تھا، آخر کار پہنچ گئی۔اس دن سے مالک نے اسی کام میں لگایا ہوا ہے۔

میری خوش قسمتی، اللہ کا کرم، بابا قلندر پاکؒ اور آپ بابا کی نظرِ کرم کا کمال کہ شاہد کے ذریعے مجھے آپ بابا کی دعا مل جاتی ہے۔اس دعا سے مجھ پر ایسی رحمت ہوتی کہ نیم مردہ جسم میں جان آجاتی۔ورنہ دنیا بالکل ہی بے معنی ہوگئی تھی۔میں نے سب سے پہلے کارڈز میو ہسپتال ایمرجنسی کے باہر اور اندر دیئے۔آپ سیّد بابا کی دعاؤں اور محبت کی لازوال انرجی بھرا جو رحمت وکرم کا سلسلہ چل نکلا ہے یہ انشاءاللہ تاحیات قائم رہے گا۔

کہاں سے لاؤں وہ الفاظ جو تیری تعریف میں کافی ہوں۔

میرا پرس سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی اور کارڈز سے ہمیشہ بھرا رہتا ہے، قلندر پاکؒ کے کرم سے بھرا ہی رہے گا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''فقیر کسی کو کچھ دے کر واپس نہیں لیتا''۔

اللہ پاک کی رحمت، نبی پاک ﷺ کے قلب کا نور اور سورۃ الرحمٰن نے کیا معجزہ دکھایا ہے۔قلندر پاکؒ کے کرم، ان کی محبت اور آپ کی دعاؤں کے طفیل اس ناچیز کو جو کینسر کی آخری سٹیج پر تھی، جس کے لئے ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس مریض پر پیسے ضائع ہو جائیں گے وہ آج سیّد بابا کی دعاؤں سے مست مست ہو رہی ہے۔

Saman Akbar

(Dubai)

سورۃ الرحمٰن سن کر میرے دل کو چین اور سکون آیا جیسا میں نے کبھی پہلے محسوس نہیں کیا تھا۔جیسے برسوں کا بوجھ سر سے اتر گیا ہو جیسے دل کا سارا بھاری پن نکل گیا ہو۔جیسے موسم کی بارش کے بعد سب دُھل جاتا ہے اور پھر ایک نئی صبح ہوتی ہے۔اندر ایک ایسی روشنی جو باہر کا سب کچھ

روشن کرنا چاہتی ہو۔ جیسے زندگی کو ایک نیا مقصد مل گیا ہو۔

میری والدہ کا دنیا سے چلے جانا پھر کچھ وقت کے بعد اپنوں سے دور دوبئی جا کر اپنے شوہر کے ساتھ گھر بسانا ہر چیز کرنے کی ہمت اپنے آپ ہی آجاتی ہے۔ ہر چیز اپنے آپ ہی سیٹ ہو جاتی ہے۔ میں دوبئی میں واٹس ایپ اور فیس بک پر عورتوں کا گروپ جوائن کر کے سورۃ الرحمٰن کا پیغام پھیلاتی گئی۔ بابا جی کی نسبت سے جڑ کر بے شمار پیار، ہمت اور ایک نا قابلِ وضاحت مثبت سوچ ملی۔ سکون میں رہنا جیسے میری شخصیت کا حصہ بن گیا۔ میں گروپ کی خواتین کے اکھٹے ہونے پر ان کی پارٹی میں چلی جاتی اور وہاں مجھے خواتین ''سورۃ الرحمٰن دینے والی'' کے نام سے جاننے لگیں۔ مجھے اتنا پیار ملا کہ جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ قلندر پاکؒ کی اتنی حسین نسبت میں زندگی ایسی ہو جائے گی میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔

بابا جی کے پیارے کاکے اور کاکیاں جو دوبئی میں ہیں (عبدالرحیم باجوہ، فوزیہ باجوہ باجی، بینش آپی، صدف کا کی) سے ملاقات ہوئی۔ اتنا پیار کرنے والے لوگ اور وہ بھی اسی دنیا میں موجود ہیں، میں ہر بار مل کر حیران رہ جاتی ہوں۔

پھر اللہ نے ہمیں ایک پیاری رحمت سے نوازا اور اس وقت اپنا کوئی ساتھ نہ ہوتے ہوئے بھی بابا جی نے اکیلے نہیں ہونے دیا۔ میرے استاد شاہد محمود کا پیار اور ساتھ زندگی کے ہر پل میں میرے ساتھ رہا ہے۔ دوبئی کے کاکے کاکیوں نے میرے مشکل وقت میں میرا ایسے ساتھ دیا کہ مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ وہ کیسے گزر گیا۔ جیسے اللہ نے انسانوں کی شکل میں فرشتے بھیج دیئے ہوں۔ یہ بابا جان کا خاص پیار اور کرم ہے جو ان کی شکل میں ملا۔

بابا جان کو دعائیں سننا، قلندر پاکؒ کو بابا جان کی زبانی سننا، جڑنا اور پیار کرنا یہ سب بہت

خوبصورت احساسات ہیں جو مجھے ہر پل یہ محسوس کرواتے ہیں کہ ہماری روحیں جڑی ہوئی ہیں۔

میری ہمیشہ دعا ہے کہ اللہ مجھے اس حسین نسبت سے ہمیشہ جوڑے رکھے اور قلندر پاکؒ کا پیغام پوری دنیا میں پھیلے۔ آمین!

David Moryossef

(Mexico)

اس دنیا میں جسمیں آج کل ہم رہ رہے ہیں کسی درد کی بدولت اندر سے ہم متحرک ہو جاتے ہیں۔ اس درد اور کنفیوژن میں مبتلا ہو کر ہم اپنے اندر ایک ایسی چیز کو تلاش کرنے لگتے ہیں جس کے ہونے کا ہمیں احساس تو ہوتا ہے لیکن اس کا ادراک نہیں ہوتا۔

ہم اپنی اس کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے اس میں سے گزرے بغیر اس کیفیت کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ پیار اور روح دو ایسی چیزیں ہیں جن کو محسوس کئے بغیر ان سے آگاہی ممکن نہیں۔ کہا جاتا ہے جب کسی کو طلب لگتی ہے تو استاد مل جاتا ہے۔

چند سال پہلے میری فیصل ملک سے واقفیت ہوئی جو کمپیوٹر پروگرامر تھا اور میں ادھیڑ عمری

میں کسی online کیریئر کی تلاش میں تھا۔ میں نے اور فیصل نے کبھی مذہب یا پولیٹکس پر بحث نہیں کی۔ میں نے فیصل کا نام پائلٹ رکھا اور دل سے اسے اپنا بھائی تسلیم کیا۔ میری اور فیصل کی ملاقات درحقیقت روحوں کی ملاقات تھی جس کا ہمیں پہلے علم نہ تھا۔ خوش قسمتی سے چھ ماہ پہلے فیصل نے میرا تعارف ایک نہایت ہی مہربان شخص، جنہیں ہم شاہ جی کے نام سے جانتے ہیں کروایا۔ شاہ جی کو میں نے نہایت مخلص پایا۔ جنہوں نے مجھے کافی وقت دیا۔ ان سے دو لمبی کالیں کرنے کے بعد میں نے اپنے اندر ایک serious تبدیلی محسوس کی۔ مجھے ایسے لگا جیسے میں واپس اپنے گھر آ گیا۔ جب میں نے شاہ جی سے اپنے روحانی مسائل شیئر کیے تو ان کے جواب نے میری سوچ کا دھارا ہی بدل دیا۔ ان کا یہ جواب کہ ''اپنے تمام خوف اور تحفظات کو قلندر پاکؒ کے حوالے کر دو''۔ بس مجھے یہی جواب چاہیئے تھا۔ اب جب بھی میں کسی مشکل میں پھنستا ہوں تو میں شاہ جی کی نصیحت کے مطابق اپنی تمام مشکلات کو ہم سب کے پیارے قلندر پاکؒ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ اس کے فوراً بعد میرے اندر کا طوفان تھم جاتا ہے اور میں بالکل پرسکون ہو جاتا ہوں۔

اور جب میں پہلی دفعہ سیّد بابا جی کی آن لائن دعا میں شامل ہوا تو میں نے ایسی چیز محسوس کی جو زندگی میں پہلے کبھی نہ تھی۔ جیسے ہی سیّد بابا جی نے بات کرنا شروع کی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میں ایک مراقبہ کی کیفیت میں چلا گیا۔ اگرچہ مجھے اردو نہیں آتی اور نہ ہی میں کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا لیکن بابا جان کا کہا ہوا ایک ایک لفظ مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کے یہ روح ہی ہے جو ہمیں اکٹھا کرتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی

ہر چیز ہمیں اپنا حصہ لگتی ہے اسلیئے زبان، نسل، مذہب، رنگ، مرتبہ، تعلیم اور ایسے تمام labels روح کی پہچان کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ اپنائیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور خالص محبت جنم لیتی ہے۔

....

قلندر پاکؒ نے حکم دیا ''سیّد بابا پڑھی لکھی دنیا کیلئے سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے ایک Presentation تیار کرو تا کہ ان عقل کے لوگوں تک رسائی حاصل ہو۔ جنہیں کسی بھی چیز کو سمجھنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے''۔ میں نے 5 دن تک خوب غور و فکر کیا پھر اس Presentation کو تیار کیا جو آج بھی سماعتِ قرآن کے حوالے سے سائنسی طرزِ فکر پر بہت سارے اعتراضات کرنے والوں کیلئے ایک مکمل جواب ہے (آپ کتاب میں پہلے یہ Presentation پڑھ چکے ہیں)۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ لوگ سوال کرتے تھے؛ ہم سورۃ الرحمٰن سنیں کیوں؟ ہم پڑھتے جو ہیں اور پھر سننا کیوں ضروری ہے؟ دوائی سے علاج تو مروجہ ہے یہ کہاں سے علاج آ گیا؟ پھر قاری باسط ہی کی آواز میں کیوں؟ یہ وہ سوالات تھے جو لوگ مجھ سے بھی کرتے تھے۔ میں نے یہ Presentation بہت جگہ دی اور آپ کو حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب آخر میں قلندر پاکؒ کی تصویر آتی اور میں یہ کہتا ''یہ سب اگر ممکن ہوا ہے تو اس اللہ کے پسندیدہ اور انعام یافتہ ولی کی وجہ سے'' تو ہال میں لوگ کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے اور میرا دل باغ باغ ہو جاتا۔ مجھے ہمیشہ ایسے لگتا جیسے میں قلندر پاکؒ کے روبرو ہوں اور آپؒ مسکرا رہے ہیں جیسے آپؒ کے وصال کے وقت میں نے ڈاکٹر اسد گیلانی کو کہا تھا۔ ''اللہ کا احسان اور کرم کی انتہا ہے کہ اُس نے ہمیں آپؒ کے آخری سانس تک قائم رکھا۔ ایک مرحلہ پورا ہوا اب دوسرا مرحلہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس پر قائم رہنا ہے''۔ شکر ہے اللہ کا جو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس Presentation کی تیاری میں آپ سب کی MOM نے نہ صرف حصہ لیا بلکہ ہر قدم پر مضبوطی کیلئے حوصلہ بھی دیا۔ یہ بھی اللہ ہی کا احسان ہے کہ آپ سب کی ماں جی نے جس طرح میری مضبوط بنیاد کیلئے ساتھ دیا اور ہمیشہ

ساتھ رہیں۔ حتیٰ کہ جب سب چھوڑ گئے وہ ساتھ رہیں۔ ہر قدم ایک مثبت سوچ کے ساتھ قلندر پاکؒ کے پیغام کی ترویج کیلئے مشورے بھی دیئے اور ساتھ نبھایا۔

قلندر پاکؒ کو نومبر 2004 میں کھانسی شروع ہوئی جو کبھی ٹھیک ہوجاتی کبھی جاری رہتی۔ اسی حالت میں آپ اسلام آباد بھی تشریف لائے اور للّہ ٹاؤن بھی گئے۔ للّہ ٹاؤن میں قیام کے دوران میں نے انھیں بتایا کہ ایک صاحب چادر پہن کر گھر گھر جا کر یہ پیغام دے رہے ہیں کہ قلندر پاکؒ کے پردہ کر جانے کے بعد میں یہ ذمہ داری کیسے سنبھالوں گا۔ تو میں نے آپ کے چہرہ پر ایک کرب کو دیکھا آپؒ نے فرمایا "میں نے صرف فیض تقسیم کیا ہے اور کسی کو فقیری نہیں دی۔ آج بابا ہاتھ اٹھالے تو سب ہوا میں اڑ جائیں گے"۔ اور پھر ایسا ہی ہوا آپؒ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ امر ہوگئے۔ نفس کے ہاتھوں لوگ بھٹک گئے۔ عافیت صرف ان کی محبت اور خلوص سے سورۃ الرحمٰن کا پیغام پھیلانے میں ہے۔

جنوری 2005 کے تیسرے ہفتے کے دوران کاکی عشرت عالیہ نے میری بیگم کو اطلاع دی کہ باباؒ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ اتفاق ہسپتال کے ICU وارڈ میں داخل ہیں۔ اس وقت میں دفتر کے لئے روانہ ہو رہا تھا کہ بیگم صاحبہ نے فوراً لاہور جانے کا مشورہ دیا اور ہم وقت ضائع کئے بغیر فوراً لاہور روانہ ہوگئے۔ ڈاکٹروں نے آپؒ کو Cardiac Failure بتایا۔ جب میں ہسپتال پہنچا تو آپؒ ICU میں ایک بستر پر موجود تھے اور آپؒ کو آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا۔ مجھے اور بیگم کو دیکھ کر مسکرائے اور آکسیجن ماسک اتار دیا اور ارد گرد جمع عقیدت مندوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا اور فرمایا "سیّد بابا یہ پردے برابر کردو اور یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ"۔ حکم کی تعمیل کے بعد جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا "یہ تمام عقل والے بابے کو بیمار سمجھتے ہیں۔

حالانکہ مجھے کوئی بیماری لاحق نہیں۔ بلکہ یہ مرض الموت ہے، ہر بیماری کا علاج ممکن ہے مگر مرض الموت کا کوئی علاج نہیں۔'' مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے زمین پھٹ گئی ہو اور سانس اکھڑ رہی ہو۔ وجود صرف ایک دھڑکن بن گیا، سوچ جیسے ناپید ہوگئی۔ اپنا آپ بے معنی ہو گیا، الفاظ جیسے گم گئے ہوں، وجود پر لرزہ اور قوتِ گویائی جیسے سلب ہوگئی ہو۔ اسی اثنا قلندر پاکؒ نے تخلیقِ کائنات اور مقصودِ تخلیق پر ایسے بولنا شروع کیا جیسے اپنے خالقِ محبوب سے محوِ گفتگو ہوں۔ اللہ پاک کی عظمت، قدرت، لازوال حُسن اور اسکی ملکیت کا ذکر اس شدت سے فرمایا جس نے مجھے تحیر اور بے بسی کے عالم سے نکال کر ابدی حقیقت کی سچائی اور روشنی سے جیسے اچانک مضبوطی عطا کر دی۔ آپؒ کی اللہ پاک سے والہانہ محبت کا اظہار ایک سچے عاشق کی اپنے محبوب سے کلام اور محبت کی حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا میں 32 سال اللہ سے ہمکلام رہا اور لوگ یہی سمجھتے رہے کہ میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔ حضوری کی یہ نعمت عظمیٰ تمام صحابِ نورانیت کو عطا ہوئی۔ دوران گفتگو میں انہیں ایسے دیکھ رہا تھا گویا کہ پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ اس محویت کے دوران جیسے آپؒ اچانک مجھ سے مخاطب ہوئے ''سیّد بابا۔۔۔ اللہ پاک کی طرف سے واپسی کا امر آ گیا ہے۔ یار سے ملن کی گھڑی کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے سو جان لو کہ تمہارا بابا عنقریب اس دارِفانی سے رخصت ہو جائے گا''۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا للّٰہ شریف سے باہر جس زمین پر میں نے سورۃ الرحمٰن کے حوالے سے ریسرچ کرنے کیلئے جو آڈیٹوریم کا نقشہ بنوایا تھا اب اُسی جگہ میری تدفین کی جائے۔ اور اگر میرے گھر والے اس بات پر معترض ہوں پھر کلر کہار میں جگہ دیکھنا اور اگر وہاں بھی زمین نہ ملے تو سیّد جو تمہاری مرضی جہاں دل کرے دفنا دینا۔ سیّد بابا تم میرے

وارث ہواب یہ بابا تمہارے حوالے۔'' کانپتے ہاتھوں اور لرزتی زبان سے اچانک میرے منہ سے نکلا '' آپ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیں اور آنکھیں بند کرلیں''۔ نا جانے کتنا وقت گزر گیا میری دھڑکن سے ایک ہی آواز آرہی تھی ''اے اللہ میرے بابا کو عشق کی انتہا عطا فرما، مسیحائی کی دولت بانٹنے والے اور مردہ قلوب کو زندہ کرنے والے کو انسانی محتاجی سے دور فرما۔ اے اللہ میرے بابا کو عشق کی سلامتی عطا فرما، تو رحمٰن ہے، رحیم ہے، کریم ہے، عظیم ہے، قادر مطلق ہے بابا کو عشق کی انتہا عطا فرما''۔ مجھے وہ یاد تو نہیں بس ایسے تھا جیسے میں روبرو اللہ ایک فریادی کے روپ میں کھڑا تھا اور نہ جانے کتنی دیر گزر گئی اور اسی دوران قلندر پاکؒ کی ایک نہایت پیار کرنے والی ڈاکٹر میمونہ صاحبہ کی آواز نے اس یکسوئی کو توڑا۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ ''شاکر بھائی آپکی آنکھوں میں آنسو، آپ بھی روتے ہیں''۔ اس بات پر جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ پورا دامن بھیگ چکا تھا۔ قلندر پاکؒ نے ذرا سخت لہجے میں ڈاکٹر میمونہ صاحبہ کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا اور پھر فرمایا ''سیّد بابا ایک دفعہ اور یکسوئی اختیار کرو''۔ پھر وہی روبرو بس میرے وجود کے ایک ایک ذرے سے ایک ہی آواز آرہی تھی۔ ''میرے کریم اور رحمٰن شہنشاہ میرے بابا کو عشق کی انتہا عطا فرما، ہر قسم کی انسانی محتاجی سے دور فرما، میرے مالک، میرے کریم رب میرے بابا کا عشق سلامت رکھیں''۔ اسی دوران میری بیگم (ڈاکٹر ارم) بھی آگئیں اور انہوں نے جب باباجی کہہ کر آواز دی تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا آنکھیں کھول دو، بہت مزہ آیا، پردے ہٹا دو، ان سب کو بتا دو بابا تو کب کا مر چکا اب بابے کو موت نہیں آئیگی''۔

مرن تھیں اگے مر گئے باھو تاں مطلب نوں پایا ہو

کیتی جاں حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ہو

آپؒ نے حکم دیا کہ سب ڈاکٹروں کو اکٹھا کیا جائے، پردے کھول دیئے جائیں اور ان سب کو بتاؤ کہ بابا کون ہے، یہ سورۃ الرحمٰن کا پیغام کیا ہے۔ یوں سب ڈاکٹروں اور ICU میں موجود تمام مریضوں کو سورۃ الرحمٰن جیسی نعمت عظمیٰ کے بارے میں بتایا گیا اور دعا کروائی گئی۔ شام کے وقت آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا پھر وہی یکسوئی اختیار کرو''۔ چنانچہ ایک بار دوبارہ پوری محویت کے ساتھ میں بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں حاضر ہوا۔ لُوں لُوں سے ایک ہی آواز جاری تھی، ''اے مالک، اے خالق، اے رب رحمٰن والرحیم، اے قادر مطلق، اے جبار، اے قھار، اے عظیم الشان شہنشاہ میرے بابا کا تو سب سے بڑا گواہ ہے۔ تیرے اس عظیم دوست نے اپنی ہر سانس انسانیت کیلئے وقف کر دی ہم جیسے مردہ قلوب کو زندہ کیا۔ اے میرے خالق میرے بابا کو عشق کی انتہا عطا فرما انکا عشق سلامت رکھیں۔'' پھر دوبارہ نا جانے کتنا وقت گزر گیا اور قلندر پاکؒ نے میری آنکھ کھلوائی میری حالت ایسے تھی جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ جیسے آگ کے تنور میں کوئی جل گیا ہو۔ میں اجازت لیکر باہر چلا گیا اور ہسپتال کے باہر کھڑا رہا اور نجانے کتنے سگریٹ پی گیا۔ رات تقریباً 12 بجے میں نے گھر جانے کی اجازت مانگی تو فرمایا ''سیّد بابا ایک بار یکسوئی اختیار کرو''۔ میں نے آپؒ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں رکھا اور پھر اللہ پاک کے حضور پیش ہو گیا۔ اس بار مجھے پتہ ہی نہ چلا بس ہلکا سا اک شائبہ سا یاد ہے کہ میں اُسی ردھم میں بارگاہ کریمی میں موجود تھا اور قلندر پاکؒ میرے ساتھ تھے۔ قلندر پاکؒ نے آنکھ کھلوائی تو رات کے 1-1/2 بجے کا وقت تھا۔ آپؒ نے جانے کی اجازت دی اور فرمایا ''صبح کا ناشتہ کر

کے جلدی آنا''۔ اگلی صبح میں پھر ہسپتال پہنچا اور دوپہر تک قلندر پاکؒ کے حکم پر 3 بار یکسوئی اختیار کی۔ میرے لُوں لُوں سے آگ نکلنے لگی۔ میرا جسم ایسے تھا جیسے اسکا وزن ہی نہ ہو۔ بس ایک موج بیکراں تھی اور میں جیسے زمین پر نہ تھا۔ دوپہر کے بعد آپؒ نے مجھے اسلام آباد جانے کی اجازت دے دی اور فرمایا ''اب اسلام آباد میں ملاقات ہوگی''۔ میرے روانہ ہونے کے بعد ڈاکٹر اسد گیلانی کی کراچی سے لاہور آمد ہوئی اور قلندر پاکؒ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ بعدازاں آپؒ ڈاکٹر جاوید صاحب کے گھر گئے پھر ڈاکٹر حسام کے کہنے پر دوبارہ ہسپتال میں کچھ طبی ٹیسٹ کیلئے گئے۔ وہاں سے آپؒ نے مجھے فون کیا اور فرمایا ''سیّد بابا میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ حاکم کے حکم کے آگے پیش ہوجاؤں۔ تمہارے بابا نے جانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اب تم بابا کے وارث ہو اور باقی سب جنہوں نے سورۃ الرحمٰن سُن لی ہے وہ سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پھیلائیں''۔ اس فون کے بعد آپؒ اپنے گھر واقع بھاٹی گیٹ تشریف لے گئے اور اپنی بیگم صاحبہ سے فرمایا ''بابے کا ویزہ لگ گیا ہے، بابا جارہا ہے''۔ اور علی الصبح آپ ڈاکٹر اسد گیلانی، ڈاکٹر جاوید، ڈاکٹر حسام اور دیگر عقیدتمندوں کے ہمراہ للہ روانہ ہوئے۔ ادھر میرے پاس ڈاکٹر شہزاد کی آمد ہوئی اور میں نے سارا واقعہ سنایا۔ پھر آپ سب کی ماں جی سے اجازت لے کر G-11 والے گھر پہنچے، سلیم اختر، قیصر مبین سمیت سب اُدھر اکھٹے ہوئے۔ سردیوں کے دن تھے ہم نے یہ طے کیا کہ ہم ۵ بجے گھر سے روانہ ہوتے ہیں تا کہ ۷ بجے تک للہ ٹاؤن پہنچ جائیں اور ایسا ہی ہوا۔ جب قلندر پاکؒ سے ملاقات ہوئی تو آپؒ کے چہرے پر حسبِ معمول مسکراہٹ تھی۔ لیکن نظر آرہا تھا کہ جیسے تھکاوٹ نے غلبہ پا لیا ہے۔ اسی دوران دھوپ نکل آئی اور میں نے باہر پلنگ بچھوایا اور آپؒ کا بستر لگوایا پھر آپؒ کو وہاں لٹادیا۔ آپؒ نے کچھ وقت آرام کیا پھر مجھے طلب

کر کے فرمایا ’’سیّد بابا! بڑے بخاری صاحب سے ملو، ماحول بناؤ پھر میں بھی آتا ہوں‘‘۔
جب میں آپؒ کے والد بزرگوار کے پاس بیٹھا تھا تو آپؒ چوہدری سیہسر صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ بڑے بخاری صاحب نے جب آپؒ کی طبیعت کا پوچھا تو فرمایا ’’ جھیڑا کام لیناسی لے لیاھن واپسی‘‘۔ یعنی مالکِ کُل نے جو کام لینا تھا وہ لے لیا اب واپسی کا سفر ہے۔ پھر فرمایا ’’بابے کو سب کچھ منظور ہے، منافقت منظور نہیں‘‘۔ یہ ملاقات کچھ دیر جاری رہی اس ملاقات میں منشا صاحب اور فرحت شاہ صاحب بھی موجود تھے۔ جب آپؒ باہر نکلے تو آپؒ نے اپنے بچپن کے دوست چوہدری سیہسر سے فرمایا ’’چوہدری زندہ حالت میں یہ بابے کا آخری وزٹ (visit) ہے اس کے بعد صرف بابے کی ڈیڈ باڈی (Dead body) ہی یہاں آئے گی‘‘۔ چوہدری صاحب رونے لگے تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ’’تجھے رونے کی ضرورت نہیں پورا آسمان روئے گا‘‘۔

شام کے وقت آپؒ نے مجھے روانگی کا اشارہ کیا اور آپؒ سب سے مل کر میری گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ جب ہم ڈھڈی تھل سے باہر نکلے تو بالکل جہاں اب مزار ہے وہاں گاڑی رکوائی اور فرمایا ’’سیّد بابا، بابے کی اولاد صرف وہی ہے جو بابا سے پیار کرے۔ عشق میں خون کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ یہ جذبوں کی پاکیزگی ہے‘‘۔ راستے میں کلر کہار میں رکے اور آپؒ کو wheat کے بسکٹ اور Syndy یعنی آبِ جو کی بوتل دی جو آپؒ نے شوق سے پی۔ راستے بھر آپؒ عظمتِ خداوندی اور رسول مقبول حضور پرنور ﷺ کی پاکیزگی اور حرمت پر گفتگو کرتے رہے۔ جب ہم اسلام آباد پہنچے تو میں نے کہا اگر آپؒ مناسب سمجھیں تو آپؒ کے پیار کرنے والے حکیم سیّد محمود احمد سرو سہارنپوری صاحب کا کلینک صدر راولپنڈی میں ہے۔ وہاں سے

دوائی لے لیتے ہیں۔آپؒ نے حامی بھرلی۔کیونکہ انہوں نے کبھی کسی کا دل نہیں توڑا تھا۔میری خوشی کے لئے وہاں تک گئے پھر جب کلینک کی سیڑھیاں چڑھنے کا وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ اُن کا جسم جیسے بہت بھاری ہو گیا ہو اور آگے بڑھنے سے عاجز تھے۔میرے ایک دوست فرحت انور حکیم صاحب کے پاس موجود تھے دوڑ کر آئے اور ڈاکٹر اسد گیلانی کے ہمراہ قلندر پاکؒ کو لے کر حکیم صاحب کے پاس گئے۔جو پہلے ہی کھڑے آپؒ کے منتظر تھے۔حکیم صاحب کے ساتھ اکثر استعاراتی گفتگو کرتے اور وہ صرف تبسم کے ساتھ اثبات میں سر ہلاتے۔دوائی لے کر جب گاڑی میں واپس بیٹھے تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا آپ نے غور کیا سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بابا کا وزن اس قدر ہو گیا کہ اپنا قدم اٹھانا مشکل تھا''۔وہ جو کہنا چاہ رہے تھے میں اس کا جواب دینا نہیں چاہ رہا تھا۔گو کہ میرا اقدام عقل کے اسباب کے حصول کی کوشش تھا۔لیکن میں بالکل ہی تمام اردگرد والوں کو مایوسی اور بے بسی میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ظاہر ہے کہ آپؒ نے مجھے تو سب کچھ بتا دیا تھا لیکن ابھی یہ باقی سب سے پردہ تھا۔سب کے لئے وہ تو بیمار تھے۔بہت سارے لوگوں نے شاید یہ پیش گوئی بھی کر دی تھی کہ آپؒ پردہ کرنے والے ہیں۔لیکن یقین سے کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ہم رات کے وقت G-11 والے گھر پہنچ گئے۔قلندر پاکؒ نے کھانا تناول فرمایا اور کچھ دیر کے بعد آرام کرنے لگے۔اگلے دن شگری صاحب بمع بیگم کے تشریف لائے۔اُن کی بیگم صاحبہ جب قلندر پاکؒ سے ملیں تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپؒ کو ہسپتال داخل کیا جائے۔چنانچہ اس ضمن میں پہلے ہم شفاء انٹرنیشنل گئے اور ایک طویل ٹائم صرف ایمرجنسی میں رہے ہسپتال کی Formalities اس قدر طویل اور تکلیف دہ تھیں کہ آپؒ نے فرمایا ''شفاء سے کسی کو شفاء نہیں ملی'' اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور ہم قلندر پاک کو

لے کر ہارٹ انٹرنیشنل ہسپتال پہنچے۔ حُسنِ اتفاق دیکھیئے قلندر پاکؒ کو وہی کمرہ ملا جس کمرے میں بابا ہارلے اسٹریٹ نے اپنی زندگی کے آخری چند ایام گزارے تھے۔ اب اس ہسپتال میں ملنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ کھانے کے بعد قلندر پاکؒ نے حکم دیا ''سیّد بابا وہی یکسوئی ایک بار پھر کرو''۔ میں اُن کے دست مبارک کو اپنے دونوں ہاتھوں میں رکھ کر، آنکھیں بند کر کے بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوا۔ بہت یکسوئی کے ساتھ اس شہنشاہ رحمٰن ورحیم کی بارگاہ میں دل کی دھڑکن سے محو گفتگو ہوا۔ یہی دعا کرتا رہا کہ اے ربِ رحمٰن ورحیم، علی العظیم رحم فرما اور قلندر پاکؒ کو عشق کی انتہا عطا فرما۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا پھر قلندر پاکؒ ہی کے حکم سے آنکھیں کھولیں تو آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا اپنے دو کاکوں کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ بابے کے ساتھ رہیں''۔ میں نے ڈاکٹر شہزاد اور ڈاکٹر اسد گیلانی کی ڈیوٹی لگا دی اور اُن کو پابند کیا کہ وہ ہوش میں رہیں اور قلندر پاکؒ کا خیال رکھیں۔ اگلے دن جب میں ہسپتال پہنچا تو قلندر پاکؒ نے فرمایا ''یہ دونوں ڈیوٹی دینے والے بابے کے بستر پر سو رہے تھے اور بابا کرسی پر بیٹھا رہا''۔ مجھے معلوم تھا کہ قلندر پاکؒ نے خود ہی انہیں کہا ہوگا آپ میں حس مزاح بہت عمدہ تھی۔ پھر مجھے اپنے قریب کرسی پر بٹھا لیا اور فرمایا ''بابا کے کندھے پر ہاتھ رکھو اور پھر یکسوئی اختیار کرو''۔ چنانچہ یہ عمل اس وقت تک جاری رہا جب تک ایک نرس نے آ کر ہمیں یکسوئی سے نکالا نہیں۔ اُس نے قلندر پاکؒ کا بلڈ پریشر چیک کیا اور میری اس سردی کے موسم میں یہ حالت تھی کہ پسینہ بہہ رہا تھا اور رلوں لوں سے آگ نکل رہی تھی۔ میں نے اجازت لی اور سیڑھیاں اتر کر ہسپتال کے باہر لگی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بارش دھواں دھار ہو رہی تھی لیکن میرے وجود سے آگ نکل رہی تھی۔ اتنی دیر میں ڈاکٹر اسد نے مجھے بتایا کہ قلندر پاکؒ یہ پوچھ رہے ہیں کہ سیّد بابا سے پوچھو کہ اور کتنے دن؟ میں نے ڈاکٹر اسد کو

حیرانی سے دیکھا اور کہا ''اگر میرے بس میں ہوتو میں تو کبھی بھی نہ جانے دوں''۔ڈاکٹر اسد نے پوچھا تو باباجی کو کیا جواب دوں میں نے جیسے ایک غیر ارادی طور پر جواب دیا ''تین دن'' اور وہ میرا جواب سن کر قلندر پاکؒ کے کمرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہ سوال قلندر پاکؒ نے مجھ سے ایک بار براہ راست کیا۔۔۔لوگوں کی موجودگی کے سبب میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر 2 بار ڈاکٹر اسد گیلانی کی وساطت سے کیا۔ ہر بار مجھے عجب لگتا اور میرے پاس جواب ہی کوئی نہ ہوتا۔ بس جو مُنہ سے نکلتا وہ بول دیتا۔ اُسی دن بعد دوپہر جب میں قلندر پاکؒ اور اسد گیلانی کمرے میں موجود تھے تو آپؒ نے ٹہلنا شروع کردیا اور پھر ربِ کائنات کے حُسن اور عظمت پر گفتگو شروع کی اور فقر کی باریک لطافت کا جب ذکر کرنے لگے تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر اسد نے موبائل سے ریکارڈنگ شروع کردی۔ ابھی میں نے دل میں سوچا ہی تھا کہ اس کو منع کروں قلندر پاکؒ ٹہلتے ٹہلتے ایک دم رک گئے اور ڈاکٹر اسد کو کسی قسم کی بھی ریکارڈنگ کرنے سے روک دیا''۔ درحقیقت سب کم عمری کے باعث اپنی محبت میں ہر لمحے کو محفوظ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے فہم کا نہ ہونا بھی خطرناک ہے۔ کیونکہ جو صاحبِ حال ہے وہ قربِ خداوندی کے حسن کی موج میں محو گفتگو ہوتا ہے اور دنیا میں رہنے ولا اس کیفیت اور حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ جب رات ہوئی تو آپؒ نے آئے ہوئے تمام عقیدت مندوں کو روانہ کیا اور فرمایا ''سیّد بابا ادھر میرے پاس آکر بیٹھو تاکہ پوری یکسوئی سے اللہ کے روبرو پیش ہوں'' پھر فرمایا ''بابا کتنا خوش نصیب ہے کہ ہسپتال کے آرام دِہ بستر پر لیٹا ہوا ہے۔ میرے جیسے اور مجھ سے بہتر فٹ پاتھوں پر سسک سسک کر مرجاتے ہیں''۔ یہ بات اسقدر درد سے کہی کہ میرا پورا وجود لرز گیا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے، جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی اور ایک عجب خاموشی

طاری ہوگئی۔آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا، دروازے کو کنڈی لگا دو جب میں نے دروازہ بند کیا اور قلندر پاکؒ کے پاس آیا تو آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا، بابا دوراہے پر کھڑا ہو گیا ہے'' میرے منہ سے فوری نکلا۔

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

آپؒ نے پوچھا کس کا شعر ہے میں نے کہا غالب کا۔آپؒ مسکرائے جیسے یہ شعر حسبِ حال تھا۔اس کے بعد میں نے قلندر پاکؒ کو بستر پر ٹیک لگوائی اور ساتھ خود بھی ٹیک لگا کر اور آپؒ کی کمر پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کرلیں اور رب ذوالجلال کی بارگاہ میں پیش ہوا۔مجھے بس اتنا یاد ہے کہ اس ذات کی صفات کے حسن میں گم ہوگیا اور بس اس کے بعد ایک ہی آواز تھی جو میرے لوں لوں سے نکل رہی تھی ''میرے بابا کو عشق کی انتہا عطا فرما'' اور یہی وہ دعا تھی جو میں آپؒ سے ملنے کے بعد بھی ہمیشہ یکسوئی کے عالم میں مانگتا رہا۔نہ جانے یہ میری دھڑکن میں کیسے سما گئی۔بس آنکھ بند ہوتی یا کبھی کھلی آنکھ سے خیال آتا۔۔۔دھڑکن سے یہی آواز آتی۔۔۔اس رات نہ جانے کیا ہوا۔وجود سے جیسے جان ہی نکل گئی، پورا وجود ایسے تھا جیسے کسی خاص آگ کی بھٹی میں سلگ رہا ہو۔اور جب قلندر پاکؒ نے آنکھ کھلوائی تو ایسے لگا جیسے کسی نے آگ سے نکال کر ٹھنڈے یخ پانی میں ڈال دیا ہو۔جیسے ایک جھٹکے کے ساتھ سانس واپس آیا اور قلندر پاکؒ نے ٹیک لگائی اور جیسے سو گئے۔میں کچھ دیر وہاں رکا اور پھر ڈاکٹر شہزاد اور ڈاکٹر اسد گیلانی کو نصیحت کی کہ وہ ذرا جاگتے رہیں اور قلندر پاکؒ کا خیال رکھیں۔میں گھر واپس آگیا اور تقریباً صبح ساڑھے تین بجے تک ہر ۱۰ منٹ بعد ڈاکٹر اسد گیلانی کے موبائل پر فون کر کے قلندر پاکؒ کی

بابت پوچھتا رہا۔ اسد یہی بتاتا رہا کہ وہ سو رہے ہیں اور ایسے لگتا ہے جیسے بہت گہری نیند میں ہوں، اس سے قبل آپؒ بہت دنوں سے ایسے نہ سوئے تھے۔ اگلے دن میں پہلے دفتر گیا اور وہاں سے G-11 آپ کی MOM کے پاس گیا اور کہا گاڑی لے کر جانا ہے کیونکہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آج قلندر پاکؒ مجھ سے پوچھیں گے کہ گاڑی لے کر آئے ہو یا نہیں اور ایسے ہی ہوا جب میں ہسپتال آپؒ کے پاس پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی فرمایا ''سیّد بابا گاڑی لے کر آئے ہو'' میں نے کہا جی پھر آپؒ نے فرمایا ''سیّد بابا کل رات بہت مزہ آیا۔ میں نے وہ نظارے دیکھے۔ پھر جب آپؒ نے بات شروع کی تو میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ قلندر پاکؒ لفظ ''نظارے دیکھے'' کے بعد خاموش ہو گئے اور آپؒ نے فرمایا ''سیّد آج کرسی پر بیٹھ کر یکسوئی اختیار کرو۔ اور پھر دوبارہ دن کے وقت کرسی قلندر پاکؒ کے برابر لگائی اور کندھے پر بازو رکھا اور کندھے پر سر رکھا اور روبرو اللہ پاک کے پیش ہوئے۔ اس بار لطف ہی لطف تھا۔ ایسے جیسے ہوا میں اُڑ رہا ہوں اور ظاہری دنیا سے رابطہ کٹ چکا تھا۔ اس وقت کمرے میں ڈاکٹر شہزاد، ڈاکٹر اسد گیلانی، باجی مسرت، ڈاکٹر ارم (MOM) اور راجہ ماجد بھی موجود تھے۔ سب نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ کچھ دیر بعد قلندر پاکؒ نے آنکھیں کھلوادیں اور فرمایا ''سیّد بابا پھر کیا فیصلہ ہوا؟'' میں نے خاموشی اختیار کر لی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اسی دوران کچھ لوگ بھی آپؒ کو آ کر ملے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''بہت ہو گئی۔ اب سیّد تمہارے پاس نہیں جائے گا تم سب سیّد کے پاس جاؤ گے''۔ اور ڈاکٹر اسد گیلانی اور شگری صاحب کو دیگر کمروں میں مریضوں کو دعا کرانے کے لیے بھیج دیا۔ جب سے آپؒ اسلام آباد تشریف لائے تھے، بارشوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہا۔ شام کے بعد آپؒ نے راجہ ماجد کو حکم دیا کہ سب کو کھانا کھلاؤ اور

میری بیگم سے فرمایا ''چلو بیٹا بابا تمہارے ساتھ گاڑی پر گھر جائے گا''۔ آپؒ نے کہا ''سیّد بابا سارے معاملات کو طے کر کے پھر گھر آئے گا''۔ اسی دوران طاہر کاظمی صاحب بھی تشریف لے آئے اور اُن کے آنے کے بعد ایک سینئر پولیس آفیسر عباس حسین ملک بھی تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے ہاتھ میں ایک لفافہ پکڑ رکھا تھا جس میں سیب تھے۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؒ کی روایت سے دل کے عارضہ کے متعلق کوئی واقعہ سنایا کہ کیسے دل کے مرض سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ وہ یقینی طور پر اس بات سے بے خبر تھے کہ قلندر پاکؒ کو عارضہ قلب نہیں بلکہ مرض الموت لاحق ہے۔ چنانچہ آپؒ نے اتنا ہی فرمایا ''بیٹا سیب تو بازار سے بھی مل جاتے ہیں'' پھر اچانک شگری صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور بولے ''بابا آپ کا امیر مختار جا رہا ہے'' قلندر پاکؒ نے فرمایا ''جو تمہارے پیچھے کھڑا ہے وہی اس کے پیچھے کھڑا ہے اگر اس کے پیچھے کوئی نہیں ہے تو پھر تمہارے پیچھے بھی کوئی نہیں کھڑا'' شگری صاحب گھبرا گئے۔ پھر قلندر پاکؒ نے فرمایا ''اس ملک کی فکر کرو''۔ طاہر کاظمی صاحب نے قلندر پاکؒ کے پیر دبانے شروع کر دیے۔ آپؒ نے اللہ کی شان پر گفتگو شروع فرمائی اور ایک طویل وقت کمرے میں صرف اللہ کی آواز گونج رہی تھی۔ چونکہ آپؒ ذکر کرتے کرتے زور سے لرزتے اور اللہ کی آواز گونجنے لگتی۔ آخر میں آپؒ نے فرمایا ''پاکستان کی ترقی کا راز بلوچستان ہے اور اس ملک کے سکون کے لئے بابا کو کچھ بھی کرنا پڑا تو دیکھ لینا بابا کر کے دکھائے گا۔ لکھ لو اور یاد رکھنا''۔

۹ بجے کے قریب آپؒ MOM کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر گھر چلے گئے۔ ہم سب نے تمام ضروری کاموں کو ختم کیا اور پھر میں طاہر کاظمی کے ہمراہ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب گھر

پہنچا تو آپؒ کرسی پر بیٹھے تھے اور باجی مسرت اور اپنی بیٹی کو یہ کہہ رہے تھے کہ اب بابا بہت زیادہ کیفیت میں ہے اور purity نے غلبہ پالیا ہے اور تم لوگ اب بابا کو سنبھال نہیں سکتے۔ باجی مسرت کا خیال تھا کہ قلندر پاکؒ ان کے گھر چلیں لیکن آپؒ نے انہیں پیار سے رخصت کیا اور آپؒ نے ہم سب کو حکم دیا کہ ہم ڈرائنگ روم میں اکھٹے ہوں۔ گھر میں اس وقت سلیم اختر اور ان کی بیگم شاہدہ، طاہر کاظمی، ڈاکٹر شہزاد اور ڈاکٹر اسد گیلانی موجود تھے۔ ہم سب نے اولیاء اللہ کی عظمت پر گفتگو شروع کی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ قلندر پاکؒ خود تشریف لے آئے۔ جب وہ آئے تو میں بابا لال شاہؒ مری والوں کا ایک واقعہ جو مجھے کسی نے بتایا تھا وہ سنا رہا تھا۔ آپؒ نے حکم دیا کہ دوبارہ سناؤ۔ اس واقعہ کا لب لباب یہ تھا کہ بابا لال شاہؒ کے بچپن کے دوستوں نے ایک دن رات کے وقت اُن سے پوچھا آپؒ گالیاں بہت دیتے ہیں کیوں؟ بابا لال شاہؒ نے فرمایا ''بخدا میں نے آج تک کبھی کسی انسان کو گالی نہیں دی۔ میں تو اُس بدبختی اور ابلیسیت کو برا بھلا کہتا ہوں جو آنے والوں کے اردگرد لپٹی ہوتی ہے''۔ آپؒ میری باتیں سن کر مسکراتے رہے پھر جب رات زیادہ ہوگئی تو آپؒ نے کچھ لوگوں کو رخصت کیا اور خود کمرے میں کرسی پر بیٹھ گئے اور کمبل اپنی ٹانگوں پر ڈلوا دیا۔ چھڑی ہاتھ میں لی اور وہیں آنکھیں بند کر لیں۔ اور ہم سب سو گئے۔ علی الصبح ۷ بجے جب میری بیگم نے آپؒ کو چائے دی تو فرمایا ''بیٹا بابا کیا سوچتے رہتے ہو۔ ایسے نہ سوچو ہم فقیر لوگ بھی انسان ہیں ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ ایسا نہ سوچا کر، تیرے اور ہمارے درمیان کہیں فاصلے نہ بڑھ جائیں''۔ اور اس سے قبل آپؒ نے ۳ بار میری بیگم کو یہ کہا تھا ''سیّد بابا کو تنگ نہیں کرنا''۔ ناشتے کے بعد آپؒ نے ڈاکٹر اسد گیلانی سے کہا کہ سیّد بابا نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ بابا نے بھی حالتِ جذب میں بہت گالیاں دیں۔

پھر آپؒ نے مجھ سے فرمایا ''ڈاکٹر شہزاد اور ڈاکٹر اسد کو گھر بھیج دو۔ ڈاکٹر شہزاد اپنی گاڑی کا پنکچر لگوائے کیونکہ گاڑی کی ضرورت پڑے گی''۔ دونوں کو رخصت کیا اور قلندر پاکؒ میرے ہمراہ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ دوپہر کے کھانے کی تیاری شروع ہو گئی۔ قلندر پاکؒ کیلئے خاص پرہیزی کھانا بنتا تھا۔ اور ڈاکٹر ارم کھانا بنانے میں مصروف ہوئیں۔ قلندر پاکؒ ڈرائنگ روم میں اپنی چھڑی پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے اور ایسی یکسوئی تھی جیسے جسم میں جان ہی نہ ہو۔ میں بھی آنکھیں بند کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے آواز دی ''سیّد بابا آپ تو بیٹھ جاؤ'' میں نے کہا آپؒ کھڑے ہوں اور میں بیٹھ جاؤں یہ مجھے زیب نہیں دیتا اور ویسے بھی ادب کے منافی ہے باقی جیسا آپ کا حکم۔ آپؒ نے کہا چلو ایسا کرتے ہیں کہ تم دونوں میرے ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو جاؤ اور آپؒ خود چل کر میرے قریب آئے۔ میں نے آپؒ کی چھڑی ایک طرف رکھی اور دونوں مبارک ہاتھوں کو تھاما اور آنکھیں بند کر لیں نہ جانے کتنی دیر گزری پھر آپؒ نے آنکھیں کھولنے کو کہا اور اپنی چھڑی لے کر اسی جگہ پہنچے جہاں پہلے کھڑے تھے۔ اور مجھ سے فرمایا ''ذرا غور سے دیکھو بابا الف بنا کہ نہیں'' میں ابھی دیکھ ہی رہا تھا پھر فرمایا ''ہزار مست ہوں تو ایک قلندر بنتا ہے یہ بہت مشکل مقام ہے یہاں وجود کی ضرورت نہیں'' پھر آپؒ بیٹھ گئے اور فرمایا ''جب بابا کا وجود للّٰہ کی مٹی میں جائے گا تو یہ للّٰہ کی زمین باعثِ رحمت بن جائے گی''۔ آپؒ کا یہ فرمان میرے لئے روشن ہو گیا کیونکہ آپؒ ہی نے فرمایا تھا ''جب بابا کا فقر مکمل ہوا تو پوچھا گیا کیا چاہیے؟ میں نے کہا تھا اللّٰہ ٹاؤن کو نور پور شاھاں بنا دے۔ اور اب اس قبولیت کے ظاہر اور روشن ہونے کا وقت آ رہا تھا۔ پھر فرمایا ''بابا یار سے ملنے جائے گا براق پر بیٹھ کر''۔ آپؒ نے مجھے حکم دیا کہ چند سینئر پولیس آفیسروں کو فون کر کے بتاؤ کہ بابا بلا رہا ہے۔

میں نے سب کو فون کیا۔ تقریباً ڈیڑھ بجے گھنٹی بجی تو میں نے دروازہ کھولا تو ناصر خان درانی صاحب جو اس وقت ایس ایس پی تھے پھلوں کی ٹوکری لے کر کھڑے تھے۔ میں نے اندر بلایا آپ نے فرطِ عقیدت و محبت سے قلندر پاکؒ سے مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے۔ قلندر پاکؒ نے گفتگو شروع کی ''تم سب لوگوں کے پاس بابا اس لئے نہیں آتا تھا کہ بابا کو کوئی تم سے کام تھا۔ میں تو امر الٰہی کا پابند ہوں اور جیسے تم لوگ حکومت کی نوکری کرتے ہو میں اس خالقِ حقیقی اور اصل مالک کی نوکری کرتا ہوں، تم سب نے فقیر کو نہیں پہچانا۔ فقیر کا المیہ بھی یہی ہے کہ دنیا والے اس کو پہچاننے سے قاصر رہتے ہیں۔ میرے مالک و خالق نے مجھ سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا ہے اب تو واپسی کا امر ہے''۔ پھر آپؒ نے مجھ سے پوچھا سیّد بابا آج کیا دن ہے میں نے بتایا منگل کا دن ہے۔ آپؒ نے فرمایا ''درانی بابا'' بدھ، جمعرات، جمعہ تین دن میں اگر تم للہ پہنچ گئے تو تمہاری ے نسلیں سنور جائیں گی۔ اتنے میں چائے آ گئی۔ اور درانی صاحب چائے پینے لگے۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سیّد بابا ایک پرچی پر ایڈریس اور للّہ کے گھر کا ٹیلی فون نمبر لکھ کر دے دو۔ میں نے وہ پرچی لکھی اور درانی صاحب کو تھما دی۔ پھر انہوں نے باباؒ سے اجازت لی اور میں انہیں چھوڑنے باہر آیا تو انہوں نے پوچھا کہ میں نے وہاں جا کر کیا کرنا ہے؟ میں نے جواب دیا یہ تو میں نہیں جانتا اگر فقیر کا حکم مان لیا جائے تو اس کا انعام کتنا حسین ہے۔ شاید آپ نے غور سے سنا نہیں، آپ کی سات نسلیں سنور جائیں گی۔ درانی صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور وہ خدا حافظ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ اتنے میں دوپہر کا کھانا لگ گیا۔ قلندر پاکؒ نے کھانا دیکھ کر فرمایا ''آج بابا پرہیزی کھانا نہیں کھائے گا اور جو تم لوگ کھاؤ گے وہی میں کھاؤں گا''۔ اس بات پر ہم میاں بیوی مسکرائے اور بیگم نے سب کچھ آپؒ کے سامنے پیش

کیا۔کھانے کے بعد آپؒ دوبارہ اسی جگہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھ گئے جہاں کھانے سے قبل بیٹھے تھے۔اتنے میں ڈاکٹر روبینہ بھی آ گئیں۔ڈاکٹر روبینہ کوقلندر پاکؒ سے بہت پیار تھا اورآج بھی وہ اسی خیال میں زندگی گزار رہی ہیں۔قلندر پاکؒ نے میری بیگم کو خاص طور پر انہیں ساتھ رکھنے کا کہا تھا۔میں قلندر پاکؒ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔آپؒ نے فرمایا''بابا کی کیفیت بہت تیز ہے''میں نے کہا میں آپ کی ٹانگوں کی مالش کر دوں تو آپؒ نے فرمایا صرف ہاتھوں سے ٹانگوں کو اوپر سے نیچے کی جانب بغیر تیل کے ملو۔پھر فرمایا''آپ لوگوں نے بابا کو **over radiate** کر دیا ہے اب تو بابا کی داڑھی سے بھی روشنی نکل رہی ہے''اور مسکرائے۔میں نے آنکھیں بند کر لیں اور حسبِ ہدایت دبانا شروع کر دیا۔قلندر پاکؒ کبھی بھی اس طرز پر نہیں دبواتے تھے جو کہ عام طور پر مروجہ ہے۔آپؒ فرماتے بس آرام سے ہاتھ رکھو اور کوئی زور نہیں لگانا۔جب آپؒ نے آنکھ کھلوائی تو میں نے دیکھا کہ کمرے میں کیپٹن منان اور کیپٹن طاہر بھی موجود تھے۔میں نے پوچھا کیسا لگا تو آپؒ نے فرمایا بہت مزہ آیا پھر آپؒ کھڑے ہوئے اور ایک ہاتھ اپنا میری بیگم اور دوسرا ہاتھ ڈاکٹر روبینہ طاہر کے ہاتھ میں دیا اور کہا آنکھیں بند کر لو۔بس ایسے لگ رہا تھا کہ زمین تیزی سے گھوم رہی ہے اور موسمِ سرما کے باوجود کمرہ گرم تھا۔تھوڑی دیر بعد آپؒ نے دونوں کا کیوں کی آنکھ کھلوا دی اور فرمایا''کیفیت کی تیزی برقرار ہے''۔میں نے کہا ایک کپ چائے پی لیں پھر میں آپؒ کو گاڑی پر گشت کرواتا ہوں۔آپؒ نے حامی بھر لی۔میں باہر کو نکلا کہ سگریٹ پی لوں تو پیچھے سے آواز آئی''سیّد بابا چلیں''میں نے گاڑی کی چابی پکڑی اتنے میں ڈاکٹر اسد کی بھی آمد ہو گئی۔میں نے قلندر پاکؒ کو گاڑی کی اگلی نشست پر بٹھایا اور ڈاکٹر اسد کو بالکل ان کے پیچھے والی سیٹ پر بٹھایا۔گاڑی نکالی تو بارش شروع ہو گئی۔

میں مارگلہ روڈ پر گاڑی کو لے آیا۔ آپؒ نے فرمایا ’’سیّد بابا آہستہ چلانا، آج یہ درخت کس قدر خوبصورت لگ رہے ہیں۔ ہم نہایت مختصر رفتار کے ساتھ چلتے رہے۔ میں نے پٹرول کی سوئی کو دیکھا اور سوچا ایوب چوک کے قریب سے پٹرول ڈلوا لیتا ہوں۔ نہ جانے قلندر پاکؒ کہاں جانے کا حکم فرمادیں۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپؒ کو کھانسی شروع ہوگئی۔ میں نے جلدی سے آپؒ کو ٹشو پیپر دیا جب آپؒ نے منہ سے بلغم ٹشو پیپر پر نکالا تو میں نے دیکھ لیا۔ وہ صرف خون تھا۔ اس کے بعد آپؒ نے مجھ سے وقت پوچھا پھر آپؒ کی طبیعت نے ایک عجیب بے چینی اختیار کر لی اور اپنی نشست پر سے جیسے اٹھنا چاہتے ہوں۔ میں نے ڈاکٹر اسد کو کہا کہ وہ ذرا کندھوں سے باباؒ کو تھام لیں۔ قلندر پاکؒ نے فرمایا ’’سیّد بابا گھر واپس چلو۔ بابا نے آپ کے گھر سے جانا ہے گاڑی میں بیٹھ کر نہیں جانا‘‘۔ میں نے گاڑی کا رخ موڑا۔ اب بارش تھی۔ گاڑی تیز چلا نہیں سکتا تھا۔ آپؒ بار بار یہی کہہ رہے تھے ’’بابا نے آپ کے گھر سے جانا ہے گھر آیا کہ نہیں‘‘ مجھے لگے جیسے گھر دنیا کے کسی اور حصے میں ہو اور آپؒ کی بڑھتی بے چینی اور یہی پوچھنا کہ گھر آیا کہ نہیں۔ میں نے گھر فون کر دیا اور دروازہ کھول دیا گیا۔ گاڑی پارک ہوتے ہی جونہی کمرے میں داخل ہونے لگے تو آپؒ بوٹ اتارنے لگے تو بیگم نے کہا ’’بابا جی رہنے دیں آپ ادھر ہی بیڈ پر لیٹ جائیں‘‘ آپؒ نے فرمایا ’’بابا اپنے کمرے میں جائے گا‘‘ اور بوٹ اتار دیئے۔ واپسی پر میں نے دیکھا کہ فرحت شاہ بخاری، اور باجی مسرت، چوہدری سکندر اور اُن کا بیٹا فہد بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر شہزاد کی بھی واپسی ہو چکی تھی۔ قلندر پاکؒ نے ڈاکٹر اسد کو حکم دیا کہ لاہور ڈاکٹر جاوید کو فون کر دو کہ ’’بابا نے تمہاری دی ہوئی دوائی کھالی ہے پھر کہیں گے بابا نے دوائی نہیں کھائی اس لیے فوت ہو گیا‘‘۔ بعد ازاں آپؒ نے حکم دیا کہ کمرے کا دروازہ بند کر دیا جائے

اور سب کو باہر نکال دیا گیا۔ صرف اب کمرے میں ڈاکٹر اسد اور میں موجود تھے۔ آپؒ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''سیّد بابا، میری پشت پر ہاتھ رکھو اور آنکھیں بند کرلو''۔ ایسے لگا جیسے سب کچھ ہوا میں اڑ رہا ہے۔ تپش اور بے چینی بڑھنے لگی تو آپؒ نے آنکھیں کھلوا دیں اور پھر فرمایا کہ بابے کو زمین پر لیٹا دو، نہیں بس اس بستر پر بٹھا دو اور پھر حکم دیا کہ آنکھیں بند کرلو۔ میں آپؒ کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر اسد کو ان کے پیچھے بٹھایا تھا تا کہ وہ کندھوں سے تھامے رکھے۔ میں نے جب آنکھیں بند کیں تو ایسے لگا جیسے زوردار زلزلہ آرہا ہو۔ گھبراہٹ سے آنکھیں کھول دیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؒ دروازے کی طرف سے کسی آنے والے کو آتا دیکھ رہے ہیں۔ چہرے پر مسکراہٹ جیسے کوئی بہت ہی خوشی کا لمحہ ہو۔ مجھے آپؒ کی وہ آواز آرہی تھی۔ ''بابا یار سے ملنے جائے گا۔ براق پر بیٹھ کر جائے گا'' اور پھر آپؒ کے منہ سے اللہ نکلا اور ایسے لگا زمین تیزی سے گھومنے لگی اور پھر اچانک تھم گئی۔ قلندر پاکؒ واصل بحق ہوئے۔ **انا للله و انا الیه راجعون**۔ ایک نہایت حسین انسان اللہ کا دوست دلوں کا قرار، آنکھوں کی ٹھنڈک، رہبری کا روشن چراغ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ آپؒ نے فرمایا تھا ''بابا کا ظاہر چھُپ جائے گا اور باطن عیاں ہو جائے گا''۔ ہم نے قلندر پاکؒ کو بستر پر لٹا دیا اور میں دروازہ کھول کر باہر نکلا اور اشارے سے کچھ کہا۔ مجھے ایسے لگا جیسے دل پھٹ جائے گا۔ سب اندر کو دوڑے میں گھر سے باہر نکلا اور بچوں کی طرح رونے لگا۔ لیکن یہ آنسو دل کی اداسی تھی۔ میرا دل کرے میں چیخوں پھر جیسے مجھے قلندر پاکؒ کی آواز آئی ''سیّد بابا سنبھل کر'' اور میں جیسے تھم سا گیا۔ گو کچھ دیر تک ہر ۲ منٹ بعد آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ میں نے بڑی بیگم صاحبہ کو فون کیا۔ میری آواز کو سن کر انہوں نے کہا ''بابا تو ٹھیک ہیں ناں؟ اُن کی آواز میں گھبراہٹ تھی حالانکہ وہ ہمیشہ آپؒ کی

طبیعت پوچھتی رہتیں اور قلندر پاکؒ سے فون پر بات بھی کرتی تھیں۔ آپؒ کے وصال کی خبر سن کر خاموش ہوگئیں اور میری بھرائی ہوئی آواز سن کر مجھے حوصلہ دیا کہ قلندر پاکؒ تو ولی اللہ ہیں اور اللہ کے دوست ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اس بات نے مجھے خاصی قوت عطا کی۔ آپ کی ماں جی مجھے پیار سے شاہ کہہ کر مخاطب کرتی ہیں۔ بس یہی کہے جا رہی تھیں شاہ یہی اللہ کی مرضی ھے، اپنے آپ کو سنبھالو اور قلندر پاکؒ کے پاک وجود کو حوصلے اور ہمت سے سُپرِ دِخاک کرو۔ اسکے بعد ہم نے قلندر پاکؒ کو کیپٹن طاہر کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹایا اور پمز ہسپتال لے گئے۔ عقل کو مطمئن کرنے کے لئے کہ ہم نے خود ہی death ڈیکلئر نہیں کر دی۔ ڈاکٹرز نے چیک کیا اور پھر ایک Death Certificate جاری کر دیا۔ ہسپتال سے ہم نے ایمبولینس کروائی اور فرحت شاہ کو ساتھ بٹھایا کہ آپ روانہ ہوں ہم گھر بند کر کے سب کو اطلاع دے کر آ رہے ہیں۔ اور ہم نے ایمبولینس روانہ کی اور خود گھر آ گئے۔ سب کو فرداً فرداً اطلاع دی۔ زاہد جھنگوی بھی آ گئے اور آتے ہی فرمایا ''یہ کیسی دوستی تھی کہ ہاتھ ملایا اور داغِ مفارقت دے گئے''۔ میں نے کہا آپ کی بات کا بعد میں جواب دوں گا پہلے نکلتے ہیں اور ہم مختلف گاڑیوں میں للّہ ٹاؤن روانہ ہو گئے۔ بارش ایسی تھی کہ سبحان اللہ۔ اس قدر طوفانی نوعیت کی تھی کہ سڑک پر نظر ہی کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ابھی چکری کے پاس ہی تھے کہ فرحت شاہ صاحب کا فون آ گیا اُن کی آواز گھبراہٹ اور سسکیوں سے پر تھی اور یہ قدرتی امر تھا۔ آپ قلندر پاکؒ کے لاڈلے بھی تھے۔ فرحت شاہ نے بتایا کہ میں کلر کہار پہنچ گیا ہوں اور اس سے آگے میں اکیلا نہیں جاؤں گا۔ آپ جلدی سے پہنچیں۔ میں نے کہا اچھا تم انتظار کرو۔ بالآخر ہم کلر کہار پہنچے اور ایمبولینس کو گاڑیوں کے بیچ میں رکھا اور آہستہ آہستہ جانب للّہ ٹاؤن روانہ ہوئے۔ سالٹ رینج پر دھند کا راج تھا

اور نظر ہی کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ہم بہت کم رفتار کے ساتھ چلتے رہے۔ منشاء بخاری صاحب کو قلندر پاکؒ نے ایک دن پہلے ہی روانہ کر دیا تھا تا کہ وہ ہر قسم کے انتظامات کر سکیں۔ اولاد تو اولاد ہی ہوتی ہے۔ میں نے منشاء صاحب کو بہت حوصلہ مند دیکھا گو کہ قلندر پاکؒ کا حکم سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ منشاء صاحب ایک سمجھ دار اور ذہین شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نے جس طرح سب کو ہینڈل کیا وہ صرف انہی کا حسن ہے۔ جب ہم للہ ٹاؤن پہنچے تو تمام لوگ پہلے سے موجود تھے۔ آپؒ کے جسدِ خاکی کو آپ کے گھر اہلِ خانہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ بارش جاری رہی اور ہم سب حویلی میں بچھے پلنگوں پر بیٹھ گئے۔ طاہر کاظمی، کرنل ارشد، سلیم اختر، قیصر مبین، چوہدری شریف، ڈاکٹر شہزاد، ڈاکٹر اسد، کیپٹن طاہر اور دیگر تمام لوگ آپس میں بیٹھ کر قلندر پاکؒ کی زندگی پر گفتگو کرتے رہے اور اسی طرح رات گزر گئی۔ علی الصبح آپؒ کے والد بزرگوار نے مجھے بلایا تا کہ تدفین کے معاملات طے کئے جا سکیں۔ اس موقع پر منشاء بخاری صاحب اور فرحت بخاری بھی موجود تھے۔ ابتدائی طور پر آپؒ کے والدِ بزگوار کا یہ خیال تھا کہ قلندر پاکؒ کو ان کی والدہ کے سرہانے دفن کیا جائے۔ چونکہ آپؒ کو اپنی والدہ سے بے حد محبت وعقیدت تھی۔ میں نے اُن کو قلندر پاکؒ کی وصیت کے بارے میں بتایا۔ آپؒ کے والد بزرگوار ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ ہر کوئی اُن سے ڈرتا تھا بالخصوص منشاء صاحب تو اُن کے سامنے ایک بہت ہی مودب انداز اپناتے تھے۔ میری بات انہوں نے غور سے سنی اتنے میں چوہدری سیہسر صاحب بھی تشریف لائے۔ انہوں نے آتے ہی قلندر پاکؒ کی وصیت سنائی اور کہا کہ آپ کو جو سیّد بابا نے بتایا ہے وہ قلندر پاکؒ ہی کے الفاظ ہیں اور مجھ سے بھی قلندر پاک نے یہی کہا تھا۔ اس کے بعد آپؒ کے والد نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر پوچھا ''اب اُن کے

بعداس سلسلے کو کون آگے بڑھائے گا''چوہدری صاحب نے جواب دیا۔آپؒ نے فرمایا تھا''میرا وارث سیّد بابا ہے''اور یہ حکم بھی دیا تھا کہ''بابا اور سیّد کے درمیان کسی کو بھی مداخلت کی اجازت نہیں جو ایسا کرے گا اسے نقصان پہنچے گا''۔ یہ بات سن کر آپؒ کے والد بزرگوار کھڑے ہو گئے اور فرمایا''اب آپ کے لئے کھڑا ہونا لازم ہوگا''میں نے پہلے آپ کے گھٹنوں کو پکڑا پھر فرطِ محبت وعقیدت سے کندھوں سے پکڑ کر بٹھایا اور کہا آپ ہمارے بزرگ ہیں اور قلندر پاکؒ کے اس فرمان کا قطعی طور پر یہ مقصود نہیں کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوں آپ میرے مرشد پاکؒ کے والد ہیں اور بہت قابلِ احترام ہیں۔ بڑے بخاری صاحب مسکرائے اور فرمایا''میرے بیٹے کی وصیت کے مطابق آپ کو ہر طرح کی آزادی ہے اور جہاں اُن کا حکم ہے وہیں تدفین کی جائے''۔ یہ صبح ساڑھے چھ بجے کا وقت تھا بارش کا جو سلسلہ قلندر پاکؒ کے اسلام آباد آنے کے بعد شروع ہوا تھا ابھی بھی اسی قوت سے جاری تھا۔ مجھے صرف ایک ہی بات یاد آرہی تھی جو آپؒ نے چوہدری سیہسر صاحب سے کہی تھی''تجھے رونے کی ضرورت نہیں پورا آسمان روئے گا''۔ میں منشاء بخاری صاحب اور قلندر پاکؒ سے نہایت پیار کرنے والے راجہ ماجد صاحب کے ہمراہ اس جگہ پہنچا جو آپؒ نے اپنی تدفین کے لیے منتخب فرمائی تھی۔ گاڑی سڑک پر ہی رکوادی اور دونوں معزز احباب کو میں نے اپنے پیچھے آنے کا کہا اور خود قدم اٹھاتا ہوا ایک جگہ پہنچا تو قدم خود بخود ہی رک گئے اور دل سے آواز آئی کہ یہ جگہ ہے یہاں قبر تیار کروائی جائے۔ جب ہم ڈھڈی تھل واپس پہنچے تو لوگوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور ۱۰ بجے تک پیر دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ کوئی ۱۱ بجے کے قریب میں نے ڈھول والے کو بلایا اور سب عقیدت مندوں نے دھمال ڈالنا شروع کی دھمال بہت دیر تک جاری رہی کہ اتنے میں ایک صاحب نے مجھے اطلاع

دی کہ آپ سے ملنے کوئی درانی صاحب آئے ہیں۔ میں دھمال سے نکل کر اُن کی طرف گیا تو آگے ناصر خان درانی صاحب تحیر کے عالم میں کھڑے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ قلندر پاکؒ کل شام پردہ فرما گئے۔ درانی صاحب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ میں نے کہا آپ حکمِ قلندر پاکؒ کے تحت تشریف لائے ہیں۔ اُن کا کہا ہوا آپ کی نسلیں دیکھیں گی۔ پھر دھمال ظہر کی نماز سے پہلے اختتام پزیر ہوئی۔ چند لوگوں نے مجھ سے قلندر پاکؒ کو غسل دینے کی اجازت مانگی۔ غسل کے بعد ہم سب نے آپؒ کے جسدِ خاکی کو اٹھایا اور گھر سے نکل کر پہلے حویلی میں رکھا جہاں آپؒ کے والد بزرگوار نے آپؒ کا آخری دیدار کیا اور پھر پیدل دو کلو میٹر چل کر جائے تدفین پہنچے۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ بارش پوری قوت سے جاری رہی اور صرف نمازِ جنازہ کے وقت رک گئی۔ آپؒ کی تدفین کی گئی۔ اسی دوران قلندر پاکؒ کی ایک کاکی نے مجھے آ کر کہا کہ انسان سے غلطی ہو جاتی ہے ہم سے بھی غلطی ہوئی ہے جو ہم اُن سے کٹ گئے۔ میں نے کہا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا تھا ”جو پتہ درخت سے گر جائے اسے دوبارہ جوڑا نہیں جا سکتا“۔ بہت سارے لوگ مخالفت نفس کے سبب قلندر پاکؒ سے جُدا ہوئے اور یقینی طور پر ایک ملامتی فقیر کے ساتھ رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ پھر جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے۔ ”اللہ پاک فرماتا ہے میرے دوست میری صدری کے نیچے ہیں جنہیں میرے اور میرے خاص دوستوں کے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکتا“۔ کسی طور پر تو سب نے اپنے نفس کی مخالفت کر کے ہی پیار کرنا ہوتا ہے اور اس سے بڑی کیا نعمت ہوگی کہ فقیر کو پا لیا اور پھر بد بختی دیکھئے کہ شک آ گیا۔ اور اتنی قوت سے نفسی سرکشی کہ اللہ کے دوست کو ہی چھوڑ دیا۔ پھر بھی قلندر پاکؒ نے فرمایا ”اپنے ہاتھ سے لگائے پودے کو کون اکھاڑتا ہے“۔ اور اس کے بعد ہم ڈھڈی تھل واپس پہنچے۔

منشاء صاحب نے تمام آنے والوں کے لیے لنگر کا انتظام کر رکھا تھا۔ کچھ وقت وہاں ٹھہرے اور مغرب کے بعد واپس اسلام آباد روانگی ہوئی، راستے میں پھر بارش شروع ہوگئی اور اس قدر تیز تھی کہ گاڑی سے باہر نظر آنا محال تھا۔ واپسی پر اسلام آباد کے ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا اور گھر واقع G-11 میں آ گئے۔ جونہی اندر داخل ہوئے تو ایسے لگا جیسے ایک خاموش، پر اسرار جہاں میں داخل ہو گئے ہیں۔ قلندر پاکؒ کے کمرے میں گیا تو ہر چیز ویسے ہی موجود تھی۔ آپؒ کی گھڑی، چھڑی، موبائل اور کپڑے، آکسیجن سلنڈر، ادویات اور میڈیکل رپورٹس بھی ٹیبل پر موجود تھیں۔ کوئی ایک بجے کے قریب ہم سو گئے۔ آپؒ کا موبائل میں نے اپنے سرہانے رکھ لیا جس پر ہر لمحہ کے بعد آنے والے میسج کی بیل بجتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کمرے میں بے تحاشہ لوگ آ جا رہے ہیں۔ میں اٹھا اور برابر والے آپؒ کے کمرے کی لائٹ جلائی تو ہر قسم کا شور ختم ہو گیا۔ میں کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا پھر بیگم کی آمد بھی ہوئی انہوں نے کہا مجھے بھی ایسے ہی محسوس ہوا جیسے لوگ آ جا رہے ہیں اور کاغذوں کے پلٹنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے کچھ دیر بعد لائٹ بند کی اور واپس کمرے میں آ گیا۔ ابھی ایک گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ پھر وہی آوازیں آنا شروع ہوئیں اور شور بڑھتا ہی گیا۔ میں آرام سے دبے قدم اٹھا اور اندھیرے میں ہی اس کمرے میں جا گھسا ہر چیز تھم گئی۔ میں نے لائٹ جلائی اور قلندر پاکؒ کے بیڈ پر لیٹ گیا۔ میری آنکھ بھی لگ گئی اور پھر دوبارہ آنکھ کھلی تو میں نے اٹھ کر لائٹ بند کی اور کمرے سے باہر نکل کر بستر پر سو گیا۔ اس دوران میری کئی بار شور سے آنکھ بھی کھلی مگر میں نے اس کو نظر انداز کیا۔ اگلی صبح قلندر پاکؒ کی تمام استعمال کی اشیاء کو سنبھالا اور بیگم نے اس کمرے کی صفائی کروائی۔ قلندر پاکؒ کا موبائل، چھڑی اور دیگر اشیاء آج بھی میرے پاس موجود ہیں۔ پھر

عقیدت مندوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہوگیا جو رات گئے تک جاری رہا۔اس سے اگلے دن صبح کے وقت بارش ہورہی تھی لیکن ہم نے قل کی رسم میں شرکت کے لئے روانگی ڈالی۔ ڈاکٹر شہزاد نے اپنے رات کا خواب مجھے سنایا کہ اس نے مجھے دیکھا کہ میں کھڑا ہوں اور آسمان سے جیسے ایک روشنی آئی ہے اور میرے اندر سما گئی۔ میں نے کہا چلو تمہارے ذہن سے تو الجھن دور ہوجانی چاہیئے۔ آپؒ کے پردہ کر جانے کے بعد کا وقت عجیب وغریب تھا۔سب بکھر گئے۔ ہر کسی نے اپنی ولایت اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔کسی نے قبر مبارک کے پاس پلنگ کو الٹا بچھایا اور اُس پر بیٹھ گیا کہ اب فقیر میں ہوں۔ کسی نے یہ کہا کہ رات بابا مجھے خواب میں آئے اور انہوں نے مجھے فرمایا کہ بابے کو اندھیرے میں ڈر لگ رہا ہے لہٰذا تم قبر کے ساتھ ہی لیٹ جاؤ۔ کسی نے قبر مبارک کے سرہانے پانی نکالنے کا کہا کہ یہاں سے اب میٹھا پانی نکلے گا۔مگر وہ کوشش بھی بے سود۔نفس کے شر نے قوت پکڑی، ابلیسیت نے اپنا زور لگایا اور ہر شخص اپنی جگہ دعویدار ہوا۔حتیٰ کہ شگری صاحب بھی میرے پاس آئے اور کہا ''آپ وارث ہونے کا نہ کہیں یہ لوگوں کو پسند نہیں''۔ کچھ نے منشاء صاحب اور فرحت شاہ صاحب کو بھی ورغلایا کہ آپ اولاد ہیں یہ وارث کون ہوتا ہے؟ گویا عجب کھچڑی پک گئی۔ پہلے ہی محبت کا فقدان تھا اور اب تو صورتحال اور بھی خراب ہوگئی۔لیکن میں منشاء بخاری صاحب اور فرحت بخاری صاحب کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے میرے پاس آ کر اپنے الجھاؤ کو دور کیا اور اپنی محبت کا ایسا لاجواب اظہار کیا جس کی عملی شکل آج تک جاری وساری ہے۔ میں نے فرحت شاہ صاحب کو مزار پاک کا گدی نشین قرار دیا کیونکہ منشاء صاحب پہلے ہی قصور میں حضرت سید شیر علی شاہؒ کے گدی نشین ہیں۔لیکن منشاء صاحب کا ذمہ دارانہ طرزِ عمل بہت ہی حسین ہے اور آپ مزار سے

متعلق کوئی بھی **event** ہو ہمیشہ سب سے آگے رہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے ابتدائی ایام میں قبر مبارک کے ارد گرد زمین خرید کر مکان بنانے کا بھی عندیہ دیا۔ لیکن کسی بھی چیز کے لئے استقامت کی ضرورت ہوتی ہے، جذبات کی نہیں۔ چہلم کے بعد ایک دن گرمیوں میں لاہور واپسی پر جب قبر مبارک پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر پر ایک تنگ سا کمرہ تعمیر ہو رہا ہے۔ جب میں نے پوچھا یہ کون بنوا رہا ہے تو جواب ملا کہ ڈاکٹر جاوید کی والدہ ماجدہ بنوا رہی ہیں۔ اُن کو قلندر پاکؒ سے بہت عقیدت تھی اور اُن کی محبت سر آنکھوں پر، میں نے کہا یہ کمرہ اس فقیر کی شایانِ شان نہیں اور پھر دیواروں کو گرایا اور مزار کے خیال کی شکل میرے اندر سے باہر آ گئی۔ میرے پیار کرنے والوں نے جن کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں۔ میرے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا اور جلد ہی ایک خوبصورت مزار سامنے آ گیا۔ اس مزار کی تعمیر میں اسلام آباد اور راولپنڈی، ملتان اور لاہور کے چند کاکے کاکیوں نے حصہ لیا اور قلندر پاکؒ سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ (مزار کی تعمیر سے متعلق آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں)

نام تنہاں دا فقیر باھو

قبر جنہاں دی جیوے ھو

فقیر کہتے ہیں محبت کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ اول انسان کی ہم جنس انسان کے ساتھ محبت اور یہ نفسانی محبت کہلاتی ہے جس میں ایک دوسرے کو چھونا اور بغلگیر ہونا ممکن ہوتا ہے۔ دوئم غیر جنس سے محبت جس میں طالب محبوب کی کسی صفت سے قرار حاصل کرتا ہے اور آرام پاتا ہے۔ مثلاً اس کی بات سننا اور اس کا دیدار کرنا۔ اس قسم کے عاشقوں کی بھی آگے دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حق تعالیٰ کے انعام و اکرام اور نعمتوں کو دیکھ کر اس سے محبت کرتے ہیں دوسرے وہ جو

غلبہ محبت میں آکر انعام واکرام کو بھی حجاب سمجھتے ہیں۔ بلکہ محبوب کے انعام واکرام کو ذریعہ بنا کر محبوب تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور یہ زیادہ بلند مرتبہ ہے۔

حضرت سمنون المحبؒ فرماتے ہیں ''اللہ کے عاشق ساری دنیا و آخرت کی بازی لے گئے کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو سب سے زیادہ محبت ہے''۔

قلندر پاکؒ سے اُن کے چاہنے والوں کی محبت کے لئے مذکورہ بالا عبارت کافی ہے۔ آپؒ کے ساتھ عقیدت ونسبت رکھنے والے بھی لاجواب ہیں۔ اب میں جن چاہنے والوں کا ذکر کرنے والا ہوں انہوں نے قلندر پاکؒ کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا اور وہ باطنی آنکھ کے سبب اُن کی محبت سے ایسے سرشار ہیں جیسے یوم تخلیق سے ساتھ ہوں۔ اس قدر وارفتگی اور محبت کی انمٹ نعمت سے روشن ہیں جس کی مثال ڈھونڈنا مشکل ہے۔ ان سب پیار کرنے والوں سے ملاقات سلیم اختر صاحب کے حوالے سے ہوئی ان میں خرم فریدی صاحب، ارشاد کاظمی صاحب، جاوید اقبال صاحب اور جمیل جنجوعہ صاحب نہایت قابلِ ذکر ہیں۔ ان پیار کرنے والوں نے نہ صرف پیغام رحمت کو قلبی طور پر قبول کیا بلکہ روشن ہو گئے اور ان کی زندگیاں ہی بدل گئیں۔ ہر ایک نے اپنے عمل سے محبتِ قلندر کو ثابت کیا۔ نہایت باادب اور قلندر پاکؒ کی محبت سے سرشار ہیں۔ دو سال پہلے مجھے کیل آزاد کشمیر جانے کا اتفاق ہوا۔ جمیل جنجوعہ صاحب نے دورانِ سفر ہر جگہ لوگوں سے ملوایا۔ سب کو پیغام پہنچ چکا تھا۔ دیوانگی کی انتہا دیکھیئے کہ پیغام کو پھیلانا اور اتنی یکسوئی سے پھیلانا۔ واہ رے واہ ہی کے مصداق ہے۔ اس تمام تحریر کو جمیل صاحب Type کرواتے ہیں پھر اصلاح کے لئے لاتے ہیں اور جاوید اقبال صاحب

اس کو انگلش میں Translate بھی کر رہے ہیں۔ گزشتہ ۳ سالوں سے قلندر پاکؒ کے عرس کی ذمہ داری بھی خرم فریدی، ارشاد کاظمی، جمیل جنجوعہ اور جاوید اقبال صاحب ہی کی ہے۔ اس قدر خوبصورتی اور نظم وضبط کے ساتھ عرس منعقد ہوتا ہے کہ جی خوش ہو جاتا ہے۔ قلندر پاکؒ خود بھی نظم وضبط کے قائل تھے اور آپؒ کے چاہنے والے بھی کیا حسین ہیں۔ ان سب نے اپنے سرکاری عہدوں کے باوجود خود کو ہمیشہ خادم ہی سمجھا۔ یہ وہ پیار کرنے والے ہیں جو عشق کے حسن کی بہت عمدہ مثال ہیں۔ اس کے علاوہ میجر افتخار سعید جنجوعہ جنہیں میں ایک مجاہد کہتا ہوں قلندر پاکؒ کی محبت میں خود کو فنا کیے ہوئے ہیں۔ پھر جیسا میں نے پہلے بھی ذکر کیا، شاہد محمود پراگ میں وہ شمع روشن کیے ہوئے ہیں جس نے ان گنت لوگوں تک سورۃ الرحمٰن پہنچا دی ہے۔ انگلینڈ میں اصغر علی، بدر علی اور Leena Kaki کا پیغام پھیلانا اور قلندر پاکؒ کی محبت سے روشن ہونا بہت حسین ہے۔ چیک ریپبلک میں ہلڈا، کلارا، لوسیکا، سوت لانا، مارکیٹا، مارٹن، ریناٹا، اور جرمنی میں پیٹرا کا پیغام پھیلانے کا انداز بالکل ایک دیوانگی ہے اور یہ سب اس بات کا انتظار نہیں کرتے کہ کوئی ان سے رابطہ کرے بلکہ یہ خود چل کر جگہ جگہ جاتے ہیں اور پیغام پھیلاتے ہیں۔ ان سب کے گھروں میں قلندر پاکؒ کی تصاویر آویزاں ہیں اور یہ جس محبت سے قلندر پاکؒ کا ذکر کرتی ہیں وہ قرآن پاک کی عظمت وحسن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میکسیکو میں Dave قلندر پاکؒ کی محبت سے مست مست ہیں اور اُن کے تاثرات اور احساسات صوفی ازم سے محبت کی عمدہ دلیل ہیں۔ قرآن پاک نے کروڑوں لوگوں کے مردہ قلوب کو زندگی عطا کی۔ اگر میں ہر فرد کا ذکر کرنا شروع کر دوں تو ایک کتاب اور درکار ہوگی۔ بس اتنا کہتا ہوں کہ آپ سب کو سلام ہے۔ آپ اس عظیم فقیر سے ملے بھی نہیں لیکن پھر بھی آپ سب کی محبت

ملنے والوں سے کسی بھی طرح کم نہیں بلکہ میں کہتا ہوں بہت زیادہ ہے۔محبتوں کا یہ سفر جاری و ساری ہے۔ان سب چاہنے والوں میں سے ہر ایک سے لاکھوں روشن ہوں گے اور اللہ کی رحمت سے مستفید ہوں گے۔جیسا کہ قلندر پاکؒ نے فرمایا ''ہزاروں، لاکھوں نہیں چاہییں ایک چاہیے جو لاکھوں مردہ قلوب کو زندہ کرے''۔

قلندر پاکؒ کے پردہ کر جانے کے بعد اصل مسئلہ سب کو ایک ہی فکر پر اکھٹا کرنا بظاہر مشکل نظر آتا تھا۔لیکن وقت کے ساتھ ساتھ پہلے oovoo کے ذریعے پھر u-stream کے ذریعے دعاؤں کا انعقاد ممکن ہوا اور اس وقت تحفہ قلندر کی ویب سائٹ اور streaming کے ذریعے دعا online ہوتی ہے۔اس ویب سائیٹ کو فیصل ملک نے بنایا ہے جس سے تمام دنیا کے لوگ connect ہو جاتے ہیں۔دعا کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر کوئی اس میں شامل ہوتا ہے چاہے امریکہ اور کینیڈا میں صبح ہی کا وقت کیوں نہ ہو۔اور یہ دعا ایک تسلسل سے ہوتی ہے اور قلندر پاکؒ کے ذکر سے سوچ کو مثبت قوت ملتی ہے۔۲۰۱۶ء میں آستانہ محویت کا افتتاح ہوا۔جہاں لوگ آتے ہیں اور دعا میں شامل ہوتے ہیں۔قلندر پاکؒ جب میرے ساتھ رہنے کے خواہاں تھے اس وقت آپؒ نے یہ خیال دیا تھا جو اس وقت عملی طور پر موجود ہے۔اس آستانے کو قیصر مبین، میجر افتخار سعید اور جمیل جنجوعہ دن رات روشن رکھے ہوئے ہیں اور تمام چاہنے والے اس کی صفائی وستھرائی کو ایک محبت کے ساتھ کرتے ہیں۔آستانے کے تمام لنگر کی ذمہ داری آپ سب کی ماں جی نبھاتی ہیں اور خوب محبت سے خود لنگر پکاتی ہیں۔آپکی MOM نے بھی گھر کی Basement میں دُعا کیلئے خوبصورت اہتمام کر رکھا ہے اور تمام چاہنے والے وہاں بھی اکٹھے ہوتے ہیں اور اکثر و بیشتر دعا وہاں سے

بھی نشر کی جاتی ہے۔ دونوں گھر قلندر پاکؒ کی محبت کے امین ہیں اور قلندر پاکؒ کے چاہنے والوں کیلئے ادب و احترام کا مقام رکھتے ہیں۔ قلندر پاکؒ کے مزار میں وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ منشاء صاحب نے اردگرد کی زمین خریدی اس کی توسیع کو اپنی محبت سے جاری رکھا۔مزار پاک کے حوالے سے کسی قسم کی Renovation بھی جاری رہتی ہے۔ قلندر پاکؒ کے دربار کی جاروب کشی سے لے کر پیغام کی ترویج اور مسلسل پھیلاؤ کو آپؒ کے چاہنے والے جاری رکھے ہوئے ہیں۔قلندر پاکؒ سے اصل محبت بھی سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو پھیلانا ہے۔ متابعت فقیر ہی آپ کے اندر کی اخلاقی گراوٹ کو ختم کرنے کے لیے اصل مجاہدہ ہے۔سورۃ الرحمٰن ہم سن تو لیتے ہیں پھر جسمانی، ذہنی،نفسیاتی اور روحانی بیماری بھی ٹھیک ہو جاتی ہے لیکن صرف ٹھیک ہو جانے کا مسئلہ نہیں اصل میں تو اس پیغام کو اپنے دیگر بھائیوں کو پہچانا ہے تاکہ نفس مغلوب ہوا اور اخلاقی گراوٹ کے خاتمے کے لیے مجاہدہ ہو۔اب سورۃ الرحمٰن کے پیغام کو اس طرح پھیلانا ہے کہ یہ نفس کے خلاف جہاد بن جائے۔ ہمارے خیر و شر کا بیلنس ٹھیک ہو جائے اور ہمارا نفس کے خلاف جہاد ہی پہچان کے سفر کی ابتدا اور معرفت کا حصول ہے۔پچھلے سال ہم جناب جاوید اقبال صاحب کی قیادت میں گلگت، سکردو، ہنزہ اور دیگر شمالی، پہاڑی علاقوں کے سفر پر گئے اور اس سارے سفر کا حسن صرف سیر و تفریح ہی نہیں تھا بلکہ لوگوں کو سورۃ الرحمٰن کا پیغام دینا تھا۔تقریباً 12 دن تک مختلف جگہ پر لوگوں کے اجتماع ہوئے اور سورۃ الرحمٰن کا پیغام دیا گیا۔اور ہم نے ایسی ایسی جگہ پیغام پہنچایا جو ہمارا اولین فرض تھا اور سسکتی انسانیت کے لئے ہم جتنا بھی کریں کم ہے۔کبھی ایسا نہ سوچیں کہ میں نے بہت پھیلا لیا ہے۔اب میرے عقیدت مند پھیلائیں گے اور آپ اپنے کندھے اور پیر دبوانے میں مصروف رہیں اور خود ہی

مخدوم بن جائیں۔ یہ سب قلندر پاکؒ کے فیض سے روشن ہیں انہیں اپنا محتاج نہ کریں اور اپنے سے بہتر جانیں اور قلندر پاکؒ کے حوالے کریں۔ یہ بھی یاد رکھیں علم کے بغیر معرفت نہیں خالی کسی کا سورۃ الرحمٰن سن کر کوئی کام ہو جانا یا بیماری کا ٹھیک ہو جانا آپ کی کرامت نہیں بلکہ یہ حسنِ قرآن ہے جو رحمت ہے اور شفاء بھی ہے۔

قلندر پاکؒ کی حیاتِ مبارکہ میں لوگ اکھٹے ہوتے تھے اور آپؒ فرداً فرداً سب سے اُن کی کیفیت اور محسوسات کے بارے میں پوچھتے تھے۔ پھر آپؒ کلام فرماتے تھے اور کیا خوب گفتگو فرماتے! اسی طرزِ فکر کو ہم نے دعا کا نام دے رکھا ہے۔ جو لوگ اپنے اپنے تاثرات، کیفیات اور محسوسات کے ذریعے شامل ہوتے ہیں اور پھر راقم الحروف اللہ پاک اور رسول مقبول ﷺ، صحابہ کرامؓ، اولیاء کرام کی سچائی اور عظمت کو بیان کرتا ہے اور سورۃ الرحمٰن کے پیغام کا باطنی مفہوم قلندر پاکؒ کی عطا سے روشن ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سوچ اور قلب و ذہن میں خاصی تبدیلی آئی ہے۔ چاہنے والوں کے ان گنت ابہام دور ہو گئے ہیں اور ہم سب نفسی شرارتوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ قلندر پاکؒ نے کسی سے بھی بیعت نہیں لی اور نہ ہی ہمارے ہاں کوئی پیری فقیری طرزِ عمل کی کوئی جھلک نظر آتی ہے۔ ہماری منزل ایک ہے۔ سوچ ایک ہے نقطہء محور ایک ہے، پیار ہمارا مشروب ہے اور محبت ہماری فکر۔ سورۃ الرحمٰن کی عظمت و پاکیزگی کی روشنی سے سانسوں کی ڈوری کو ہم آہنگ کرنا ہے۔ صاحب اصول بننے کے لئے صرف اور صرف صاحبِ وصول (قلندر پاکؒ) کے نقش قدم پر چلنا ہے۔

قلندر پاکؒ کی پیار کرنے والی کا کیوں کا سورۃ الرحمٰن کا پھیلانا ایک بہت ہی حسین پہلو ہے۔ قلندر پاکؒ ہمیشہ فرماتے سوچ بدلنے کے لیے ماں کی تربیت بہت ضروری ہے۔ کسی بھی

کا کی کی سوچ کا بدلنا ایک اچھی نسل کی تربیت ہوگی۔ آج یہ کاکیاں اپنی خواہشات کے دامن سے جان چھڑا کر اپنی اولاد کی تربیت میں مصروف ہیں اور دیگر کاکیوں کو پیغام دینے میں کوشاں ہیں۔ قلندر پاکؒ کو کاکیاں والی سرکار کہتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ''کا کی درد ہے، ممتا ہے، پیار ہے، پاکیزگی ہے''۔ گو کہ یہ سفر بہت طویل اور کٹھن ہے تاہم قلندر پاکؒ کا خیال سب کو روشن رکھے ہوئے ہے۔ جو کاکیاں دفتر میں کام کرتی ہیں انہوں نے اپنے اردگرد بہت لوگوں تک پیغام پہنچایا۔ خاص طور پر نوجوان نسل کے اندر مثبت سوچ کو پیدا کرنا ہے۔ نفس کی اس نہ ختم ہونے والی جنگ میں نجات کا سبب صرف اور صرف رحمتِ خداوندی ہے۔ اللہ پاک قلندر پاکؒ کے تمام پیار کرنے والوں کو اپنی رحمت خاص سے نوازے تا کہ وہ اس دکھی اور سسکتی انسانیت تک رحمت کا یہ حسین پیغام پہنچا سکیں۔ (آمین)

یہ بھی جان لیجئے! کہ فیض کی یہ دولت کسی کی عطا ہے اور ہم نے اسکے حصول کیلئے نہ تو محنت و ریاضت کی اور نہ ہی ہمارا کردار ایسا تھا کہ ہم اپنے کسی مجاہدہ کے ذریعے اسے حاصل کر لیتے۔ سورۃ الرحمٰن کے پیغام کے ابدی حسن کی ترویج و اشاعت کا سہرا صرف قلندر پاکؒ ہی کو جاتا ہے۔ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا صرف پیغام کو آگے دینا ہی ہماری contribution نہیں بلکہ اپنے نفس سے جنگ لڑنی ہے۔ خلوص کی دولت کا حصول صرف اس نفسی جنگ کے خلاف جہاد ہے۔ اس سے پہلے ہمارے امراضِ ظاہر یہ ختم ہوں گے پھر سوچ بدلے گی اور پھر کردار کی باری آئے گی۔ سوچ بدلے گی تو اس کا محور بھی بدلے گا۔ نفس کے زچ پن کو جان لیں گے تو محبت کے میدان کی طرف چل پڑیں گے۔ اور ہمارا تسلسل ہمیں طالب ہونے کی دولت سے روشن کر دے گا۔ تب جا کر مطلوب اور طالب کا جوڑ ابنتا ہے۔ قلندر پاکؒ کی شخصی اور روحانی

فکر پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں اُن کو اپنی کسی جز وقتی لفاظی یا چالاکی سے بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس تک دسترس حاصل کی جا سکتی ہے۔ اپنی سوچ کی نفی در حقیقت اپنی نفی ہے اور فنا ہوئے بغیر بقا کے حسن کو نہیں جانا اور پہچانا جا سکتا۔

ہمارے اردگرد لوگ بیمار بھی ہیں اور پریشان بھی۔ سب سے پہلے بیماریوں کا علاج کرنا ہے۔ اگر کسی کو فالج کا عارضہ لاحق ہے تو اسے قاری خوشی محمد اور بچوں کی آواز میں قصیدہ بُردہ شریف کی آڈیو دیں۔ اور صحیح سننے کا طریقہ یہ ہے کہ فالج سے متاثرہ تمام مریض، قصیدہ بُردہ شریف کی آڈیو صبح، دوپہر اور شام آنکھیں بند کر کے سنیں۔ سننے سے پہلے اپنی دل کی دھڑکن کو محسوس کریں اور خود کو روبرو اللہ پاک کے تصور کریں اور صرف اس قصیدہ بردہ شریف کی آواز کو سنیں۔ اس طرح ۷ دن تک سننا ہے۔ ہر دفعہ سننے کے بعد آنکھیں کھول دیں اور آدھا گلاس پانی ہاتھ میں پکڑیں اور آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ پھر دل کی دھڑکن کو محسوس کریں اور روبرو اللہ کے ہونے کا تصور باندھیں۔ اب دل میں ۳ بار بہت پیار و محبت کے ساتھ اللہ کہیں اور پھر یہ پانی ۳ سانسوں یا ۳ گھونٹ میں پی لیں۔ شفاء منجانب اللہ ہے۔

اکثر سننے میں آتا ہے کہ فالج پرانا ہے۔ ۷ دن میں اثر نہیں ہوا۔ پہلے تو یہ بات سن کر ایک ہی خیال آتا ہے کہ اللہ پاک ہی پیدا کرتا ہے اور وہی آخری سانس تک سنبھالتا ہے پھر موت سے ہمکنار کرتا ہے اور قیامت کے روز دوبارہ زندہ کرے گا۔ ہماری بیماری کتنی ہی خطرناک ہو، پرانی ہو، ذاتِ ربانی کی شفاء کے آگے اس کی کیا حیثیت ہے؟ لہٰذا اللہ پر بھروسہ کریں اور سننے اور حضوری کے عمل کو یقینی بنائیں۔ یکسوئی اختیار کریں، خیالات کی فکر سے آزاد ہوں۔ مالکِ کل کی عظمت کے حُسن سے مسکرائیں آپ کو وہ شفاء عطا فرمائے گا۔ خود ہی سوچیں اور غور کریں

ہمارے ایمان کی حالت کو کیا ہو گیا ہے۔ اللہ پاک ہر لحاظ سے اول، آخر، ظاہر و باطن، عظیم و جلیل، قادرِ مطلق اور مختارِ کُل ہے۔ پھر ہماری بے بسی اور مایوسی صرف اور صرف نفسی گھٹن ہے۔ ہم چاہے کتنے ہی گنہگار سہی وہ معاف کرنے والا ہے۔ ہمارا احساس ہی ہمارے لئے نجات کی سیڑھی ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ کا عمدہ اور حسین خیال ہی ہماری نجات ہے۔ لیکن اگر پھر بھی کبھی خیالات کا تسلسل برقرار رہے تو وہ مریض اسے دوبار مزید ۷، ۷ دن کے لئے سن سکتا ہے۔ لیکن ۲۱ دنوں سے زیادہ نہیں۔ پھر ٹھیک ہونے کے بعد اس پیغام کو پھیلائیں اور شکر و مہربانی کے اس امر کو عملی طور پر پھیلا کر شکر گزاروں میں شامل ہوں۔

وہ تمام لوگ جو کسی بھی جسمانی، روحانی الجھن، ذہنی کرب یا کسی بھی نفسیاتی امراض میں مبتلا ہوں، کسی قسم کے کالے جادو، یا جنات کے شر سے نجات چاہتے ہوں وہ سب سے پہلے آدھا گلاس پانی اپنے قریب رکھ لیں۔ اب آرام سے بیٹھ جائیں اور آنکھیں بند کرنے سے پہلے اپنی سانس کو نارمل کر لیں، پھر آنکھیں بند کریں اور اللہ کے روبرو ہونے کا تصور باندھیں۔ خیالات کے الجھاؤ سے نکل کر رب رحمٰن کے آگے پیش ہوں۔ اب سورۃ الرحمٰن سنیں اور صرف تلاوت کو سنیں، کسی قسم کا زور لگانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جب آپ شفاء کے لئے پیش ہوں گے تو آپ کا کیا زور ہے۔ اب صرف ادب، تحمل اور محبت سے اس پاک کلام کو ایسے سنیں جیسے یہ آپ کے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔ ۲۰ منٹ کی تلاوت جب ختم ہو جائے گی تو آنکھیں کھول لیں۔ اب وہ آدھا گلاس پانی ہاتھ میں پکڑیں۔ آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ پھر اللہ کے روبرو ہونے کا تصور باندھیں اور دل کی دھڑکن سے ۳ بار اللہ کہیں اور بعد میں یہی پانی بند آنکھوں سے ۳ گھونٹ یا ۳ سانسوں میں پی لیں۔ جان لیجیے! جو لوگ زیادہ بیمار ہیں وہ دن میں ۳ بار اور

جنہیں کوئی خطرناک بیماری نہیں ہے وہ دو مرتبہ اور جو لوگ اپنے آپ کو بالکل تندرست سمجھتے ہیں وہ ایک بار ے روز تک مسلسل سنیں اور رحمتِ خداوندی سے موج کریں۔قلندر پاکؒ نے فرمایا ''سورۃ الرحمٰن کو ظاہر کے کانوں سے نہیں بلکہ دل کے کانوں سے سنا جاتا ہے۔قرآن پاک نور ہے جو انسان کے وجود سے اندر داخل ہوتا ہے اور ایک سکینڈ کے ہزارویں حصے میں انسانی وجود اور روح میں ایسی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے جس سے امراض ختم ہوتے ہیں، بدبختی اور نحوست بھاگ جاتی ہے''۔

یاد رکھیں! جو میں نے لکھا ہے یہی سورۃ الرحمٰن سننے کا وہ صحیح طریقہ ہے جو قلندر پاکؒ سے میرے تک آیا اور جس کی بنیاد پر میں نے پی ٹی وی سے سورۃ الرحمٰن کے پروگرام پیش کئے۔اگر کوئی آپ کو اس سے مختلف طریقہ بتاتا ہے تو یہ اس کا اپنا گھڑا ہوا ہے۔فیضِ قلندر میں مبالغہ آرائی کسی بھی فرد کی اپنی غفلت یا سوچ ہوسکتی ہے۔ جتنا اور جیسا حکم ہے اسی کی تقلید میں فلاح ہے۔اصل بات تو سوچوں کا بدل جانا ہے نہ کہ کسی کو الجھانا۔پھر یہ جس کا فیض ہے اسی کا بتلایا ہوا طریقہ ہی سچ ہے۔سورۃ الرحمٰن کے سننے سے متعلق بھی یہ بتایا جاتا ہے کہ ہم اسے ہر روز سن لیں یا پھر اگر کوئی ٹھیک ہوگیا ہے تو وہ کسی خوف کے مارے دوبارہ سننے پر بضد ہے یا کوئی یہ کہے کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔

سب سے پہلے پیغام کا ایک حصہ آپ نے پڑھ لیا اور اس پر عمل بھی کرلیا اب اس کا دوسرا حصہ سنیے:

قلندر پاکؒ یہ الفاظ فرماتے ''سورۃ الرحمٰن کی سی ڈی ہم نے آپ کو فری دی، آپ نے سنی

اور اللہ پاک نے آپ کو شفاء دی اب آپ کو اس کی فیس ادا کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اب اس پیغام رحمت کو سب تک لے جائیں۔ سب سے پہلے اُن لوگوں کو دیں جن سے آپ کو سب سے زیادہ نفرت ہے، یا لڑائی جھگڑا ہے"۔

آپ اس پیغام کو اپنے دیگر بھائیوں تک پہنچائیں یہی صدقہ جاریہ ہے۔ ایک دن قلندر پاکؒ نے مجھے فون کیا اور فرمایا "سیّد بابا کل رات کیا سوچتے رہے ہو" میں نے جواب دیا کہ شوگر کے مریضوں کے متعلق بہت غور کیا تو میرے قلب میں ایک آواز آئی "العلی العظیم" قلندر پاکؒ نے فرمایا "بہت خوب بابا بھی ساری رات اسی نقطے میں یکسو رہے ہے اور ایک گوہر نایاب لوگوں کیلئے عطا ہوا ہے۔ کہ تمام شوگر کے مریض اپنے ناشتے، دوپہر اور رات کے کھانے کے وقت پہلے 3 نوالے ایسے کھائیں: نوالہ بنائیں آنکھیں بند کرلیں، دل میں ایک بار اللہ کہیں پھر آنکھیں بند رکھتے ہوئے اسے کھالیں۔ چبائیں اور نگلنے کے بعد آنکھیں کھول لیں پھر دوسرا نوالہ، پھر آنکھیں بند کرلیں اور ایک بار دل میں اللہ کہیں، کھالیں اور نگلنے کے بعد آنکھیں کھول دیں پھر تیسرا نوالہ اور یہی طریقہ دھرائیں۔ یہ یاد رکھیں اس دوران وہ خود کو اللہ کے روبرو تصور کریں"۔ کیا حسین نسخہ رحمت ہے آپؒ نے فرمایا "سیّد بابا اس طریقے کو اور جو آپ کے قلب میں روشن ہوا ہے دونوں کو ویب سائیٹ پر چڑھا دیں۔ قلندر پاکؒ کے اس طریقے کو میں نے مختلف لوگوں پر آزمایا شوگر بالکل نارمل ہوگئی۔ یہ طریقہ 7 دن تک کریں اور شوگر لیول کو چیک ضرور کریں۔ جب شوگر نارمل ہوجائے تو پھر اس عمل کو روک دیں۔ اسکے علاوہ قلندر پاکؒ نے تھیلیسیمیا کے علاج پر بہت کام کیا اور ہم ایسے بہت سے لوگوں سے ملے اور اُن کے بچوں کو اللہ پاک نے شفاء دی۔ اس علاج کیلئے آپ بالمشافہ ملیں اور میں خود چل کر آپ کے ساتھ جاؤنگا۔

میرے ایک پیار کرنے والے وقاص صاحب جو پولٹری بزنس کرتے ہیں ایک دن اُن کے ہمراہ ایک ڈاکٹر آصف بھی تشریف لائے۔ وقاص صاحب نے یہ تعارف کرایا کہ مرغیوں کے علاج و معالجے کے لئے ڈاکٹر صاحب ہمارے پاس آتے ہیں اور دوائیاں بتاتے ہیں۔ ایک دن انہوں نے میرے دفتر میں قلندر پاکؒ اور آپ کی تصویر دیکھی تو مجھ سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ اس پر میں نے ان کو دعا کروائی اور سورۃ الرحمٰن دی جوانہوں نے ۷ دن سن لی ہے اور اب اسے پھیلا رہے ہیں۔

میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا تو وہ بولے میرے والدہ بہت بیمار تھیں اور میں بے چین رہتا تھا۔ ہر وقت دنیا کی فکر اور خواہشات نے گھیر رکھا تھا۔ جب میں نے سورۃ الرحمٰن سنی تو بہت سکون آ گیا بلکہ یہ کہنا چاہیے اچانک ایسا ٹھہراؤ آ گیا جس نے مجھے حیران کر دیا میں نے سورۃ الرحمٰن اپنی والدہ صاحبہ کو سنوائی اور وہ ایسے تندرست ہوگئی ہیں کہ میرے سے بھی زیادہ چاق و چوبند ہیں۔ میں نے اپنی والدہ کو بتایا کہ اب آپ نے بھی اس پیغامِ رحمت کو پھیلانا ہے اس سلسلے میں میرے چچا کی فیملی سے ہمارے تعلقات گو کہ منقطع ہیں تاہم اُن کا بیٹا جو جوان ہے ایک دن دفتر سے آیا اور بستر پر گر گیا پھر ہر قسم کے علاج کے باوجود وہ آج تک بستر پر ہی ہے اور اٹھنے سے قاصر ہے۔ کیوں نہ اُن کو پیغام دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید بتایا کہ وہ گئے اور سب سے معافی مانگنے کے بعد سورۃ الرحمٰن کا پیغام دیا۔ وہ جوان لڑکا اپنے رب رحمٰن کی رحمت سے بالکل ٹھیک ہوگیا اور اپنے قدموں سے چلتا ہے اور نوکری دوبارہ شروع کر دی ہے۔ پھر سب گھر والوں نے سورۃ الرحمٰن سنی اور ہمارے درمیان جو نفرتوں کی خلیج تھی وہ محبت کے بندھن میں بندھ گئی ہے۔ ایسے ان گنت واقعات ہیں اگر لکھنے بیٹھ جاؤں تو شاید زندگی بھی

ناکافی ہوگی۔ یہاں اس واقعہ کو لکھنے کو مقصود فرمان قلندر پاکؒ کی تقلید سے تقویت کے حصول کو اجاگر کرنا ہے۔ پیغام دینے والے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اسے چاہیے کہ اپنے پاس سے کچھ نہیں کہے کیونکہ ہر پھیلانے والے نے کسی عارضے کے سبب پہلے خود سنی اور پھر وہ پھیلا رہا ہے۔ اپنی فیملی، خاندان میں ابلیسی انتشار سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ سورۃ الرحمٰن سنیں اور دوسروں کو بھی سنوائیں۔ پیغام محبت سے پھیلائیں اور جان لیں کہ جس کو بھی آپ پیغام دے رہے ہو وہ اللہ کی مخلوق ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ پیغام رحمت اس تک پہنچ جائے لہٰذا اسے اپنے سے بہتر جانیں اور اپنی پریشانی اور بیماری سے نجات کا پورا واقعہ سنائیں۔

اپنی اس تحریر کو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے اس فرمان سے ختم کرتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ عشق کے پانچ درجے ہیں۔

پہلا۔ شریعت: یعنی جمالِ محبوب کی صفت سننا تاکہ شوق پیدا ہو۔

دوسرا۔ طریقت: یعنی محبوب کی طلب کرنا اور محبوب کی راہ میں چلنا۔

تیسرا۔ حقیقت: یعنی ہمیشہ محبوب کے خیال میں رہنا۔

چوتھا۔ معرفت: یعنی اپنی مراد کو محبوب کی مراد میں محو کر دینا۔

پانچواں۔ وحدت: یعنی اپنے فانی وجود کو ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ختم کر دینا اور صرف محبوب ہی کو موجود مطلق جاننا۔

جب یہ پانچ مراتب پورے ہو جائیں تو کام ختم ہو جاتے ہیں اور صرف محبوب کا عشق باقی رہتا ہے۔ عاشق اور معشوق کی موج بحرِ عشق میں غرق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ ''وجود دو عشق کے درمیان ہے اور آخر بھی عشق سے خالی نہیں ہوتا اور نہ ہی عشق کے بغیر قائم

وباقی رہ سکتا ہے۔بس اول وآخر، ظاہر وباطن جو کچھ ہے عشق ہے“۔

عشق دم جبرائیل عشق دل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

ایہہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مُرشد ویکھ نہ رَجّاں ھو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں ہِک کھولاں تے ہِک کَجّاں ھو
اتناڈٹھیاں صبر نہ آوے میں ھور کسے ول بھجاں ھو
مرشد دا دیدار ہے باھومینوں لکھ کروڑاں حجاں ھو